يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی مشتملہ لامع النور فیوض معانی مجید جامعہ معارف حقائق ذخیرہ رموز و دقائق تفسیر شریف امام عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی و تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر کے افادات کے ساتھ ہیں بہت مفید التزامات کی رعایت کی گئی ہے

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

جبر العلوم العقلیہ والنقلیہ بحر الفنون الفرعیہ والاصلیہ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد المعاندین جامع الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ الافاضل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمہ عالمگیریہ و عین الہدایہ [illegible] باہتمام [illegible]

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپی

اطلاع ۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ایک کثیر ذخیرہ ہمیشہ فروخت کے لئے موجود رہتا ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے بلا قیمت مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تیرہ صفحہ جو سادے تھے اُن میں بعض کتب اُردو و فارسی و عربی مختلف فنون کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو ۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری ۔ ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد میں ۔
کاغذ حنائی ۱۰؍
کاغذ سفید گندہ ۸؍
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔ ۲/؍
تفسیر سورۂ یوسف ۔ چار مصرعہ از مولوی اشرف علی ۔ ۵/؍
پنجسورہ مترجم ۔ با ترجمہ اُردو ۔ ۲/؍

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول یہی تفسیر خوشخط با جلد نفیس مجلد ۳/؍
تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف ۔ ۸؍

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام یہ کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب تھی بلکہ اپنے خزانہ کی منزلت کی عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست

پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط ۔ فرعون و قارون کا نام بے نقط ۔ روات کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر دیبا تھا جیسا سُنا تھا ویسا ہی پایا مطبع کی تمام تر کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا اور بہت عمدہ چھپا ۔ بلا جلد ۱۲/؍ مجلد ۱۴/؍
فتح الخبیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی مطبوعہ مصر ۔ ۴/؍

احادیث اُردو

مظاہر حق ۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد میں ہے حامل المتن یعنے اوّل عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو میں ۔ للعہ
تحفۃ الاخیار ۔ ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی ۔ ۸/؍
ترجمہ جامع ترمذی ۔ حامل المتن جلد اوّل مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ولاوری لاہوری ۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں ۔ جلد اوّل زیر طبع ۔

ایضاً ۔ جلد دوم بہ ترتیب مراتب بالا سے ۔

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات میں ۔ ۲۰/؍ بلا ۔ مجلدات زیر طبع

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف ۔ ۱۰؍
سنن ابی داؤد ۔ منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہے کامل دو جلد میں از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ معروف زیر طبع
دلائل الخیرات ۔ با ترجمہ فارسی و اسماے متبرکہ و خواص اسماء حسنیٰ معروف ۔ ۸/؍
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ۔ ذخیرہ احادیث مولانا غلام یحییٰ ۔ ۸/؍

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار ۔ ترجمہ اُردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلد میں ۱۶/؍
راہ نجات ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۔ ۱/؍
مفتاح الجنۃ از مولوی کرامت علی جونپوری ۔ ۵/؍

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا

ہرگز نہ پہونچوگے نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ کرو کچھ ایک

مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۵ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۵

جس سے محبت کرتے ہو اور جو کچھ چیز خرچ کروگے سو اللہ تعالے اسکا دانا ہے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ - ای ثوابہ وھو الجنۃ - تم نیکو کاری کو ہرگز نہ پاؤگے ف یعنی نیکوکاری کا ثواب نہ پاؤگے وہ ثواب جنت ہے حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - یہانتک کہ جن چیزون کو تم چاہتے ہو ان میں سے خیرات کرو ف یعنی اللہ تعالی کی محبت غالب ہو اور نفس جن چیزون کی محبت رکھتا ہے تم ان چیزون سے منقطع ہو جاؤ اور یقین آخرت کے طور پر انکو خیرات کرو تب نیکی پاؤ یعنی جو ابرار کا مرتبہ ہے وہ تمکو حاصل ہو - واضح ہو کہ یہ کلام از سر نو شروع ہوا اور یہ مومنون کو خطاب ہے اور کافرون کے ذکر کے بعد اہل توحید کی نافع چیز کو ذکر فرمایا اس سے مناسبت ظاہر ہے اور تنالوا - از نیل ہے بمعنی پالینا جیسے نیل مراد یعنی حاصل ہونا اور بولتے ہیں - نالنی منہ معروف مجھے اسکی طرف سے بھلائی پہونچی اور یہ تول لہ اوسے نہین جسکے معنی تناول کے ہیں پھر بر معنی کار خیر و عمل صالح ہے اور اسکو پہونچنا یہ کہ اسکے ثواب کو پہونچے اور بعض علماء کے نزدیک جو تقدیر کہ ترجمہ سے ظاہر ہے وہ خوب ہے یعنی حد البر حاصل یہ کہ نیکوکاری کی حد کو نہ پہونچوگے مگر اسطرح کہ محبوب چیز سے صدقہ کرو - اگرچہ مآل اسکا وہی ثواب جنت ہے اسیواسطے حضرت ابن مسعود و ابن عباس و عطاء و مجاہد و سدی سے تفسیر جنت مروی ہوئی ہے اور بعض نے کہا کہ بر - ای تقوی اور بعض نے کہا کہ طاعت - اور اصل میں بر کہتے ہیں فعل خیر میں توسع کو - اور یہ جب ہوتا ہے کہ آدمی اخلاق شرعی سے آراستہ ہو علم و حلم و عدل و حیا و کرم و سخا و شجاعت وغیرہ خوبیون سے مزین ہو اور جہالت و غصہ و بے ایمانی و بے شرمی و بخل و تنگدلی و نامردی و خدائے تعالی پر بھروسا نہ کرنا اور امر آخرت کا پورا یقین نہونا وغیرہ بد خصلتون سے اللہ تعالی نے اسکو نجات دی ہو جب ایسا خوش خلق ہوتا ہے تو ہر فعل اسکا نکوئی ہو جاتا ہے اسی سے حدیث نواس ابن سمعان میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے بر کو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ حسن الخلق بر ہے فافہم - انفاق سے مراد مطلق خرچ کرڈالنا نہین ہے بلکہ صدقہ دیکر خرچ کرنا مراد ہے خواہ صدقہ فرض ہو مانند زکوۃ وغیرہ کے یا نفل ہو اور نفل میں اپنے اہل و عیال پر بھی بطور معروف بدون اسراف کے خرچ کرنا داخل نیکی ہے چنانچہ حدیث سعد رضی اللہ عنہ میں آیا کہ جو لقمہ تو اپنی جورو کے منھ میں پہونچاوے وہ بھی تیرے واسطے نیکی ہے (رواہ الشیخان) پھر یہ صدقہ اس چیز میں سے ہو کہ جسکو تم محبوب رکھتے ہو اپنے مالون میں سے کوئی مال ہو اور من تبعیضیہ ہے یعنی ان اموال سے بعض صدقہ کرو اسواسطے کہ کل مال خرچ کر دینا اچھا نہین ہے جبکہ فاقہ کشی کی نوبت آوے اور محبت سے یہان محبت شرعی مراد نہین بلکہ بشری مراد ہے پس اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ مال کی محبت فی نفسہ روا ہے بلکہ امر خیر کے واسطے جبکہ حلال ہو اچھا سمجھنا جائز ہے لہذا حرام و مشتبہ کے مال سے صدقہ دیکر ثواب کی نیت رکھنا کفر ہے اور شاید کہ من بیانیہ ہو یعنی مقصود وہ اموال جنسے بمقتضائے بشری تم کو محبت ہے انکو صدقہ کرو کیونکہ آدمی ہر چیز کو اپنے مال سے محبوب نہین رکھتا ہے پھر محبوب مال خیرات کرنے سے دلی یقین ظاہر ہوا کہ اسکو دار آخرت کا یقین ہے اور اللہ تعالے پر بھروسا ہے - بخلاف منافق کے جو خرچ کرنے میں متردد ہوتا ہے - وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ - اور تم کوئی چیز خرچ کرو اللہ تعالی اسکا علیم ہے ف اگر یہ مال قلیل ہے پھر تمہاری

نیت بھی جانتا ہے فیجازیہ علیہ۔ پس تم کو اسپر ثواب دیگا یعنی صدقہ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنا دانا ہونا بیان فرمایا اس سے مراد یہ کہ وہ تم کو تمہارے کار خیر کا ثواب عطا کریگا اور اسمیں اشارہ ہے کہ نیت سچی رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دانا ہے اسیواسطے مطلق خرچ کرنے پر یہ فرمایا کہ ان اللہ یجازیکم بجزاء کریم - تمکو خدا نیک بدلا دیگا کیونکہ بہتیرے دکھلانے سنانے کو صدقہ دیتے ہیں اس سے حسن کلام معلوم ہوگیا - پھر جانو کہ بیضاوی نے مما تحبون میں کہا کہ مال سے یا ایسی چیز سے جو مال وغیرہ کو عام ہے مثلاً مسلمانوں کے معاونت میں لینے سے بن پڑتے ہوے بھلائی کرے مثلاً بادشاہ اسکی بات مانتا ہے اس سے بھلائی کرے اور بدن کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں صرف کرے اور دلکو اسکی یاد میں قربان کرے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام خوب ہے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے تعلیم دینے میں اپنی جان کو وقف کرنا بھی اسمیں داخل ہے اور بخاری مسلم وغیرہ نے حضرت انس سے روایت کی کہ جب یہ آیت اتری تو ابو طلحہ انصاری رسول صلعم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے میرے مالوں میں سے بیرحا بہت پسند ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ ہے میں اللہ تعالیٰ کے پاس اسکا ذخیرہ و ثواب چاہتا ہوں پس اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ جہاں چاہیں خرچ کریں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخ بخ ذلک مال رابح یعنی خوب خوب یہ بڑا فائدہ مند مال ہے یہ بڑا فائدہ مند مال ہے اور جو تونے کہا میں نے سمجھ لیا اور میری رائے ہے کہ میں اسکو تیرے اقربا میں صرف کروں عرض کیا کہ آپ جیسا چاہیں کریں پس آپ نے ابو طلحہ کے اقارب اور چچا کی اولاد میں تقسیم کردیا۔ اور ایسی ہی حضرت عمر کا حصہ خیبر سے نفیس مال صدقہ کرنا حدیث صحیح میں اور جلولا یعنی بہت پسند باندی کو اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد کرنا بروایت بزار و عبد بن حمید مذکور ہے اور حضرت عمر نے اس باندی سے پھر نکاح بھی نہ کیا اور یہ تقویٰ ہے کیونکہ صدقہ کا مال پھر خرید کرنا حدیث بخاری میں ممنوع آیا ہے اگرچہ علما کے نزدیک اسمیں فقط کراہت ہے واللہ اعلم - اور ان احادیث سے نکلا کہ صدقہ کو اقارب میں تقسیم کرنا اولیٰ ہے اور یہ نکلا کہ آیت کریمہ صدقہ مفروضہ و مستحبہ کو عام ہے۔ اور من تبعیضیہ ہونے کی تقویت نکلتی ہے اور بعض قراءۃ میں بھی بعض ما تحبون آیا ہے۔ ف عرائس البیان میں اس آیت کریمہ کے اشارات کو طول کے ساتھ اسطرح بیان فرمایا کہ قولہ تعالیٰ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون - جو لوگ اس صفت کے ہیں کہ محبوب چیز کو خرچ کرتے ہیں انکے چار طبقہ ہیں حسب ذیل

طبقۂ اول اہل معاملات - اور ان کی دس قسمیں ہیں ایک قسم توبہ کرنے والے ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں ایک ترک دنیا دوم ترک ریاست یعنی لوگوں کے سردار بننے کو چھوڑنا اور سوم ترک نفس کہ للہ و فی اللہ ترک کرتے ہیں قسم دوم تورع کرنے والے ہیں اور انکا انفاق بھی تین چیزیں ہیں ایک ترک معاصی کہ گناہ کسی قسم کا ہو ترک کرتے ہیں دوم سواے سد رمق کے حلال بھی ترک کرتے ہیں سوم شہوات سے یعنی تمام خواہشوں سے خواہ کسی قسم کی ہوں جو نفس سے متعلق ہیں سب سے نفس کو چھوڑاتے ہیں قسم سوم زہد کرنیوالے ہیں اور ان کا انفاق بھی تین چیزیں ہیں ایک نفس کا مجاہدہ ہے یعنی نفس کو مجاہدہ میں لاتے ہیں اور اسکی ضد سے چھوڑاتے ہیں دوم اعمال کو پاک کرتے ہیں سوم جوارح و اعضا کو احکام سنت پر جمائے رکھتے ہیں اور خود بینی سے ذلیل کرتے ہیں قسم چہارم فقرا ہیں اور انکا خرچ بھی تین چیزیں ہیں اول حفظ اوقات یعنی جو دم ہے اسکو نگاہ رکھتے ہیں دوم فقر کی نگہداشت کرتے ہیں کہ تونگری یا اسکی خواہش پر میل نہ کرے - سوم اپنے آپ کو تمام امور میں عفیف رکھتے ہیں کہ انکے حال سے سواے حق عزوجل کے کوئی واقف ہو۔ قسم پنجم اس طبقہ سے اغنیا ہیں اور انفاق انکا بھی تین چیزیں ہیں اول مالوں کو خیرات کرنا بدون اسکے کہ جسکو دیا ہے اسپر کچھ منت رکھیں یا ایذا دیں یعنی قولہ تعالیٰ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی کے پابند ہیں دوم فقیروں کے نزدیک تواضع و عاجزی سے رہتے ہیں سوم ریا کا خطرہ آنے کے وقت اخلاص کی دعا کرنا اور اپنے نفس کی شر سے پناہ مانگنا قسم ششم صبر کرنے والے ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزیں

ہین - اوّل تو فاقہ کے وقت جزع نہین کرتے ہین دوّم بلا نازل ہونے کے وقت دل خوش رکھتے ہین سوّم راحت پر محنت و بلا کو اختیار کرتے
ہین یعنی محنت و بلا کو بہ نسبت راحت کے پسند کرتے ہین قال المترجم وجہ یہ ہی کہ بلا مین ظاہر ایک بلا ہی اور صدہا الطاف خاص بخشیدہ
ہوتے ہین پس عام تو اس ایک بلا ظاہر پر صبر نہین کر سکتا اور یہ لوگ اس پر صبر کر کے ان الطاف کو ہو تو چکھتے تو اب بلا کو راحت پر ترجیح دیتے
ہین کیا نہین دیکھتا کہ حفت الجنۃ بالمکارہ اللہ تعالی نے جنت کو مکارہ سے گھیر دیا ہی جو شخص اس مکروہات کو جھیل گیا وہ جنت کو پسند
کریگا اور دوزخ کی شہوات سے بدرجہا افضل جانیگا - لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ بلا سے عافیت مانگنا یہ علی العموم عوام کو حکم ہی اسواسطے کہ
اگر خدانخواستہ اس بلا پر صبر نہوا تو پھر بربادی زیادہ ہی جیسے عوام کو راہ تجربہ و ترک نہین سکھلائی جاتی ہی بخوف آنکہ فاسد ہو کر دین و
ایمان سے جاتے رہتے ہین اور حق یہ کہ بلاے الٰہی پر صبر کرنا کسی کی مجال نہین ہی کیا نہین دیکھتے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے قید خانہ
کو اختیار کیا تھا اور یہ آجو ہوا اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو جہاد مین کافرون سے بھڑ جانے کی تمنا مت کرو اور
اللہ تعالی سے عافیت چاہو لیکن جب مقابل ہو جاؤ تو ثابت قدم رہو (الصحیح) اور حدیث مین ہی کہ دنیا و آخرت کے لیے بہتر دعا عافیت
ہی (السنن) الحاصل جب بندہ شکر گزاری کے ساتھ عظمت کبریائی کا اظہار کرتا رہا پھر تقدیر سے اسکو بلا پہونچی تو جسنے بلا دی وہی صبر عطا
فرماتا ہی و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم - یعنی بندہ ہر وقت یہ کلمہ کہے یعنی مجھے کچھ بھی طاقت و قوت نہین سواے اسکے کہ اللہ تعالی عزیز
حکیم ہی کے نام پاک کے ساتھ ہی حدیث مین ہی کہ ایک نے دعا کی کہ الٰہی مجھے صبر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ اے شخص تو نے بلا مانگی پس
تو عافیت مانگ (السنن) حاصل آنکہ اسنے صبر مانگا جو بلا پر ہوا کرتا ہی و اسأل اللہ تعالی العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ - قسم ہشتم شکر کرنیوالے ہین اور انکا خرچ کرنا
بھی تین چیزین ہین اول اپنی زبانون کی ثنا سے پروردگار سے دیکھکر شرم کرتے ہین کہ ہم بھی تعریف کا دم مارتے ہین حالانکہ نعمتون کو خوب پہچانتے
ہین دوم انعام کرنیوالے پاک بے نیاز کی معرفت حقیقت سے اپنے دلون مین متحیر ہوتے ہین سوم اپنی روحین خیرات کرتے ہین اور کسی عوض
کے خواستگار نہین ہین قسم نہم متوکل ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز کا ہی اول استرسال نفوس اللہ تعالی کے واسطے اسکی بلا نازل ہونے
کے وقت دوم اپنے جان و دل کو اسکی رضامندی چاہنے مین خیرات کرنا - سوم اللہ تعالی کی قضا و مقدر جاری ہونیکے وقت ہر خطرہ سے اپنی خاطر
کو مضبوط رکھتے ہین کہ کوئی بیجا خطرہ نہین آنے دیتے ہین قسم دہم انہین سے راضی لوگ ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز ہی اول آنکہ اللہ عزوجل جو درحقیقت
قادر مختار ہی اسکے اختیار مین ہو گئے اور اپنے اختیار کا نام چھوڑ دیا دوم جو اسکا ارادہ ہی اسکے مقابلہ مین تخییر کرنا چھوڑا سوم اسرار سے کمتر والون سے
اپنے اسرار کو چھپایا - یازدہم قسم انہین سے صادقین ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین اول آنکہ مخلوق کے دیکھنے سے پروردگار عزوجل کی بندگی کو
خالص و پاک رکھتے ہین اور نفس کی رعونت سے اپنے سر باطن کو پاک رکھتے ہین سوم آنکہ توحید کو رسم عادت سے پاک رکھتے ہین **طبقہ ثانیہ**
اہل حالات ان لوگون کی بھی دس قسمین ہین قسم اول انہین سے اہل مراقبہ کہلاتے ہین اور خرچ کرنا انکا بھی تین چیزین ہین اول دفع خطرات
اور دوم مناجات کو خفیہ ادا کرنا - سوم آنکہ خلوتون مین حرمت کی حفاظت کرنا قسم دوم اہل خوف ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین
اول کمتر سونا اور دوم کم کھانا اور سوم قلت کلام یعنی کم بات کرنا - اور قسم سوم انہین سے اہل رجوع ہین اور انکا خرچ بھی تین چیزین ہین اول آنکہ
ہر دو جہان سے طبیعت کو اٹھا لیتے ہین دوم ان دونون منزلون سے اوپر چڑھتے ہین سوم تمام عالم کے ذکر سے اپنے دل کو خالی رکھتے
ہین قسم چہارم محبتین ہین اور انکا انفاق بھی تین چیزین ہین اول آنکہ معرض کرامات سے اتقا کرتے ہین دوم طاعات کی طرف التفات
نہین کرتے ہین سوم قلب کو درجات سے صاف کرتے ہین کیونکہ وہ مقام مشاہدات تک پہونچ جاتے ہین قسم پنجم ان مین سے

مشتاق کہلاتے ہیں اور انکا اتفاق تین چیزیں ہیں کہ ایک تو ہجر کی آگ سے جلنا دوم بھوک کی آگ سے نفس کا سلگنا سوم خوف و جلال
کی آگ سے روح جلنا قسم ششم ان میں سے عاشقین ہیں اور انکا اتفاق تین چیزیں ہیں ایک تو ولایت کی خواہش چھوڑتے ہیں دوم حظ
محبت چھوڑتے ہیں اور سوم مقام رعایت میں ہمیشہ سر باطنی کو لگائے رکھتے ہیں ۔ اور قسم ہفتم موقنون یعنی یقین رکھنے والے ہیں اور ان کا
خروج کرنا تین چیزیں ہیں ایک تو نفس پر شفقت نہیں کرتے ہیں دوم قلب کی ہمیشہ نگہداشت کرتے ہیں سوم ماسوائے حق عزوجل کے سب
چیزوں کی یاد سے اپنی ارواح کو پاک رکھتے ہیں قسم ہشتم انہیں سے مستأنسین ہیں اور انکا خروج کرنا تین چیزیں ہیں کہ ایک تو مخلوق سے منہ
موڑتے ہیں دوم دل کو اسطرف لگاتے ہیں جہاں سے طلوع انوار مشاہدہ ہوگا ۔ سوم اپنی سر باطنی کو دشمن کے معارضہ سے پاک رکھتے ہیں قال المترجم
اس سے ظاہر ہوا کہ بندہ سے کبھی وسوسہ و تکلیف شرعی ساقط نہیں ہوتی ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم اور صحابہ کرام سے یہ تکلیف کبھی
ساقط نہوئی اور اثر صحیح میں ہے کہ صحابہ رسول صلعم اعمال میں سے کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہیں جانتے تھے سوائے نماز کے کما فی المشکوٰۃ وغیرہ
و لیکن بجائے اسکے حسنات ابرار کو مقربین کے درجہ میں سیأت شمار کیا گیا ہے آدمیوں سے صحیح ہوا کہ اصحاب بدر کے حق میں آیا کہ اللہ عزوجل
نے انکو فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخشدیا حالانکہ پیغمبر نے بھی اکابر صحابہ و خلفاء راشدین نے انپر حد شرعی جاری فرمائی ہے اور یہ بسند صحیح روایت
ہوا ہے اور خود اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ان الحسنات یذھبن السیئات نیکیاں نابود کردیتی ہیں برائیوں کو اور اس سے زیادہ تحقیق مقام کا انتظار کرنا چاہیے
کہ اپنے موقع پر آویگی قسم نہم انہیں سے مطمئن ہیں اور انکا خروج کرنا تین چیزیں ہیں ایک تو بلا میں تمکن کرنا و قائم رہنا ۔ دوم رنج و تکلیف میں
صبر کرنا سوم نعمتوں میں شکر کرنا ۔ اور دسویں قسم ان میں سے محسنین ہیں اور انکا خروج کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو بندگی کی صفت اس صفت
کے ساتھ کہ مشاہدہ معبود میں حاضر ہوتے ہیں دوم اللہ تعالی کے واسطے اپنی جان و روح کو قربان کرتے ہیں بدون اسکے کہ ثواب
جنت کی رغبت سے ہو سوم کنایہ کے انوار مطالعہ کرتے ہیں طبقۂ ثالثہ اہل معرفۃ اور ان کے بھی دس اقسام ہیں قسم اول
ذاکرین ہیں اور انکا اتفاق تین چیزیں یہ ہیں ایک تو دفع وسواس دوم قلب سے لوگوں کے بیچ میں ہوکر غفلت کو دور رکھنا سوم ہموم
شخصی سے باہر ہوجانا غفلت سے مراد یہاں غین قلب ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں انہ لیغان قلبی میرے قلب پر غین آجاتا ہے اور میں اللہ تعالی
سے ستر بار استغفار کرتا ہوں رواہ مسلم قسم دوم انہیں سے متفکرین ہیں اور انکا خروج کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو روح کو کھینچنا تاکہ مشاہدۂ غیوب میں پہنچے
اور وہاں ایسے مقام پر ٹھہرے کہ آفتاب جلال قدم کے انوار اسپر چمکیں ۔ دوم عقل کو چھوڑ دینا کہ میدان ملکوت میں جبروت کا مشاہدہ کرے سوم
قلب کو بساط قرب سے نزدیک کردینا بغرض خواہش وصال کے مگر اس صفت کے ساتھ کہ وہ حضرت کبریا و عظمت کی ہیبت سے بھرا ہو قسم
سوم علماء ہیں یعنی جن کو حکمت ربانی عطا ہوئی ہے اور انکا خروج کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو مریدین یعنی اپنے شاگردوں کے واسطے جو درگاہ باریتعالی
کی مضبوط خواہش رکھتے ہیں کلام کرنا اور دوم طالبین کے واسطے علم پھیلانا سوم اہل عالم کے لیے راہ صواب دکھلانا قسم چہارم ان میں سے
اہل حیاء ہیں اور انکا خروج کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو سر باطنی سے مقام قرب سے میز کردینا اور دوم مشہد ذکر سے پوشیدہ خواہش کو پاک کردینا ۔
سوم مجاری خطرات سے باریک ریا کو دور کردینا قسم پنجم انہیں سے اہل تلوین ہیں اور انکا خروج کرنا تین چیزیں یہ ہیں کہ ربوبیت میں عقل سے
اپنے عقل کلی سے تفکر کرنا اس نیت سے تاکہ معرفت حاصل ہو اور دوم اسکے قدیم انعام میں قلب سے نظر کرنا تاکہ محبت ربانی حاصل ہو ۔ سوم
روح سے سیر کرنا عالم ملکوت میں تاکہ انوار مشاہدہ حاصل ہوں قسم ششم انہیں سے اہل تمکین ہیں اور اتفاق انکا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو نگاہ رکھنا
جناب عبودیت کا استقامت ربوبیت سے دوم دفع کرنا تہمت بشری کا مصدر کشف مشاہدہ سے سوم راسخ ہونا سر باطنی کا طوالع سلطان

لہ یعنی مشاہدہ ذات و صفات حق تعالی کی یاد میں رہے ۱۲ م

سہیت ہیں پس اہل تمکین ہیں اور اگرچہ حقیقت جمال قدم سے پرورش یافتہ اور اتحاد و بقا کو اعدام مشاہدہ صرف سلطان وحدانیت سے تمیز کرنے
والے ہیں قسم ہفتم انہیں سے اہل حقیقت ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ گنہگاروں کے حق میں دعا کرنا دوم خوشی خاطر سے انکی
ایذا کو برداشت کر لینا سوم انکے بدلے سے طمع اٹھا لینا پس یہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحمت ہیں پس مخلوق تو مسارف سے
قطع کر دیے جاتے ہیں اور یہ لوگ تمام کشف سے بشارتیں پاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنے بندوں اور ملکوں کے باقی رکھنے کے
واسطے رکھا ہے تاکہ انکی طرف وہ لوگ التجا لاویں جنکو اپنے احوال میں شک پڑ گیا ہو قسم ہشتم انہیں سے اہل السر ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں یہ ہیں
ایک اسرار کو چھپانا بخوف غیرت حق کے دوم اپنی مراد سے نکلکر حق عزوجل کی مراد میں جانا اور سوم خلق سے غائب ہو کر اپنے سینوں میں جمال
غیب الغیب کی تلاش کرنا قسم نہم انہیں سے عارفین ہیں اور انکا خرچ کرنا یہ تین چیزیں ہیں ایک تو دنیا کو دنیا داروں کیلئے چھوڑتے ہیں اور
دوم آخرت کو مع اسکی لذت کے اوروں کی خواہش میں رکھتے ہیں یعنی اگرچہ آخرت کی نعمت انکو ملیگی لیکن خواہش اسکی نہیں کرتے ہیں سوم یہ کہ اپنے
مولیٰ کے دروازے پہ بیٹھے ہیں اسطرح کہ سوائے اسکے سب سے منقطع ہو جاتے ہیں اور اسی کے مشاہدہ کیا اسطرح صفا سے جمع ہوتے ہیں ساعی رہتے ہیں
یہ لوگ تمام مخلوق و موجود سے منقطع ہو کر خالق عز و جل ہی کی طرف ہو رہے ہیں طبقہ مراتب اهل توحید ہیں اور انکی بھی
دس قسمیں ہیں - قسم اول انہیں سے اہل القبض ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو مقام حزن میں مراقبہ کرکے اپنے دم گنتے ہیں
دوم مقام عشق میں خون بہاتے ہیں سوم مقام شوق میں دل سے آہ آہ کرتے ہیں قال المفسرون اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم کو فرمایا ہے کہ ان ابراہیم
لاواہ حلیم - اور اواہ کی تفسیر کی گئی کہ بہت آہ آہ کرنے والا - حدیث میں ہے کہ آپ کے سینہ مبارک سے مثل جوش دیگ کے آواز آتی تھی اور قسم دوم
انہیں سے برعکس اول کے یعنی اہل البسط ہیں اور انفاق انکا یہ تین چیزیں ہیں ایک تو فرحت بوجہ حبیب دوم نفرت از گفتگوئے رقیب سوم تقرب از قول
لیسو سے قرب محبوب - قسم سوم انہیں سے اہل سکر ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک یہ کہ سماع ذکر از عالم دوم نسیم صبا از غیب سوم خوشبو سے
قرب مراقبات - قسم چہارم انہیں سے اہل صحو ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں یہ ہیں ایک تو تجلی ہیبت میں ساکن رہنا دوم بشوق لقا حضرت گریہ زاری
کرنا اور سوم مخلوق کے احوال پر شفقت کرکے انپر مہربان ہونا اور شیطان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا - قسم پنجم انہیں سے اہل فنا ہیں اور
ترک انکا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ سر باطن کو ذکر سے پاک کرنا اور دوم فکر سے احوال کی تربیت کرنا اور سوم مجاہدہ سے شکل ظاہری کو ہلال بنانا - قسم
ششم انہیں سے اہل لقا ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں کہ مشاہدات کا ذکر کرنا اور کرامات کو چھپانا اور مکاشفات حاصل کرکے مجاہدات سے خلاصی لے لینا
اور قسم ہفتم انہیں سے اہل انبساط ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک یہ کہ شطح کے بعد استغفار کرنا اور سکر کی حالت میں آداب کا لحاظ رکھنا
اور مریدوں کو مقامات کی خبر دیدینا - قسم ہشتم انہیں سے اہل حقائق توحید ہیں اور خرچ کرنا انکا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو امتحان میں مستقیم رہنا یعنی
طور کہ ایمان کو اخلاص کے ساتھ رکھتے ہیں دوم مقام محبت میں اپنی خواہشیں چھوڑتے ہیں سوم آنکہ رسوم مقامات چھوڑنے سے اسرار کی رعایت
رکھتے ہیں - قسم نہم انہیں سے اہل ولہ ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں عبرات و ازلیات و بذل مہجت در ابدیات - قسم دہم انہیں سے اہل اتحاد ہیں
اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں اول توحید کے مقام سے خواہش کو بھی کاٹ دیتے ہیں اور تجرید کے ساتھ قدم القدم سے سیر السیر کرتے ہیں اور تفرید
کے ساتھ لقاء البقاء میں روح کو پرواز دیتے ہیں - اسے جاننا چاہیئے کہ مردان صادق کا حال اپنے خرچ کرنے میں اسطرح ہے جو بیان ہوا ان لوگوں نے اپنے
خرچ پر قدر تفاوت میں بڑی بڑی کرامتیں حاصل کی ہیں پس ہر گروہ کے واسطے انہیں سے ایک بہرہ خاص ہے پس توبہ کرنے والوں کا بہرہ یہ ہے کہ ان کو اللہ
تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے اور یہی اشارہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے - ان اللہ یحب التوابین - اور رجوع والوں کا بہرہ یہ ہے کہ اللہ ہی کے ساتھ انکی دعا

بقیہ صفحہ ۱۲

مستجاب ہوتی ہے۔ اور زاہدوں کا بر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت حاصل ہوتی ہے اور یہی نبی صلعم نے اشارہ فرمایا کہ جسنے چالیس روز دنیا
میں زہد کیا تو حکمت کے چشمے اسکے دل سے اسکی زبان پر ظاہر ہونگے اور بر الفقرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکے قلوب میں سکینت ظاہر
ہوتی ہے اور بر الاغنیا یہ ہے کہ انکو درجۂ کرامات ملتا ہے۔ اور بر الصابرین یہ کہ درجۂ ولایات ملتا ہے اور بر الشاکرین یہ کہ قرب و نزدیکی میں زیادتی
ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لئن شکرتم لازیدنکم۔ اگر تم شکر کروگے تو ضرور میں تمکو زیادہ نعمت دونگا۔ اور بر المتوکلین یہ کہ تمام امور
میں اللہ تعالیٰ کفایت فرماتا ہے اور محبت الٰہی کے لطائف اپنے قلب میں پاتے ہیں۔ ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو
توکل کرے اللہ تعالیٰ پر اللہ تعالیٰ اسکو کافی ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ یحب المتوکلین۔ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے متوکلوں کو
بر الراضین یہ کہ اللہ عزوجل انسے راضی ہوتا ہے اور یہ بڑا درجہ ہے کہ فرمایا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اور رضوان اکبر تجلی خاص ہے اور جو شخص مقام
رضا میں پہونچا وہ رضوان اکبر کو پہونچ گیا۔ بر الصادقین یہ کہ دنیا و آخرت میں انکی تعریف و مدح ہوتی ہے اور قیامت کے روز خلائق کے روبرو
انکو کرامت حاصل ہوگی چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ لیجزی اللہ الصادقین بصدقہم۔ یعنی قیامت ضرور ہے تاکہ اللہ تعالیٰ صادقین کو
انکے صدق کی جزا عطا فرماوے۔ یہ درجہ اہل معاملات کا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ انکو اپنے کرم سے انکے نیکی کا بدلا عطا فرماویگا۔ بر المراقبین یہ ہے کہ نور
فراست وحلاوت ذکر حاصل ہوگی اور بر الخائفین یہ کہ ذوق محبت اور معرفت جلال حق تعالیٰ حاصل ہوگی۔ اور بر الراجین یہ ہے کہ صفا یقین
اور نور بسط وانبساط حاصل ہوگا۔ بر المحبین یہ ہے کہ مکاشفہ وانوار قربت ومشاہدہ حاصل ہوگا۔ بر المشتاقین یہ کہ تمام معانی میں انکو انس حضرت
حق عزوجل حاصل ہوتا ہے۔ بر العاشقین یہ کہ چشم ارواح میں نور جمال سے سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور بر الموقنین مشاہدۂ لقائے کریم وطمانیت در رسوم
ربوبیہ ہے اور بر المستانسین یہ کہ اپنے قلوب میں حسن قدم پاتے ہیں اور شہوات کے گندہ خطرات شیطانی سے پاک ہیں۔ بر المطمئنین یہ کہ طرح طرح
کے عجائب آیات اور تقلیب اعیان سے انکو کرامات حاصل ہوتی ہیں اور عارف کو حلاوت ذکر حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الا بذکر اللہ
تطمئن القلوب۔ بر المحسنین یہ ہے کہ لباس ملکوت میں مشاہدۂ حق حاصل ہوتا ہے۔ یہ سب بیان ان لوگوں کے بر کا تھا جو اہل احوال ہیں۔ اور
بر الذاکرین ایمان میں دیدار ہے۔ بر المتفکرین یہ کہ پردۂ آیات میں تجلی صفات کے آثار دکھلائی دیتے ہیں بر الحکما یہ ہے کہ الہام کی صفت یہ
خصائص خطاب سے مخصوص ہوتا ہے۔ بر اہل الحیا دیدار و مشاہدۂ عظمت وکبریا ہے۔ اور بر اہل تلوین دیدار میں مرفات ہے اور بر اہل تمکین یہ کہ
دیدار عین جمیع صفات بدون رسم افعال کے ہے۔ اور بر اہل الحقیقۃ یہ کہ دیدار عین القدم بصفت فنا ہے اور بر اہل السر یہ ہے کہ دراج معرفت میں
روح کی آنکھ سے علم ازلی کا خزانہ دیکھتے ہیں۔ اور بر العارفین یہ کہ تجلی صرف وحدانیت پاتے ہیں۔ یہ سب جو مذکور ہوا یہ عارفوں کا بر ہے اور
اب سلسلہ بیان توحید تو اہل یقین کا بر یہ ہے کہ دیدار عزت نصیب ہے اور بر اہل البسط یہ کہ نور قربت ظاہر ہونے پر حلاوت کے ساتھ جلال صفات کو
دیکھتے ہیں۔ بر اہل السکر یہ کہ اچانک انکے احوال کے پردہ میں حق کا ظہور انپر ہوا اور بر اہل صحو یہ ہے کہ دیدار حق بنعت حسن وجمال حاصل ہوا اور بر اہل فنا
یہ کہ دیدار قیومیت بنعت فردانیت حاصل ہوا۔ اور بر اہل بقا یہ کہ حق عزوجل کے دوام کا دیدار ہوا اور بر اہل انبساط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی مراد
پاکر اپنے واسطے حق کی طرف سے بسط کو دیکھیں۔ اور بر اہل حقائق التوحید وہ دیدار انوار ذات وصفات ہے۔ اور بر اہل ولہ یہ ہے کہ اپنے اندر
انبساط حق کو دیکھکر حیرت میں رہا اور اسی سے دیوانہ ہوگئے۔ اور بر اہل اتحاد یہ ہے کہ لباس جمال قدم اپنی ارواح پر دیکھیں اور تمام مخلوق
انکے واسطے مسخر کی گئی باین طور کہ قدرت حق عزوجل سے ظہور صفات ہوتا ہے لیکن اس شیدہ متوحد موحد کے واسطے کرامت ہے حضرت استاد
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ جزا و عوض کے لحاظ سے خرچ کرتے ہیں اور بعضے محنت و بلا دور ہونے کی امید پر خرچ

کرتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ آیت سے معلوم ہوا کہ تو بِرّ تک نہیں پہونچ سکتا بدون اسکے کہ جو تیری محبوب چیز ہی اسکو خیرات کرے تو بھلا تو خالق اکبر عزوجل تک کہاں پہونچیگا جبکہ تیرا حال یہ ہی کہ تو اپنے حظوظ کو اختیار کیے ہوئے ہی **قال المترجم** پھر انقطاع کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص کو جس چیز سے تعلق پیدا ہوا تو اسکو چھوڑ دے لیکن بسا اوقات بعضے لوگوں کو یہی بات حاصل کرنے کیواسطے یہ ضرورت ہوتی ہی کہ دنیا کی آبادی سے یک طرف ہوکر کسی پہاڑ یا جنگل میں تنہا بسر کریں حالانکہ یہ کچھ ہر شخص کیواسطے لازمی نہیں ہی اور اسیطرف حدیث صحیح میں اشارہ ہی کہ پہاڑ کے کسی شعبہ میں بکریاں لیکر رہے وہاں اللہ تعالی کی عبادت میں عمر صرف کرے اور آبادی دنیا کے لوگونکو اپنے شر سے چھوڑ دے اور بعض نے فرمایا کہ بِرّ اول تو ہدایت ہی بعد اسکے مجاہدہ پھر مشاہدہ ہی اور معنی آیہ کے یہ ہیں کہ تم ان خصائل خوب کو نہ پاؤگے مگر اسیطرح کہ جو کچھ تم چاہتے ہو آپس میں سے خرچ کر ڈالو اور **شیخ ابن عطاؒ** نے فرمایا کہ تم قربت کو نہ پہونچوگے درحالیکہ تم اپنے نفس کے حظوظ و خواہشوں میں لگے لپٹے ہو اور **شیخ ابو عثمان** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خواص بندوں کے مقامات تک نہیں پہونچ سکتا جبتک کہ نفس کے آداب اور اس کی ریاضت میں سے کچھ بھی اسکے ذمہ باقی رہا ہی اور **واسطیؒ** نے کہا کہ بر تک پہونچنا تو بعض محبوب چیزوں کے خرچ ہی کرنے سے ہی مگر بار یعنی خالق بر تک پہونچنا یون ہی ہی کہ ہر دو جہان سے اور جو کچھ ان میں ہی سب سے مجرد و منفرد ہوجاوے اور **شیخ نصرآبادیؒ** نے کہا کہ محبوب چیزوں کو تجھسے دور کرا کے تجھے خاص اپنے ہی واسطے اکیلا کر لیا تاکہ تیری محبت خالص اسکی طرف ہو اور اسکے سوائے کسی کی طرف التفات نہ رہے **قال المترجم** یہ اشارہ صاف ظاہر اور بہت جید اشارہ ہی بلکہ ایسا قوی ہی کہ گویا سیاق کلام اسی کے واسطے ہی اور تجھے معلوم ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے انکا کل مال خیرات کرنا قبول کیا اور کہا ابوبکرؓ نے کہ میں نے اپنے لوگوں کے واسطے اللہ تعالی و اسکے رسول کا نام چھوڑا ہی یعنی کچھ نہیں چھوڑا۔ حالانکہ کل صدقہ اوروں کے واسطے روا نہیں رکھا گیا ہی پس فعل ابوبکرؓ اقرب باصل مقصود ہی بلکہ وہی اصل مقصود ہی اور یہ خصوصیت بنظر قوت ایمان و صدیقیت ہی بخلاف اور لوگوں کے کہ انہیں مزاحم سخت یا سست درجہ بدرجہ موجود ہی مثل جزع و فزع وقت شدت کے وغیر ذلک فافہم اور **شیخ نصرآبادیؒ** نے کہا کہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بر تو اب جنت ہی اور میرے نزدیک صفت بار ہی پس گویا یون کہا کہ تم لوگ میری قربت نہ پاؤگے الا اسی طور سے کہ تمام علائق کو قطع کردو۔ **قال المترجم** یعنی دل کو تعلق نہ رہے اور ظاہر میں ہر ایک چیز ہونا منع نہیں ہی ولیکن کوئی چیز اس کی محبوب نہوگی اسکے نزدیک لعل کا جانا ہوا اور کنکری کا جانا اسکا یکسان ہوگا فافہم اور **جعفر صادقؓ** نے فرمایا کہ تم حق کو نہ پاؤگے جبتک کہ اسواے حق کے ہر چیز سے جدا نہ ہوجاؤ اور **ابن عطا** نے فرمایا کہ تم میری معرفت و نزدیکی ہرگز نہ پاؤگے یہانتک کہ اپنے نفس اور قصد سے بالکلیہ خارج ہوجاؤ اور **شیخ علویؒ** نے کہا کہ مجھے سب چیزون سے زیادہ محبوب تیری جان ہی اور **شیخ ابوبکر وراقؒ** نے فرمایا کہ انکو اس آیت سے قربت کی راہ بتائی اور فرمایا کہ تم ہرگز اس بھلائی کو نہ پہونچوگے جو میری طرف سے تیری ہی الا اسی طور کہ تم اپنے بھائیوں پر اپنے مال خرچ کرو اور اعلی یہ کہ راہ الہی میں جان دو کیونکہ افضل جہاد یہ کہ خود ذبح ہو کر پارہ پارہ کیا گیا اسکے عوض میں اللہ تعالی تم کو جزاے خیر عطا کریگا اور جو انفاق اور تمہارا دکھلانے سنانے کے واسطے ہوگا تو اس میں شرک سے بچی ہی نہیں جیسا کہ اس بارہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت ہی جسمیں ریا کا شرک ہونا ثابت ہی اور **شیخ جنیدؒ** نے فرمایا کہ اس آیت میں اشارہ یہ ہی کہ تم اللہ تعالی کی محبت کو نہیں پہونچوگے یہانتک کہ اپنی محبوب جانوں کو اللہ تعالی کی راہ میں قربان کرو

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ

سب کھانے کی چیزیں حلال تہیں بنی اسرائیل کو مگر جو حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنی جان پر پہلے اس سے کہ نازل ہووے

التَّوْرَاةُ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَمَنِ افْتَرَىٰ

توریت تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اس کو اگر تم سچے ہو پھر جو کوئی باندھے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا

اللہ پر جھوٹ اس کے بعد تو وہی بے انصاف لوگ ہیں تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے سو تابع ہو جاؤ

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

دین ابراہیم کے جو ایک طرف تھا اور شرک والا نہ تھا

ونزل لما قال الیہود انک تزعم انک علی ملۃ ابراہیم وکان لا یاکل لحوم الابل والبانہا یعنی شان نزول اس آیۃ کا یہ واقع ہوا کہ یہود نے کہا کہ اے محمد تم زعم کرتے ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کی ملت پہ ہو حالانکہ وہ اونٹ کا گوشت اور اسکا دودھ نہیں کھاتے تھے مترجم کہتا ہے کہ یہ سبب نزول آیہ کریمہ کے سیاق سے خوب مطابق ہے اور بیضاوی وغیرہ اہل درایت و روایت نے ذکر کیا کہ ہر گاہ اللہ عزوجل نے فرمایا فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم الآیۃ - اور نیز فرمایا وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما - تا قولہ ذلک جزیناہم ببغیہم الآیۃ حاصل یہ کہ یہ چیزیں یہود پر بسبب ان کے ظلم و بغاوت کے حرام کی گئیں اور اس سے یہود کی بدخصلت و مذمت ثابت ہوتی ہے اور نیز یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ نسخ ٹھیک ہے جس سے یہود منکر تھے اور حضرت عیسیٰؑ سے کفر کرتے تھے کہ اس نے حکم توریت کو بدل ڈالا وہ کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالے کے حکم میں نسخ نہیں روا ہے تب یہود نے کہنا شروع کیا کہ یہ باتیں کچھ نہیں ہیں یہ چیزیں تو ہم سے پہلے دیگر انبیاء نوحؑ و ابراہیمؑ سے چلی آتی تھیں یہاں تک کہ ہم تک بھی وہی شریعت قائم ہوئی پس ہم دین ابراہیمؑ پر ہیں نہ اہل اسلام اور اس سے اپنی برأت نکالتے اور نسخ نہ ثابت کرتے پس اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا - كُلُّ الطَّعَامِ - ای مطعوم اور مراد اکل مطعوم ہے یعنی ہر مطعوم کا کھانا - كَانَ حِلًّا - حلال تھا - اور حل مصدر ہے جس میں مفرد و جمع یکساں اور مذکر و مونث یکساں ہے اور مراد حلال جیسے حرم یعنی حرام ہے - الحاصل ہر ایک طعام جو کھایا جاتا ہے وہ حلال تھا - لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَاۗءِيْلُ - یعقوبؑ واسطے بنی اسرائیل کے مگر وہی جو حرام کر لیا تھا اسرائیل یعنی یعقوبؑ نے - عَلٰي نَفْسِهٖ - وہو الابل لما حصل لہ عرق النسا بالفتح والقصر فنذر ان شفی لا یاکلہا فحرم علیہ اپنی ذات پر اور وہ اونٹ تھا جبکہ انکو عرق النسا بالفتح اول بدون مد کے بروزن عصا پیدا ہوا پس انھوں نے نذر کی کہ اگر شفا حاصل ہو تو اس کو نہ کھاؤنگا پس انپر حرام ہو گیا - مترجم کہتا ہے یعنی بسبب نذر کے خاص انپر حرام ہوا اور اللہ تعالی نے شرعاً حرام نہیں کیا - اور نسا ایک خاص رگ ہے جو کولہے سے ٹخنے تک ہے اور عرق یعنی رگ ہے پس حاصل یہ کہ رگ نسا کی بیماری ہوئی پس معنی یہ ہوے کہ کل طعام بنی اسرائیل پر حلال تھے سوا اونٹ کے جو یعقوبؑ نے اس نذر میں اپنے اوپر حرام کر لیا - اگر کہا جاوے کہ اس سے سواے اونٹ کے کل طعام کی حلت ثابت ہوتی ہے حالانکہ مردار کبھی حلال نہ تھا تو جواب یہ ہے کہ وہ طعام نہیں اور مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب وہم ہے کیونکہ جو کھایا جاوے وہ طعام ہے اور بہت لوگ مردار کھاتے ہیں اور اگر شرعی ہونے کی قید لگائی جاوے تو اسی میں گفتگو ہے اور جواب صحیح یہ ہے کہ الف لام عہد کا ہے اور مراد وہ طعام ہیں جنکے حرام ہونیکا یہودی دعوی کرتے تھے کہ پہلے سے حضرت ابراہیمؑ وغیرہ پر حرام تھے - اگر کہا جاوے کہ یہ تو خاص نذر حضرت یعقوبؑ کی تھی انپر حرام ہوا پھر بنی اسرائیل یعنی اولاد یعقوبؑ پر کہاں حرام ہوے تو جواب یہ ہے کہ اولاد یعقوبؑ نے اس چیز کو اپنے اوپر بھی اپنے باپ کی سنت کی پیروی سے حرام رکھا تھا لہذا حرمت میں بنی اسرائیل کو شامل کیا یعنی بنی اسرائیل پر کل طعام حلال تھا سواے اونٹ کے جسکو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا تو وہ بنی اسرائیل پر بھی حرام ہوا اسکا وقت بیان فرمایا بقولہ تعالے مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ - وذلک بعد ابراہیم ولم یکن علی عہدہ حراما کما زعموا - قبل نازل کیے جانے توریت کے - ف - اور توریت کا نازل کیا جانا بعد ابراہیمؑ کے ہزار برس پیچھے ہوا اور یہ حکم

حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں حرام نہ تھا جیسا کہ یہود نے زعم کیا۔ اور قبل نزول التوراۃ کے قید فرمائی اس لیے کہ بعد نزول توریت کے اللہ تعالیٰ نے اور بہت چیزیں حرام کر دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہود سے انہیں کی کتاب سے حجت دیں تاکہ چپ ہوں پس فرمایا قُلْ - لہم - فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا - یتبین صدق قولکم - إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ - فبہتوا ولم یأتوا بہا کہدے ان سے کہ پھر لاؤ توریت کو اور پڑھو اس کو (تاکہ ظاہر ہو تمہارے قول کی سچائی) اگر تم سچے ہو اس دعوے میں ف پس مبہوت ہو گئے اور توریت کو نہ لائے ائمہ تفسیر نے لکھا ہے کہ اسمیں بڑی قوی دلیل موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق تھے اور اس سے خوب ثابت ہوا کہ شرع میں منسوخ ہونا قدیم سے ہے اور اس سے انکار کرنیوالا بیوقوف نادان یا ہٹ دھرم ہے کیونکہ نسخ کے تو یہ معنی ہیں کہ اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ پہلا حکم اللہ تعالیٰ نے اسوقت تک کیواسطے مقرر فرمایا تھا اور یہ نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اس حکم میں تردد تھا کہ اب بدلا گیا فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ - ای ظہور الحجۃ بان التحریم انما کان من جہۃ یعقوب لا علی عہد ابراہیم پھر جس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا اسکے ف یعنی بعد اس حجت ظاہر ہونے کے کہ حرام کر لینا فقط یعقوب ہی کی طرف سے تھا اور حضرت ابراہیم کے عہد میں نہ تھا - فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ المتجاوزون الحق الی الباطل - تو یہی ظالم لوگ ہیں ف یعنی حق سے باطل کیطرف تجاوز کرنے والے ہیں۔ پھر چونکہ انکا افترا جو خود باطل تھا انکی کتاب سے بھی جسکا اعتقاد رکھتے تھے باطل ظاہر ہو گیا اور پکی حجت انپر قائم ہوئی کہ اسکو کسیطرح دفع نہیں کر سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صلعم کو اعلان صدق وحق کا حکم دیدیا کہ - قُلْ صَدَقَ اللَّهُ - فی ہذا وجمیع ما اخبر بہ۔ کہدے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے ف یعنی اس بات میں اور تمام باتوں میں جس سے اپنے بندوں کو آگاہی فرمائی ہے اور اسمیں یہود پر تعریض ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا - التی انا علیہا - پس ملت ابراہیمؑ حنیف کی اتباع کرو ف یعنی اس ملت ابراہیمی کی جسپر میں قائم ہوں حنیف کے معنی جھکنے والا ہر دین ناحق سے طرف دین اسلام کے یعنی کل طریقوں سے منہ موڑ کر دین اسلام کی طرف مائل ہونے والا - وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا ف اسمیں یہود پر تعریض ہے کہ وہی مشرک ہیں واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے چند امور ثابت ہوتے ہیں نذر کا جب ہونا اور انبیاء علیہم السلام کا بھی طریقہ ہونا اور نسخ کا ثبوت اور آنحضرت صلعم کے صدق رسالت کی دلیل اور دین میں دلیل کرنے والے سے دلیل کرنے کا حسن اسلوب اور حق عز وجل پر افترا کرنے کی برائی اور اسلام کا ملت ابراہیم ہونا معلوم ہوا مگر اسمیں چند مقامات عظیم الشان اور باقی رہے - اول آنکہ اس آیۂ کریمہ کو ما قبل سے کیا ربط ہے - دوم نذر کرنے کی نسبت حدیث مسلم میں مذمت بھی آئی ہے پھر نبی اللہ یعقوب نے نذر کی اسمیں کیا تحقیق ہے - سوم توریت مانگی تو معلوم ہوا کہ وہ کتاب موجود ہے بدون تحریف کے - چہارم طریقہ حجت الزامی اختیار فرمایا - پنجم ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا حالانکہ نبوت حضرت محمد صلعم مستقل ہے یہ بات کیونکر ہے - پس ان مقامات میں مختصر کلام ضروری ہے اور ذیل میں فوائد ہشیار ان شاء اللہ تعالیٰ حاصل ہونگے پس مقام اول کا بیان یہ ہے کہ امام احمد نے ابن عباس سے حدیث طویل روایت کی جسمیں ایک گروہ علما یہود کا حضرت صلعم سے چند سوال کرنا باین عہد کہ بعد اطلاع کے متابعت اختیار کریں گے اور ہر جواب کی تصدیق کرنا مذکور ہے اسمیں یہ بھی ہے کہ انکو قسم دلائی کہ تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعنی یعقوب کو ایک مرض شدید ہوا اور بیماری نے طول کھینچا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے نذر مانی کہ اگر اس مرض سے شفا ہو تو جو کھانا مجھے بہت محبوب ہے اور جو پینا مجھے بہت مرغوب ہے اپنے اوپر حرام کر لونگا اور انکو سب کھانوں سے اونٹ کا گوشت اور سب پینوں سے اسکا دودھ بہت مرغوب تھا انہوں نے اپنے اوپر حرام کر لیا - اور سعید بن جبیر کے طریق سے امام احمد نے حضرت ابن عباس سے جو روایت کی اسمیں عرق النسا کی بیماری کی تصریح ہے وقد رواہ الحاکم والترمذی والنسائی ایضا اور یہی وجہ ابن جریر نے

ضحاک وسدی سے بھی روایت کی اور کہا کہ اسکی تحریم بنی اسرائیل کے بیٹوں نے بھی اپنے باپ کی سنت پر موافقت کی۔ پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ
یہاں سے دو وجہ اس آیت کی اپنے ماقبل سے مناسب ہونے کی ظاہر ہوئیں ایک یہ کہ قولہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون میں ترک احب الاشیاء
مقصود ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی چیز ترک کی جو انکو سب چیزوں سے زیادہ محبوب تھی جیسا کہ ہماری شرع میں مشروع ہے قال تعالیٰ
واتی المال علی حبہ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر مال دیا باوجود محبت مال کے۔ اور فرمایا ویطعمون الطعام علی حبہ۔ اور طعام دیتے ہیں باوجودیکہ خود
طعام کے محتاج ہیں — م — بنا بر آنکہ ضمیر حبہ بجانب مال وطعام راجع ہے۔ وجہ دوم یہ کہ پہلے نصاریٰ پر رد گزرا اور جو انہوں نے مسیح علیہ السلام
کے حق میں اعتقاد باطل مقرر کر رکھا تھا۔ تو پہلے قول حق درباب عیسیٰ وانکی والدہ کے بیان فرما کر ظاہر کر دیا گیا کہ قول تمہارا سر سے پیر تک غلط ہے بلکہ حق
عزوجل نے انکو قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور یہ اسکی قدرت کے سامنے کچھ بھی نہیں پھر اسکو رسول کر کے بنی اسرائیل کیطرف بھیجا جو ایک شرع خاص کے ساتھ توحید
پروردگار کیطرف دعوت کرتا تھا مگر یہود نے بعض احکام علی خلاف توریت ہونے کی وجہ سے نہ مانا تب اللہ تعالیٰ نے یہاں سے یہود پر رد شروع فرمایا
اور ظاہر کر دیا کہ جس نسخ کا انہوں نے انکار کیا بنا بر شکہ شرع موسوی منسوخ نہیں ہو سکتی ہے وہ نسخ تو جائز کیا معنی بلکہ واقع ہو چکا ہے چنانچہ
اللہ تعالیٰ نے خود توریت میں صریح ذکر فرمایا ہے کہ جب نوحؑ کشتی سے اترے تب اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے زمین کے تمام جانور حلال کر دیئے پھر اسکے
بعد اسرائیل نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت و دودھ حرام کر لیا اور انکے فرزندوں نے اس بارہ میں اسکی پیروی کی پھر توریت میں اسکے سوائے مگر چیزوں
کی تحریم وارد ہوئی اور یہ حال معلوم ہے کہ اللہ عزوجل نے آدمؑ کو اجازت دی تھی کہ اپنی لڑکیاں و لڑکے ایک دوسرے کے نکاح میں دیدیں پھر اسکے
بعد ایسا عقد حرام کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام کی شرع میں آزادہ منکوحہ پر باندی رکھ لینا حلال تھا چنانچہ خود انہوں نے سارہؓ پر ہاجرہ کو رکھا
حالانکہ توریت میں ایسا کرنا حرام کر دیا گیا اور ایسے ہی دو بہنوں کو ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا روا تھا چنانچہ یعقوبؑ نے خود ایسا کیا پھر
توریت میں یہ حرام کیا گیا اور یہ سب یہود کے پاس توریت میں منصوص ہے اور یہ بعینہ نسخ ہے پس ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے جو شرع مقرر
کی اسمیں بہت سی وہ چیزیں جو یہود پر حرام کر دی تھیں بطور نسخ کے حلال کر دیں پھر یہود کو کیا ہوا کہ انہوں نے عیسیٰؑ کی پیروی نہ کی بلکہ جھٹلایا اور
مخالفت کی اور ایسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس صراط مستقیم ملت ابراہیم پر لب لباب شریعت پر بھیجا ہے ان سب کو کیا ہوا کہ اس پر
ایمان نہیں لاتے ہیں پس یہ اسواسطے فرمایا کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الآیۃ۔ مقام دوم نذر کرنا اس نیت سے کہ وہ تقدیر میں کچھ تغیر کرتی ہے مذموم
ہے اور یہ شیوہ عوام وجہال ہے نظر بایں معنی حدیث میں منع ہے کیونکہ جاہل سمجھتا ہے کہ میں نے یوں نذر کی تو ایسا ہوا گویا تقدیر بدل گئی پس یہ
منع ہے اور برخلاف اسکے اس نیت سے کہ جیسے یعقوب علیہ السلام نے اپنے زہد نفس کے واسطے سب سے محبوب چیز کو ترک کیا اور یہ موافق مشروع ہے
سو ایسا ہے بلکہ اولیٰ ہے اور اسمیں تحقیق لطیف ہے جو عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آویگی۔ مقام سوم توریت کا قائل ہونا واجب ہونا اسکے دو معنی ہیں ایک یہ کہ
توریت وہ کلام الٰہی جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تو اسمیں شک نہیں کہ وہ کتاب اللہ تعالیٰ برحق تھی اور اس سے انکار کرنا کفر ہے
اور بحث یہاں دوسرے معنی پر ہے یعنی یہ توریت جو یہود کے ہاتھوں میں موجود تھی آیا بعینہ وہی تھی جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر نازل فرمائی کیونکہ بالاتفاق
الواح زبرجد کا تو پتہ نہیں ہے تو میں کہتا ہوں کہ اسمیں کچھ اختلاف ہے اور علماء نے اسمیں مفرد تصنیفیں کیں لیکن شاید تحقیق کلام اختصار کے ساتھ
وہ ہے جو حافظ ابن القیمؒ نے اغاثۃ اللہفان میں فرمایا کہ علماء نے اس امر میں اختلاف کیا کہ جو توریت ان یہود کے ہاتھوں میں ہے کیا اس میں
تبدیل لفظی ہوئی یا فقط معنوی تحریف واقع ہوئی یعنی تاویل بیجا کرتے تھے پس اسمیں تین قول ہیں ایک گروہ نے کہا کہ کل توریت یا اکثر اسکا
تو مبدل ہو چکی کہ بعض نے یہاں تک غلو کیا کہ اسکے اوراق ردی سمجھے جاویں اور ایک گروہ ائمہ فقہ وحدیث وکلام نے کہا کہ تبدیل فقط تاویل

میں ہوئی چنانچہ بخاری رح نے اپنی صحیح میں کہا کہ یحرفون یزیلون لیس احد یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ ولکنہم یتأولونہ علی غیر تاویلہ یعنی یحرفون کے معنی یزیلون
ہیں ولیکن کسی کو یہ قدرت نہیں کہ کتابہائے الٰہی میں سے کسی کتاب کے لفظ کا ازالہ کرے ولیکن بات یہی کہ وہ اس کو تاویل حق کے سوائے دوسری
وجہ پر تاویل کرتے تھے اور اسکو ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا اور یہی شیخ رازی رح نے اختیار کیا ہے اور میں نے اپنے شیخ سے سنا کہ فرماتے تھے فضلا میں
جھگڑا پڑا پس اسنے اسی قول کو تو جائز رکھا اور باقی اقوال کو واہی قرار دیا پس لوگوں نے اسپر انکار کیا تو اسنے اسکی تائید میں نقلیں پیش کیں اور منجملہ اسکی حجت کے
یہ بات ہے کہ توریت کے نسخے مشرق و مغرب و شمال و جنوب میں جہان بھر میں پھیل گئے کہ اسکے نسخوں کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پس یہ ممتنع ہے کہ
تمام ان نسخوں والے تبدیل و تغیر پر متفق ہو جاویں کہ سب نسخے متغیر ہو جاویں اور روئے زمین پر ایک نسخہ بھی صحیح سلامت باقی نہ رہے جو سلے
وہ متغیر ہی سے ملے اسکو عقل سلیم محال جانتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو فرمایا قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم صادقین مترجم
(یعنی عادت کی راہ سے محال ہے ۱۲)
کہتا ہے کہ اسکو حکم قرار دیا اور اگر وہ محرف ہوتی تو کیوں حکم قرار دی جاتی اور نیز عبد اللہ بن سلام کے قصہ میں آیۂ رجم کو اسنے چھپا رکھا تھا چنانچہ
فرمایا کہ اور علما نے اتفاق کیا ہے کہ انھوں نے فریضۂ رجم کو ترک کر دیا مگر انسے یہ ممکن نہ ہوا کہ توریت میں سے اسکو تغیر دیویں اسیواسطے جب انھوں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو پڑھنے والے نے آیۃ الرجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا پس عبد اللہ بن سلام نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھا اسنے اٹھایا تو
اسکے نیچے سے چمک اٹھی۔ کہا کہ اور ایک قوم نے بیچ بیچ اختیار کیا ہے اور کہا کہ اسمیں کچھ تصحیف تغیر بضرورت زیادہ ہوئیں اور متغیر کی گئیں۔ اور
ہمارے شیخ رح نے رسالۃ الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح میں اسی کو اختیار کیا اور کہا کہ یہ اسطرح ہے کہ جو توریت انکے پاس ہے اسمیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے
ابراہیم سے فرمایا۔ کہ اذبح ابنک بکرک او وحیدک۔ اسحق یعنی ذبح کر تو اپنے بیٹے بکر کو یا وحید کو اور وہ اسحق ہے تا آنکہ یہ زیادتی دو وجہ سے باطل ہے
اول یہ کہ ابراہیم کا بیٹا بکر و وحید تو بدون ملعونوں کے اتفاق سے اسمٰعیل ہیں نہ اسحقؑ۔ دوم آنکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو حکم دیا کہ ہاجرہ اور اسکے فرزند اسمٰعیل کو سارہ
کے پاس سے ہٹا لیجاویں اور خشک میدان مکہ میں بسا دیں تاکہ سارہ کو غیرت نہ آوے جسمیں باندی اور اسکی اولاد کو سارہ کے سامنے سے دور کرنے کا حکم
دیا پھر اسکے بعد کیونکر یہ حکم ہوگا کہ سارہ کے فرزند کو ذبح کرے اور ہاجرہ کے فرزند کو باقی رکھے اور یہ ایسی بات ہے کہ اسکو حکمت مقتضی نہیں ہے سوم
آنکہ ذبح کا قصہ قطعاً مکہ میں واقع ہوا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے ہدی وغیرہ کی قربانی خاص مکہ میں قرار دی تاکہ بہشت والوں کو یاد ہو جو ابراہیم علم
و اسکے فرزند کیساتھ حکم فرمایا تھا چہارم آنکہ اللہ تعالیٰ نے سارہ کو اسحق کی بشارت دی اور بعد اسحق کے یعقوب کی بشارت دی اور یہ دونوں
بشارتیں معاً ایک ہی ساتھ دیں یعنی تجھے اسحق ہوگا اور تیری زندگی میں اسحق سے یعقوب پیدا ہوگا۔ پھر کیونکر اسکے بعد ذبح اسحق کا حکم ہوگا حالانکہ
ماں و باپ کو اسحق کے فرزند کی بشارت دی ہے۔ پنجم آنکہ اللہ عزوجل نے ہر گاہ قصہ ذبح و اسکا ذکر جہاں اللہ تعالیٰ کیواسطے تسلیم کرنا اور ابراہیم کا اسکے
ذبح پر اقدام کرنا ذکر فرمایا اور قصہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا وبشرناہ باسحق نبیا من الصالحین پس اللہ عزوجل نے ذبیح فرزند کے قصہ کے بعد
اسحق کی بشارت کا قصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ذبیح دیگر ہے اور اسحق دیگر ہے چنانچہ پارہ ۲۳ میں مفصل آویگا۔ پس اسمٰعیل کو ذبح سے نجات دی اور شکریہ سے اسپر
اور بڑھایا کہ اسحق کو دیا۔ ششم آنکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے فرزند کی دعا کی پس اسکی دعا قبول فرما کر بشارت دی پھر جب اسکے ساتھ سعی کو
پہونچا تو اسکے ذبح کا حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔ وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین رب ہب لی من الصالحین فبشرناہ بغلام حلیم پس یہ دلیل
ہے کہ یہ فرزند جسبب ہی ملا کہ ابراہیم نے اسکی درخواست کی اور دعا کی اور نص قرآن سے قطعاً معلوم ہوا کہ یہی فرزند جسکی بشارت بعد دعا کے دی گئی
تھی اسیکے ذبح کا حکم ہوا ہے اور وہ یہی اسمٰعیل ہیں اور رہے اسحق تو انکی بشارت بدون دعا کے بڑھاپے میں دی گئی اور ایسی حالت تھی کہ ایسی عمر والے کے
لڑکا نہیں پیدا ہوا کرتا ہے اور اسحق کی بشارت بھی سارہ کو تھی اسیواسطے سارہ رضہ نے تعجب کیا جیسا کہ حق عزوجل نے فرمایا قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ

برکاته علیکم اهل البیت انه حمید مجید - اور نیز فرمایا وامرأته قائمة فضحکت فبشرناها باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب - وجہ نہم یہ ہے کہ ابراہیم کبھی اسحٰق کو
یمن نہیں لاتے اور کبھی انکو انکی ماں سے جدا نہیں کیا اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا کہ سارہ کے فرزند کو چھوڑ کر لیجاویں اور انکی
دستے کے وہاں لیجا کر ذبح کردیں اور انکی سوتن کے فرزند کو باقی رکھیں - وجہ دہم یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے جب ابراہیم کو خلیل بنایا اور خلت اس امر
ضمن ہے کہ اسکا قلب بالکل اپنے پروردگار سے متعلق ہو جسمیں غیر کی کچھ بھی گنجایش نہ ہو پھر جب خلیل نے فرزند کی درخواست کی تو اس کو اسمعیل
ملا پس اس سے شعبۂ قلب متعلق ہوا پس اس شعبہ سے بھی خالص کرنے کو امتحان کیا اور حکم دیا کہ اس فرزند کو ذبح کریں پس جب وہ فرمانبرداری
ادہ ہوا اور عزم بالجزم کر لیا تو یہ شعبہ خالص ہو گیا اور یہ معلوم ہے کہ ایسا تو اول ہی فرزند میں ہوگا پس جب اول میں یہ بات حاصل ہو گئی اور
حان پورا ہوا تو غیر میں اسکی حاجت نہ ہوئی کیونکہ آخر فرزند کی محبت اگر مزاحم ہوتی تو اسکے ذبح کا بھی حکم ہوتا لیکن اگر آخر فرزند کے ذبح کا حکم ہوتا تو
آتا کہ اول فرزند کے بارہ میں خلت کی مزاحمت ایک مدت تک چھوڑ رکھی تھی حالانکہ یہ خلاف مقتضائے حکمت ہے فافہم - وجہ یازدہم یہ کہ اسمعیل تو عنفوان
میں ملے اور اسحٰق آخر عمر بڑھاپے میں دیئے گئے تھے اور عادت کے موافق تعلق قلب کا اول سے ہی ہوتا ہے فلیتأمل فیہ - وجہ دوازدہم یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
نے خود فرمایا ہے کہ میں دو ذبیح کا فرزند ہوں یعنی عبداللہ کا جو آپ کے والد تھے اور قصہ انکا سیر میں مروی ہے دوم آپ کے دادا اسمعیل کا جیسا کہ قرآن
قصہ مذکور ہے بالجملہ مقصود یہ ہے کہ یہ لفظ انھوں نے توریت میں بڑھا دیا ہے اور پوشیدہ نہ رہے کہ مجموع ان وجوہ سے ضرور اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ
ن کا لفظ تغیر کر کے زیادہ کیا گیا کیونکہ یہ وجوہ بعض مشید ارکان بعض ہیں ویسا ہی حال انجیل کا ہے چنانچہ شیخ حقانی نے تفسیر سورہ فاتحہ میں کہا کہ انجیل
بعض الفاظ میں تحریف و تبدیل اور معانی میں فرق کثیر ہے اسکے نسخے بہت مختلف ہیں اور چار نسخے مشہور ہیں انتہی ملخصا - مترجم کہتا ہے کہ ملا
العلوم وغیرہ سے تحقیق میں قصور ہوا کہ انھوں نے اسحٰق کو ذبیح قرار دیا ہے حالانکہ قطع نظر مشہور کے وہ مخالف نصوص قرآن وحدیث ہے پس
ایسے مقابلہ میں کسی فرد بشر کا قول قبول نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ کیسا ہی کشف کا دعوی کرے اسواسطے کہ کشف کی شرط یہ ہے کہ خلاف نصوص و
ت نہ ہووے کما لا یخفی علی العارف الماہر وقد صرح بہ جمع من الاکابر - پھر مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک تحقیق المقام یہ ہے کہ اصل توریت عبرانی
تحریف نہ تھی مگر توریت سے عربی وغیرہ میں نقل کرتے اور اسکے ابواب و سورتوں کو علیحدہ علیحدہ لکھتے اور اسمیں تحریفات کرتے اور بعض بیانات
ملحق کر کے جہاں جہاں مناسب سمجھتے الحاق کرتے تھے چنانچہ قولہ تعالیٰ للذین یکتبون الکتاب بایدیہم ثم یقولون ہذا من عند اللہ الآیۃ میں
منصوص ہے اور قولہ تعالیٰ تجعلونہ قراطیس تبدونہا وتخفون کثیرا الآیۃ سے ظاہر ہے کہ قراطیس و اجزاء میں علیحدہ علیحدہ پارے لکھتے اور بہت کثرت
سے چھپا ڈالتے تھے - اور مثلا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی تھی تو اسکی آیات لیکر ٹکڑے ٹکڑے کر کے متعدد
بیانات سابقین کے ساتھ ملاتے تھے چنانچہ قولہ تعالیٰ - یحرفون الکلم عن مواضعہ الآیۃ میں منصوص ہے کہ کلمات کو اپنے مواقع سے بدل ڈالتے تھے
جب نسخہائے توریت جو انھوں نے بکثرت شائع کردیے تو آئندہ اعتبار ساقط ہو گیا کہ اصل توریت کون نسخہ ہے اور انکے بنائے ہوئے نسخجات
ن میں اگرچہ زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عبداللہ بن سلام وغیرہ علمائے یہود جو مسلمان ہو گئے تھے وہ اس نسخہ کو پہچانتے تھے جو قدیم سے
کے پاس تھا اگرچہ اسکی بعض تحریفات جو قدیم سے سرزد ہوئی تھی جس سے حضرت عیسیٰ کی بشارت شائع تھی اس سے انکو بھی مجبوری تھی رہا
اس زمانہ میں جو ترجمہ توریت و انجیل کے موجود ہیں انکا تو حال ہی نہ پوچھو کہ انمیں کسقدر تغیر و تحریف ہے اور سخت عجیب ہے کہ جتنے مرتبہ جتنے
نون کے مطبوعہ نسخے دیکھو انمیں فقروں و عبارات و الفاظ و معانی و اشارات و فنون متعلقہ کیمعانی سے بہت بڑا تفاوت موجود ہے
سکا جی چاہے معائنہ کر لے - پھر مترجم کہتا ہے کہ جب تحقیق یہ ہوا کہ توریت میں فی الجملہ تغیر و تحریف اسوقت موجود تھی تو کیونکر حکم ہوا کہ

فاتوا بالتوراۃ فاتلوها ان کنتم صادقین - اور جواب یہ ہے کہ علم الٰہی حاوی ہے اس مقام خاص میں کوئی تغیر نہ تھا جو انکے الزام کیواسطے بہت
کافی تھا فافہم پھر انکے احبار نے اسکی تفسیر کو اسطرح غلط کیا اور نقل میں ایسی عبارات سے سکو لائے کہ اصل کلام متغیر ہوا اور تاویل معنی خلاف اصل
کے بجائے اصل کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوے میں قائم کیے کہ وہ عوام کے نزدیک اصل مشہور ہو گئے سو اسطے کہ تیرے لوگ اپنے احبار کی ہر تحلیل و تحریم
میں سراسر تابع تھے اور تنقید روایت و درایت کا انہیں بالکل نام ہی نہ تھا واللہ تعالیٰ اعلم - مقام چہارم آنکہ اللہ عزوجل نے جدال و مرا سے
منع فرمایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ میں اس سے سخت ممانعت ہے اسیواسطے ائمہ تحقیق و اکابر علمائے علم خلاف پر تشنیع کی
اور اس سے منع فرمایا ہے پس نظر برینکہ ہدایت و ضلالت سب اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے لائق اقتصاد کو پسند فرما کر انکے انکار کے جواب میں اسی قدر
فرمایا کہ تم اگر کلام پاک قرآن مجید کے معتقد نہیں ہو تو توریت اٹھا کر دیکھ لو اس میں لکھا ہے پس اگر معاند نہیں ہو تو تسلیم کرو اور آئندہ کیواسطے عناد ترک
کرو اور اسلام لاؤ - پس ساری بات تو اللہ تعالیٰ کا انقیاد ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم کو حکم ہوا کہ ملت ابراہیم کی پیروی کریں چنانچہ فرمایا ثم اوحینا
الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا - یعنی وہ طریقہ اختیار کرو جو ابراہیم نے اسلام کا اختیار کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمہ تن منقاد و مطیع
تھا پس اس شرع کو اللہ عزوجل نے باستقلال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مکمل کر دیا - وذلک فضل اللہ عزوجل - جاننا چاہیے کہ
عرق النسا کی بیماری جسکی نذر میں حضرت یعقوب نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت وغیرہ حرام کر لیا تھا اسکا علاج قرطبیؒ نے ثعلبی کی روایت سے
ذکر کیا کہ حضرت انس رضہ نے مرفوعاً روایت کی کہ عربی مینڈھا جو نہ بچہ ہو نہ بڈھا ہو اسکی چکتی لیکر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے جاویں اور آگ پر پھونکے
جاویں اور اس سے جو تیل نکلے وہ لیا جاوے اور اسکی تین قسمیں کیجاویں پس جو شخص اس مرض سے بیمار ہو وہ ہر روز نہار منھ ایک میں سے تین
وزن پیے - حضرت انس رضہ نے فرمایا کہ میں نے سو بیماروں سے زیادہ کو یہ دوا بتلائی سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھے ہو گئے ف ۲
عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ - اسمیں اشارہ یہ ہے کہ اس قسم والوں کو
روا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں سے کوئی چیز ازراہ مجاہدہ چھوڑ دیں نہ ازراہ تحریم یعنی یہ اعتقاد نہ کریں کہ یہ واقعی حرام ہے بلکہ خود مجاہدہ کریں کہ
ہم نہ کھائینگے پھر اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے انبیاء علیہم السلام کی شان سے آگاہ کیا کہ وہ اسطرح مجاہدات کرتے تھے تاکہ یہ لوگ اسمیں انکی پیروی کریں -
اور نیز اسمیں یہ اشارہ ہے کہ گوشت چھوڑ دیں کیونکہ اسکیں بھی ایک عقل کی خبطگی اور دل کی گندگی ہے کہ وہ مجاہدہ و ریاضت کے حق میں الٹا کام کرتا ہے
لیکن اسکا ترک کرنا اس راہ سے نہو کہ گوشت کو حرام سمجھے **قال المترجم** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بکری کی دست کو پسند فرماتے تھے یہ باعتبار
اسکے تھا کہ وہ زود ہضم اور خوشگوار ہوتا ہے اور بوجہ خواہش نفس و مزہ کے نہ تھا کہ یہ وہم آپ کی جناب میں سوائے بیوقوف کے اور کسیکو نہو گا
اور یہ وجہ پسندیدگی کی جو میں نے بیان کی ہے بعض روایات میں خود مصرح آگئی ہے - پھر جو شخص کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگانی
کرنے کو مجموعی ہیأت سے نظر کرتا اور جانتا ہے وہ اسکی شہادت دیگا کہ آپ کو کسی چیز کے ترک کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی علاوہ ازیں آپ کو
کوئی چیز مضر نہیں ہو سکتی تھی جیسا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو خصائص سے مخصوص فرمایا تھا اور یہ حال اور لوگوں کا نہیں ہے پس وہی ہے جسنے
ایسی سنتوں کے ادا کرنے میں سوائے اس کے اور طریقہ لیا کہ وہ ایک مرتبہ اس طرح دست کے گوشت کو کھاوے اور نیز جسنے اکابر صوفیہ کی
اس طرح ممانعت کو خلاف سنت اور رہبانیت خیال کیا وہ بھی کج فہم ہے پس امر حق و قول فیصل اس مقام پر یہ ہے کہ گوشت کھانا حلال ہے اور
دائمی ترک بھی خلاف سنت و صریح اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منع ہے لیکن یہ یاد رکھے کہ اللہ عزوجل نے گائے بکری وغیرہ جو جانور جاندار
پیدا فرمائے ہیں اور احسان کے طور پر آدمی کو یہ اجازت دی کہ ذبح کرے اور کھاوے تو اس آدمی پر کتنا بڑا احسان کیا اگر اسنے کسی

جانداروں کو ذبح کر کے کھایا تو اسکے عظیم شکریہ کو پورا ادا کرے کہ جب تک اس غذا کی تقویت بدن میں ہے بدن کو امور شرعی و عبادت میں صرف
کرے اور یہ امر اگرچہ کل غذاؤں میں ہے لیکن ان جاندار چیزوں کے گوشت میں زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اناج وغیرہ میں وہ جان نہیں سمجھتا ہے
لیکن تقویت گوشت کی غذا میں زائد ہے جیسا کہ طبیبوں نے اسکے وجوہ از قسم مشابہت متعدی ہونا وغیرہ مفصل بیان کیے ہیں پس کمتر ایسا ہوتا ہے کہ
اس مواد کو مجاہدہ کے قابو میں لاوے الا وہی شخص جسکو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور ایسے لوگ قلیل ہیں پس کثرت کے اعتبار سے یہی اصوب
ہے کہ گوشت کو ترک کرے کیونکہ غذا سے جو فائدہ تھا کہ مجاہدہ و ریاضت میں قوت ہو گوشت میں اسکے برعکس ظاہر ہوا یہ معنی ہیں اسکے جو ان
اکابر نے کہا ہے اور نظیر اسکی مثلث عنبی ہے کہ امام ابو یوسفؒ اسکو استعمال کرتے اور خود اسکے ترک کا اشارہ کرتے اور فقہائے متاخرین نے قطعاً اسکے ترک
کی طرف گویا تصریح کر دی ہے باوجودیکہ اسکے جواز میں اتفاق ہے فافہم واللہ اعلم ۔ قال الشیخ اور نیز یہ خبر دا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس طعام
کو ترک فرمایا جو انکو بہت مرغوب تھا پس اللہ تعالیٰ نے جو اسکی خبر دی تو اپنے اہل محبت کو تعلیم دی کہ وہ بھی مرغوب کھانے اور جو کچھ دنیا کی تر و تازہ
لذت کی چیزیں انکے خواہش کی مطلوب ہیں سب اسکی محبت کے واسطے ترک کریں ۔ اور نیز اسمیں اشارہ ہے کہ جو لوگ سالکوں و زاہدوں کے طور پر
جھوٹے دعوے کرتے ہیں اور اہل اسلام کو فریب دیتے اور اپنی عاقبت و دنیا خراب کرتے کو اکثر چیزیں اپنے اوپر حرام کرتے ہیں انکو نہیں چاہیے
کہ اللہ تعالیٰ نے جو پاک چیزیں حلال کی ہیں انکو حرام کریں اور جو خبیث و شرع میں ممنوع چیزیں ہیں انکو حلال کریں اور ایسے لوگ ہر زمانہ میں
ظاہر ہوئے ہیں جنکو اباحیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ انکی جڑ بنیاد نابود کر دے مترجم کہتا ہے کہ اباحیہ ایک فرقہ ہے گمراہ جو ظاہر میں اسلام کے قائل
ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کل چیزیں بندوں کے واسطے مباح کر دی ہیں اور جنسے منع کیا ہے وہ اس طور پر ممانعت ہے جیسے طبیب کسی
مریض کو پرہیز بتاتا ہے حالانکہ اسپر کچھ قطعی حرام نہیں کرتا ہے اور یہ فرقہ زیادہ تصوف میں دم مارتا ہے اور اسکے خبیث اعتقاد و افعال بعض بزرگوں نے
مفصل بیان کیے ہیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو انکے شر سے بچاوے ۔ قال تعالیٰ قل صدق اللہ فاتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا ۔ ملت ابراہیم علیہ السلام
شوق و عشق و محبت و خلت و مروت و فتوت و سخاوت و شجاعت و حلم و امانت و دیانت و کرامت ۔ و مہمان کی بزرگداشت اور بلاؤں میں صبر
کرنا و نعمت میں شکر کرنا اور ماسوائے حق عز و جل کو جو چیز ہے سب کو بالکلیہ چھوڑنا ۔ اور درد محبت میں اشک ریزی و آہ و زاری کرنا و صدق
و اخلاص و توحید و تجرید و تفرید اور سماع کلام حق اور متصف ہونا بصفات حق بایں طور کہ بشری رسوم میں انھیں اخلاق پر کاربند ہوتا اور انھیں
خصلتوں سے وہ عارفین کے پیشوا اور عالم کے مقتدا ہوے ۔ یہ دیکھو کہ اللہ عز و جل نے اپنے محبوب خاص کو جو تمام مخلوق اور عالم سے برگزیدہ
ہے یعنی آنحضرت صلعم کو ابراہیم علیہ السلام کی متابعت و موافقت کا تمام احوال میں حکم فرمایا اور جو شخص ملت ابراہیمؑ سے پھرا اگرچہ ذرہ برابر
کیوں نہ پھرا ہو وہ تو اسکا نفس ہی اسکا بیت ہو جاویگا اللہ عز و جل نے فرمایا ۔ ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ (آخر پارہ اول میں یہ آیت گذر چکی ہے) ۔ مترجم کہتا ہے کہ خصائل
حضرت ابراہیمؑ کے متفرق مقامات کلام مجید میں مذکور ہیں ۔ قولہ تعالیٰ وما کان من المشرکین ۔ حضرت ابراہیم کی توحید کا یہ حال تھا کہ
حق عز و جل کے سوائے جبرئیلؑ تک کسی کی طرف التفات ان امور توحید میں نہیں کرتے چنانچہ جب نمرود نے انکو آگ میں ڈالنا چاہا اور پہاڑ پر
لیجا کر گوپھن میں بٹھایا اور ملائکہ آسمان و زمین و بندگان صالح اس حال کو دیکھ کر جو حضرت ابراہیمؑ پر گذر رہا تھا حیران تھے اور تقدیر کا یہ عالم
تکبیر کر جب تھکتے تب آخر دعا کرنے لگے پس حضرت عز و جل سے خطاب ہوا کہ جاؤ اور جو کچھ ابراہیم تم سے کہے اسکو پورا کر دو پس اول جبرئیلؑ نے
آ کر کہا کہ آپ کو کچھ میری مدد کی ضرورت ہو تو فرمائیے کہ میں نمرود و سمیت اسکا تختہ الٹ دوں فرمایا کہ ای جبرئیل تمہاری طرف تو مجھے کوئی حاجت
نہیں میرا پروردگار مجھے خود دیکھتا جانتا ہے جو اسکو منظور ہے وہی میری مراد ہے ۔ اور ابراہیمؑ اپنی دینی توحید میں کسی کی مداہنت نہیں کرتے تھے

حتی کہ اپنے ماں باپ کی محبت کچھ انکو امر حق سے سست نہیں کرتی تھی بلکہ انسے کہدیا کما قال تعالی انی بری مما تشرکون ۔ اور فرمایا۔ وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین ۔ اور حمیت کے ہتھوڑے سے بتوں کے سر توڑدیے اور خیال تمثال سے پاک کردی وہ جگہ جو نظر حق کے واسطے تھی پھر اللہ تعالے نے اسکو مشکور کیا اور فرمایا فجعلہم جذاذا ۔ اور حضرت ابراہیم عم نے اللہ تعالے کی محبت میں مالوں اور اولادوں کو قربان کیا اور اللہ تعالی کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کرتے اسی معنے کر اللہ عز وجل نے فرمایا ۔ واتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا ۔ اور نیز حضرت ابراہیم عم کے شان سے دور کردیا وہ خطرہ جسکو شک تصور کیا جاوے کیونکہ انھوں نے کہا تھا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی ۔ تو وہمی آدمی اس سے وہم کرتا کہ شاید حضرت ابراہیم کو شک کا خطرہ آگیا تھا پس اسکو دفع کردیا اور فرمایا ۔ وما کان من المشرکین ۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ہُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿ۚ﴾ فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ
تحقیق پہلا گھر ۔ جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے ۔ یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت راہ جہان کے لوگوں کو ۔ اسمیں نشانیاں

بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰہِیۡمَ ۬ۚ وَ مَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ
ظاہر ہیں ۔ کھڑے ہونے کی جگہ ابراہیم کی ۔ اور جو اس کے اندر آیا ۔ اسکو امن ملا ۔ اور اللہ کا حق ہے ۔ لوگوں پر ۔ حج کرنا ۔ اس گھر کا

مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۷﴾
جو کوئی پاوے ۔ اس تک ۔ راہ ۔ اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ پروا ۔ نہیں رکھتا ۔ جہان کے لوگوں کی

ونزل لما قالوا قبلتنا قبل قبلتکم ۔ یعنی یہود نے مسلمانوں سے کہا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے اور وہ کعبہ سے افضل اور مقدم ہے اسی کی طرف انبیاء ہجرت کرتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالی نے ظاہر فرمادیا کہ یہ بات وہ لوگ جہالت سے کہتے ہیں ۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ ۔ متعبدا ۔ لِلنَّاسِ ۔ فی الارض ۔ یعنی البتہ پہلا گھر جو وضع کیا گیا ہے جائے عبادت کیا گیا واسطے لوگوں کے زمین میں ۔ اور جاننا چاہیے کہ اول اس فرد کو کہتے ہیں جو اپنے سوائے سب سے مقدم ہو ۔ اور یہ معنی اولیت تحقیقی کے ہیں اور پھر ایسی چیز کو بھی کہتے ہیں جو ابتداءً پائی جاوے خواہ اسکے بعد اور شئی ہو یا نہ ہو پس معنے اول کی راہ سے یہ لفظ مضاف ہوگا پس سدی نے زعم کیا کہ خانہ کعبہ پہلا گھر مطلقا ہے اور سراج میں لایا کہ وہ پہلا گھر ہے جو پانی پر ظاہر ہوا بوقت پیدایش آسمان و زمین کے اللہ تعالے نے اسکو دو ہزار برس قبل پیدایش زمین کے پیدا کیا اور پانی کی سطح پر وہ سپید جھاگ کے مانند تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی گئی ۔ اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ صحیح وہ ہے جو شعبی رح نے علی رض سے اس آیت میں روایت کی کہ حضرت علی رض نے کہا کہ بیوت اس سے پہلے تھے ولیکن یہ پہلا وہ گھر ہے جو اللہ تعالی کی عبادت کے واسطے رکھا گیا رواہ ابن ابی حاتم اور نیز خالد بن عرعرہ کی روایت میں صریح ہے کہ ایک نے حضرت علی رض سے پوچھا کہ وہ اول بیت ہے فرمایا کہ نہیں لیکن وہ اول بیت با برکت ہے اسکو بھی ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور اسکو مفسر رح نے اختیار کیا کہ متعبد کی قید لگا دی پس اولیت اضافی ہوئی واللہ اعلم ۔ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ ۔ وہ بیت جو مکہ میں ہے ۔ البکۃ بالباء لغۃ فی مکۃ سمیت بذلک لانہا تبک اعناق الجبابرۃ ای تدقہا بناہ الملائکۃ قبل خلق آدم ووضع بعدہ الاقصی وبینہما اربعون سنۃ کما فی حدیث الصحیحین وفی حدیث انہ اول ما ظہر علی وجہ الماء عند خلق السموات والارض زبدۃ بیضاء فدحیت الارض من تحتہ ۔ یعنی بکہ بہ با موحدہ مکہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اسکا یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ وہ بک کرتا ہے سرکشوں کی گردنیں یعنی انکو توڑ دیتا ہے ۔ اسکو ملائکہ نے پیدایش آدم سے پہلے بنایا اور اسکے بعد مسجد اقصی رکھی گئی اور ان دونوں کے درمیان چالیس برس کا فرق ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے ابوذر رض سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم کون مسجد اول وضع ہوئی فرمایا کہ مسجد الحرام میں نے کہا

کہ پھر کون تو فرمایا کہ مسجد اقصیٰ مین نے کہا کہ دونون مین کتنا فرق ہی فرمایا کہ چالیس برس پھر مین نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا کہ پھر جہان تجکو نماز آملے وہین
پڑھ لے کہ سب زمین مسجد ہی رواہ البخاری ومسلم - اگر کہا جاوے کہ کعبہ بنا ابراہیمؑ اور مسجد اقصیٰ بناء سلیمانؑ ہی اور انمین ہزار برس سے زیادہ تفاوت ہی
تو جواب یہہ ہی کہ ملائکہ نے دونون کو بنایا تھا پھر انکے بنانے مین اتنا فرق مراد ہی بعد اسکے جیسا ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ بنایا اور سلیمانؑ نے بیت المقدس تو انکے بنانے
مین بہت فرق ہی فافہم - اور ایک حدیث مین آیا کہ اول جو برروے آب ظاہر ہوا بروقت پیدایش آسمان و زمین کے ایک زبدہ بیضا تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی
گئی اخرجہ الطبرانی والبیہقی فی الشعب ابن جریر و ابن المنذر اور یہی مستند قول سدی ہی واللہ اعلم - پھر کہا کہ بکہ ہم مکہ ہی بتبدیل میم از با مانند لازم ولازب - وجہ
تسمیہ ایک تو مفسرؒ نے ذکر کی اور بعض نے کہا کہ مکہ بہم بسبب بکی آب کے من قولہم بک الفصیل ضرع امہ جبکہ نکش سے سب دودھ چوس گیا اور بعض نے کہا اسلیے کہ مک
الظالم ای ہلاک کرتا ہی یا گناہون کو ہلاک کرتا ہی اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قتادہ سے روایت ہی کہ بک بباء موحدہ اسلیے کہ ان اللہ تعالے
بک بہ الناس جمیعا فیصلی النساء امام الرجال لا یفعل ولک ببلد غیرہا وکذا روی عن مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وعمرو بن شعیب ومقاتل وقیل
لان الناس یبتاکون فیہا ای یزدحمون اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ مکہ تو فج سے تنعیم تک ہی اور بکہ بالباء بیت عتیق سے بطحا تک ہی اور ابراہیم
نخعیؒ سے ہی کہ بکہ بیت و مسجد ہی اور ایسا ہی زہریؒ نے کہا اور ایک روایت مین عکرمہؒ نے کہا کہ بکہ تو موضع بیت و جو گرد ہی اور اسکے سوا مکہ
ہمہ ہی اور یہی میمون بن مہران کا قول ہی - وابو مالک وابو صالح وابراہیم نخعی وعطیہ ومقاتل نے کہا کہ بکہ موضع بیت ہی اور ماسوا اسکے مکہ ہی
پھر منجملہ اسماء مکہ کے بیت عتیق - بیت الحرام - بلد امین - بلد مامون - ام الرحم - ام القری - عرش - قادس وغیرہ مذکور ہین - مُبٰرَکًا - درحالیکہ
یہ اول بیت اس شان سے ہی کہ وہ مبارک ہی ف حال من الذی ای ذا برکۃ - یعنی اسکو نصب بنابر بنکیہ الذی سے حال واقع ہی اور معنے
اسکے یہہ ہین کہ برکت والا ہی - اور فی برکت اسکی یہہ ہی کہ مسجد حرام مین ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ ہی اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین پچاس
ہزار کا جیسے بیت المقدس مین پچاس ہزار کا ثواب ہی - اور یہ صحیحین کے روایات سے ثابت ہی - وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ - لانہ قبلتہم اور
اہل علم کے لیے ہادی ہی ف کیونکہ یہی انکا قبلہ ہی یعنی عالمین کے لیے ہادی ہونا اسوجہ سے کہ انکا قبلہ ہی - فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ - منہا
مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ - ای الحجر الذی قام علیہ عند بناء البیت فاثر قدماہ فیہ وبقی الی الآن مع تطاول الزمان وتداول الایدی علیہ
منہا تضعیف الحسنات فیہ - وان الطیر لا یعلوہ - اسمین نشانیان کھلی ہوئی ہین (انمین سے) مقام ابراہیم ہی ف یعنی وہ پتھر جسپر ابراہیمؑ
کھڑے ہوے وقت بنانے بیت کے پس انکے دونون قدمون نے اسمین اثر کیا اور اسوقت تک باقی رہا باوجودیکہ زمانہ دراز گذرا اور بہتیرے
ہاتھ اسپر پڑے اور از انجملہ یہ کہ اسمین نیکیان دوچند ہوتی ہین اور یہ کہ پرندہ اسپر ہوکر نہین اڑتا ہی اور یہ بڑا ہی محسوس معجزہ ہی جاننا چاہیے کہ صاحب
کشاف نے یہان یہ اشکال پیش کیا کہ آیات بینات جمع ہی اور مقام ابراہیم مفرد ہی اسکا بیان کیونکر ہو سکتا ہی اور مترجمؒ مانند بیضاوی
یے خبر محذوف کی ای منہا مقام ابراہیم - یعنی منجملہ ان آیات کے مقام ابراہیم ہی اور جو داخل ہو بخوف ہی پھر خاصکر انکفین کے ذکر سے کفار پر حجت
قائم ہی کیونکہ وہ انکو حواس سے ادراک کرتے ہین و مترجمؒ کہتا ہی کہ امن وانکفین بحکم شرعی ہی جیسا کہ آتا ہی پس کفار پر اس سے احتجاج مستبعد ہی
بلکہ ارجح وہی ہی کہ منہا خبر محذوف ہی اور بیضاوی نے کہا کہ مقام ابراہیم کا سبب یہ تھا کہ ابراہیمؑ اس پتھر پر کھڑے ہوے کہ دیوار بلند کرنے
پر قادر ہون اور اسمعیل علیہ السلام پتھر و گارا پہونچاتے تھے پس انکے دونون پاؤن اسمین دھنس گئے اور ٹخنون تک در آئے ولیکن مترجم کہتا ہی
صحیح مشہور یہ ہی کہ پتھر مین انکے متبرک قدمون کا نشان پڑ گیا جو بجنسہ باقی رہا قال ابن کثیر وہ دیوار بیت سے ملاصق تھا عمر بن الخطابؓ
نے اسکو اپنی خلافت مین ناحیہ شرقی کی طرف ہٹا دیا تاکہ طواف پر قادر ہولے اور بعد طواف کے نماز ادا کرنے مین نمازیون کو تشویش نہو کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی - اور عوفی رحمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم
ای فمنہن مقام ابراہیم والمشاعر اور مجاہد نے کہا مقام میں ابراہیم کے قدموں کا اثر ایک آیۃ بینہ ہے پھر مقام ابراہیم اکثروں کے قول پر وہی پتھر
ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ کل حرم مقام ابراہیم ہے اور شیخ عمرو الاودی راوی حدیث نے اپنی حدیث میں کہا کہ (الحسین میں مقام ابراہیم ومشاعر حج ہیں ۱۲ م)
کل حج مقام ابراہیم ہے اور یہ روایت اوفق ہے - پھر حق یہ ہے کہ مقام ابراہیم تو یہود و منکرین وغیرہ پر آیت بینہ و حجت ہے کہ وہ بیت المقدس
کو ابراہیمؑ سے اختصاص دینے سو رد کر دیا کہ ابراہیمؑ کو خصوصیت اس خانہ کعبہ سے ہے کہ انکا اثر قدم یہیں ہے اور یہیں معنوی آیتہ اہل ایمان کے
واسطے ودیعت فرمائی اور منجملہ عجیب آیات کے یہ ہے کہ پرند اسکے اوپر ہو کر نہیں اڑتا ہے ادھر اودھر کترا جاتا ہے حالانکہ کتنے ہزار برس گذر گئے یہی
حال جاری ہے اور یہ کہ درندے دیگر جانوروں سے خلط ہو کر حرم میں گھستے ہیں اور شکار سے تعرض نہیں کرتے ہیں اور جس بدبخت سرکش نے اسکا
قصد کیا وہ ہلاک ہوا اور یہ کہ بارش جب رکن یمانی کی طرف ہوتی ہے تو عمارۃ پیدا وار یمن میں ہوتی ہے اور جب ناحیۂ شامی کیطرف ہوتی ہے تو شام
میں پیدا وار کی کثرت ہوتی ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اس خانہ کی تعمیر کا حکم فرمانے والا حضرت رب جلیل اور منادی بندہ خاص جبرئیلؑ اور معمار کریم
بندہ حبیب ابراہیم خلیلؑ اور مددگار معمار فرزند جمیل اسمعیلؑ ہے اور طواف کرنے والے ذریات انبیائے کرام ہیں اور یہ فخر کسی بیت کو نہیں ہے -
وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ - لا یتعرض لقتل او ظلم او غیر ذلک - اور جو اسمیں داخل ہوا امون ہوا یعنی اس سے کچھ تعرض نہ کیا جاوے گا
نہ قتل کا اور نہ ظلم کا اور نہ کسی دیگر امر کا - مفسر رحمہ نے اس مقام پر تفسیر راجح کو اختیار کیا کہ یہ خبر بمعنے امر ہے یعنی جو شخص اس موضع مبارک میں داخل ہوا
وہ شرعاً مامون ہے اس سے بالکل بہ تعرض نہ کیا جائیگا کہ قتل کیا جاوے یا اور کوئی ظلم و ایذا اسکو پہونچائی جاوے اور یہی ایک جماعت کا قول
ہے اور اسی سے امام ابو حنیفہ رح و انکے صاحبین نے کہا کہ جس شخص پر قتل لازم آیا خواہ اسوجہ سے کہ وہ مرتد ہو گیا یا اسنے کسیکو ناحق مارڈالا جس سے
قصاص میں اسکا قتل لازم آیا یا اور کسیوجہ سے پھر اسنے حرم میں جگہ پکڑی تو اس سے تعرض نہ کیا جائیگا ولیکن ایسے حال پر چھوڑا جائیگا کہ مجبور ہو کر
خود نکلے تب وہ گرفتار کیا جائیگا اور یہی مذہب قوی ہے اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ اگر میں اس میں بالفرض اپنے باپ کے قاتل کو پاؤں
تو اسکو ہاتھ بھی نہ لگاؤں یہانتک کہ وہ حرم سے باہر نکلے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جسنے بیت اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑی اسکو بیت اللہ پناہ
دیتا ہے ولیکن اس مجرم کو وہاں کچھونا نہ دیا جائیگا اور نہ کھانا اور نہ پانی دیا جاوے یہانتک کہ نکلے پھر جب باہر نکلے تو اپنے گناہ میں پکڑا جاوے اور یہ
معنے حضرت ابن عباس سے بوجوہ ابن جریر و ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہیں اور شافعی رحمہ اللہ و دیگر ائمہ کا یہ قول ہے کہ جسنے کوئی جرم کیا اور
حرم میں گھس گیا اسپر وہاں حد قائم کیجائیگی - شاید مفسر مجتہد رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں قول ابو حنیفہ اختیار کیا ہے کیونکہ اسکی مؤید احادیث صحاح موجود
ہیں چنانچہ خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث سابق میں لکھی گئی ہے اور وہ حدیث صحیحین کی معروف ہے اور حضرت جابرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کسی کو حلال
نہیں کہ مکہ میں ہتھیار اٹھاوے رواہ مسلم - اور عبد اللہ بن عدیؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم فرماتے تھے کہ واللہ اے مکہ تو اللہ تعالیٰ کو
زمین خدا سے بہتر اور زمین خدا سے محبوب تر ہے اور اگر میں تجھ میں سے نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا - رواہ الامام احمد والنسائی وابن ماجہ والترمذی
وقال حسن صحیح اور مانند اسکے ابن عباس سے روایت کر کے صحیح کہا اور احمد نے ابو ہریرہؓ سے مانند اسکے روایت کیا پھر کچھ بعید نہیں کہ مامون
ہونا سوائے معنی مذکور کے اور معانے پر بھی ہو چنانچہ یحییٰ بن جعدہ بن ہبیرہ سے روایت ہے کہ کان آمنا ای دوزخ سے مامون ہوا رواہ ابن
ابی حاتم - اگر کہا جاوے کہ فتح مکہ میں لشکر خالد بن الولید نے مشرکوں کو قتل کیا اور حضرت صلعم نے عبد اللہ بن خطل کے بارہ میں جو پردہ
کعبہ سے لپٹا کھڑا تھا وہیں قتل کیے جانے کا حکم دیا پس معلوم ہوا کہ مجرم وہاں قتل ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے روز حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو خطبہ پڑھا اسمین صاف فرمایا کہ جو کوئی اسوجہ سے حرم مین قتال کا جواز نکالے کہ رسول اللہ صلعم نے اسمین قتال کیا تو اس سے
کہدو کہ اللہ عز وجل نے اپنے نبی صلعم کو اجازت دیدی تھی اور تمکو اجازت نہین دی ہے اور مجھے بھی دن کی ایک ساعت کیواسطے اجازت دی
تھی پھر اسکی حرمت نے عود کیا جیسی اگلے روز تھی پس چاہیے کہ جو شخص یہان حاضر ہے وہ غائب کو خبر پہونچا دے رواہ البخاری ومسلم وغیرہما
وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ - ویبدل من الناس - مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ط - طرتقیا فسرہ صلے اللہ علیہ
وسلم بالزاد والراحلة رواہ الحاکم وغیرہ - اور اللہ تعالی کے واسطے لوگون پر حج کرنا اس بیت کا واجب ہے جو شخص کہ پاوے طرف اس
حج کے سبیل ف معنے سبیل کے طریق یعنے راستہ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی کہ زادراہ وسواری پاوے اسکو
حاکم وغیرہ نے روایت کیا حج بالکسر قرارۃ کوفیہ وبالفتح قرارۃ باقیہ والو بکر ہے شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ للہ کا لام یہی لام ایجاب والزام
کہلاتا ہے اور اسپر علی کے ساتھ جو وجوب کے لیے ہے تاکید فرمائی پس جمہور کے نزدیک حج فرض ہونے کی یہی آیت ہے اور بعض نے کہا بلکہ قولہ واتموا الحج
والعمرۃ للہ سے حج فرض ہوا - بالجملہ واجب یعنی فرض ہے جیسے حنفیہ کہتے ہین کہ زکوۃ واجب ہے یعنی فرض ہے اور خصوص علماے شافعیہ واجب و فرض مین فرق نہین
کرتے اور شارح منہاج الوصول بیضاوی نے اقرار کیا کہ دونون مین فرق معقول ہے پس فرض وہ ہے جو دلیل قطعی موجب سے جسمین کسی تاویل کی گنجائش
نہین ثابت ہوا اور واجب وہ کہ بدلیل ظنی ثبت ایجاب سے ثابت ہو - بہرحال احادیث متعددہ سے ثابت ہوا کہ حج منجملہ ارکان اسلام کے ایک رکن
ہے اور مسلمانون نے باجماع ضروری اسپر اجماع کیا پھر حج تمام عمر مین ایک مرتبہ ایسے شخص پر واجب ہوتا ہے جو مکلف ہوا اور اسپر نص موجود اور اجماع
ثابت ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی مسلمان ہو خواہ فقیر یا تونگر اسپر فرض ہے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ حج فرض ہے اور رہا اسکا ادا کرنا تو یہ اسی شخص پر واجب
ہے جسکو استطاعت ہوا اور اس تقریر مین اسکا سبب بیان آتا ہے پس ابوہریرہ رض نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو تمپر اللہ
تعالی نے حج فرض کیا پس تم حج کرو پھر ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال تو آپ خاموش رہے یہانتک کہ اسنے تین بار یہی سوال کیا پس آپ نے فرمایا
کہ اگر مین ہان کہدیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا اور تم سے ادا نہو سکتا پھر فرمایا کہ مین نے جس حد پر تمکو چھوڑا تم بھی مجھے چھوڑ دو یعنے سوال مت کرو کیونکہ تم سے
اگلے اسی سے ہلاک ہوے کہ انھون نے کثرت سے اپنے انبیاء سے سوال کیے اور انکے خلاف کیا سو جب مین تم کو کسی امر کا حکم دون تو تم اسکو بجالاؤ جہانتک
تم کو استطاعت ہے اور جب مین تمکو کسی چیز سے منع کرون تو اس سے باز رہو رواہ احمد ومسلم اور ابن عباس کی اس روایت مین پوچھنے والے کا نام
اقرع بن حابس مذکور ہے اور جواب مین تصریح ہے کہ فرمایا حج ایکمرتبہ ہے اور جو زیادہ ہے وہ نفل وغیرہ ہے رواہ احمد ایضا وابوداود والنسائی وابن ماجہ اور یہی حدیث
علی وانس بن مالک وسراقہ بن مالک وغیرہ سے ثابت ہین اور یہی ظاہر آیہ کریمہ ہے پھر سبیل کی تفسیر زاد وراحلہ سے ترمذی وابن ابی حاتم وابن مردویہ وحاکم وابن
جریر وعبدالرزاق وغیرہ نے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے مرفوعا یعنے کلام حضرت صلعم سے اور موقوفا روایت کیا اور انکی اسانید مین اگرچہ ادنی
کلام ہے ولیکن حدیث تحسین ہے اور اسی حدیث کی اتباع پر یہی قول امام ابوحنیفہ وامام شافعی رح کا ہے اور یہی مذہب اکثر اہل علم از صحابہ وتابعین کا ہے جیسا کہ
امام ترمذی نے کہا اور یہی حق ہے اور امام مالک رح نے فرمایا کہ آدمی کو جسوقت اپنی قوت پر بھروسا ہو اور راہ مین کمائی کرنے پر قادر ہو تو اسپر ایسے حج واجب
ہے اگرچہ زاد وراحلہ نہ رکھتا ہو اور یہی بعض تابعین سے مروی ہے پھر لفظ الناس عام ہے خواہ مرد ہون یا عورتین سب پر واجب ہے جبکہ استطاعت ہو
سوا ان لوگون کے جو کسی دلیل سے خاص کیے گئے مانند عورت بے محرم وطفل نابالغ وغلام ومجنون وغیرہ کے جنکا ذکر فقہ مین مفصل ہے پھر ان مخصوص
کیے ہوؤن کے سوا سے باقی سے مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا بدل ہے اور استطاعت کی تفسیر اوپر گذری لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ استطاعت کا انحصار
انھین دونون باتون مین مقصور نہین اور نہ اسپر مقصود ہے چنانچہ یہ امر بالبداہتہ ظاہر ہے کہ جو شخص اسطرح لنجا ہو کہ پیرون چل سکتا ہے اور نہ

سواری پر چل سکتا ہو وہ اگرچہ زاد و راحلہ پاوے مگر اسپر ادا کرنا فرض نہیں کیونکہ اسنے استطاعت نہیں پائی پس صحت بدن اسقدر کہ وہ وہان پہونچنے پر قادر ہو منجملہ استطاعت کے ہے اور نیز یہ کہ راستہ مامون ہو کہ اسکو اپنی جان یا مال پر خوف نہو اور ایسے ہی عورت کو اسکا کوئی ذی رحم محرم مانند شوہر یا باپ و بھائی وغیرہ کے ساتھ کو ملے ورنہ استطاعت نہو گی اگر تین روز کی راہ مسافت سفر ہو۔ اسواسطے **بیضاوی** وغیرہ نے ایسی تمام پر تنبیہ اسباب ضروری جو ادائے فعل کے واسطے چاہیے ہیں سب موجود ہونا استطاعت قرار دیا ہے لیکن زاد و راحلہ کی تفسیر سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ زاد و راحلہ منجملہ استطاعت کے ہے اگر یہ نہو تو استطاعت تام نہیں ہے۔ پھر باقی رہا یہ بیان یہ مقام کہ حج کو وجوب بفور ہے یا بتراخی یعنی جب واجب ہوا تو اسیوقت اس سال میں ادا کرے یا رواہے کہ آخر عمر تک دیر کر سکتا ہے اسمین امام ابو یوسف و امام محمد کا خلاف فقہ مین مذکور ہے اور تعجیل کو قوی کہا گیا کیونکہ ابن عباس رض نے مرفوعاً روایت کی کہ جلدی کرو حج ادا کرنے مین یعنی حج فریضہ مین کیونکہ تم مین سے کسیکو نہین معلوم کہ اسکو کیا پیش آویگا رواہ احمد۔ اور نیز ابن عباس رض نے مرفوعاً روایت کی کہ جو حج کا ارادہ کرے وہ جلدی کرے رواہ احمد و ابو داؤد اور مترجم کہتا ہے کہ تامل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلیل مفید قول دوم ہے اسواسطے کہ آیت سے جلدی ثابت نہتھی اسلئے تاکید کر دی کہ معلوم نہین کیا پیش آوے لہذا جلدی کرنا چاہیے پس ظاہر یہ ہے کہ فرضیت تو بتراخی ہے اور جلدی کرنیکا حکم الگ ہے قال تعالیٰ ۔ وَمَنْ كَفَرَ بالله او بما فرضه من الحج **فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ** ۔ الانس والجن والملائكة وعن عبادتهم ۔ اور جسنے کفر کیا یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا فرضیت حج سے انکار کیا) تو اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے عالمون سے (یعنی عالم انس و عالم جن و عالم ملائکہ وغیرہ سے اور انکی عبادتون سے) اور شیخ **ابن کثیر** کی تفسیر مین ہے کہ عکرمہ نے کہا کہ جب یہ آیت اتری ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه ۔ تو یہود بولے کہ ہم مسلمان ہیں پس اللہ عزوجل نے انپر حجت قائم کر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مسلمانون پر حج بیت فرض کیا ہے جو اسکی استطاعت پاوے تو بولے کہ ہمپر یہ فرض نہین کیا گیا اور حج کرنے سے انکار کیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین ۔ اور مجاہد سے مانند اسکے مروی ہے اور اسمٰعیلی نے حضرت عمر رض سے روایت کی کہ جسنے حج کی طاقت پائی اور حج نہ کیا تو یکسان ہے اسپر کہ یہودی مرا یا نصرانی اور **ابن کثیر** نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور سعید بن منصور نے حسن بصری سے روایت کی کہ عمر رض نے فرمایا کہ مین نے قصد کیا کہ ان شہرون مین لوگ بھیجون وہ دیکھین کہ ہر وہ شخص جسکے پاس استطاعت ہے اور اسنے حج نہین کیا پس اسپر جزیہ باندھین وہ ہرگز مسلمان نہین وہ ہرگز مسلمان نہین ہین ۔ بالجملہ اس آیت مین امر حج کی فضیلت اور اسکے تارک کے حق مین وعید شدید ہے جو نظم کلام سے ظاہر ہے اور ہمیشہ تنبیہ کیواسطے طول کلام کی ضرورت نہین ہے ۔ ف ۳ قال الشیخ فی العرائس قوله تعالی ان اول بیت وضع للناس ۔ جاننا چاہیے کہ عرش تو قبلہ ملائکہ ہے اور کرسی ان لوگون کا قبلہ ہے جو درگاہ عزت مین اپنی خودی سے بے خبر ہین اور بیت المعمور اس گروہ ملائکہ کا قبلہ ہے جنکو سفرۂ کرام کہتے ہین اور کعبہ معظمہ آدمیون کا قبلہ ہے یعنی عام و خاص کے واسطے بلا تخصیص یہ قبلہ ہے پھر دو گروہ کو وسائط کی طرف حوالہ کر دیا اور انکو اپنے مشاہدۂ جمال سے پردہ مین کر دیا غیرت کی کہ اسکی طرف کوئی راہ پاوے ۔ یہ کیونکہ اپنے بیت مکرمہ کو آدم اور اسکی ذریت سے پہلے وضع فرمایا یہ انکی ابتلا و امتحان کے واسطے تاکہ بیت کو قبلہ کرے … سمجھے پیشانیان … جس نے اپنی توجہ کی حالت مین جہت کو فقط ایک واسطہ سمجھا اور مرابطہ کر اس سے طرف اللہ تعالیٰ کے توجہ کیا تو حق عزوجل اسکا قبلہ ہوا پس یا وہ خود تمام کا قبلہ ہوگا جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ کے قبلہ ہوے کیونکہ اللہ عزوجل اور ملائکہ کے درمیان آدم ایک واسطہ ہو گئے کیونکہ آدم پر اسکے جلال و جمال کا لباس تھا چنانچہ حدیث مین آنحضرت صلعم نے فرمایا ان خلق الله آدم **علی صورته** مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کو … نے شرح پارۂ الم مین بیان کر دیا ہے اور معنی بھی بیان کیے اور اشارہ کیا کہ صوفیہ اسکے معنی بروجہ دیگر لیتے ہین چنانچہ شیخ نے یہان اسکے معنی یہ بیان کیے کہ یعنی اللہ عزوجل نے آدم پر اپنی صفات و مشاہدہ کا حسن ڈال دیا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے حق مین کہا کہ والقیت علیک محبة منی ۔ اور یہ شان باریتعالیٰ کا خاصہ ازلیہ ہے پھر اہل عبودیت مین سے جسنے آدم علیہ السلام سے اعراض کیا اسکی مثال ایسی ہے جیسے ملائکہ کے درمیان ابلیس نے اعراض

کیا تھا اسواسطے کہ معرفت کی شرط سے یہ ہی کہ عالم پرستش مین وسائط کو وسیلہ کرے پھر جب وہ مشاہدہ خاص مین پہونچکر مرتبہ تحقیق کو پہونچ جاوے
تو جس طرف چاہے توجہ کرے ہر طرف وہی ہی چنانچہ فرمایا - فاینما تولوا فثم وجہ اللہ - کیونکہ وہ محل عین الجمع مین پہونچا اور اسی سے بعض
عارفون نے کہا کہ مین نے کسی شے کی طرف نظر نہین کی مگر آنکہ اسمین اللہ تعالی کو دیکھا **قال المترجم** یہ مطلب نہین ہی کہ نعوذ باللہ اسمین اللہ
تعالی کا حلول تھا یا اسمین کوئی دخل تھا بلکہ مراد یہ ہی کہ مشاہدہ حضرت باری تعالی وہی اسکا عین ہو گیا حتی کہ وہ خود اپنے آپکو بھی نہین دیکھتا تھا
اور نہ کسی چیز کو دیکھتا تھا مگر چونکہ یہان جمع اضداد و برحق ہی اگرچہ ظاہر گفتگو مین یہ تسلیم نہ کیا جاوے لہذا بعد تسلیم کے اسکے علم مین دونون امر موجود
ہوتے ہین فتامل وتفہم - پھر شیخ نے دوسرا اشارہ شروع کیا اور کہا کہ نیز اسمین یہ اشارہ ہی کہ اوتعالی نے اپنا بیت رکھا اور اسکو اپنی آیات کبری کا لباس
پہنایا اور وہ نور قدرت ہی تاکہ اپنی طرف بندون کے دل اس بیت کے وسیلہ سے جذب فرماوے اسی جہت سے اس بیت کو اپنی طرف اضافت فرماکر
کہا ہی کہ - طہرا بیتی للطائفین - اور نیز اسوجہ سے کہ وہ اللہ تعالی کی آیات خاصہ سے منور ہی - قولہ للذی ببکۃ - اسکا نام بکہ اسوجہ سے ہوا کہ اس
سے عاشقون کی ارواح جاملتی ہین اس شوق مین کہ حبیب کا دیدار نصیب ہوا اور اسوجہ سے کہ ہر عارف لوگ ازدحام کرتے ہین باینطور کہ اپنی
جانین پھر قربان کرتے اور اسطرف دوڑتے ہین **قال المترجم شیخ ابن کثیر** نے اسکی وجہ تسمیہ مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا ہی کہ اسکو بکہ کہا گیا اسوجہ سے
کہ الناس یتباکون فیہا ای یزدحمون - بعض مشائخ نے کہا کہ کتنا بڑا فرق ہی ان دو شخصون مین ایک نے تو اس بیت سے دل لگایا جو اول اسکے
واسطے موضوع ہوا اور دوسرے نے اس سے دل لگایا جسکا یہ اول بیت وضع کیا ہوا ہی - قولہ مبارکا وہدی للعالمین - یعنی پاک مقدس اس بات
سے کہ شک کرنے والون کا شک یا ریاکارون کی تہمت اس تک پہونچے یا یہ حسن آیات کبری سوائے مخلصون کے غیر کو نظر پڑے اور نیز اس کو
بزرگ کردیا اس لباس سے جو اسکو انوار قرب وبرکات سے دیا ہی کہ مریدون کے دل اس سے تسکین پاتے ہین اور مشتاقون کی آتش شوق سے
سوختہ فواد کا نکلنا ہو جاتا ہی اور صادقین کی ارواح کے لیے باغ فرح بخش ہی اور عاشقون کے مشام دل کے لیے ریحان معطر ہی اور ہادی یعنی
ہادی ہی باینطور کہ اہل عالم مین سے مومنون کے اوپر نور قرب کو انکشاف کردیتا ہی اور نیز مریدون یعنی خالص ارادہ سے طلب کرنے والون
کو آیات کے دیدار تک راہ بتلاتا ہی اور عارفون کو اس پاک ذات تک پہونچاتا ہی جسکے واسطے آیات وہان موجود ہین اور خائفون کو مقامات امن تک
راہ دکھلاتا ہی - اور جو لوگ منقطع ہو گئے ہین انکو شہود انس تک ہدایت فرماتا ہی اور محسنین کو مشاہدہ رب تبارک وتعالی تک رہنمائی کرتا ہی اور حسین رح
نے فرمایا کہ حق عزوجل نے اپنی تکلیف دو قسم پیدا اور فرمائی ہی یعنی بندونکو جو مکلف کیا تو دو قسم کی تکلیفون سے باعتبار معنی کے مکلف کیا ایک تکلیف از وسائط ہی
اور دوم تکلیف بحقائق ہی پس تکلیف بحقائق کے معارف اس سے ظاہر ہوتے اور اسکی طرف عود کرتے ہین اور تکلیف بوسائط کے معارف تو اسکے سوائے غیر سے
ظاہر ہوتے ہین اور اس تک پہونچتے نہین مگر اسوقت کہ جب وہ مکلف اسسے ترقی کر جاوے باینطور کہ اس سے فنا ہو کر اوپر کو قدم رکھے پس منجملہ تکلیف وسائط کے اظہار
بیت وکعبہ ہی چنانچہ فرمایا ان اول بیت وضع للناس پس جب تک تو اس سے متصل ہی تب تک منفصل ہو گا پھر جب تو اس سے حقیقۃ منفصل ہوا تو اسکے واضع
سے متصل ہو گا پھر تجکو بیت سے تو ایک رسم کا لگاؤ رہیگا اور حقیقی لگاؤ اسکے واضع سے ہو گا **قال المترجم** خانہ کعبہ کی دو جہت قرار دیگئی ہین یا ایک
سرسری نظر ظاہری اور دوم نظر باطنی پس اول تو ظاہر ہی اور دوم مین دو نظرین ایک تعلق اس واسطہ سے جو موجب قربت ہی اور دوم واسطہ محض سفیر کے
طور پر ہوا اور حقیقی واسطہ ہو کہ اصل تعلق اس واسطہ کے مالک سے ہو پس مراد ترک واسطے سے یہ نہین ہی کہ اسکو بالکل چھوڑ دے بلکہ یہ مراد ہی
کہ وہ مرتبہ حاصل ہو کہ یہ واسطہ در حقیقت محض واسطہ ہو جاوے مثال اسکی قرأۃ کلام مجید ہی کہ نظر سرسری تو اسکے نقوش ہین اور تجاوز
انسے تعلق اسکے الفاظ سے ہی اور ربط اقبل بالبعد و تصحیح نظم و ترکیب پھر اصلی مقصود اسکے معنی ہین کہ وہ بعد ایک تحریر و تنقیح کے حاصل

ہونگے اس صورت میں الفاظ و کلام سے تعلق و نظر رفع ہو جائیگی اور مراد و معانی حاصل ہونگے واللہ اعلم۔ قولہ تعالیٰ فیہ آیات بینات بیت معظمہ عارفوں کا آئینہ ہے اس سے حق عز وجل بواسطہ آیات کے انکے واسطے تجلی فرماتا ہے اور حق عز وجل نے اپنے ظہور کا بھید اسمیں پوشیدہ کر دیا ہے تاکہ اسپر ہر شخص جو اس قصہ سے اجنبی ہے مطلع ہو اور اس بیت کی شان اور درخت موسیٰ ؑ کی شان یکساں ہے وہاں درخت سے حضرت موسیٰ کے واسطے تجلی فرمائی اور یہاں بیت سے امت محمد صلعم کے واسطے تجلی فرمائی اور آیات بینات سے اشارہ کے طور پر اپنی ذات پاک کو کہا حالانکہ وہ ذات پاک حلول و نزول اور انتقال سے پاک برتر ہے یعنی فیہ آیات سے یہ وہم ہو کہ جب ذات پاک کی طرف اشارہ ہے تو اس بیت میں ہونے سے حلول یا نزول و انتقال لازم آتا ہے کیونکہ یہ سب چیزیں مخلوق پر قیاس ہے بلکہ یہ قیاس خود ادنیٰ مخلوق ہے وہ ذات پاک کے اسرار کو نہیں پہونچ سکتا ہے ایسے قیاسات کو وہاں مجال نہیں ہے فافہم۔ اور حضرت استاذ نے فرمایا کہ قولہ فیہ آیات۔ اس میں آیات ہیں ولیکن یہ آیتیں ان آنکھوں سے جو سر میں ہیں ادراک نہیں ہوتے ہیں بلکہ قلوب کی آنکھوں سے نظر آتی ہیں قال المترجم یعنی جو آیتیں ظاہر کی آنکھوں سے ادراک ہیں یہ ادنیٰ ہیں یہ سمجھنا نہ چاہئے کہ بس یہی ہیں بلکہ وہاں جو آیات بزرگ ہیں وہ بڑے مرتبہ کی ہیں فافہم۔ اور محمد بن الفضل نے فرمایا کہ قولہ فیہ آیات بینات۔ یعنی علامات ظاہرہ ہیں جنسے عارفوں کو اپنے معروف کی طرف راہ ملتی ہے قولہ تعالیٰ۔ مقام ابراہیم۔ یہ مقام خانہ کعبہ میں ظاہر ہے اور باطنی مقام ابراہیم بھی ہے اور وہ چار مقام ہیں رضا و تسلیم و انبساط و یقین۔ پس مقام رضا تو وہ تھا کہ جب آگ میں ڈالے گئے۔ اور مقام تسلیم وہ تھا جبکہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے۔ اور مقام انبساط میں کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ۔ اور یقین اس سے ظاہر ہے کہ حق عز وجل نے فرمایا۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین۔ اور زیادت میں مقام مکاشفہ و مشاہدہ و خلت و فتوت ہے پس جسکا سر باطنی ان مقامات سے موافق پڑے اسنے البتہ مقام ابراہیم کا حق ادا کیا اور نیز خلیل ؑ کو مقام معرفت و توحید اور فنا و بقا اور سکر و صحو حاصل تھے پس جسنے سکر کا مزہ چکھا اور صحو میں متمکن ہوا اور اپنی ذاتی اوصاف سے فنا ہوا اور اوصاف حق کے ساتھ تخلق پیدا کر کے اسپر قائم ہوا اور انوار معرفت سے منور رہا اور لباس توحید سے متلبس ہوا اور اسکی روح نے نور قدم میں پرواز کیا اور اسکا قلب جلال ابدیت میں گھل گیا اور اسکا سر باطنی ملاء اعلیٰ کو پہونچا اور میدان عظمت و کبریائی میں اسکی عقل حیران ہوئی اور احکام حق کو بلا جزع و فزع بجا لانے میں اسکا نفس مطمئن ہوا وہ مقام ابراہیم کے دیدار سے مشرف ہوا کیونکہ وہ محل تمکین ہے حضرت استاذ نے فرمایا کہ مقام ابراہیم ظاہر میں وہ ہے جو انکے قدموں کے نیچے رہا اور اشارہ میں وہ ہے جو انکی ہمتوں سے موافق ہوا اور بعض نے کہا کہ شرف دیا مقام ابراہیم کو اسلیے کہ وہ اثر خلیل ہے اور خلیل کے نزدیک خلیل کے آثار کو حفظ عظیم ہوتا ہے اور شیخ شبلی نے فرمایا کہ مقام ابراہیم خلت ہے پس جسنے اسمیں مقام ابراہیم خلیل کو مشاہدہ کیا وہ شریف ہے اور جسنے اسمیں مقام حق کو مشاہدہ کیا وہ اشرف ہے۔ اور محمد بن علی الترمذی نے فرمایا کہ مقام ابراہیم یہ ہے کہ خلیل کی راہ میں اپنا جان و مال و اولاد قربان کر دیا پس جسنے اس مقام کو دیکھا اور اس سے اسکو نفس و مال و اولاد کے حق میں وہ تجلی ہوئی جو ابراہیم ؑ کو ہوئی تھی اور مسلم ہوا تو اسکا سفر برباد ہوا اور مشقت بیکار گئی۔ قولہ تعالیٰ ومن دخلہ کان آمنا۔ جو شخص کہ مقام انابت (رجوع الی اللہ) میں داخل ہوا اسنے نور کفایت کا دامن پکڑا کہ متواتر مصیبت سے بچ رہا۔ اور جو شخص مقام زہد میں داخل ہوا وہ وسوسہ کے ہیجان طوفان سے راحت میں ہو گیا۔ اور جو مقام توکل میں آیا تو کمائیوں کی تنگ و تاریک ہوس سے اسکو وسعت حاصل ہوئی اور جو مقام رضا میں گھسا اسنے فنا سے نجات پائی۔ اور جسنے صفا کا مزہ چکھا ہے وہی ہے جو مقام وفا میں پہونچا۔ اور جو شخص مقام استقامت میں آیا تو رنگ برنگ کے خطرات سے چھوٹا۔ اور جو مقام اخلاص میں داخل ہوا وہ ریا و سمعت کی آفتوں سے امن میں ہوا۔ اور جو مقام صدق میں آگیا وہ نفس کی رعونت سے بچا اور جو شخص مانند خلیل ؑ کے مقام تسلیم میں پہونچ

وہ نفس کے جھگڑے وتدبیر وارادے سے نکلا اور اسکو خود کچھ اختیار نہ رہا بلکہ حق عزوجل کے اختیار و اسکی مراد مین خاطر جمع ہوا اور مراد جاتے رہنے
کے خوف سے نکل گیا اسواسطے کہ جتنے خوف ہین سب اسی جہت سے ہوتے ہین کہ مراد جاتی رہے پس جب اسکی خود کوئی مراد نہین ہی تو اس سے بالکل
خوف زائل ہوگیا اور اسکے حال مین خوف کو کہین گنجائش ہی نہ رہی اور لامحالہ یہ بات ہی کہ بیت مین داخل ہونا جبھی مستحسن ہوگا کہ جتنے امور ہین سب
مالک بیت کے سپرد کرے کیونکہ جو شخص اپنی مراد کو چھوڑکر تمام امور کو سپرد کرنے والا نہو وہ اپنے تمام امور مین تقدیر سے معارضہ کرنیوالا ہوگا حالانکہ
بیت مین داخل ہونے کا حسن ادب یہ تھا کہ رضامندی سے تسلیم اختیار کرے وہ آنکہ معارضہ و نزاع بشریت بپا کرے۔ اور جو شخص مقام مراقبہ مین
داخل ہوا وہ بعد استقامت کے ردی خطرات سے بیخوف ہوا اور جو مقام انس مین گھسا اس سے وحشت دور ہوئی اور قصد ریا کرنے والی
حرص اسکے پاس سے بھاگ گئی۔ اور جو شخص مقام خوف مین آیا اللہ تعالی اس سے خوف زوال کو مٹا دیتا ہی اور تمام مخلوق کے نزدیک اسکو نور ہیبت سے
توقیر دیتا ہی۔ اور جو شخص مقام امید مین آیا تو امتحان کے بگولے اسکے گرد سے پارہ پارہ ہوجاتے ہین اور وہ دنیا کی حلاوت و تازگی کے فتنہ سے
پاک نکل جاتا ہی اسواسطے کہ جسکے دل مین حقیقی امید کا بادشاہ تخت نشین ہوا وہان بشریت کے جھگڑے اور ہوس طبیعت اور نفسانی کشمکش سے
امن ہوجاتا ہی اسواسطے کہ رجا کا نور تو دریاے انس سے ہی اور انس کا وجود دریاے قدس سے ہی اور قدس اسکی صفات کریمہ مین سے ہی جل
وعلا شانہ۔ اور جسنے سلطان وحدانیت کے سایہ مین پناہ لی وہ شیطان کی لوٹ مار سے بیخوف ہوا کیونکہ وہ سلطان قدیر کی پناہ مین پہونچ گیا ہی
اور ظاہر ہی کہ جو سلطان جبروت کی پناہ مین ہو اسکو شیطان کا دست غارت کہان پہونچ سکتا ہی چنانچہ فرمایا۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان
یعنی شیطان کو کہا کہ میرے جو خاص بندے ہین انپر تیرا کوئی دسترس نہین ہی اور نیز شیطان کا حال خود نقل فرمایا کہ اسنے کہا لاغوینہم اجمعین
الا عبادک منہم المخلصین۔ یعنی شیطان نے عزت حضرت عزوجل کی قسم کھائی کہ مین ضرور ان سب کو غوا کرونگا سواے تیرے ان بندون
کے جو ان مین سے مخلص و سچے ہین۔ اور جو شخص کہ مقام محبت مین آیا وہ دوری اور نظر دور کیے جانے اور غضب مین گرفتار ہونے سے مامون ہوا۔
اور جو مقام شوق مین داخل ہوا وہ اس بات سے بیخوف ہوگیا کہ اسکی روح کو عالم حادث سے کوئی ارتباط رہے۔ اور جو شخص مقام عشق مین پہونچا وہ
اوصاف نفس سے نکلکر صفات حق سبحانہ سے متصف ہوگیا۔ اور جو شخص کہ مقام معرفت مین آیا وہ چشم انکار کے زخم سے بچگیا اور جو شخص کہ مقام
یقین مین آیا وہ شک وشبہت کے غبار سے بچا اور جو شخص کہ پردہ توحید مین داخل ہوا اس سے شرک کے خطرے دور بھاگ گئے اسواسطے کہ حقیقت
توحید کی یہی ہی کہ نفس کے معارضہ سے اور وسواس کی قید سے اور بشریت کے علائق سے اور انسانیت کی روک ٹوک سے نکلکر سکون کیا جاے
ہر دم اسکی یاد مین ہو۔ اور جو شخص مقام ذکر مین آیا وہ مذکور یعنی جسکو یاد کرتا ہی اسکے دیدار سے مطمئن ہوا اور ماسواے حق کے سبکی یاد سے چھوٹا
اور جب بندہ اپنے نفس اور اسکی خواہشون سے چھوٹا تو صفاے عبودیت کے مقام کو پہونچتا ہی اور جب صفاے عبودیت کو پہونچا تو
صفاے حریت کا مقام ملتا ہی اور جو صفاے حریت کو پہونچا وہ صفاے ذکر کو پہونچا اور جو صفاے ذکر کو پہونچا اسنے جسکو ذکر کیا اس پاک مذکور کو
مشاہدہ کیا اور عذاب قبر سے چھوٹا اور جو شخص مقام تفکر مین آیا اسکی روح انوار ملکوت مین غوطہ لگاتی ہی اور غیب کی میدون مین حیرت کے
موتی چنتی ہی پس وہ نفس کی گرفت اور شیطان کے جنگل سے سالم رہتا ہی۔ اور جو مقام حیا مین داخل ہوا اسکے قلب کی زمین نگاہ سے شیاطین کا
نگاہ دور ہوتا ہی اور لقمہ وسواس سے اسکا سر باطنی پاک ہوتا ہی۔ اور جو شخص کہ عین الجمع کے مقام مین پہونچا تو وہ حق تعالی کو پاکر سکون مین ہوتا ہی
کہ اسکو لذت انبساط اور نور بسط ملتا ہی اور اللہ تعالی اسکو خلعت اثبات پہناتا ہی اور وہ صفات انسانیت سے امن مین ہوجاتا ہی اور دنیاوی
زندگانی کی تکلیف سے آزاد ہو رفتہ ہوتا ہی قال المترجم یعنی دنیاوی تکالیف سب اسپر ایسی آسان ہوتی ہین جیسے بیخود پر کوئی تکلیف نہین۔

اور جسکے دل میں انوار قرب داخل ہوے اسکی روح مشاہدہ میں اور اسکی عقل مکاشفہ میں اور اسکا سر باطنی معاینہ میں اور اسکا نفس عبادت میں آرام پاتا ہے - اور جسکی روح انوار عظمت میں داخل ہوئی اسکا قلب میدان ہیبت میں حیران ہوتا ہے اور اسکی عقل نور معرفت میں ساکن ہوتی اور اسکا سر باطن نور وصل میں اور اسکا نفس لذت طمانیت میں تمام امور ربوبیت کے ساتھ ساکن ہوتا ہے - اور جسکا سر باطن جنت الانس میں پہونچا تو انوار قدس کے ظہور میں اسکا قلب اور انوار قدم کے ظہور میں اسکی روح اور نور قدرت کے ظہور میں اسکی عقل آرام سے ساکن رہتی ہے اور جسکی عقل نور شواہد میں داخل ہوئی تو بقاے شہود میں اسکا سر باطنی اور عین الحقیقۃ کے دیدار میں اسکی روح اور محبت ازلیہ میں اسکا دل اور رسوم مخاطبت میں اسکا نفس سکون کیساتھ رہتا ہے - اور جسکا نفس مراد حق میں داخل ہوا یعنی جو حق عزوجل کا ارادہ ہے وہی اسکا ارادہ ہے تو وہ مخلوق کی دہائی سے باہر ہوا اور نور اخلاص میں اسکا دل ٹھہرا اور نور صدق میں اسکی روح اور صفاے عبودیت میں اسکی عقل ساکن رہتی ہے اور نیز جو شخص کہ نور یقین میں آیا تو اضطراب شک سے اسکا دل مامون ہوا اور رحمت نفس سے اسکی عقل اور غمہاے تدبیر سے اسکی روح اور نفاذ شہوت خفیہ سے اسکا نفس ٹھہرا ہوا رہتا ہے - اور جسکی عقل میں نور ایمان آیا تو اسکا دل حقائق براہین کو اور اسکی روح عالم ملکوت کو اور اسکا سر باطن نور جبروت کو دیکھتا ہے اور حضرت حق عزوجل سے اسکو خطاب خاص کی آوازیں محسوس ہوتی ہیں - اور جسکی روح نور توحید میں داخل ہوئی تو اسکی سر باطنی کی آنکھ نور (جمع برہان دلیل روشن)
توحید سے کشادہ اور سرمہ فردانیت سے آراستہ ہوتی ہے اور اسکے نفس میں اخلاص عبودیت خوب راسخ ہو جاتی ہے اور جو شخص نور خلاص میں داخل ہوا اسکی روح اسکے نفس کے خطرات سے اور اسکا سر باطنی اسکے نفس کی خفیہ نگاہوں اور اسکا دل اسکے نفس کے وسوسوں سے اور اسکی عقل اسکے نفس کے جھگڑوں سے نجات پاتی ہے پھر جاننا چاہیے کہ جو شخص ان صفات کے ساتھ جو ہم نے ذکر کی ہیں اپنے پروردگار تعالیٰ کی بیت میں داخل ہوا وہ دنیا وآخرت کے عذاب سے مامون ہوا - شیخ استاذؒ نے فرمایا کہ ہم نے بیت سے یہاں قلب بطریق اشارہ مراد لیا ہے اور جسکے قلب میں سلطان حقیقت تشریف لایا تو بشری جھگڑوں اور نفسانی بدخواہشوں سے امن میں ہوا - اور بعض نے کہا کہ قولہ سبحانہٗ من دخلہٗ کنایہ کا مرجع بیت کیطرف ہے اور جو شخص اسمیں مشاہدہ حقیقت سے داخل ہوا وہ بیخوف ہوگا - اور بعض نے فرمایا کہ بیت میں حقیقت کے ساتھ داخل ہونا نہیں ہوسکتا مگر اسی طور پر کہ تو خودی سے خارج ہوا اور خودی سے جب تو خارج ہوگیا تو تیرا بیت میں داخل ہونا صحیح ہوا اور جب تو خودی سے خارج ہوا تو تیرا ایمان درست ہوا اور شیخ جعفر بن محمدؒ نے قولہ تعالیٰ ومن دخلہٗ کان آمنا میں کہا ہے جسنے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اسنے سواے اسکے کسی سے انس نہیں رکھا اور شیخ ابوالحسن النوریؒ نے کہا کہ جسکے دل میں سلطان عرفان نے قدم رکھا وہ لشکرہاے نفس و وساوس شیطان سے بیخوف ہوا اور شیخ ابوبکر واسطیؒ نے فرمایا کہ جو شخص بشرائط حقیقۃ اسمیں داخل ہوا وہ اپنے نفس کی رعونت سے مامون ہوا - اور شیخ ابن عطاؒ نے فرمایا کہ جو اسمیں داخل ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے عقاب سے مامون ہوا اور اللہ عزوجل نے دنیا میں بھی ثواب و عقاب کا مزہ چکھا دیا ہے پس ثواب تو یہ ہے کہ تجکو عافیت دیوے اور عقاب اسکا بلا ہے پس عافیت تو یہ ہے کہ تیرے کام تیرے اوپر ڈالدے اور بلا یہ ہے کہ تیرے امور اپنی بادشاہت کی طرف لے لے - اور جعفرؒ نے فرمایا کہ جسکے دل میں ایمان داخل ہوا وہ کفر سے مامون ہوا اور واسطیؒ نے دوسرے مقام پر کہا کہ جسکے قلب کے جوار میں ایمان ہو وہ اپنے نفس کی رعونت سے مامون ہوا اور جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ جو اس پاک بیت میں اس صفت سے داخل ہو جس صفت سے انبیاء و اولیاء و اصفیاء داخل ہوئے تو وہ بھی عذاب الٰہی سے اسی طرح بچا جیسے وہ لوگ بیخوف ہوگئے ہیں - قولہ تعالیٰ وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا حج کو حق عزوجل نے اپنی ذات پاک کی طرف نسبت کیا کیونکہ اسمیں آثار ربوبیت اور حقائق عبودیت پائے جاتے ہیں - اور نیز حق جو دیتا ہے بندوں پر لازم فرمایا تاکہ ذکر ربوبیت ادا کریں - اور نیز انکو راہ دکھلائی آیات و علامات میں دیدار مقصود کی اس وسیلہ سے کہ اسکے بیت مکرم کا قصد

کرین - اور نیز حج کو سب پر فرض کیا تا کہ عوام کے درمیان مین چھپے ہوے خاص بندے بھی رب البیت کی زیارت کو حاضر ہون **قال المترجم**
یعنی انکو تجلی خاص بمشاہدۂ خاص حاصل ہو فافہم - اور نیز چاہا کہ اپنے بندون کو اپنی عظمت و کبریائی دکھلاوے کہ وہ اپنے کو دیکھین کہ ذات معبود بیتا
د تواضع و تضرع اپنے گردنون پر رکھے ہین **قال المترجم** یعنی ہیأت وحالت حج کی محض لیلیٰ عاشق کی سی حالت ہوتی ہے چنانچہ سب ارکان ہیأت حج
کو ملاحظہ کرنے سے یہ بات ظاہر ہے اور جو بندے ایسی نہ دل سے کوشش کرتے ہین اور خوش ہین وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی قدر عزیز وعزت
والے ہین فافہم - اور نیز وجوب قدیم نے بندون پر واجب کیا کہ اسکے مشاہدہ کا قصد کرین اسطرح کہ اپنی جان و مال و ارواح خرچ و قربان کرین اور ہمنشین
و خواہشین و چاہتی چیزین و اولاد و ازواج کو ترک کرین اور جہان سے مجرد ہو کر اسکی درگاہ کا قصد کرین پھر اس بیت مکرم کو جو مخصوص کیا
کہ اسکی طرف قصد کرین حالانکہ مشاہدہ مقصود ہے تو یہ مشاہدہ کی طرف سے رسمًا وحکمًا ظاہر مین قرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حلول وتشبیہ سے
پاک منزہ ہے **قال المترجم** پس اصل مقصود مشاہدہ ہے اور بیت مکرم اسکی ایک رسم وحکم ظاہری ہے یعنی خانہ کعبہ جس پردۂ ظاہری ایت ہے یہی زیارتگاہ
مقرر ہوا حالانکہ مقصود وہ حقیقت کعبہ ہے نہ ظاہری در و دیوار اور یہ مطلب نہین ہے کہ مشاہدہ کوئی امر دیگر ہے اور یہ بیت مکرم فقط رسم ہے اور کچھ نہین
ہے کیونکہ یہ خلاف ہے چنانچہ اکابر رحمہم اللہ نے تصریح کردی ہے کہ حقیقت کعبہ ایسا امر ہے کہ بیان نہین ہو سکتا اور کون اس امر کا قائل ہو سکتا ہے کہ
حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حج سے رخصت ہونے کے وقت پردہاے خانہ بیت سے با صد جوش و شوق لپٹتے تھے اور حسرت کے ساتھ
رخصت ہوتے تھے پھر کوئی احمق ہوگا جو سمجھے کہ اصل حقیقت یہی در و دیوار ہے فلیتامل - بلکہ بات یہ ہے کہ جو شیخ نے کہی کہ اللہ تعالیٰ ہر وہم وگمان
سے پاک برتر ہے کہ نہ اس بیت مکرم مین حلول ہے نہ اسکو تشبیہ ہے نہ نزول ہے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا لیکن حال یہ ہے کہ اس سے ان لوگون پر جو
قصد کرکے جاتے ہین پردۂ ملک ولباس آیات مین تجلی فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - فیہ آیات بینات یس خبر دی کہ آیات بینات اسی بیت
مکرم معظم مین ہین اور اشارہ فرمایا کہ صفات کی تجلی انھین آیات مین ہے چنانچہ حضرت نے فرمایا جاء اللہ من سیناء و استعلن بساعیر و اشرق من
جبال فاران - آیا اللہ تعالیٰ طور سیناء سے اور ظاہر ہوا ساعیر سے اور چمکا فاران کے پہاڑون سے اور مراد اس سے مکہ کے پہاڑ ہین اور مراد پہاڑ
سے واللہ اعلم شاید بیت الحرام ہے کیونکہ یہ پیغمبر ایسے ہین کہ اللہ عز وجل نے انکو ازل ہی مین برگزیدہ فرمایا کر اپنے بندون کا قبلہ اور خاص بندون کے
لیے آئینۂ کشف قرار دیا ہے **قال المترجم** جاء اللہ من سیناء آیا اللہ طور سیناء سے اشارہ ہے تجلی موسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ انکو کوہ طور پر تجلی
ہوئی اور یہی آنا بلا کیفیت مراد ہے اور ہم جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنے اور تجلی ہونے پر بنص قرآنی ایمان لائے ہین ہم کو
یہان بھی اس معنی کرکوئی تردد نہین ہے کیونکہ قصہ موسیٰ علیہ السلام مین بھی بلاکیفیت ہم تسلیم کرتے ہین اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقون کی طرح کوئی تاویل نہو
یقین نہین کئے ہین پھر واستعلن بساعیر اور ظاہر ہوا ساعیر سے وہ بھی نام پہاڑ کا ہے اور شاید یہ کوئی اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہے
اگرچہ بعض نے عرب ہی کے پہاڑ مین سے قرار دیا واللہ اعلم لیکن واشرق من جبال فاران - اور چمکا فاران کے پہاڑون سے یہین فاران سے بلا خلاف
مکہ کے پہاڑ مراد ہین اور یہ تصریح ظہور نور نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہی فرق واضح ہے درمیان نبوت موسیٰ اور درمیان نبوت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہے کہ وہان فقط آیا ہے اور یہان اشرق فرمایا یعنی خوب ظاہر چمک نکلا جیسے آفتاب کہ وہ وقت اشراق کا ہے جس کو چاشت کہتے ہین اور بعضے
جو طلوع کا وقت لیتے ہین یہ وہم ہے اور نماز ظہر اسیواسطے نماز اشراق ہے تحقیقی قول یہی نماز چاشت ہے کما صرح بہ المحققون لیکن اب باقی رہا کلام اس
بات مین کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا نہین پس ظاہر کلام شیخ سے وہم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہے لیکن ایسا نہین ہے اور نقاد محدثین نے تصریح
کردی ہے کہ یہ حدیث نہین ہے اور اسپر موضوع کا اطلاق کیا ہے لیکن موضوع اس معنے کر ہے کہ آنحضرت صلعم نے نہین فرمایا اور یہ مطلب نہین ہوتا ہے

کہ یہ قول غلط یا بے معنی ہی پھر جبکہ حدیث نہ ٹھہری تو دوسری طرف تلاش کرنی چاہیے پس بعض نے کہا کہ یہ بعض اکابر کا کلام ہی جنھوں نے استنباط وغیرہ
کے طور پر کہا ہی مگر حق یہی ہی کہ اہل اسلام میں سے کسی کا کلام نہیں بلکہ یہ توریت و انجیل کی عبارات میں سے ہی چنانچہ بعد بہت تحقیق کے اصل نسخہ میں
پائی گئی حالانکہ انجیل کے ترجمہ کرنے والوں نے حسد کی راہ سے یہ فقرہ نکال ڈالا ہی اور بعض نے اسکے معنی جو اپنے نزدیک صحیح سمجھے وہ لکھے ہیں اور یہ
بڑی حجت اہل توریت و انجیل پر صدق رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اور انکار و مکابرہ و ہٹ دھرمی کا علاج نہیں ایسے شخص کے حق میں
یقین جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی نے اسکا ایمان نہیں چاہتا ہی نعوذ باللہ من الضلال - پھر بعض حکیموں نے اسی مضمون پر وقت ظہور از جبال فاران کا
ایک طلسم بنایا تھا جسکا ذکر یونان وغیرہ کے انجیل کے مترجموں نے اور دیگر تواریخ میں مذکور ہی کہ وہ بھی زمانہ دراز گذرنے پر مٹ گیا لیکن اب بھی پتا
ملتا ہی اور خود مترجمین یونان ہی ترجمہ انجیل میں بڑی تحریف کرنے والے ثابت ہوئے ہیں چنانچہ جو شخص اسکی تحقیق کا قصد کرے اسپر انشاء اللہ تعالی
یہ بات خوب ظاہر ہو گی واللہ الہادی وہو المفضل ونعوذ باللہ من الضلال - قال الشیخ اور اللہ تعالی کی راہ میں استطاعت بطریق اشارہ یہ مراد ہی کہ اسکی
معرفت ہو اور اسکا قرب حاصل ہو اور تمام اوقات میں اسکے الطاف پر نظر رکھے اور اسکے وعدے میں یقین کامل ہو اور تمام امور میں اسی پر توکل ہو اور
ہر دم اسی کا مراقبہ رکھے اور اسی کی ہمیشہ رعایت و حفاظت کو پہچانے اور جانے کہ سب بندوں کا وہی وکیل ہی اور نفس کی رعونت سے پاک ہو کر اسکی
محبت صافیہ رکھے اور صفائے نیت سے اسکی طرف قصد کرے اور اسکے ماسوائے سب سے قلب کو پاک طاہر رکھے - پھر انکا توشہ و زاد راہ یہی ہی
کہ ہمیشہ اسکی یاد ہو اور ہمیشہ اسکی نعمتوں و نشانیوں و اسکی خدمت کاملہ و رحمت کاملہ کی فکر کریں اور مانند اسکے دیگر امور ہیں جو اسکے خانہ معظم
مکرم کے قصد کرنے والوں کے واسطے استطاعت ہیں اور جو برخلاف اسکے ہو وہ راہ ہدایت سے کٹ کر دوسری راہ چلا کہ عناد کے تاریک گڑھے
میں گر کر ہلاک ہوگا نعوذ باللہ منہ - چنانچہ فرمایا قولہ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین - شروع آیت میں تو اللہ تعالی نے حج کو اپنی طرف نسبت
دیکر فرمایا تھا اب یہاں آخر میں اپنی پاک ذات کو منزہ کر دیا تا کہ بندگی کرنے والوں میں سے جو خبردار لوگ ہیں وہ جانیں کہ اسکی شفقت اپنے بندوں
پر کیسی ہی کیونکہ عبادت کرنیکا ثواب تو حقیقی بندوں کی طرف لوٹ آتا ہی اور وہ تعالی جل شانہ جملہ اسباب سے منزہ و پاک برتر ہی پھر جاننا چاہیے
کہ بیت اللہ تعالی کی طرف قصد کرنے والے تین قسم ہیں - قسم اول وہ قصد کرنے والے جو اپنی جان و مال کے ساتھ ثواب کیواسطے حج کرتے ہیں قسم دوم
جو اپنے دلوں سے کہ دنیا و مافیہا سے صاف ہیں اللہ تعالی کی فرمانبرداری اسکی رضامندی چاہنے کو حج کرتے ہیں قسم سوم وہ قصد کرنیوالے ہیں
جو رب البیت کے مشاہدہ و تجلی کے لیے اپنے عاشق ارواح کے ساتھ حقائق معرفت و قربت اور صفائے وصلت اور زیادت مشاہدہ تجلی و تدلی کی طلب میں
قصد و حج کرتے ہیں - پس اہل ظاہر کا تو یہ حال ہی کہ وہ احرام باندھتے ہیں اور جو امور منع ہیں انسے باز رہتے ہیں اور مناسک حج ادا کر کے اپنے
احرام سے حلال ہو جاتے ہیں - اور اہل باطن کا یہ حال ہی کہ وہ تمام کائنات سے احرام باندھ لیتے ہیں اور تمام مخلوق سے نظر اٹھا لیتے ہیں اور کبھی
حلال نہیں ہوتے جب تک دنیا میں ہیں یہانتک کہ انکو مشاہدہ ذات و کشف صفات کا نتیجہ اسوقت عیانا کھلے کھلے مل جاتا ہی جب مر جاتے ہیں
پھر غور کرو کہ دونوں میں کتنا بڑا فرق ہی ایک تو وہ ہوے کہ جنھوں نے گنتی کی چند معلوم و معدود چیزوں سے چندوں کے واسطے احرام باندھا اور
دوسرے وہ ہوے کہ انھوں نے سب نفس کی خوشی و تسکین کی چیزوں سے اور تمام موجودات سے احرام باندھ لیا لیکن اس کٹھن کرنی کو کون کرتا ہی
اور اس بلا کے بوجھ کو وہی لاوے جو اس طرح کا بار بردار ہی - اللہ اللہ وہی لوگ چلے گئے اور انکے ساتھ برکتیں بھی جاتی رہیں انکے غروب ہوتے سے
کرامتوں کے سورج اور آیتوں کے چاند بھی ایسے مغرب میں ڈوبے ہیں کہ تا ابد نکلنے کی امید نہیں مگر جب کبھی تھوڑا بہت کسی زمانہ میں اللہ تعالی
کو منظور رہو - ہاں اب انکی خبریں آفاق میں پھیل رہی ہیں اور نشان انکا کہیں ڈھونڈھے نہیں ملتا ہی اللہ تعالی انکی پاک روحوں پر رحم فرماوے

وور جۂ عالی کرامت کرے قال المترجم اس حسرت میں شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ ہر دیندار شریک ہوگا اور کیا کوئی شرکت کرے کہ نہ وہ دل جو
یادِ رحمٰن کی یاد میں اور نہ وہ آنکھیں جو قربانِ کرامت پر آنسو بہاویں۔ اللّٰھم انت اللہ الذی لا الٰہ الا انت الحی القیوم لا شریک لک لبیک لبیک
لا شریک لک ان الحمد والنعمۃ والملک لک لا شریک لک سبحانک اللھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک - اللھم اسالک حسن
التوفیق وحسن الھدی والعصمۃ من فتنۃ الدجال وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ وجمیع المتقین الاخیار من
عبادک اجمعین والحمد للہ رب العالمین - اور حدیث میں ایک صحابی کو آپ نے فرمایا کیف بک اذا بقیت فی حثالۃ من الناس یعنی کیا حال
ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ جاویگا جو بھوسی ہیں جن میں مغز نہیں پھر قیاس کرو کہ شیخ کیونکر اس کلام حسرت فرماویں - قال اور کعبۂ حقیقت کے
حج کرنے والوں اور مقصود پر پہنچنے والوں کا اشارہ یہ بھی نکلا کہ جب وہ اپنے پاک دلوں سے جانب مقصود کا قصد کرتے ہیں بیت اللہ الحرام کا قصد کرتے ہیں تو اللہ
عزوجل کے ساتھ نسبت ان پر ایمان و شہود معرفت باندھتے ہیں اور شفیقہ عہد انھوں نے اس لیے خالص اسی حق کے واسطے اپنے دلوں میں باندھے ہیں پھر تو
ہیں جیسا کہ حق عزوجل پر [illegible] اگر کسی دوسری چیز کو اختیار کیا [illegible] ظاہر و پوشیدہ [illegible] نفس کو انکار [illegible] بزرگی شرف چاہے کو
جگہ وہی تھی سب چھوڑ دیتے اور سب کی رسی توڑ دیتے ہیں پھر شتاب وہ اس مقام تک حاضر ہونے کی راہ کا زادِ سفر لیتے ہیں کہ صدق و توکل و اخلاص
و یقین اور اللہ تعالیٰ کی تجارت میں زہد ساتھ لیتے ہیں اور صبر کی سواری پر چلتے ہیں [illegible] ہر حال میں حمد و شکر میں ہیں اور سر
اسکا علم ہے اور پیٹ اسکا پرہیزگاری ہے اور زبان اسکی [illegible] سے دور اور صدق [illegible] پر جمے ہیں اور
تکمیل اسکی استقامت ہے اور [illegible] اسکی تسلیم ہے اور کجاوہ اسکا ادب ہے اور زمین اسکی رضا ہے اور آسمان اسکا یقین ہے اور باقی [illegible]
چارہ و دانہ اسکا ذکر رب الارباب ہے اور پانی اسکا شوق ہے اور چراگاہ اسکی مشاہدہ ہے اور [illegible] پھر جب وہ اپنی
سواری پر اپنے وطن سے نکلے تو دنیا و ما فیہا سب چھوڑ لیتے ہیں اور سب کو وداع کرتے ہیں اور سامان موت کو مہیا کرتے ہیں [illegible]
[illegible] خواہ وہ سفر میں ہوں یا [illegible] رخصت ہو لیتے ہیں اور راہ ریاضت میں تیز قدم اٹھاتے ہیں اپنی خوب ریاضت کرنی شروع کرتے ہیں
اور اپنی جان پر تیزی کرنے والوں اور تیزی کھلانے والوں کا طریقہ لازم کر لیتے ہیں اور خالص نیت سے اللہ عزوجل کی طرف توجہ کرتے ہیں اور کسی
غیر کی طرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں التفات نہیں کرتے ہیں اور مقصود کو [illegible] لیتے ہیں [illegible] اور کسی خواہش نفس و راہ شیطان
کی طرف [illegible] والی چیز پر نظر نہیں ڈالتے ہیں [illegible] اپنی سواری پر سوار ہو کر [illegible] تو انکا آگے سے دیکھنے والا وہ ہر [illegible] ہوتا ہے
ہدایت الٰہی آگے ہوتی ہے اور پیچھے سے ہانکنے والا تقویٰ ہوتا ہے اور [illegible] راہ میں چلتے ہیں وہ راہ صفا ہے اور توفیق ساتھی انکا وہی انکا
مولیٰ [illegible] ہوتا ہے اور [illegible] علم حق ہوتا ہے [illegible] عشق حق میں لیے جاتا ہے اور [illegible]
[illegible]
[illegible] اس حال سے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] عقل سے پاک ہو جاتے ہیں [illegible]
[illegible] اور جب

وہ عرفات میں پہونچے تو سکر کی زنجیر میں پابستہ رہجاتے ہیں اس سے ہرگز خلاصی نہیں الا یہ کہ پردہ صحو انپر ہوتا ہے پس وہ سکر و صحو کے درمیان متحیر اور
ہیبت و رجا کے درمیان مبہوت ہوتے ہیں انکو حق عزوجل اپنی قبول خاص سے حقائق مشاہدہ و صفات مکاشفہ بخشتا ہے قال المفسر رحمہ اللہ
سے اس مقام کا نام عرفات ہوا یعنی پہچاننے کا مقام فافہم ۔ اور حق عزوجل انکو غیب کی مکنونات اور دلوں کے مضمرات ظاہر فرماتا ہے پھر جب کعبہ کی طرف
ہوتے ہیں تو دیدار حضرت عزوجل کے امیدوار ہوتے ہیں اور منقطع کیے جاتے اور مجبور رہنے سے خوفناک رہتے ہیں اور مقام حیا میں حاضر اور مقام فنا میں
موجود اور دیدار لقا کے شاہد ہوتے ہیں ۔ پھر جب مشعر الحرام میں پہونچتے ہیں تو اللہ تعالی کے دیدار کی نعمت کا ناچیز شکر ادا کرنے کے ذکر میں سرگرم
ہو جاتے ہیں اور یہ ذکر انکا اس مقام پر ہوتا ہے کہ زبان گنگ ہے اور [illegible] تجلی اور حضرت حق عزوجل کے سامنے محو تشویر ہو جاتے ہیں [illegible]
و درگریبان آنسوؤں سے رہتے ہیں اپنی کوتاہی پر گردن ڈالے رہتے ہیں ۔ پھر جب مقام منی میں پہونچے تو ظاہر میں جانور قربانی کرتے ہیں مگر تحقیق وہ
اپنے نفسوں کو لذات و شہوات سے ذبح کر ڈالتے ہیں پھر جب کنکریاں مارتے تو اپنے [illegible] ہر صفت و عبادت کو پردہ عدم میں پھینک دیتے ہیں [illegible]
مشاہدہ قدم کو پہونچ گئے اور جب سر منڈاتے ہیں تو انکے ساتھ اپنی باطنی شہوات کو توڑتے ہیں اور اپنے نفس کے ارادوں کو منکر کر دیتے ہیں تو انکے
اسرار میں جا گھر کئے اور جب [illegible] آراستہ باطن سے فضول [illegible] اور اگر انکی تعریف کرنے کی [illegible] دیتے ہیں اور
جب [illegible] حرم [illegible] داخل ہوتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ وہ درگاہ عزت [illegible] جلال سے [illegible] جاتے ہیں [illegible]
مشاہدہ میں فنا ہو جاتے ہیں اور ما سوا حق عزوجل کے سبب سے احرام باندھتے ہیں اسی کے دیدار کے لیے آمادہ ہوتے ہیں پھر انکے [illegible] سے
کوئی چیز حلال نہیں ہوتی جب تک انکی [illegible] مقرر [illegible] اس دنیا کو [illegible] ہیں کیونکہ وہ [illegible] دولت [illegible]
ہیں جو انکو [illegible] کی علتوں سے مانع ہوتی ہے اور جب وہ [illegible] داخل ہوئے تو یقین ہوا کہ [illegible] حضرت جلال میں ہیں [illegible]
جنت کے [illegible] داخل ہوا وہ اسکے [illegible] میں [illegible] سے عذاب الہی سے مامون ہوا [illegible] اور اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا ہوا اور جب [illegible]
داخل ہوئے تو انکے دیدار عظمت سے جان کی حالت میں داخل ہوتے ہیں اور انکی ہیبت و جلال کو یاد کرتے ہیں اور جب وہ بیت اللہ کو دیکھتے ہیں
تو بیت سے پہلے رب البیت کو دیکھتے ہیں اور اسکے مشاہدہ سے سرفراز ہوتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ وہ اسکی درگاہ قدیم و مشاہدہ کریم میں
حاضر ہیں اور جب وہ گرد خانہ کعبہ کے طواف کرتے ہیں تو اسکے ملائکہ کو دیکھتے ہیں کہ اسکے عرش و کرسی کے گرد طواف میں لگے ہیں [illegible]
کہ وہ اللہ تعالی کے [illegible] بمنزلہ ان ملائکہ کے ہوا اور جب حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں تو جانتے ہیں کہ [illegible] اللہ تعالی کے ساتھ [illegible]
ساتھ اس طرح بیعت کی [illegible] الفت [illegible] کرتے اور اپنے [illegible] کی طرف [illegible]
اور انکے نفس الفت کرتے ہیں اور جب وہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ وہ مقام [illegible]
میں ہیں جہاں اللہ تعالی [illegible] اور جب وہ [illegible] تو جان لیتے ہیں [illegible]
[illegible]
اور جب وہ خانہ کعبہ میں داخل ہوتے [illegible] کہ وہ اللہ تعالی کے [illegible]
اور جب وہ صفا و مروہ پر چڑھتے [illegible] تو دیکھا کہ وہ مقام اصطفا و اجتبا میں ہیں [illegible]
ہو وہ تحقیق جانتا ہو کہ اللہ تعالی نے ان [illegible] درگاہ جلال کی مثال [illegible] کیا ہے پس کعبہ کو مثال عرش
کے مقرر کیا ہے اور مسجد حرام کو حظیرۂ قدس کی مثال اور شہر مکہ کو جنت کی مثال اور صفا و مروہ و جبال مکہ کو حجاب جبروت کی مثال اور کل حرم کو [illegible]
بیان ۱۲

جبروت کی مثال اور منی کو مقام امن اور مشعر الحرام کو مقام خوف و تعظیم کی مثال اور عرفہ کو زمین محشر اور محرم مقام قیامت اور بادیہ کو دنیا اور وطن سے نکلنا موت اور زیارت
خانہ کو ملاقات پروردگار تبارک و تعالیٰ کی مثال کہا ہے پس جب اُسنے ان مثالوں کے حقائق کی نظر سے حج کیا تو اسکا حج البتہ قربت و مشاہدہ مبرور اور عمل مشکور ہوا اور
یہی حج عارفوں کا ہے جو یقین کامل و مشاہدہ رکھتے ہیں - اور نیز یہی مثالیں مشاعر باطن کی ہیں پس کعبہ تو قلب ہے اور حجر اسود سینہ اور بلد مکرم صورت اور صفا
عقل اور مروہ علم اور منی علم اور مشعر الحرام ذکر اور عرفات صفاء عبودیت و معرفت اور محرم مقامات و حالات اور بادیہ نفس و ہوی اور حج کنندہ روح منفرد ہے - اور یہ
اسرار ادعا شقین یعنی عاشقوں کی سیر باطنی تو حج روحی ہے جو کرتے ہیں یعنی حج مثالی ادا کرتے ہیں تو کعبہ انکا ذات قدیم حضرت جل جلالہ ہے اور مناسک اسکے یہ ہیں کہ مراتب
صفات نامتناہیہ میں سیر کریں پھر جب اسرار مذکورہ میدان ازل میں مکان و زمان و حدوث سے مجرد ہو گئے تو بقا و سرمدیت کیطرف متوجہ ہوتے ہیں انکو حظیرہ قربت میں فرش حشمت
و انبساط کے گرد طواف حاصل ہوتا ہے پس یہاں سے ہر شہر نے جب اسکو دیکھا و مشاہدہ کیا اور انکا کشف حاصل ہوا تو اسکا حج اس سے آپکی طرف اور اسی سے اسیکے ساتھ اور اسیکے ساتھ ہی
جانا اور اسکی طرف سے اسیکے واسطے ہو جانا پس اسکی شان عجیب و غریب ہے اور بعض اکابر نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے کسی عبادت میں بندوں کو یوں خطاب نہیں فرمایا کہ لِلّٰہِ
علی الناس یعنی اللہ تعالیٰ کے واسطے اسپر واجب ہے سوائے حج کے کہ اسمیں یوں ہی خطاب فرمایا ہے اور اسمیں چند فوائد ہیں منجملہ اسکے ایک یہ کہ عبادتوں میں سے کوئی عبادت
ایسی نہیں کہ جسمیں مال و نفس دونوں کی شرکت ہو سوائے حج کے لہذا اسکو اسوجہ خطاب سے بیان فرمایا ہے - اور بعض نے کہا کہ اسمیں چونکہ اشارت قیامت تھے مانند تجرید
و وقوف وغیرہ کے تو لِلّٰہِ علی الناس - کہکر فرمایا تاکہ اسکا باطن قیامت کے موقف اکبر کیواسطے مستعد ہووے جیسا کہ ظاہر اس موقف حج کیواسطے مستعد ہوا ہے اور اسکا
سامان جمع کیا ہے - اور بعض نے حکایت کی کہ ایک شخص حضرت شبلی رح کے پاس آیا ہے انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں جاتا ہے اسنے کہا کہ حج کو جاتا ہوں فرمایا کہ یہ دونوں
ظروف رحمت سے بھر لینا اور لانا کہ حج سے ہمارا حصہ ہوگا جو آویگا ہم اسکے سامنے کرینگے اور جو اسکو دیکھیگا اسکی زندگی کا باعث ہوگا وہ شخص کہتا ہے کہ پھر میں انکے پاس
سے روانہ ہو کر پہونچا اور میں حج کر کے واپس ہو کر پھر جب انکے پاس گذر ہوا تو مجھسے فرمایا کہ تو نے حج کر لیا میں نے کہا کہ ہاں - فرمایا کہ کیا کام کیا میں نے کہا نہایا دھویا
احرام باندھا دو رکعتیں پڑھیں تلبیہ کہا فرمایا تو نے اس سے پہلے حج کا انعقاد کیا میں نے کہا کہ ہاں - تو فرمایا کہ بھلا تو نے اپنے اس عقد حج سے پہلے تمام عقدے جو تو نے پہلے
باندھے تھے ان عقدوں میں سے جو اس عقد سے کسیوجہ سے مخالفت رکھتے تھے فسخ کر ڈالے میں نے کہا کہ نہیں تو فرمایا کہ تو نے حج کا انعقاد ہی نہیں کیا پھر فرمایا کہ پھر
تو نے اپنے کپڑے اتارے - میں نے کہا ہاں فرمایا ہر فعل سے جو تو نے کیا تھا مجرد ہو گیا میں نے کہا نہیں - فرمایا کہ تو نے یہ کپڑے نہیں اتارے فرمایا پھر تو نے غسل کیا میں نے کہا ہاں
فرمایا تو نے اپنے سے ہر علت دور کر دی میں نے کہا نہیں - فرمایا پھر تو نے طہارت نہیں کی - فرمایا پھر تو نے تلبیہ کہا میں نے کہا ہاں فرمایا تو نے اپنی تلبیہ کا جواب پایا تھا
میں نے کہا نہیں - فرمایا کہ پھر تو نے تلبیہ بھی نہیں کہا فرمایا پھر تو حرم میں گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا تو نے اپنے داخل ہونے سے ہر حرام کی ہوئی چیز کا ترک کرنا اعتقاد
کیا تھا میں نے کہا نہیں - فرمایا کہ تو حرم میں داخل نہیں ہوا فرمایا پھر تو مکہ پر ظاہر ہوا میں نے کہا ہاں - فرمایا تیرے مکہ میں ظاہر ہونیکے ساتھ تجلی جناب عزت تجھپر اسطرح ظاہر ہوئی
میں نے کہا کہ نہیں - فرمایا کہ تو مکہ سے بھی مشرف نہوا - فرمایا کہ تو مسجد حرام میں گیا تھا میں نے کہا ہاں - فرمایا کہ داخل ہونے پر تجھے یقین ہے اسکی قربت معلوم ہوئی میں نے کہا
کہ نہیں - فرمایا تو مسجد میں نہیں داخل ہوا - فرمایا تو نے کعبہ دیکھا میں نے کہا ہاں - فرمایا جو تیرا مقصود تھا وہ دیکھ لیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نے کعبہ نہیں دیکھا - فرمایا طواف میں
تین پھیرے دوڑا اور چار پھیرے چلا میں نے کہا ہاں - فرمایا تو دنیا سے بھاگا تو نے اس سے جانا کہ دنیا سے الگ ہو گیا اور اس سے جدائی کر لی اور اخیر کے چار پھیرے سے جان لیا کہ تجھے
بھاگنے سے امن ہو گئی پس تو نے اللہ تعالیٰ کا مزید تشکر کیا میں نے کہا نہیں - فرمایا کہ پھر تو نے طواف نہیں کیا - فرمایا کہ تو نے حجر اسود کا بوسہ دیا میں نے کہا ہاں - فرمایا تیری
خرابی بیان کیا گیا ہے کہ جسنے حجر اسود سے مصافحہ کیا اسنے حق عزوجل سے مصافحہ کیا اور جسنے حقتعالیٰ سے مصافحہ کیا وہ محل امن میں آگیا بھلا تیرے قلب پر امن کا اثر ظاہر ہوا میں نے
کہا نہیں فرمایا تو نے مصافحہ نہیں کیا - فرمایا دو رکعتیں پڑھیں میں نے کہا ہاں - فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا اور مقصود نظر آیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نے خلیفہ مقام
نماز نہیں پڑھی فرمایا تو صفا کو گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا کیا کام کیا میں نے کہا اسپر تکبیر کہی - فرمایا صفا پر چڑھنے سے اور رب عزوجل کی تکبیر کہنے سے تمام جہان و مخلوق تیری چشم بصیرت میں

ہیچ ہوئی میں نے کہا نہیں - فرمایا تو صفا پر نہیں چڑھا - فرمایا تو نے درمیان صفا و مروہ میں سعی کی میں نے کہا ہاں - فرمایا تو اسکی طرف بھاگا میں نے کہا کہ نہیں - فرمایا
تو نہیں دوڑا - فرمایا کہ مروہ پر کھڑا ہوا میں نے کہا ہاں - فرمایا تجھپر سکینت کا نزول ہوا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو مروہ پر نہیں کھڑا ہوا - فرمایا تو منی کیطرف نکلا
میں نے کہا ہاں - فرمایا تیری تمنا تجکو ملی میں نے کہا نہیں - فرمایا تو منی کو نہیں نکلا - فرمایا تو مسجد الخیف میں گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا تجھپر خوف جدید داخل
ہوا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نہیں داخل ہوا - فرمایا تو عرفات کو گیا تو مشعر الحرام کو گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا بھلا تو نے اللہ تعالیٰ کا ایسا ذکر کیا کہ ماسوائے اسکے
سب تجھے فراموش ہوگیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نہیں گیا - فرمایا تو نے جانا کہ تجھے کیا جواب ملا اور کیا تجھے خطاب ہوا میں نے کہا نہیں فرمایا تو مشعر الحرام نہیں گیا فرمایا
تو نے قربانی کی - کہا ہاں - فرمایا اپنی خواہشوں و ارادوں کو رضائے حق میں ذبح کر ڈالا - کہا نہیں - فرمایا تو نے قربانی نہیں کی - فرمایا تو نے کنکریں ماریں - کہا ہاں
فرمایا اپنی جہالت پھینکدی اور اس علم کا شکر ادا کیا کہا نہیں - فرمایا تو نے نہیں کنکریاں پھینکیں فرمایا تو نے طواف زیارت ادا کیا - کہا ہاں - فرمایا تجھے حقائق کا کچھ
انکشاف ہوا اپنے اوپر زیارت کرامات دیکھیں جو زیارت سے ملتی ہیں کیونکہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ حاجی اور عمرہ ادا کرنیوالے اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنیوالے ہوتے ہیں - اور
جسکی زیارت کی اسپر حق ہے کہ زیارت کرنیوالے کی تکریم کرے - میں نے کہا یہ تو نہیں ہوا فرمایا تو نے زیارت نہیں کی فرمایا تو نے حلال کیا - کہا ہاں - فرمایا حلال کھانے پر
مصمم عہد کر لیا کہا نہیں - فرمایا تو نے حلال نہیں کیا - فرمایا تو نے وداع کیا - کہا ہاں فرمایا تو اپنے نفس روح سے بالکلیہ خارج ہوگیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نے وداع نہیں کیا
تو نے کچھ حج نہیں کیا تجھپر واجب ہے کہ دوبارہ حج کر جسوقت تیرا جی چاہے اور جب تو حج کرے تو اسمیں کوشش کر کہ تیرا حج ایسا ہو جیسا میں نے تجھسے وصف کیا ہے حضرت شیخ عبد الرحمٰن
السلمی کہتے ہیں کہ جب میں بغداد میں شیخ حصری رحمہ اللہ کی خدمت میں پہونچا تو مجھسے فرمایا کہ تو حاجی ہے یعنی حج کا قصد کرتا ہے میں نے کہا کہ میں
قصد کیا چاہتا ہوں - فرمایا کہ کیا حج کے فرائض میں سے چار باتیں یقین ہیں ایک احرام دوسرا دخول بلفظ تلبیہ ہے میں نے کہا ہاں - فرمایا تلبیہ تو اجابت ہے یعنی پکارا
جاوے تو جی ہاں حاضر ہوں کہکر جواب دے میں نے کہا درست ہے - فرمایا بے بلائے جواب دینا بے ادبی ہے میں نے کہا درست ہے - فرمایا پھر کیا تجھے بلایا جانا
تحقیق ہوگیا کہ تو نے جواب دیا - پھر فرمایا کہ احرام تو تجرید ہے ہر چیز سے اور تجرید بدون تفرید کے پوری نہیں ہوتی ہے میں نے کہا درست ہے پھر فرمایا کہ ایک بات ارکان
حج میں سے وقوف عرفہ ہے میں نے کہا ہاں - فرمایا تو اسمیں سخت کوشش کر کہ وہ مباہات کا مقام ہے پھر دیکھ کہ طواف میں تو کس حال سے ہوتا ہے اور بات یہ کہ طواف جناب
باری سے قربت کا مقام ہے پس تو درگاہ کبریائی میں حسن ادب سے داخل ہو پھر سعی درمیان صفا و مروہ کے اور وہ ایسا مقام ہے کہ وہاں امن سے اسکی طرف بھاگنا ہوتا ہے یا سواء کہ
اسوائے حق کے سب سے بیزار ہو پس خبردار رہ کہ بعد اس سعی کے تجکو ہر دو جہان سے اور جو کچھ ان میں ہے کسی سے کچھ تعلق نہ ہووے اور شیخ نے فرمایا کہ میں نے محمد بن الحسن البغدادی
سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے محمد بن احمد بن سہل رح سے سنا اونھوں نے سعد بن عثمان رح سے انھوں نے عبد الباری سے سنا کہ حضرت ذو النون
مصری رح سے سوال کیا گیا کہ وقوف کی جگہ مشعر الحرام کیوں مقرر ہوا اور حرم کیوں نہیں مقرر ہوا تو ذو النون رح نے فرمایا کہ اسکا بھید یہ ہے کہ کعبہ تو بیت اللہ تعالیٰ کا ہے اور
حرم اسکا حجاب اور مشعر الحرام اسکا دروازہ ہے پھر جب حاضر ہونیوالوں نے قصد کیا تو پہلے دروازے پر روکے گئے وہاں تضرع و الحاح کرتے رہے یہانتک کہ آگے آنے کی
اجازت مانگی ہے پھر دوسرے حجاب پر روکے گئے اور وہ مزدلفہ ہے پھر جب انکی نہایت عاجزی و زاری پر نظر رحمت ہوئی تو قربان کرنیکا حکم ملا جب باقی کی اور آلودگیاں دور کیے
کیے اور ان گناہوں سے پاک ہوئے جو انکے حق میں پردہ تھے تب انکو اجازت ملی کہ اب زیارت کے قابل ہیں پس وہ پاک و طاہر ہو کر زیارت سے مشرف ہوتے ہیں

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ
تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو ہے جو تم کرتے ہو تو کہہ اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ
اللہ کی راہ سے ایمان لانے والے کو ڈھونڈتے ہو اسمیں عیب اور تم خبر رکھتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں تمھارے کام سے

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ - القرآن - کہدے کہ اے اہل کتاب کیوں آیات الٰہی سے انکار کرتے ہو یعنے
قرآن سے اور یہ ظاہر ہے اور اشارہ اس میں حج خانۂ کعبہ کے فرض ہونے سے انکار کی طرف ہے کیونکہ وہ اس سے انکار کرتے تھے اور انکار اسکے فرض
ہونے کا کفر ہے اور بعض نے کہا کہ آیات اللہ سے مراد محمد صلعم ہیں اور بعض نے مخصوص آیات حج مراد لیں - اور یہ خطاب یہود و نصاری کو ہے اور بعض نے
کہا کہ انکے علما کو جو صدق آیات سے آگاہ تھے اور اس میں دلیل ہے کہ انکا کفر واضح تر ہے اگرچہ وہ اپنے آپکو توریت و انجیل پر مومن جانتے تھے - وَاللّٰهُ
شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ - اور اللہ تعالے تمھارے اعمال پر شاہد ہے ف شاہد ہونے کی تہدید سے مراد یہ ہے کہ تمکو اسکی سزا دیگا -
قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ - تصرفون - کہدے کہ اے اہل کتاب کیوں پھیرتے ہو ف پہلی آیۃ میں تو خود انکے اپنی ذات
سے کافر ہونے کا حال بیان کیا اور اس میں انکے دوسرون کو روکنے کا حال فرمایا کہ تم کیوں روکتے ہو عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - دینہ - راہ خدا سے یعنی
دین قیم اسلام سے - مَنْ اٰمَنَ - ہر ایسے شخص کو جو ایمان لایا ف بتکذیبکم النبی وکتم نعتہ - اسطرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے
ہو اور آپکی صفت کو چھپاتے ہو کیونکہ یہود کمبخت حسد سے کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر و بشارت پہلے نہیں مذکور ہے اور آپکی صفت و
نعت جو توریت و انجیل میں مذکور تھی اسکو چھپاتے بلکہ وہ آیات نکالکر دیگر انبیا علیہم السلام کیساتھ لاتے اور بعضے کہتے کہ عرب سے جو پیغمبر آخر الزمان
ہونگے وہ سیاہ رنگ اور ایسے ویسے ہونگے یعنی آپ کی اصلی تعریف میں تحریف کرتے تھے - پھر من آمن سے یا تو ایمان لائے ہوئے مراد ہیں جس
یہود اپنے حیلہ و مکر کرتے تاکہ انکے دل میں شبہہ ڈالیں یا من اراد الایمان مراد ہیں تو انکو جو ایمان لانا چاہتے تھے ایسے ہی شک و شبہہ ڈالکر
روکتے اور ظاہر یہ ہے کہ عام مراد لیجاوے جیسے حنفیہ عموم مجاز کے قائل ہیں تَبْغُوْنَهَا - تطلبون لسبیل عِوَجًا مصدر بمعنی معوجۃ مائلۃ
عن الحق - حالانکہ طلب کرتے ہو راہ کو عوجا ف یہ لفظ مصدر ہے اور بمعنی اسم مفعول کے ہیں اے معوجۃ یعنی حق سے پھری ہوئی راہ مصدر
ہونے کی وجہ سے تا تانیث نہیں آئی - اور ابو عبیدہ نے کہا کہ عوج بالکسر تو دین و قول و عمل میں مستعمل ہے اور بالفتح دیوار وغیرہ کے ساتھ
مستعمل ہے الحاصل تم لوگ دین کو کج ڈھونڈھتے ہو - وَّاَنْتُمْ شُهَدَاۤءُ - علماء بان الدین المرضی القیم ہو دین الاسلام کما فی کتابکم
حالانکہ تم لوگ شاہد یعنی عالم ہو - خوب جانتے ہو کہ دین پسندیدہ قیم وہ دین اسلام ہے جیسا کہ انکی کتاب میں مذکور ہے اور حاصل یہ ہے کہ تم کیونکر کجی
طلب کرتے ہو دین اسلام کے حق میں حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہی دین الٰہی ہے یعنی اللہ تعالی اسکے سوائے کوئی دین قبول نفرماویگا - اور
بعض نے کہا کہ تم کیونکر دین اسلام کو حق جانکر اسمیں کجی چاہتے ہو اور مومنون کے درمیان فساد و فتنہ ڈالتے ہو پھر انکو وعید سخت سے تہدید کی -
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ - من الکفر والتکذیب وانما یوخرکم الی وقتکم فیجازیکم - اور اللہ تعالی خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو ف
یعنی کفر اور پیغمبر صلعم یا آیات اللہ قرآن کو جھٹلانا اور سوائے اسکے نہیں کہ تمکو تمھاری موت تک تاخیر دیتا ہے پھر تمکو سزائے کامل دیگا - اور اولی یہ
ہے کہ یون کہا جاوے کہ اللہ تعالی جانتا ہے جو تم مومنون میں یا ایمان کا قصد رکھنے والوں میں فتنہ و شبہہ ڈالتے ہو اور دین اسلام میں عوجاج طلب کرتے
ہو - اگر کہا جاوے کہ پہلی آیۃ کریمہ کو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیہ کو وما اللہ بغافل عما تعملون پر ختم کیا اسمیں کیا حکمت ہے تو جواب دیا گیا کہ
پہلی آیۃ میں تو انکے ذاتی کفر پر انکا ہے جسکو وہ کھلے کھلے کرتے تھے پس اسکو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیۃ میں انکا فعل حیلہ و فریب
تھا کہ جس سے مومنون کو روکتے تھے تو اسکو چھپاتے تھے یہ نہیں ظاہر ہونے دیتے کہ یہ کام ہے پس اعلام کر دیا کہ اللہ تعالی کو سب خبر ہے ذکرہ فی السراج
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ
اے ایمان والو اگر تم مانو گے بعض اہل کتاب کی بات تو پھیر کر دینگے تم کو ایمان لائے پیچھے

إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ○ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ط

منکر　　اور کیسے تم منکر ہو　　اور تم پر پڑھی جاتی ہیں　　آیتیں　　اللہ کی اور تم میں اسکا رسول ہے

وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○

اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو وہ پہونچایا　　سیدھی راہ　　پر

شیخ سیوطی و بغوی و شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحٰق بن یسار وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اوس و خزرج کی شان میں
نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی کہ ایک شخص یہود میں سے جسکا نام مطالم بن شاس بن قیس لکھا بوڑھا عالم یہودی سخت کافر اور مسلمانوں پر سخت طعن نے
والا اتحاد وہ اوس و خزرج پر گذرا۔ اور اوس و خزرج دو گروہ انصار کے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے کے دشمن اور آپس میں سخت لڑا ئیاں لڑتے
تھے اور بعد اسلام کے آپس میں دوست ہو گئے پس انمیں سے کچھ لوگ اپنی مسجد میں بیٹھے آپس میں باتیں کرتے تھے (قال ابن کثیر) پس یہ اتفاق و الفت
انکی دیکھکر اس یہودی کو رنج ہوا پس اسنے اپنے ساتھ کے ایک جوان یہودی کو بھیجا کہ انمیں جا کر بیٹھے اور انکو وہ لڑائیاں یاد دلاوے جو زمانہ جاہلیت میں
انکے درمیان ہوئی تھیں خصوص یوم بعاث کی کہ آخر لڑائی ہے (فی المعالم) اور جو اشعار اس لڑائی میں کہے گئے تھے وہ سنا دے اور یہ لڑائی نہایت سخت ہوئی
تھی اور اسمیں اوس کو فتح حاصل ہوئی تھی (قال ابن کثیر) پس اس جوان یہودی نے یہی کیا اور برابر انکے درمیان یہی تذکرہ کرتا رہا یہانتک کہ ان قوموں نے
باہم فخر کیا اور غضب انکا جلد کا اور سب جوش میں آ گئے اور جو انکا شعار تھا اس سے آپس میں ہر فریق والے نے اپنوں کو آواز دی اور اپنے ہتھیار مانگے اور میدان حرہ میں
وعدہ گاہ مقرر کی پس یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار کو لیے ہوئے آئے اور انکو ٹھنڈا کر دیا اور فرمایا کہ تم جاہلیت کی
پکار سے آپس میں پکارتے ہو اور میں تمھارے سامنے موجود ہوں اور اللہ تعالیٰ نے تمکو اسلام سے بزرگی دی اور جاہلیت تم میں سے دور کیا اور تم میں الفت ڈالدی
اور اسپر یہ آیت پڑھی پس سبکے سب سخت نادم ہوئے کہ یہ ہمنے کیا حرکت کی اور سمجھے کہ یہ نزغہ شیطانی تھا پس ہتھیار پھینکدیا اور رونے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کے
گلے لپٹ گئے اور حضرت صلعم کے ساتھ سر جھکائے ہوئے لوٹ آئے اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا
فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ - اے ایمان والو اگر تم کتابیوں میں سے
ایک فریق (یہودی خبیث) کی بات مانو گے تو یہ فرقہ تم کو تمھارے ایمان کے بعد الٹا کافر کریگا - ف پھر اللہ تعالیٰ نے تعجب لایا بقولہ تعالیٰ
كَيْفَ تَكْفُرُونَ - استفہام تعجب و توبیخ ہے یعنی یہ استفہام انکو تعجب دلانے اور ملامت کے طور پر ہے کہ تم کیونکر کفر کی بات کرتے ہو - وَ
أَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ - حالانکہ تمھاری شان یہ ہے کہ تمپر آیات الٰہی تلاوت کی جاتی ہیں وَفِيكُمْ رَسُولُهُ - اور تم میں اللہ
تعالیٰ کا رسول پاک (محمد) موجود ہے پھر بھلا کون صورت ہے کہ کفر پیدا ہو - وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ
اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے لے لے وہ راہ مستقیم کو پہونچا دیا گیا ف پس ان دونوں گروہ نے اللہ تعالیٰ کے رسول و قرآن کو مضبوط پکڑ
لیا اور فتنہ فرو ہو گیا۔ بعض علما نے ذکر کیا کہ انکے اس ثوران و جوش میں چند فوائد تھے اول آنکہ کفار سے خلط اسقدر سخت مضر ہے اور یقین ہو گیا
کہ یہود انکے دین کے دشمن ہیں دوم بندگان مطیع ایسے ہوتے ہیں کہ بعد یاد دلانے کے فوراً نادم ہوتے ہیں سوم یہود کے دلمیں مایوسیت اور انکے
اتفاق کا یقین اور غیظ زیادہ ہو - چہارم کیونکر اسنے مدت میں یہ فتنہ ابھارا اور کیونکر اللہ تعالیٰ نے رحمت سے دم میں فرو کر دیا اور اسیواسطے ابن
جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت لایا کہ میں نے ایسا کوئی دن نہیں دیکھا کہ اول اوسکا تو ایسا قبیح ہوا اور آخر اوسکا ایسا نیک ہو - اور قولہ تعالیٰ وکیف تکفرون
وانتم تتلی علیکم آیات اللہ - میں اشارہ ہے کہ تلاوت قرآن مجید سے ایسی صفائی قلب کو حاصل ہوتی ہے کہ شیطانی وسواس خود بخود دور ہو جاتے ہیں

اسیواسطے تعجب وسرزنش دونون مین کہ یہ تعجب ہی کہ تمپر آیات اللہ پڑھی جاوین اور پھر یہ فتنہ دوم آنکہ تم کیسی تلاوت والے ہو کہ تمکو تدبر نہین ہوا حتی
کہ شیطان نے یہ راہ پائی - پس بعد اس آیت کے ہمیشہ کے واسطے انصار کے دلون سے جو کچھ میل آپس کا تھا بالکل نکل گیا - قولہ وفیکم رسولہ - وجود بابرکت
حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی عین رحمت تھا - اب بعد آپ کے آپکی عترت طاہرہ و اہل بیت مین تھا اسیواسطے آپ نے اپنے بعد کیلیے دو چیزون کی
وصیت کی ایک قرآن مجید دوم آل اطہار اور فرمایا کہ انکو مضبوط پکڑے رہو تو گمراہ نہو گے اور **زجاج** نے معانی قرآن مین اشارہ کیا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار و علامات موجود ہونا اب بھی بمنزلہ آپ کے وجود شریف کے ہی اور **مترجم** کہتا ہی کہ میرے نزدیک آنحضرت صلعم کی احادیث
پاک کی تبعیت اور تعظیم سے بڑی برکت و اثر ہی اور **امام ترمذی** رحمہ اللہ نے اپنی جامع کی صفت مین خود فرمایا کہ جس گھر مین ہو گویا اس مین
نبی صلی اللہ علیہ وسلم باتین کرتے ہین پس چاہیے کہ تقوی و زہد و حسن اخلاق کی حدیثین اور مذمت تکبر و غرور و ریا و شرک وغیرہ کی احادیث کو ان
کتابون سے بے تکلف لیوین اور انپر عمل کرین اور رہین احادیث احکام نماز و روزہ و حج و زکوۃ وغیرہ کی جنمین حدیثون کو ملاکر توفیق دینے
وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہی انمین یہ روا ہی کہ فقیہ مجتہد کی سمجھ پر عمل کرین اور یہ تو بہت تھوڑی حدیثین ہین اور جنکو بے تکلف لے سکتا ہی وہ بہت ہین
اور بڑا باب دین کا انسے متعلق ہی فلیعمل العاملون واللہ الموفق - اور تمام نصیحت اس مختصر آیت مین جمع فرمادی قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ
فقد ہدی الی صراط مستقیم جس نے چنگل مارا و مضبوط پکڑ لیا اللہ تعالی کے ساتھ اسنے ضرور راہ مستقیم کی ہدایت پائی پس جو شخص وہ کرے جو اللہ
تعالی نے فرمایا اور کسی طرف نہ جھکے وہ یقینی راہ راست پر واصل و کامل ہوگا چاہیے اسکی سمجھ و عقل کچھ ہی کیون نہ کہے اس کو روا نہین کہ
اللہ تعالی کے فرمان سے ذرا بھی تجاوز کرے کیونکہ اسکی عقل جزوی ہی اور وہم و شیطان مین پھنسی ہوئی اسکا کیا اعتبار ہی اور جان رکھنا چاہیے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی اسی مین داخل ہی کیونکہ وہ عین ترجمان الٰہی ہی ف اشارہ عرائس مین ہی کہ قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ
جمیع وجوہ ظاہر و باطن سے اعتصام محقق ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - **اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك واعوذ بمعافاتك**
من عقوبتك واعوذ بك منك لا احصی ثناءً علیك انت کما اثنیت علی نفسك - یعنی الٰہی مین تیرے خشم سے تیری ہی رضا
کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے عقوبت سے تیری ہی عفو کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے ہی ساتھ تجھسے پناہ لیتا ہون مین کچھ تیری ثنا و صفت
نہین ادا کرسکتا بلکہ تیری شان وہ ہی جو خود تو نے اپنا وصف فرمایا ہی - (الصحیحین) اور اسوقت مین آنحضرت صلعم مشاہدہ جلال و جمال و کمال و
قدم و بقاء و جبروت و کبریا مین تھے اسطرح کہ وجود حق عز و جل کی معرفت پوری تھی اور علوم قضا و قدر کے سمندر مین غرق تھے اور اسکی عجائب قدرت
سے دیکھا تھا جو کچھ دیکھا تھا اور اسکے بعض اسرار و ارادہ سے اطلاع حاصل ہوئی تھی پس اللہ عز و جل پاک بے نیاز کی جناب مین اس سے اسکی طرف
پناہ لی اور نیز - جسنے اللہ تعالی کے ساتھ اعتصام کیا اللہ تعالی اسکو اسکے نفس کے عیب جاننے کی راہ دکھلاتا ہی اور شیطان کے باریک مکر کی
شناخت کی ہدایت فرماتا ہی اور قلب کے اخلاق اور روح کے شمائل و عقل کے اوصاف اور امور معاملہ و تحقیقت حالات و طلب مکاشفات و اطلاع
مشاہدات و ملائکہ و علوم الہام و فراسات کی اسکو ہدایت کرتا ہی اور ان خصلتون کے حاصل ہونے سے وہ مقام تمکین مین جو مستقیم راہ ہی
مین سے نہایت استوار مستحکم ہوتا ہی - اور نیز اعتصام یہ ہی کہ قلب تمام اسباب و ارباب سے منقطع ہوا اور اللہ تعالی کی طرف عاجزی کرے کہ
مین اپنے حول و قوت سے بیزار ہون اور جسنے مخلوق سے طلب کے حیلے قطع کر دیے اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان سے پردے اٹھ گئے ہوئی
اور معرفت سے پہلے اعتصام محال ہی اور مشاہدہ سے پہلے معرفت محال ہی اور جسنے معرفت کیسا تھ حق عز و جل کو مشاہدہ کیا وہ اپنی تمام
مراد مین اسکے ساتھ اعتصام کرتا ہی اور **شیخ ابن عطا** رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص تمام ماسوی اللہ تعالی سے منہ موڑ کر خالص اللہ تعالی ہی کیطرف

محتاج ہوا تو اسکے لیے حق کا راستہ کشادہ ہوتا ہے اور یہ راستہ اقوم ہے۔ اور شیخ جعفرؒ نے فرمایا کہ جسنے اسکو سچا مانا وہ اسکے ساتھ تمام مخلوق سے مستغنی ہوتا ہے۔ اور واسطیؒ نے فرمایا کہ قولہ من یعتصم باللہ۔ تو پیشواؤن کے واسطے ہے اور قولہ اعتصموا بحبل اللہ۔ یہ عوام کے واسطے ہے اور اعتصام تو یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو اُسکے سایہ اور گود مین دیکھے اور حسن قیام پر اُسکے ساتھ ہو اسکے دست قدرت مین ہو پس سب سے الگ تو اعتصام ہے اور تصدیق موجب اعتصام ہے اور بعض نے فرمایا کہ اعتصام یہ ہے کہ اُسکی طرف التجا کرکے اپنے حول و قوت سے خارج ہو اور اسکے حکم کی طرف سکون ہوا اور اللہ تعالے کی مراد مین ٹھہراؤ ہو قال المترجم یعنی جو کچھ اللہ تعالے نے قضاء و قدر کے موافق بندے کے حق مین ارادہ فرمایا ہے اسکو تسکین سے لیوے اور اسی پر راضی ہوا اور اپنے نفس کے اضطراب سے خارج ہو۔ شیخ ابوبکر وراق نے فرمایا کہ اعتصام کی علامت تین چیزین ہین ایک تو دل کو مخلوق کی مددگاری سے توڑ لینا اور یہ امید نرکھنا کہ کوئی مخلوق ہماری معونت کرے دوم یہ کہ بالکلیہ حضرت رب العالمین کی طرف پھیر دینا اور سوم یہ کہ ہمیشہ اللہ تعالی کی طرف سے کشایش کا امیدوار ہونا۔ اور شیخ ابوسعید خرازؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالی پر ایمان لایا وہ اہانت نہ کیا جائیگا اور جس شخص نے کہ اس سے اعتصام کیا اسکو ہزیمت نہوگی اور فرمایا کہ نفس کو صلاح کی طرف پھیرنا کسی چیز سے ممکن نہین سواے حکمت اور علم اور مجاہدہ و عاجزی کے کہ ان چیزون سے البتہ نفس کی صلاح ہوتی ہے اور ان سب کی جڑ یہ ہے کہ اللہ تعالی کیساتھ اعتصام ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر مسلمان اور مضبوط پکڑو رسّی اللہ کی

جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

سب ملکر اور آپس سے نہ پھوٹو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس مین دشمن پھر الفت دی تمھارے دلون مین

فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ

اب ہو گئے اسکے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے پھر تم کو اُس سے خلاص کیا۔ اسی طرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

کھول بیان کرتا ہے اللہ تمپر نشانیان اپنی شاید تم راہ پاؤ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ۔ اے ایمان والو اللہ تعالی سے حق تقوی کرو ف حدیث مین ہے کہ بان یطاع فلا یعصی ویشکر فلا یکفر و یذکر فلا ینسی فقالوا یا رسول اللہ من یقوی علی ہذا فنسخ لقولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم۔ یعنی حق تقاۃ یا ین طور کہ اطاعت کیجاوے اللہ کی پس اسکی نافرمانی نہ کیجاوے اور شکر کیا جاوے پس ناشکری نہ کیجاوے اور یاد کیا جاوے پس نہ بھولا جاوے پھر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسا کرنے پر کسکو طاقت ہے پس منسوخ کیا گیا بقولہ تعالی فاتقوا اللہ ما استطعتم پس تقوی کرو اللہ کا جہانتک تم مین استطاعت ہو۔ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ۔ موحدون۔ اور مت مرو مگر اس حال مین کہ تم توحید کرنیوالے ہو ف تقاۃ مصدر ہے اور حق تقاتہ اضافت بموصوف ہے اصل میں تقاتہ الحق تھا ای ایسا تقوی کہ جو اسکے واسطے حق و ثابت ہے اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ جب یہ آیت اُتری تو صحابہؓ پر یہ شاق گذرا اور بولے کہ یا رسول اللہ یہ کون کر سکتا ہے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ فاتقوا اللہ ما استطعتم پس یہ آیت منسوخ کردی یہی قتادہ و ربیع بن انس و ابن زید سے مروی قال ابن کثیر یہی قول سعید بن جبیر و ابو العالیہ و مقاتل و سدی وغیرہ سے مروی ہے اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور تقوی کی جو تفسیر کی وہ حاکم نے ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے اور ایسا ہی

ابن مردویہ نے روایت کی اور ابن ابی حاتم نے اسکو ابن مسعودؓ سے موقوفاً انکا قول روایت کیا اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور کہا کہ اظہر یہی ہے کہ حدیث موقوف ہے واللہ اعلم۔ اور مفسرؒ نے جو کہا کہ فقالوا۔ تقاۃ تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس آیت کے اترنے پر صحابہؓ نے کہا کہ پس تفریع نزول آیۃ یہ ہے کہ اس تفسیر تقوی پر کیونکہ تفسیر مذکور کے بعد انکا یہ کہنا مروی نہیں ہوا ولیکن اسمین اشارہ ہے کہ جو تفسیر تقوی کی مذکور ہوئی ہے وہ استطاعت سے باہر ہے پس اسکے منسوخ ہونے کا قول اقرب ہے۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ نہین ہوئی ولیکن حق تقوی یہ ہے کہ جہاد کرین اسکی راہ مین حق جہاد اور انکو اللہ تعالے کے معاملہ مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت مانع نہو اور عدل پر قائم ہون اگرچہ اپنی جانون اور اپنے آباء و اجداد اور اپنے فرزندون کے حق مین ہو۔ اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ قولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم اسکا مبین ہے اور معنی یہ ہین کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ ما استطعتم۔ اور کہا کہ یہی قول صوب ہے اسواسطے کہ نسخ وہان بضرورت ہے جہان جمع کرنا ممکن نہو اور یہان دونون آیتون مین اتفاق ہوگیا جیسا کہ بیان ہوا مترجم کہتا ہے کہ اسمین شک نہین کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ۔ اپنے اطلاق پر سب وجوہ تقوی کو خواہ داخل استطاعت ہو یا نہو شامل ہے اور ما استطعتم کی قید لگانے سے دوسری شق عدم استطاعت کی جاتی رہی پس یہ اصطلاحی نسخ نہین قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ تخصیص بنا بر ایک رائے کے ہوسکتا ہے سو وہ بھی نسخ فی حق البعض ہے لہذا بظاہر صوب یہی ہے جو مفسرؒ نے اختیار کیا واللہ اعلم اگرچہ روایت علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ قابل دلالت ہے اور علی بن ابی طلحہ اس روایت مین منفرد نہین ہین بلکہ مجاہدؒ نے بھی ایسا ہی کہا پس بااصل تفسیر انھون نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا ہوگا واللہ اعلم اور بعض نے حق تقاتہ کی تفسیر مین کہا کہ تقوے واجب ادا کرے یعنی جو فرض ہے اسکو ٹھیک ادا کرے اور جو حرام قرار دیا ہے اس سے پورا پرہیز کرے۔ پھر قولہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ استثنا مفرغ از اعم الاحوال ہے یعنی لا تکونوا علی حال سوی حال الاسلام یعنی جب مرو تو کسی حال مین نہو سوائے حال اسلام کے اور مجاہدؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے یہ آیت پڑھی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ اور فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ اس دنیا مین ٹپکے تو اہل دنیا کی زندگانی بگاڑ دے پس ان لوگون کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا کچھ نہین سوائے زقوم کے رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم والترمذی وقال حسن صحیح۔ اور جابرؓ سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے آپ کی موت کے تین روز پہلے آپ سے سنا کہ تم مین کوئی نہ مرے مگر اس حال مین کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ ظن نیک رکھتا ہو رواہ احمد و مسلم۔ اور صحیحین مین حضرت ابوہریرہ کی حدیث مرفوع مین بھی اللہ عزوجل سے حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مین بندے کے اس گمان پر اسکے ساتھ ہون جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے۔ وَاعْتَصِمُوا۔ تمسکوا۔ اور مضبوط پکڑو بِحَبْلِ اللّٰہِ۔ ای دینہ۔ اللہ تعالی کی رسی یعنی دین کو ف حبل اللہ سے مراد دین اسلام ہے جیسا کہ ابن زیدؒ سے مروی ہے اور حبل در اصل رسی ہے یا ہر سبب جس سے مراد کیطرف توصل ہو پس اللہ عزوجل نے انکو حکم کیا کہ دین اسلام پر تمسک کرتے ہین مجتمع و متفق رہین یا حبل اللہ سے قرآن مراد ہے اور احادیث صحیحہ مین قرآن کو حبل اللہ الممدود کے مانند الفاظ سے فرمایا ہے اور قتادہ نے عہد اللہ سے تفسیر کی و معنی متقارب ہین پس قولہ جَمِیعًا کو نصب بنا بر حال کے ہے ای مجتمعین اور قولہ۔ وَلَا تَفَرَّقُوْا۔ بعد الاسلام۔ اور اسلام کے بعد متفرق نہو ف ابوہریرہؓ کی حدیث مین ہے کہ اللہ تعالی تمسے تین چیزون سے راضی ہوتا ہے ایک یہ کہ تم اسکی بندگی کرو اور شرک کچھ نہ کرو دوم یہ کہ اعتصام کرو بحبل اللہ جمیعا اور متفرق نہو سوم یہ کہ والی ملک کو باہم نصیحت کرتے رہو اور تم سے تین چیزون سے سخط فرماتا ہے ایک قیل و قال دوم کثرت سوال سوم اضاعۃ المال۔ رواہ مسلم۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ۔ انعامہ عَلَيْكُمْ۔ یا معشر الاوس والخزرج۔ اور اپنے اوپر اللہ تعالے کے انعام کو یاد کرو ف ای گروہ اوس و خزرج و انعام یہ ہے کہ۔ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً قبل الاسلام۔ جب تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے یعنی اسلام سے پہلے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اوس و خزرج دونون کے

ف [illegible]

بھائی تھے انکی اولاد مین ایک بات پر ایک سو بیس برس تک لڑائیان رہین یہانتک کہ اسلام قائم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو بجھا دیا
اور انمین الفت ڈال دی چنانچہ فرمایا۔ فَاَلَّفَ - جمع - پھر جمع کر دیا - بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ - بالاسلام - تمھارے دلون مین اسلام کے ساتھ
فَاَصْبَحْتُمْ - پس ہوگئے تم - بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا - پھر تم ہوگئے نعمت الٰہی سے بھائی بھائی ف یعنی دین و مددگاری مین آپس مین ایک دوسرے
کے بھائی ہوگئے - اور بر و تقوی پر ایک دوسرے کے مددگار ہوئے جیسا کہ دوسری آیت مین فرمایا - ہو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین والف بین
قلوبہم الآیہ - کذا ذکرہ ابن کثیر - وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا - طرف - حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ - لیس بینکم وبین الوقوع فیہا الا ان تموتوا
کفارا - اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے اسطرح تھے کہ تمھارے درمیان اور گڑھے مین گرنے کے درمیان کچھ باقی نہ تھا مگر یہی کہ تم کافر
مرجاؤ - فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا - بالایمان - پس اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے نکال لیا باین طور کہ تم کو ایمان دیدیا - كَذٰلِكَ - کما بین لکم ما ذکر
ببیبہ النعام تمپر ظاہر کیا - اسی طرح - يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ - اللہ تعالیٰ تم پر اپنی آیات ظاہر فرماتا ہے
تاکہ تم ہدایت پاؤ - یعنی تم ہدایت پر ثابت رہو اور مضبوطی حاصل کرو - ف عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ
حق تقاتہ - اور نیز حق تقوی یہ ہے کہ جو عہد مین انکو مضبوطی سے نگاہ رکھے اور اللہ تعالیٰ نے جو حدود حرام و حلال کے مقرر فرمائے ہین انکی
حفاظت کرے اور قضا و قدر جاری ہونے کے وقت رضامندی سے ٹھنڈا رہے اور نیز حق تقوی یہ ہے کہ حق عز و جل کے مشاہدہ کیواسطے
حادثات و مخلوقات کو ترک کرے - اور نیز برگزیدہ بندون کو اپنی تعریف سے حقیقت عین قدم تبلاکر متنبہ کر دیا تاکہ حقیقت عبودیت کو ادا کرکے
حق ربوبیت کو پہچانین اور انپر لازم کر دیا کہ اس عبودیت پر مستقیم رہین پس گویا فرمایا کہ مجھے حق معرفت سے پہچانو اور میرے پاس اسی حال سے آؤ
کہ تم مین استقامت ہو اور تمکو وفات نہ پہونچے مگر اسی حال مین کہ وفات کی جو شرطین ہین وہ تم مین پوری موجود ہون اور یہی معنی ہین قولہ
ولا تموتن الا وانتم مسلمون کے اور قاسم رحمہ نے فرمایا کہ اپنی کوشش کو پورا صرف کر دینا اور طاعت کے موافق عمل کرنا اور راحت کی طرف توجہ
چھوڑنا اور راحت کی طرف تو کوئی راہ بھی نہین ہے کیونکہ واصل ہونے کا پہلا کنارہ تو نفس کا تلف کرنا ٹھہرا ہے - اور واسطی نے فرمایا کہ حق
تقوی یہ کہ جو مواجب عبودیت مین انمین نفس کو تلف کرنا - اور ابن عطا رحمہ نے فرمایا کہ حق تقوی یہ کہ سچائی کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہے بحالت
ہو کہ تیرے دل مین سوائے حق عز و جل کے کچھ نہو - ابن عطا نے فرمایا کہ تقوی کی حقیقت ظاہر مین تو یہ ہے کہ جو حدود اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے
انکو نگاہ رکھے اور باطن مین یہ ہے کہ نیت و اخلاص ہو اور روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا کہ
حق تقوی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیجاوے پھر اسکی نافرمانی نہو اور اسکی یاد کیجاوے پھر کبھی فراموشی نہو اور شکر کیا جاوے کہ پھر کبھی کفران نعمت
نہو قال المترجم - یہ الفاظ اس روایت کے ہین جو ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعودؓ سے موقوفا روایت کی ہے اور شیخ ابو نجیب رحمہ نے فرمایا کہ پورا
تقوی یہ ہے کہ جب کچھ کہے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے کہے اور جب کام کرے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو اور جب نیت ہو تو اللہ تعالیٰ کے واسطے اور
خود اللہ تعالیٰ کے واسطے اور اسی کے ساتھ ہو جاوے اور نیز فرمایا کہ تمام تقوی یہی ہے کہ تمام شبہات سے بچے - مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح
مین حضرت سید عالم صاحب جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شبہات سے بچا وہ اپنے دین کو پاک لے گیا - فرمایا اتقوا اللہ حق تقاتہ
قولہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا - حبل اللہ ہدایت کفایت و رعایت و عبودیت و معرفت و محبت و خدمت و حرمت اور نبی
صلے اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید و سنت نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے پس اللہ تعالیٰ نے جمہور پیران و فائق کے ساتھ اعتصام واجب کر دیا تاکہ اسکی
طرف پہونچ جاوین اور اس سے متفرق نہون کیونکہ جسنے اپنی رائے و تدبیر و معاملہ و مجاہدہ و حیلہ و فکر و استدلال کی طرف رجوع کیا یعنی اسکی

ہدایت وکفایت ورعایت وغیرہ پرنہ ہاوہ سایہ عنایت وکفایت سے کہین دور پڑگیا **شیخ سہل** رح نے فرمایا کہ انھون نے عہد سے تمسک کیا اور
عہد اسکا توحید ہی اور **شیخ ابو یزید** رح نے فرمایا کہ جبتک تو اپنے نفس کو گم نہ کرے اور اپنے خالق سے اعتصام نہ کرے تب تک تیری دعا قبول نہوگی
اور جب تک تو واسطہ امور مین رہیگا تو مخلوق اپنے خالق کی طرف راہ نہین پاتا ہی پھر جب تو نے اسکو اپنے سے طرح دیدیا یعنی کسی امر کے واسطے سے
وصول نچاہا تو اللہ تعالے سے اعتصام کرنے والا ہوگیا اور بعض نے فرمایا کہ اسکی طرف اعتصام یہ ہی کہ بندہ کا دل عہد وفا کرنے پر مائل ہے اور بدون
کمی وکوتاہی کے فرائض ادا کرنے پر جھکے - اور **شیخ ابن عطا** رح نے فرمایا کہ حبل اللہ سر بندہ سے متصل ہی اور حبل اللہ یہی عہد الٰہی اور اس کی
کتاب مجید ہی پس جسنے اسکو مضبوط پکڑلیا وہ واصل ہوگیا اور **شیخ جنید** رح سے پوچھا گیا کہ قولہ تعالی واعتصموا بحبل اللہ کے معنی کیا ہین تو کہا کہ صوفیہ کہتے
ہین کہ اسمین خصوص ہی اور عموم بھی ہی پس اعتصموا باللہ کے یہ معنی ہین کہ حبل اللہ کے ساتھ اعتصام کرنے سے تم اللہ تعالے کے ساتھ اعتصام کرو **قال المترجم**
حاصل یہ کہ خاص لوگون کو تو اعتصموا باللہ فرمایا اور عام کو اعتصموا بحبل اللہ فرمایا ہی - اور بعض نے کہا کہ اعتصموا بحبل اللہ کے یہ معنی ہین کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی موافقت پر مجتمع ہو یعنی ہر حال مین آنحضرت صلعم کے قول وفعل سب سے موافقت کرو کہ وہی حبل اوثق ہین اور ظاہر وباطن اور پوشیدہ
وعلانیہ کسی حال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے متفرق نہو - قولہ تعالی واذکروا نعمۃ اللہ علیکم - یعنی اپنے اوپر اس انعام الٰہی کو یاد
کرو کہ معرفت ومحبت کی صفت سے تم کو اپنی طرف راہ دے - قولہ اذ کنتم اعداءً - یعنی بشریت کے گھٹاٹوپ بادل کے نیچے کفر وانکار کے پردہ مین اسکی
توحید کو مشاہدہ کرنے سے دور اسکی دیدار قربت سے محروم پڑے تھے اور وہ وقت دیکھو کہ اللہ تعالے کا حق اور اپنے بھائیون کا حق برباد کرتے تھے اور
کفر کی ذلت مین پھنسے ہوے اپنے نفس کی خواہشین چاہتے اور اپنے بھائیون کی خواہشون کو برباد کرتے تھے اور جاننا چاہیے کہ اصل سبب اسمین
عداوت کا یہی تھا کہ اللہ تعالی نے انکو لباس معرفت سے ننگا رکھا تھا پھر جب انکے اسرار باطنی کو اپنی جناب سے انوار معرفت کی خلعتین عطا فرمائین اور
انکے دلون کو حقائق وصال نے ڈھانپ لیا تو بعض نے بعض پر جمال حق عز وجل کا اثر دیکھا اور بعض رخ بعض پہ عاشق ہوئین جیسا کہ اللہ تعالی
نے فرمایا حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم - اور یہی شرح جو مین نے بیان کی یہی معنے ہین اس قول وتعالی عز وجل کے کہ فرمایا - فالف بین قلوبکم فاصبحتم
بنعمتہ اخوانا - اور نیز یہ اشارہ ہی کہ پھر اللہ تعالی نے تمھارے دلون مین الفت ویدی اسطرح کہ اپنی طرف سے عصمت نورانی تمھارے دلون کو دی اور اپنی
درگاہ باکمال کا جمال کشف فرمایا یہانتک کہ تم سب کے سب مکاشفات وصال کی حقیقت کو پہونچے اور شرف احسان سے تمکو الفت کا دودھ سا
پیالہ ملا اور جمال حبیب سے خوش دل ہوگئے اور تمھارے قلوب سے وحشت کا پردہ اٹھ گیا پس ان سب کا علتین ایک اور مذہب ایک اور حظ ایک ہوگیا
اور اللہ تعالے نے سب کو اخلاص پر جمع کردیا تاکہ انکے اخلاق پر جو میل آگیا تھا اور طبیعت پر کچھ لگاؤ ہوگیا تھا اس سے پاک ہوگئے اور باہمی الفت و
اخلاص کا لباس پہن لیا **قال المترجم** جب حضرت صلعم نے حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی تو انصار رضی اللہ عنہم کو کچھ کم دیا اور جنکی تالیف قلوب
منظور تھی انکو زیادہ دیا پس بعض انصار نے آپسمین کچھ باتین کین جنکی خبر حضرت صلعم کو پہونچی تو خطبہ فرمایا کہ اے گروہ انصار کیا مین نے تمکو گمراہ نہین
پایا تھا کہ میرے ساتھ اللہ تعالی نے تمکو ہدایت دی اور تم آپس سے پھوٹے ہوے تھے کہ میرے ساتھ اللہ تعالی نے تمکو باہم ملادیا الفت سے
تم محتاج تھے کہ اللہ تعالے نے تم کو میری وجہ سے تونگر کردیا جب آنحضرت صلعم کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے کہ اللہ تعالی واسکے رسول کا بہت بڑا
احسان ہی مترجم کہتا ہی گویا اس تصدیق سے انھون نے اپنا حصہ بھرپور کیا خدا داناتر ہی کہ کسقدر لیا فلیتامل فیہا اللہ تعالی نے انکو مخلوقات
کے بغض وفساد سے چھڑا دیا اور انکے دلون سے تفرقہ کے خطرات دور کردیے پس انکو عین الجمع مین ایک کردیا گویا ایک تن ہین پس انکے جمال نے انکو
وفا دیدی اور انکے اخلاص نے انکے دلون کو صفا کا لباس پہنایا پس وفا وصفا کے درمیان وہ سچے بھائی ہوگئے اور محبت مین مخلص ہوگئے

اور آپس کے ساتھ میں انصاف سے رہنے والے ہوگئے اور ایک کو دوسرے کی دوستی بیقین کامل ہوگیا۔ حاصل کلام یہاں یہ ہے کہ برگزیدہ لوگوں کے دلوں میں جو الفت ہوتی ہے وہ انکے مقامات و حالات کے مراتب کے موافق درجہ بدرجہ مختلف ہوتی ہے اور جان رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا کر کے انکو اپنے مشاہدہ قرب میں جمع کیا تو بعض کو مقام توحید سے مشرف کیا اور بعض کو مقام معرفت سے اور بعض کو مقام محبت اور بعض کو مکاشفہ اور بعض کو مقام مشاہدہ اور بعض کو مقام انس و وجد و حالات سے مشرف فرمایا پس الفت ان سب میں اسی اندازہ سے ہے جس قدر ان کے درجوں میں آپس میں نزدیکی ہے مثلاً مقام توحید و معرفت میں قرینہ ہے بہ نسبت توحید و مکاشفہ کے پھر ان سب کو بعض کو بعض پر رحمت و ہدایت و عصمت قرار دیا ہے حدیث میں فرمایا کہ مومنین بمثل عمارت مکان کے ہیں کہ ایک دوسرے کو قوت دیتا ہے۔ پھر جانو کہ جو شخص شہد ازل میں جمیع مقامات کے مدارج سے توفیق یافتہ ہوا وہ اپنے لوگوں میں سب کے نزدیک محبوب و معشوق ہوگا اور سب کا پیشوا ہوگا کیونکہ اسنے اصول حقائق قوم کو پالیا اور سب کے مقامات کی حقیقت کو ادراک کرلیا ہے اور جسنے تمام مقامات کو نہیں پایا تو اسکا حال ایسا نہیں ہوگا پس باہم الفت ہونا تو اگلوں کی صفات سے ہے اور ایک دوسرے سے انکار ہونا پچھلوں کا حال ہے اسواسطے کہ انکی روحیں باہم ایک دوسرے سے محبوب ہوئی ہیں اور یہی حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ارواح جنود مجندہ ہیں پس جنہیں باہم تعارف ہوا انہیں باہم الفت ہوئی اور جنہیں باہم تناساتی نہوئی انہیں پھوٹ پڑی قال المترجم یہ حدیث صحاح میں ہے۔ بعض اکابر نے کہا کہ کنتم اعداء کے یہ معنی ہیں کہ اپنے حظوظ نفس سے لگے رہنے سے تم دشمن تھے پھر فرمایا کہ فالف بین قلوبکم۔ یعنی تمہارے دلوں میں الفت دی بایں معنے کہ حظوظ نفس تم سے زائل کر دیے اور اس سے پھیر کر تم کو حظ حق کی طرف لگا دیا۔ قولہ تعالیٰ وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ یعنی تم امتحان کے واسطے ازلی غضب میں ڈالے گئے تھے اور یہ مراد نہیں کہ حقیقت میں ایسے تھے کیونکہ واقعی تو یہ لوگ خاصان حق سے تھے چنانچہ فرمایا پھر تم کو اس سے نکال لیا اور یہ رضا سے تقدیر ازلی تھی کہ تمہارے شرف و برگزیدگی پر جاری ہوئی تھی کہ تمکو معارف و کواشف سے سرفراز کرے اور یہی فرمایا سبقت رحمتی غضبی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث قدسی صحاح کی روایت سے ہے اور معنے اسکے یہ ہیں کہ حق عزوجل نے فرمایا کہ میری رحمت میرے غضب پر پیش قدم ہے۔ اور بعض محققین نے ہر چیز و ہر حال میں رحمت ثابت کی ہے اور شیخ اکبر نے فتوحات میں سے یہاں تک کہ عذاب کفار میں بھی انھوں نے وجوہ رحمت کی تقریر کی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ جانے ولیکن عموم رحمت تو صحیح ہے بلکہ منصوص ہے کہ فرمایا ورحمتی وسعت کل شیٔ۔ میری رحمت ہر شے کو وسیع ہے اور شے میں سب شامل ہے ولیکن ادراک وجوہ رحمت عوام کا کام نہیں مثلاً جہاد میں قتل کفار انکے حق میں دفع ارتکاب شر و فساد و کفر ہے اور مومنوں کے حق میں تو ظاہر علیٰ ہذا القیاس فافہم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

اور چاہیے کہ رہیں تم میں ایک جماعت بلاتی نیک کام پر اور حکم کرتی پسندیدہ بات کو اور منع کرتی ناپسند کو

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

اور وہی پہونچے مراد کو اور نہو انکی طرح جو پھوٹ گئے اور خلاف کرنے لگے بعد اسکے کہ پہونچ چکے ان کو

الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ

صاف حکم اور انکو بڑا عذاب ہے جس دن سپید ہونگے بعضے منھ اور سیاہ ہونگے بعضے منھ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

سو وہ لوگ جن کے منھ سیاہ ہوئے آیا تم کافر ہوگئے ایمان میں آکر اب چکھو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا
بدلا اوس کفر کرنے کا اور وہ جو سپید ہوے منھ انکے سو اللہ کی رحمت میں ہین وہ اسی مین
خٰلِدُوْنَ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ○
رہ پڑے یہ حکم ہین اللہ کے ہم سناتے ہین تجکو تحقیق اور نہین چاہتا اللہ ظلم کو جہان والون پر
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○
اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین مین ہے اور اللہ کی طرف ہر کام کی رجوع ہے

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ - الاسلام - اور تم مین سے ایک گروہ ہونا چاہیے کہ خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت کرے ف اور حضرت جعفر باقرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیۃ کو پڑھکر فرمایا کہ خیر یہی قرآن اور میری سنت کا اتباع ہے (رواہ ابن مردویہ) وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ - اور معروف شرعی کا حکم کرے ف اور نیک کامون کو سکھلاوے - وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ - اور منکر شرعی سے منع کرے ف جو شرع مین بدکام ہے اس سے روکے - وَاُولٰٓئِكَ الداعون الآمرون الناہون - هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ - الفائزون ومن للتبعيض لان ما ذكر فرض كفاية لا يلزم كل الامة ولا يليق بكل احد كالجاہل وقيل زائدة اي لتكونوا امة - اور یہی خیر کی طرف بلانیوالے اور نیک کام کا حکم کرنے والے اور منکر سے منع کرنیوالے یہی مفلحون ہین ای فائز بمراد ہین ف او منکم مین من تبعیضیہ ہے کیونکہ جو حکم ذکر فرمایا وہ فرض کفایہ ہے کہ کل امت پر لازم نہین ہے اور ہر فرد کے لائق بھی نہین ہے جیسے جاہل اسکی لیاقت نہین رکھتا مترجم کہتا ہے کہ مفسر کی عبارت مین ظاہر یہ نکلتا ہے کہ فرض کفایہ ہر امت پر لازم نہین ہے بلکہ بعض پر ہوتا ہے اور اسپر علامہ تفتازانی نے اعتراض کیا ہے کہ یہ قول مردود ہے اور دلیل قائم ہوگئی کہ فرض کفایہ بھی کل پر واجب ہوتا ہے لیکن بعض کے ادا کردینے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے چنانچہ بیضاوی نے بھی کہا کہ خطاب کیا جمیع کو اور انمین سے بعض کا فعل طلب کیا تاکہ دلیل ہو اس بات پر کہ یہ حکم سب پر لازم ہے یعنی کہ اگر سبھون نے ایک سرے سے ترک کیا تو سب کے سب گنہگار ہونگے لیکن اگر بعض نے ادا کیا تو سب کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور یہی ہر فرض کفایہ کا حال ہے - اور بعض نے کہا کہ من زائدہ ہے اور معنی یہ ہین کہ چاہیے کہ ہو جاؤ تم ایسی امت الی آخرہ مترجم کہتا ہے کہ قرطبی نے اول کو ترجیح دی اسوجہ سے کہ محتسب ہونا بعد علم و لیاقت کے ہو سکتا ہے پس فقط اہل علم سے مخصوص ہوگا - اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ مقصود اس آیۃ سے یہ ہے کہ اس امت مین سے ایک فرقہ اس کام کی تکلیف اپنے اوپر اٹھالے اگرچہ یہ کام تو ہر فرد پر اسکی لیاقت کے موافق واجب ہے جیساکہ صحیح مسلم مین حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جسنے تم مین سے منکر دیکھا یعنی کسی کو ایسا فعل کرتے دیکھا جو شرع مین منکر ہے تو چاہیے کہ اسکو اپنے ہاتھون بگاڑے اور اگر ایسا نہ کرسکے تو زبان سے متغیر کرے اور اگر یہ بھی نکر سکے تو دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے اسکے بعد رائی برابر ایمان نہین ہے - اور حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ تم حکم کروگے امر بالمعروف کا اور منع کروگے منکر سے یا اللہ تعالیٰ تمپر اپنے پاس سے عذاب بھیجیگا پھر تم اس سے دعا کروگے اور تمھاری دعا قبول نہوگی رواہ الترمذی وابن ماجہ - اور آیۃ مین دلیل ہے کہ امر بالمعروف و نہی منکر واجب ہے اور بیضاوی نے کشاف کی پیروی مین کہا کہ امر بالمعروف تو کبھی واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب ہوتا ہے جیسا حکم ہو یعنی اگر اسکا کرنا واجب تھا مثل نماز کے تو امر بالمعروف بھی واجب ہے اگر اسکا کرنا مستحب تھا تو امر بالمعروف بھی مندوب ہے اور رہا نہی از منکر تو یہ سب کل واجب ہے اسواسطے کہ تمام جسکو شرع نے منکر قرار دیا ہے وہ حرام ہے اور جسے

مفسر جلال الدین سیوطیؒ نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ غلطی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر فعل منکر حرام ہو تو اس سے نہی کرنا واجب ہے اور اگر مکروہ ہو تو اس سے نہی کرنا مستحب ہے اب رہا یہ کہ جس فعل کو آدمی خود کرتا ہے حالانکہ منع ہے تو اس سے دوسرے کو منع کرے یا نہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا - یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون - یعنی اے ایمان والو تم کیوں کہتے ہو وہ جو خود نہیں کرتے ہو تو بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ اسمیں اختلاف ہے اور اظہر و ارجح یہ ہے کہ گنہگار جس گناہ کا خود مرتکب ہوتا ہے اس سے بھی دوسرے کرنیوالے کو منع کرے کیونکہ اس پر دو باتیں واجب ہیں ایک یہ کہ خود اسکو نہ کرے اور دوم یہ کہ جسکو کرتے دیکھے اسکو منع کرے پس اگر اسنے پہلی بات نہ کی تو دوسری بات جو اسکے ذمہ واجب تھی وہ کیونکر ساقط ہو سکتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اسی پر ائمہ حنفیہ کا فتویٰ ہے - وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا - عن دینہم - وَاخْتَلَفُوا فیہ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ - وہم الیہود والنصاریٰ - اور تم لوگ ایسے مت ہو جیسے وہ لوگ جو پھوٹے میں پڑے اور اختلاف ڈالا بعد اسکے کہ انکے پاس آیات بینات آچکی تھیں ف یعنی تفرق سے دین کا تفرق مراد ہے اور اختلاف سے دین میں اختلاف مراد ہے اور اس موصول وصلہ کی مصداق یہود و نصاریٰ ہیں اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے - وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ - ایسے بدکاروں پر عذاب عظیم ہے ف اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بدعتی مراد ہیں اور حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعًا روایت ہے کہ یہودی اکہتر فرقے پر متفرق ہوئے اور نصاریٰ بہتر فرقہ پر متفرق ہوئے اور میری امت تہتر فرقوں پر متفرق ہوگی اور ایک روایت میں یہ زیادہ ہے کہ سب جہنم میں جاوینگے سوائے ایک کے اور وہ جماعت ہے یعنی اہل السنۃ والجماعۃ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والحاکم واحمد وغیرہ اور ابن عمرؓ کی روایت حاکم میں مرفوع ہے کہ پوچھا گیا کہ وہ ایک فرقہ کون ہے یا رسول اللہ تو فرمایا وہ کہ جو اس راہ پر ہوگا جسپر میں اور میرے صحابہ آج ہیں - بالجملہ مصداق اسکے وہ لوگ ہیں جو شرک سے پرہیز کرکے حضرت صلعم کی سنت پاکیزہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چال پر چلتے ہیں اور سب جماعت ہیں تفرقہ روا نہیں رکھتے ہیں کیونکہ ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے جماعت کو بالشت بھر چھوڑا اسنے ربقہ اسلام اپنی گردن سے نکالا رواہ ابوداؤد پس اسمیں مسلمانوں کو سخت تنبیہ ہے کہ آپس میں متفرق ہوں لیکن ہمیشہ متفق ہونگے جب تک کہ راہ توحید پر قائم ہوں - يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ - ای یوم القیامۃ یعنی اس دن سے مراد روز قیامت ہے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ تبیض وجوہ - اہلسنت وجماعت ہیں اور تسود وجوہ اہل بدعت ہیں یہ ابن عباسؓ کا قول ہے اور ظاہر مراد اہل بدعت سے عام ہیں خواہ اس امت کے بد عقیدہ لوگ ہوں یا کسی اور امت کے ہوں - الحاصل جنہوں نے صراط مستقیم اور آیات بینات میں اختلاف کیا اور راہ حق میں مومنوں کو تکلیف دی تو آخرت میں ان مشرکوں کافروں بدعتیوں کے لیے عذاب عظیم ہے جس دن دو قسم کے چہرہ ہونگے ایک سیاہ دوم سفید پھر ہر ایک کی تفصیل یہ ہے کہ - فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ - وہم الکفرون فیلقون فی النار ویقال لہم توبیخا - أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ - یوم اخذ المیثاق - چہرے سیاہ ہونگے (وہ کافر ہیں جو آگ میں ڈالے جاوینگے و توبیخًا کہا جائیگا) کیا تم کافر ہوئے بعد ایمان لانیکے ف ازل میں عہد توحید لینے کے وقت جو سبھوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا اقرار کیا تھا وہ ایمان مراد ہے اور درصورتیکہ اہل بدعت مراد ہوں تو کوئی تردد نہیں کیونکہ بدعت تو بعد سنت کے ہوئی ہے فافہم - اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ وہ منافق ہیں اور آیت بھی تاویل رکھتی ہے کیونکہ وہ ایمان نہیں لائے تھے غرضکہ انکو ملامت کی جائیگی کہ کیا تم بعد ایمان لانے کے کافر ہو گئے یعنی عہد ازل میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانیکے بعد کافر ہو گئے - فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ - پس اپنے کفر کرنے کے بدلے عذاب چکھو جو دائمی جہنم ہے وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ - وہم المومنون اور وہ لوگ جنکے چہرے سفید ہونگے - (وہ مومنین ہیں) - ففی

رَحْمَةِ اللّٰهِ - جنت - تو وہ اللہ تعالی کی رحمت میں یعنی جنت میں ہیں ف جنت کو بطور مجاز کے رحمۃ اللہ سے تعبیر کیا کیونکہ جنت محل رحمت ہی اور اسمیں تنبیہ ہی کہ جنت نتیجہ فضل ہی کسی کے اعمال وغیرہ کا عوض نہیں ہی - هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ - یہ نیک بندے جنت میں ہمیشہ رہینگے ف وہان موت نہیں ہی - پھر جاننا چاہیے کہ ترمذی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر مین ابو غالب سے روایت کی کہ ابو امامہ رضہ نے درج مسجد دمشق پر کچھ سر چنے دیکھے تو ابو امامہ رضہ نے فرمایا کہ دوزخ کے کتے ہین یہ زیر آسمان نہایت شریر مقتول ہین اور جس مومن کو انھون نے قتل کیا ہوگا وہ سب بہت اچھے مقتول ہونگے پھر یہ آیۃ پڑھی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ - آخر تک تو مین نے ابو امامہ رضہ سے پوچھا کہ آپ نے اس کو رسول اللہ صلعم سے سنا ہی تو فرمایا کہ اگر مین نے اسکو آنحضرت صلعم سے فقط ایک بار یا دو یا تین بار یہانتک کہ سات بار شمار کرکے کہا کہ اگر فقط سات ہی بار سنا ہوتا تو مین تم سے اسکو بیان نکرتا - قال الترمذی حدیث حسن وقد رواہ ابن ماجہ والامام احمد ایضا مترجم کہتا ہی کہ یہ حال خارجیون کا بیان ہوا ہی اسی واسطے بعض نے اس آیت مین - الذین اسودت وجوہہم - سے خارجی مراد لیے ہین اور حق یہ ہی کہ خارجی بھی ان لوگون مین داخل ہین اور آیۃ کریمہ اینپر زیادہ منطبق ہی کیونکہ پہلے وہ لوگ مسلمان ہوے تھے پھر خارجی ہو گئے مین کہتا ہون کہ اسلام انکا مانند نفاق کے تھا اور معالم مین محی السنۃ رحمہ اللہ نے موقف قیامت مین تجلی پروردگار کی حدیث ابن عباس وارد کی اور مین اسکو عرائس البیان مین لاونگا انشاء اللہ تعالے - تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ - یہ آیات اللہ تعالی ف جو کافرون کی خواری عذاب مین اور مومنون کی منزلت ثواب مین مذکور ہوئین نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ - انکو ہم تجپر تلاوت فرماتے ہین تحقیق ف اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاص ہماری وحی عظیم ہی تو ضرور یون ہی ہونے والا ہی - وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ - بان یاخذہم بغیر جرم - اور اللہ تعالی کچھ بھی جہان والون پر ظلم کا ارادہ نہین کرتا ف باین طور کہ انکو بغیر جرم کے ماخوذ کرے بیضاوی نے کہا اسواسطے کہ اللہ تعالے سے ظلم ہونا تو محال ہی اسواسطے کہ اللہ تعالی پر کچھ واجب نہین کہ اسمین کمی سے ظلم ہو اور وہ کسی امر سے ممنوع نہین کہ اسکے کرنے سے ظالم ہو کیونکہ وہ تو علے الاطلاق مالک ہی - حاصل یہ کہ اللہ عز وجل کیطرف سے ظلم تو متصور ہی نہین ہوسکتا کیونکہ جو کچھ وہ کرے خود مختار ہی - لایسئل عما یفعل وہم یسئلون - اور جسپر جو چاہے کرے سب بجا و درست ہی کیونکہ اپنے ملک مین تصرف کیا مین ظلم تو ہو نہین سکتا ہی لہذا فرمایا قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا یعنی اگر وہ حضرت عیسیٰ و انکی مان و سب کچھ جو زمین میں ہی ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو کون مانع ہی - اگر کہا جاوے کہ ظلم نکرہ کی نفی کرنے مین ہر فرد ظلم کی نفی ہو گئی حالانکہ دنیا مین جو ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہین وہ بارادہ الٰہی ہین اور جواب یہ کہ خلق الٰہی ہی نہ آنکہ مرضی ہی فافہم - وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ - ملکا وخلقا وعبیدا - اور اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی ف از راہ ملک و خلق ہونے اور بندے ہونے کے یعنی سب اسی کی ملکیت و مخلوق و بندے ہین - وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ - تصیر - الْأُمُورُ - اور بازگشت جمیع امور کی اللہ تعالے ہی کی طرف ہی ف یہ اللہ عز وجل کے بیان عظمت کا مقام ہی اسمین عقلا بمنزلہ لایعقلون کے ہین ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ - اشارہ ہی کہ جو لوگ دعوی محبت مین سچے ہین انکے چہرے نور مشاہدہ سے منور ہونگے کیونکہ مطلع قدم مشرق ازل سے آفتاب کمال طلوع فرمائیگا پس اپنی تجلی جمال سے ایسے چہرون کو پاک منور فرماویگا جو اسکی درگاہ مین گرد آلودہ ہو رہے تھے اور انکو اپنے نور سے ایک نور خاص کا لباس عطا فرماویگا کہ اسی نور تمام کی قوت سے جمال قدم کو دیکھینگے یہ چہرے مشرف بجلال رب کریم اور نورانی منور قرب اور شاد و خرم بدیدار و وصال ہونگے اور رضوان اکبر سے لہلہاتے ہوے اور اپنے پروردگار کیجانب فوقت یا کر ٹکٹکی لگائے ہونگے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ - اور جان رکھو کہ آجکے روز بھی وہ چہرے چمکتے ہین جن پر کل کے روز یہ انوار و اوصاف ظاہر ہونگے چنانچہ فرمایا

وجوہ

سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود - اور فرمایا تعرفہم بسیماہم - اور یہ سیما ان اولیاء کرام کے چہرون کی ہین کہ جب تو انکو دیکھے تو نعیم و ملک کبیر دیکھے اسواسطے کہ وہ آئینہ حق ہین اللہ تعالی انسے اپنی مخلوق کے واسطے تجلی فرماتا ہی - قولہ تعالی وتسود وجوہ - یہ ان لوگون کے چہرے ہونگے جو جناب باریتعالی مین کچھ نہین اور رہبان اپنے آپکو اللہ تعالی کا دوست قرار دیتے ہین جیسے یہود ونصاری جاہلا فرو مشرک و باطنیہ فرقہ وغیرہ کے لوگ کہ خلق کے درمیان تقشف ظاہر کرکے مقامات اولیاء کا دعوی کرتے ہین اور صادقین کی وضع مین نکلتے ہین یا خلق سے خواہش رکھتے ہین کہ انکی تعریف کرین اور اپنے چہرے انہین مخلوق کیطرف لگا کے رہتے ہین اور جو لوگ کہ زمین مین اللہ عز وجل کے امین ہین انسے عداوت رکھتے ہین **قال المترجم** فرقہ خوارج کا جو شخص پیشوا تھا اسنے حضرت صلعم سے آکر کہا کہ یا محمد آپ اس تقسیم کرنے مین انصاف کیجیے کہ آپ نے انصاف نہین کیا تب آپ نے فرمایا کہ افسوس ہی کہ مالک آسمان و زمین تو مجھکو اہل زمین پر امین کرتا ہی اور تم نہین کرتے ہو اور اسی قصہ مین ذوالخویصرہ اور خارجیون کے بے ایمان ہونے کا حال فرمایا ہی حالانکہ یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی نماز و روزہ کو انکے مقابلہ مین حقیر دیکھوگے مگر باوجود اسکے یہ خارجی لوگ دین سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہی اور اصل حدیث صحیح مسلم وغیرہ مین ہی مکار مدعی لوگون کے چہرے سیاہ ہو جائینگے کیونکہ مجمع قیامت کے حضور مین وہ لوگ دیدار درگاہ سے محروم و محجوب ہونگے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا - کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون الآیۃ - محی السنۃ نے معالم مین ذکر کیا کہ سعید بن جبیر نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ انھون نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ سپید ہونگے چہرے اہل سنت کے اور سیاہ ہونگے اہل بدعت کے - اور **کلبی** رح نے ابی صالح کے واسطہ سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر قوم کے واسطے وہ اونچا کیا جائیگا جسکو وہ پوجتے تھے پس ہر قوم جسکو پوجتی تھی اسکی طرف روان ہوگی اور یہی اللہ تعالی نے فرمایا ہی نولہ ما تولی - پھر جب اسکی طرف جا پہونچینگے تو حقیقت حال دیکھکر سخت غمگین ہونگے کہ سب برباد ہوا پھر غم سے انکے چہرے سیاہ ہو جاوینگے - اور اہل قبلہ اور یہود ونصاری باقی رہینگے کہ جو انکے واسطے اونچا کیا گیا ہی انمین سے کسیکو نہین پہچانینگے پھر اللہ تعالی انپر آویگا پس اسکو سجدہ کریگا ہر وہ شخص جو دنیا مین اسکو سجدہ کرتا تھا مطیع مومن ہو کر پھر باقی رہجاوینگے یہود ونصاری اور منافق لوگ کہ یہ لوگ سجدہ کرنے پر قادر نہونگے پھر انکو سر اٹھانے کی اجازت دیجاویگی اور مسلمانون کے چہرے برف کے مانند سفید ہونگے اور منافق و اہل کتاب یعنی یہود ونصاری جب مومنین کے چہرے دیکھینگے تو سخت غمناک ہو جاوینگے اور انکے چہرے سیاہ پڑجاوینگے تو کہینگے کہ اے پروردگار ہمارا کیا حال ہی کہ ہمارے چہرے سیاہ ہین پس واللہ ہم مشرک نہ تھے تو اللہ تعالی ملائکہ سے فرمائیگا کہ دیکھو انھون نے اپنے نفسون پر کیا جھوٹ باندھا ہی **قال المترجم** یہ حدیث مرفوع طور پر باسلوب دیگر اسانید صحیح کے ساتھ تفسیر قولہ تعالی یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود الآیہ مین انشاء اللہ تعالی اچھی طرح بیان ہوگی اور جو حال اس حدیث مین مذکور ہی اہل ایمان اکابر علماء عارفان پاک سے بصدق دل سے ایمان لائے اور مترجم تمام اسوجہ پر جیسے صلحاء امت ایمان لائے ہین ایمان لایا اور اس کو اللہ عز وجل کا فضل جانتا ہی پس عام بھائی مسلمانون کو لازم ہی کہ سلف صالحین کے طریقہ پر ایمان لاوین اور اپنے نفس و شیطان کے وسوسہ و اوہام و اپنی عقل جزوی کی حماقت کو درمیان سے اٹھاوین وما التوفیق الا باللہ تعالی - اور جو آیہ مین مذکور ہوا سپید صریح دلالت کرتا ہی قولہ تعالی للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ ولا یرہق وجوہہم قتر ولا ذلۃ والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ بمثلہا وترہقہم ذلۃ - ولیکن چہرون کی سیاہی وغیرہ جزاء بدکرداری و ناراضامندی باریتعالے ہی اگرچہ ظاہر کلام سے یہ وہم ہوتا ہی کہ فقط غم سے سیاہ ہونگے - فتفکر - پھر قولہ الذین احسنوا الحسنی و زیادۃ - کی تفسیر مین زیادہ دیدار باری تعالی ہی اور یہی تفسیر مرفوع و موقوف متواتر مروی ہی اور شیخ رح نے جو آیتہ ذکر کی یعنی قولہ - کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون - اسمین امام مالک رح نے کہا کہ دلیل موجود ہی کہ مومنین اس دن اپنے پروردگار سے محجوب نہونگے بلکہ اسکے دیدار کریم سے مشرف ہونگے

اور آگے انشاء اللہ تعالے دیدار باری تعالے کی بحث آویگی۔ قال الشیخ اور محمد بن علی نے فرمایا کہ چہرے سپید ہونگے اسوجہ سے کہ انکو اپنے مولا سے عزوجل کا دیدار نصیب ہوگا اور چہرے سیاہ ہونگے یعنی کافرون و منافقون کے اسوجہ سے کہ انکو محرومی ہوگی قال المترجم یہ کلام عجیب ہے واللہ تعالی اعلم

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ

تم ہو بہتر سب امتون سے جو پیدا ہوئی ہین لوگون مین حکم کرتے ہو پسندبات کا اور منع کرتے ناپسند سے اور ایمان لاتے ہو

بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

اللہ پر اور اگر ایمان مین آتے اہل کتاب تو انکو بہتر تھا کوئی ان مین ہین ایمان والے اور اکثر تو وہ فاسق ہین یعنی کافر

كُنْتُمْ - یا امۃ محمد صلعم فی علم اللہ تعالی - خَيْرَ أُمَّةٍ - تم اے امت محمد صلعم اللہ تعالی کے علم مین) بہتر امت تھے - أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ - جو لوگون کے واسطے ظاہر کی گئی ف یعنی جسقدر امتین پیدا و ظاہر ہوئین تم سب سے بہتر امت ہو - تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ - تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالی پر ایمان لاتے ہو ف یہ وصف جسطرح اللہ تعالی نے نازل فرمایا برابر اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین مین جاری رہا - پس یہ بدیہی معجزہ ہے و واضح ہو کہ بیان اللہ عزوجل نے اپنا کرم و فضل کامل جو اسنے امت محمد صلعم پر اپنے علم قدیم مین رکھا ہے ظاہر فرمایا - کنتم صیغہ ماضی ہے جو گذرے ہوے پر دلالت کرتا ہے تو بیضاوی نے کہا کہ کنتم سے زمانۂ قدیم سے انکی خیر ہونے پر دلیل ہے اور ما بعد مین انقطاع نہین جیسے قولہ کان اللہ غفورا رحیما - اللہ تعالی غفور رحیم تھا اسکے یہ معنی کہ تھا اور اب بھی ہے اور آئیندہ بھی رہیگا کیونکہ یہ اسکی صفت قدیم ہے - پھر کنتم خطاب ہے پس حاضر و موجود لوگو نکو جو حضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے انھین کو خطاب ہوا - اسیواسطے ابن عباس رضؓ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین جنھون نے رسول اللہ صلعم کیساتھ ہجرت فرمائی مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے معلوم نہین کس موقع پر ایسا فرمایا شاید مہاجرین کے درمیان سے انکی تخصیص ہو ورنہ سب صحابہ کو شامل ہونا ظاہر ہے تخصیص کی کوئی وجہ نہین - اور یہ روایت حاکم نے سعید بن جبیر کے طرق سے ابن عباسؓ سے وارد کی ہے - اور معالم مین کہا کہ عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ اگر اللہ تعالی چاہتا تو فرماتا کہ انتم خیر امۃ - تو ہم سب کے سب شامل ہوتے لیکن اللہ تعالی نے کنتم فرمایا جو مخصوص اصحاب محمد صلعم کے حق مین ہے اور جسنے انکی طرح کام کیا وہ بھی خیر امۃ مین شامل ہونگے - اور ایک روایت مین عمر رضی اللہ عنہ سے آیا کہ یہ ہمارے اگلون کیواسطے ہوگا اور ہمارے پچھلون کے واسطے نہوگا اور نیز عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا اے لوگو جسکو خوش آوے کہ اس امت سے ہو اسکو چاہیے کہ جو اللہ تعالی نے اس امت سے ہونے کی شرط کر دی ہے اسکو ادا کرے یعنی امر بالمعروف و نہی از منکر و ایمان باللہ عزوجل قدرواہ ابن جریر ایضا اور جاننا چاہیے کہ ضحاک سے بھی مانند قول حضرت عمرؓ کے مروی ہے اور معالم میں فرمایا کہ عکرمہ و مقاتل نے کہا کہ مالک بن الصیف و وہب بن یہودا وغیرہ یہودیون نے حضرت ابن مسعودؓ و ابی بن کعب و معاذ بن جبل و سالم مولے حذیفہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ہم تو تم سے افضل ہین اور ہمارا دین تو اس سے بہتر ہے جسکی طرف تم ہمکو بلاتے ہو پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی - پھر بر تقدیر قول عمرؓ کے کہ اگلون کیواسطے ہے ہمارے پچھلون کے لیے نہین تو اگلون کی حد کہانتک ہے تو عمران بن حصینؓ نے روایت کی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت مین سے بہتر میرا قرن ہے پھر جو انسے پیچھے لگے ہوے ہونگے پھر جو انسے پیچھے لگے ہونگے - عمران کہتے ہین کہ مجھے دریافت نہین رہا کہ آنحضرت صلعم نے اپنے قرن کے بعد دو قرن ذکر فرمائے یا تین قرن فرمائے ہین پھر انکے بعد ایسی قوم ہونگے جو خیانت کرین گے اور امانت والے نہونگے اور گواہی دینگے حالانکہ گواہ نہ کیے جاوینگے اور نذر کرینگے اور اسکو پورا نکرینگے اور ان مین موٹاپا پھیل جاویگا رواہ البغوی

خیانت

والحدیث فی الصحیح وغیرہ من السنن - اور ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بد زبانی مت کرنا میرے صحاب کے حق میں کیونکہ قسم ہے
اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو انکے آدھ سیر ستو کے برابر نہیں
بلکہ وہ اسکے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا ہے رواہ البغوی وھو فی الصحیح - یہ تمام بیان تو اس بنا پر تھا کہ کنتم سے فقط صحابہؓ مراد ہیں اور یہ قول
حضرت ابو ہریرہ سے بھی نکلتا ہے جیسا کہ بخاریؒ نے روایت کیا کہ ابو ہریرہؓ نے قولہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس میں کہا لوگوں کے واسطے تم بہتر ہو
کہ لوگوں کو طوق و زنجیروں میں قید کر کے لاتے ہو یہانتک کہ وہ دین اسلام میں آجاتے ہیں شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہی ابن عباس و مجاہد و عطیہ عوفی
و عکرمہ و عطا و ربیع بن انس سے مروی ہے اور معنے یہ ہیں کہ امتوں میں سے بہتر اور لوگوں میں زیادہ نافع ہو لوگوں کے لیے اسواسطے فرمایا تامرون
بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ - اور امام احمد نے درہ بنت ابولہب سے روایت کی کہ ایک مرد نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلعم سے پوچھا در حالیکہ آپ
خطبہ پڑھتے تھے کہ لوگوں میں سے کون بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ جو ان میں سے اقرأ ہو اور اللہ تعالیٰ کے واسطے سب سے زیادہ تقویٰ والا - اور معروف کا حکم
کرنے والا اور منکر سے منع کرنے والا اور ناتے کا ملانے والا ہو - ورواہ النسائی وغیرہ ایضاً مترجم کہتا ہے کہ دیگر دلائل موجود ہیں جنسے صریح ثابت ہوتا ہے
کہ تمام امت محمدی صلعم سب امتوں سے بہتر ہے اور کلام میں للناس صلہ اخرجت کا ہے اور معنی اسکے یہ ہیں ما اخرج اللہ للناس امۃ خیرا من امۃ محمد صلعم
یعنی نہیں نکالا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے واسطے کسی امت کو بہتر امت محمد صلعم سے - چنانچہ محی السنۃ نے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت کی
کہ اسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کی تفسیر میں سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم ستر امت کے تتمہ ہو یعنی اگلی امتوں
کے بعد تم ہوئے کہ ستر کی تعداد پوری ہوئی سو انمیں سے تم سب سے بہتر اور اللہ عز وجل کے نزدیک سب سے بزرگ ہو - رواہ الترمذی وحسنہ وحدہ
ابن ماجہ والحاکم وصححہ والطبرانی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم - اور نیز ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ اس امت
نے پورا کیا ستر امتوں کی تعداد کو جنمیں سے یہ امت سب سے بہتر اور سب سے بزرگ ہے اللہ عز وجل کے یہاں - اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم
نے فرمایا کہ میری امت کی مثال جیسے مینہ کا پانی کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اول بہتر ہے یا آخر - اور حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ
جنت سب انبیاء پر ممنوع رہیگی یہانتک کہ میں پہلے اسمیں داخل ہوں اور سب امتوں پر حرام رہیگی یہانتک کہ پہلے میری امت اسمیں داخل ہو - قال المترجم
وقد رواہ الدارقطنی فی الافراد وابن عدی والثعلبی والحدیث صالح الاسناد وان کان فیہ تفرد لبعض الرواۃ واللہ اعلم اور بریدہؓ سے روایت کی کہ حضرت
صلعم نے فرمایا کہ جنت والے ایک سو بیس صف ہونگے جنمیں سے اسی صفیں میری امت ہوگی مترجم کہتا ہے کہ یہاں اور بھی دلائل ہیں جو بعلت
جنکو بخوف طوالت میں ترک کرتا ہوں - لہٰذا بریں ہمارے مفسر جلالؒ نے کنتم کا خطاب عام امت محمد صلعم کو لیا ہے اور اللہ عز وجل کے سامنے
موجود و معدوم سب حاضر ہیں کیونکہ اسکے علم میں سب موجود ہیں اسلیواسطے کہا کہ تم اے امت محمد صلعم علم الٰہی میں سب سے بہتر ٹھہرے ہوئے ہو اور
شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو صحیح فرمایا چنانچہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ عام امت محمدی کو شامل ہے پس امت محمدی باقی تمام امتوں سے بہتر ہے ان میں کہ
امت محمدی اپنے درمیان ہر ہر قرن کے موافق ایک دوسرے سے بہتر ہے پس اس امت کا سب سے بہتر قرن وہ ہے جن میں رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے پھر انکے
بعد والے یعنی تابعین کا قرن پھر انکے بعد والے یعنی تبع تابعین کا قرن ہے اور یہی دوسری آیت میں فرمایا وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء
علی الناس الآیۃ - پھر شیخ ابن کثیر نے معاویہ بن حیدۃ القشیری کی روایت ذکر کرکے کہا کہ یہ حدیث مشہور ہے اور معاذ بن جبل و ابو سعید خدری
رضی اللہ عنہما سے اسکے مانند مروی ہے - پھر کہا کہ اس امت کو جو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ تمام امتوں سے بہتر ہے تو فقط اپنے نبی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات پاکیزہ کی وجہ سے حاصل ہوئی کیونکہ آنحضرت صلعم اشرف خلق اللہ واکرم الرسل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپکو شرع کامل عظیم کیساتھ بھیجا ایسی شرع کسی

برسول کو نہیں عطا فرمائی پس آپ کی شرع پر عمل قلیل اسقدر درجہ و ثواب وخیر کا نتیجہ دیتا ہے کہ دیگر انبیا کی شرائع پر عمل کثیر اسقدر خیر کا نتیجہ نہیں دیتا ہے اور امام احمد نے باسنادہ حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو مجھے دیا گیا وہ کسی نبی کو نہیں دیا گیا ہم لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا کہ مین رعب سے فتح دیا گیا اور زمین کی کنجیان مجھے دی گئین اور نام میرا احمد رکھا گیا اور مٹی میرے لیے طہور کردیگئی اور میری امت خیر الامم کردی گئی - تفرد بہ احمد من ہذا الوجہ و اسنادہ حسن اور نیز امام احمد نے ابوالدرداؓ سے روایت کی کہ مین نے ابو القاسم صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ عز وجل نے فرمایا اے عیسیٰ مین تیرے بعد ایک ایسی امت مبعوث کرنیوالا ہون کہ اگر انکو ایسی چیز پہونچیگی جس کو محبوب رکھتے ہین تو حمد و شکر کرینگے اور اگر انکو ایسی چیز پہونچے گی جسکو مکروہ رکھتے ہین تو ثواب کی نیت سے صبر کرینگے اور نہ حلم ہے اور نہ علم ہے عیسیٰؑ نے عرض کیا کہ انکو یہ کیونکر حاصل ہوگا حالانکہ حلم ہے اور نہ علم ہے - فرمایا کہ مین اپنے حلم و علم سے انکو دونگا **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ یہان اور احادیث مناسب ہین پھر حضرت ابوبکر الصدیقؓ سے روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین ستر ہزار اپنی امت کے لوگ دیا گیا ہون کہ وہ بلا حساب جنت مین داخل ہونگے انکے چہرے ایسے ہونگے جیسے چودھوین رات کا چاند اور ان سب کے دل ایک مرد واحد کے دل پر ہونگے پھر مین نے اپنے پروردگار سے زیادہ مانگا پس اللہ عز وجل نے مجھے ہر واحد کیساتھ ستر ہزار دیے - حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ اس شمار مین شہر والے اور گانون والے تو آجاوینگے اور جنگل کے کنارون کے بھی داخل ہو جاوینگے رواہ احمد اور دوسری روایت مین کئی بار ستر ہزار کی زیادتی مذکور ہے اور اسکے ساتھ دولت ہاتھ پھیلا کر لپ بھر کے دیے جانا بھی مذکور ہے اور ہشام بن حسان راوی نے کہا کہ اللہ تعالی کیطرف سے یہ مقدار ایسی ہے کہ اسکا شمار نہین معلوم ہو سکتا **قال المترجم** بعید نہین ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی زیادتی مین صدیقان امت کی زیادتی ہے اور حضرت عمرؓ کی روایت مین دوسری تفسیر ہے وغیرہ زیادات شہدا و صالحین کے ہے اور روایت طبرانی مین مصرح ہے کہ عمرؓ نے کہا کہ پہلے ستر ہزار تو ایسے ہونگے کہ اللہ تعالی انکی سفارش انکے آبا و ابنا و عشیرہ و ازواج کے حق مین قبول فرماویگا اور مین امید کرتا ہون کہ اللہ تعالی مجھے پچھلے کسی لپ بھر کی زیادتی مین سے کردے اور اس حدیث طبرانی کی اسناد صحیح ہے چنانچہ **ضیاء مقدسی** نے فرمایا کہ مین اسکی اسناد مین کوئی علت نہین جانتا ہون پھر **شیخ ابن کثیر** نے اس حدیث کے طرق و اسانید کثرت سے ذکر فرمائے اور ظاہر کیا کہ بہت سے صحابہ سے یہ روایت باسانید صحیحہ مروی ہے اور صحیحین و سنن و مسانید و معاجم مین ائمہ حدیث نے اخراج کیا ہے اور مسلم کی روایت مین حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہین جو رقیہ نہین کراتے ہین اور نہ داغ دلاتے اور نہ فال بد لیتے ہین اور فقط اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہین اور ایسا ہی اور ائمہ کی روایت مین مذکور ہے - اور صحیحین مین عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت مین سے چوتھائی تم ہو تو ہم نے خوشی سے تکبیر کہی پھر فرمایا بھلا تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت سے تہائی ہو پھر ہمنے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ اہل جنت مین سے شطر یعنی آدھے تم ہوگے پھر **شیخ ابن کثیر** نے طبرانی و امام احمد و بخاری وغیرہ کی روایات سے منجملہ ایکسو بیس صف اہل جنت کے اسی صفین اس امت کی ہونا ذکر کیا **مترجم** کہتا ہے کہ دونون روایتون مین کچھ تعارض نہین اول تو یہ کہ حضرت صلعم نے نصف سے مقدار قطعی نہین فرمائی ہے دوم آنکہ شطر کا لفظ چھوٹے آدھے اور بڑے آدھے اور آدھے سب پر بولا جاتا ہے اور سوم یہ کہ شاید اتنی صف کی تعداد وحی سے معلوم ہوئی ہو فافہم **مترجم** کہتا ہے کہ مین نے تفسیر **ابن کثیر**ؒ سے یہ مقام بہت ہی ملخص کر لیا اور بخوف طوالت انکی تفصیل کو ترک کیا اگرچہ اسمین فوائد تھے ولیکن اسقدر مین بھی کفایت ہے واللہ الموفق - قولہ اخرجت للناس ای اظہرت یعنی اخراج سے جدید طور پر انکا نکالا جانا مراد نہین بلکہ اخراج بمعنی اظہار ہے حاصل آنکہ علم الٰہی مین وہ خیر امت قرار پائے ہوئے قدیم سے تھے اب وہ ظاہر کیے گئے ہین چنانچہ حدیث صحیحین مین یہ مضمون مذکور ہے کہ ہم دنیا کی پیدائش مین پچھلے ہین اور قیامت مین جنت مین داخل ہونے مین اگلے ہین - قولہ

تامرون بالمعروف الخ - یہ جملہ مستانفہ ہی جس سے انکا خیر امت ہونا بیان فرمایا - یا کنتم کی خبر دوم ہی اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ وہ خیر امت ان شرائط مذکورہ پر ہین اور اس سے لازم آتا ہی کہ یہ جملہ حالیہ ہو اور تؤمنون باللہ متضمن ہی ہر ایسی چیز پر ایمان کو جسکے ساتھ ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہی اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانا جبھی شمار کے قابل ٹھیک ہوگا کہ جو کچھ اسنے حکم دیا ہی سب پر ایمان لاوے اور اسکو موخر کر دیا حالانکہ یہ سب سے مقدم ہی کیونکہ مقصود یہ ہی کہ دلالت ہو کہ انکا امر بالمعروف و نہی از منکر بجا لانا اسی راہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اسکی تصدیق کی ہی - اور اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع حجت شرعی ہی اسواسطے کہ آیت کریمہ مقتضی ہی کہ وہ جو حکم کرتے ہین وہ معروف شرعی ہی یا جس سے منع کرتے ہین وہ منکر شرعی ہی اسلیے کہ الف لام المعروف و المنکر مین استغراق کا ہی پس اگر حاشاہم اللہ تعالیٰ وے کسی باطل پر اجماع کرین تو انکا حال اسکے برخلاف ہو جائیگا پس معلوم ہوا کہ جب یہ کسی امر پر اجماع کرین تو قطعاً وہی حق ہی اور حدیثین انکے اجماع کے حق ہونے کا بیان صریح موجود ہی - وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ - باللہ - اور اگر اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ف یعنے اہل کتاب اپنے زعم مین تو شرک کا ایمان لائے تھے مگر مقصود یہ ہی کہ اگر اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر توحید کا ایمان لاتے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے تھے - لَكَانَ - الایمان - خَيْرًا لَّهُمْ - تو البتہ یہ ایمان لانا انکے حق مین بہتر ہوتا ف اس حال سے جس پر آپ موجود ہین - اگر کہا جاوے کہ خیر تو اسم تفضیل ہی یعنی زیادہ اچھا پس معلوم ہوا کہ اہل کتاب کا حال اچھا ہی اور اگر ایمان لاتے تو زیادہ اچھا ہوتا تو جواب یہ ہی کہ یہ طریق فہمایش کا ہی کہ وہ اپنے زعم مین اچھا سمجھتے تھے اور نیز اس حال کفر سے وہ بہت اچھا تھا پس اسم تفضیل مین معنے تفضیلی مقصود نہین ہین اور کرخیؒ سے نقل کیا گیا کہ بہتر ہونا بہ نسبت ایمان بموسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام ہی اور یہ خیر ہی پس اسم تفضیل اپنے معنی پر ہوگا اور حق یہ ہی کہ معنی تفضیلی مراد نہین جیسے قولہ افمن یلقی فی النار خیر الآیۃ - بین ہی مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ کعبداللہ بن سلام و اصحابہ - اہل کتاب مین سے بعضے مومن ہین جیسے عبداللہ بن سلام و انکے ساتھی کہ وہ آنحضرت صلعم پر ایمان لائے تھے - وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ الکافرون - اور انمین سے بہتیرے فاسق ہین ای کافر ہین ف یعنی فاسق بمعنی کافر ہی کیونکہ طاعت سے باہر ہونا فسق ہی سو کافر بھی فاسق ہی کہ ایمان سے خارج ہی اور مومن گنہگار بھی فاسق ہوتا ہی کہ شرعی احکام بجا لانے مین نافرمان ہی اور یہان چونکہ ایمان نہ لانے مین انکا حال بیان کیا تو وہی کافر ہوے اور اسمین اشارہ ہی کہ انکا کفر اور بداعتقادی بداعمالی کیساتھ ہی ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر - اللہ عز و جل نے انکی خیر ہونے کی مدح فرمائی پھر خیر ہونے کی شرح کر دی امر معروف و نہی منکر بجا لانے سے اور یہ رتبہ ہی کیونکہ درجات مین سے یہ انتہائی ہی اور وہ محل تاببع تقدیس ہی جبکہ خطرات سے نفس پاک ہو اور یہ حال نہین ہوتا مگر اسی وقت کہ اسکو لباس عظمت و کبریاء کا پرتو ملے جیسے انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھا - پھر اس امت والون کا سب سے بہتر ہونا انکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بہتر ہونے کی وجہ سے ہی اور اسوجہ سے کہ انھون نے ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور اسکی موافقت کی اور انکی خیر ہونے کی صفت انکے نبی صلعم کے خیر ہونے سے مقرون ہی اور حال یہ ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے بہتر ہین پس قوم آپ کی تمام امتون سے بہتر ہی - اقول صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہین اور علماء امت عارفین ربانی انخصین کے قدم پر ہین فاعلم - پھر امر بالمعروف سے تمہارا یہ ہی کہ مریدون کو زبان محبت کیساتھ مشاہدہ کی مدح کرکے بلاوے اور نہی منکر یہ ہی کہ مریدون کو انکے نفوس سے اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے اور اپنے نفوس پر اعتماد کرنے سے منع کرے اور یحییٰ بن معاذ رازی نے فرمایا کہ یہ ان بندون کے واسطے مدح ہی اور یہ نہین ہوگا کہ اللہ عز و جل ایک قوم کی مدح کرے پھر انکو عذاب کرے اور جعفر صادق نے فرمایا کہ امر معروف یہ کہ معروف شرعی بجا لانے کا حکم کرے اور معروف شرعی یہ ہی کہ قرآن مجید و سنت

نبی صلعم سے موافقت کرے **قال المترجم** معروف بمعنی پسندیدہ لینا مجمل ہو مراد یہ ہی کہ جو قرآن وحدیث کے موافق ہو اسپر عمل کرے اور جس سے قرآن وحدیث میں منع وانکار ہی اسکو چھوڑے اگرچہ وہ مکروہ تنزیہی کیون نہو کیونکہ مقصود تمام ایمان کا حصول ہی

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ضُرِبَتْ

وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑینگے مگر ستانا اور اگر تم سے لڑینگے تو پیٹھ دینگے پھر انکو مدد نہوگی چھپادی گئی ہی

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ

اپنر ذلت جہان دیکھے سوائے دست آویز اللہ کے اور دست آویز لوگون کے اور کمالائے غصہ

مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اللہ کا اور چھپادی گئی اپنر مسکنت یہ اسواسطے کہ وہ رہے ہین منکر اللہ کی آیتون سے

وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ ق

اور مارڈالتے رہے ہین نبیون کو ناحق یہ اس سے کہ نافرمان ہوے اور حد سے بڑھتے ہین۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ - ای الیہود یا معشر المسلمین بشیٔ - اِلَّآ اَذًى - باللسان من سب وتہدید یہ ہرگز نہین ضرر پہونچا سکتے (یعنی یہود لوگ) تم کو اے گروہ مسلمانون کے کسی چیز کے ساتھ سوا اذی کے زبان سے کہ وہ بدگوئی ودہمکی وغیرہ ہی - حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے مومنون کو وعدہ دیدیا کہ یہود تمکو کوئی ضرر نہین پہونچا سکینگے جو درحقیقت ضرر ہو سوا اسکے کہ زبان سے تمپر زبان درازی و بدگوئی و دھمکیان دینگے اور یہ درحقیقت ضرر نہین بلکہ اذیت ہی پس یہ استثنا مفرغ ہی - اور یہ ابتدا بھی اسوجہ سے کہ یہود بدبخت کی قسمت مین عذاب غضب بے فائدہ لکھا جاوے - وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ - منہزمین - اور اگر تمسے قتال کرینگے تو تمکو پیٹھ دینگے (درحالیکہ بھاگنے والے ہونگے) اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے مومنین کو یہود پر وعدہ فتح ونصرت ہی اور یہ وعدہ دائمی ہی چنانچہ فرمایا ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ - علیکم بل لکم النصر علیہم - یعنی پھر کبھی وہ مدد نہ دیے جاوینگے تمپر بلکہ تمہارے واسطے اپنر فتح ہوگی - یہ آیت معجزہ نبوت ہی آنکھون سے دیکھ کہ مومنین نے ایسا ہی پایا کہ بعد اسکے کبھی یہود کا کوئی جھنڈا آجتک بلند نہوا اور نہ کبھی غالب ہوے جہان کہین یہودی ذلیل ہین اور مسلمان برابر غالب رہے اور یہود یون پر ہمیشہ غالب رہینگے اور ہر قوم پر غالب رہین اگر کتاب اللہ وسنت رسول پر ثابت قدم ہون ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا - حیثما وجدوا فلا عز لہم ولا اعتصام - یعنی تھپا دیدی گئی اپنر ذلت جیسے ضرب سکہ ہوتا ہی جہان کہین پائے جاوین (پس انکو کوئی عزت نہین اور نہ اعتصام ہی) اِلَّا - کائنین بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ - المومنین وہو عہدہم الیہم بالامان علی اداء الجزیۃ ای لاعصمۃ لہم غیر ذلک - یعنی الا کا مابعد منصوب المحل بنا بر حال ہونے کے ہی اور معنی یہ ہین کہ انکو کہین عزت نہین اور نہ انکے خون کی حفاظت ہی سوا اس حال کے کہ وہ ہو وین ساتھ عہد ذمہ کے اللہ تعالی کی طرف سے اور بزرگ لوگون کی طرف سے یعنی مومنین کیطرف سے پس حبل سے جو رسی کے معنی مین ہی مراد عہد مومنین کا یہود کیطرف ہی امان کا ادا و جزیہ کے ساتھ اور حاصل یہ کہ نہین بچاؤ ہی انکو سوا اس حال کے اگر کہا جاوے کہ پھر عہد اللہ تعالی کا کیا ہی تو جواب یہ کہ اللہ عز وجل نے مومنین کی بزرگی ظاہر فرمانے کو اپنا عہد فرمایا وہی مومنین کا عہد ہی اور بعض نے کہا کہ عہد اللہ تعالے یہ کہ یہود مسلمان ہو جاوین تو انسے یہ ذلت زائل ہو - وَبَاۗءُوْ - رجعوا - بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ - رجوع کیا انھون نے غضب الٰہی کے

ساتھ تھا اور مسکنت انپر داغ دیگئی ف حاصل یہ کہ مرجع انکا غضب الٰہی ذلت ہوگیا جسکے وہ مستحق ہین ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ ۔ اسی سبب سے کہ وہ یہ بات جو مذکور ہوئی اس سبب سے ہی کہ وہ لوگ ۔ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۔ کفر کرتے رہے آیات اللہ تعالیٰ سے اور قتل کرتے رہے انبیاء کو بغیر حق کے اگر کہا جاوے کہ قتل نبی تو ہمیشہ ناحق ہوگا جواب یہ کہ اشارہ ہی کہ وہ خود بھی جانتے تھے کہ ناحق قتل کرتے ہین مگر دنیا کے واسطے اپنے فسق و فجور پر رہنے کو قتل کرتے اور اسمین زیادہ فضیحت ہی ۔ ذٰلِكَ تاکید ۔ بِمَا عَصَوْا ۔ امر واللہ تعالیٰ ۔ وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۔ یتجاوزون الحلال الی الحرام ۔ تاکید فرمائی کہ یہ جو مذکور ہوا اس سبب سے کہ یہود نے امر الٰہی سے نافرمانی کی اور تجاوز کیا کرتے یعنی حلال چھوڑ کر حرام کے مرتکب ہوتے تھے ف مفسر رحمہ اللہ نے ہی ذٰلک کو اول کی تاکید قرار دیا اور بیضاوی نے اول ذٰلک کو ذلت و مسکنت مذکور کی طرف اشارہ قرار دیا اور دوسرے ذٰلک کا اشارہ کفر و قتل کیطرف رکھا اور بما عصوا کی با سببیہ ہی اور ما مصدریہ ہی ای بسبب عصیانہم امر اللہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے کے سبب سے کہ نافرمانی حکم الٰہی کی جو کبیرہ گناہ ہی اصرار کیوجہ سے موجب کفر ہوئی ۔ وکانوا یعتدون ای تجاوز کرتے حلال سے حرام کی طرف یعنی جو حد اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی تھی اس سے تجاوز کرتے اور حرام کے مرتکب ہوتے تھے آخر یہ نتیجہ پایا ۔ مگر اس سے یہ مت سمجھو کہ یہود میں سے کوئی بھی اس بدکاری و مذمت سے خالی نہین بلکہ بعضے اچھے ہین قال تعالیٰ

لَيْسُوا سَوَاءً ۗ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللّٰهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ

وہ سب برابر نہین ۔ اہل کتاب مین ۔ ایک فرقہ ہی سیدھی راہ پر پڑھتے ہین آیتین اللہ کی راتون کے وقت اور وہ سجدہ کرتے ہین

يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ

یقین لاتے ہین اللہ پر ۔ اور پچھلے دن پر ۔ اور حکم کرتے ہین پسندیدہ بات کا ۔ اور منع کرتے ہین ناپسند سے اور دوڑتے ہین

فِي الْخَيْرَاتِ ۖ وَأُولٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ

نیک کامون پر ۔ اور وہ لوگ ۔ نیک بختون مین ہین ۔ اور جو نیک کام کرینگے ۔ وہ رد نہ ہوگا

وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝

اور اللہ کو خبر ہی پرہیزگارون کی

لَيْسُوا ۔ ای اہل الکتاب ۔ سَوَاءً ۔ مستوین یعنی ہین سب اہل کتاب یکسان ف یعنی لیسوا کا اسم ضمیر اہل کتاب ہی اور سواء مصدر بمعنی مستوی ہی اور چونکہ مصدر ہی لہذا لفظ مین مفرد اور معنی مین جمع ہی اسیواسطے مستوین سے تفسیر کی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قولہ لیسوا سواء کی تفسیر حضرت ابن مسعودؓ سے یون مذکور ہی کہ نہین برابر ہین اہل کتاب اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی سدی رحمہ اللہ نے کہا ہی اور اس قول کی موید وہ حدیث ہی جو امام احمد نے اپنی اسناد سے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشا مین تاخیر کردی پھر مسجد مین نکلکر تشریف لائے تو لوگ سب نماز کے منتظر بیٹھے تھے پس فرمایا کہ آگاہ رہو کہ ان ادیان مین سے کوئی نہین کہ اللہ تعالیٰ کی اس ساعت مین یاد کرتا ہو سوا تمھارے کہا کہ پھر نازل ہوئی یہ آیت لیسوا سواء من اہل الکتاب تا قولہ واللہ علیم بالمتقین شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مشہور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ ہی جیسا کہ محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا اور اسکو عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہ آیت کریمہ یہود کے ان احبار کے حق مین نازل ہوئی جو ایمان لائے مانند عبداللہ بن سلام و اسد بن عبید و ثعلبہ بن شعبہ وغیرہ کے اور حاصل معنی یہ کہ اہل کتاب جن کا ذکر مذمت کے ساتھ پہلے ہوا وہ اور جو اہل کتاب ایمان لائے یہ دونون فریق برابر نہین ہین پس قولہ لیسوا سواء ای لیس کلہم علی حد سواء بل منہم المومن ۱۱

ومنھم المجرم - اور دیگر آیات بھی اسکے مفسر ہیں مانند قولہ وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیھم خاشعین للہ الآیہ۔
مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ - مستقیمۃ ثابتۃ علی الحق کعبد اللہ بن سلام واصحابہ - اہل کتاب میں سے ایک امت قائمہ ہے ای مستقیمۃ
ثابتۃ بر حق ہے مانند عبد اللہ بن سلام و انکے ساتھیوں کے یعنی یہ گروہ پاکیزہ الیتہ حق پر ثابت و ٹھیک قائم ہے پس توریت پر ٹھیک قائم ہونے
سے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پر ایمان لائے یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیْلِ - ای فی ساعاتہ - یہ لوگ اوقات شب میں اللہ تعالے
کی آیات پڑھا کرتے ہیں ف آناء جمع انی مانند معی و امعاء کے اور یہ تلاوت یا تو نماز تہجد میں مراد ہے یا نماز عشا میں اور مخصوص سکو ذکر کیا
اسلیئے کہ اہل کتاب میں یہ نماز نہ تھی کذا قیل اور اولی یہ ہے کہ آناء کے قرینہ سے عام کہا جاوے نماز عشاء و تہجد وغیرہ اوقات شب میں تلاوت کرتے ہیں -
وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ - یصلون حال - یعنی تلاوت قرآن کرتے ہیں درحالیکہ سجدے کرتے ہیں یعنی درحالیکہ نماز پڑھتے ہیں ف پس یسجدون کی تاویل
یصلون سے ہے اسواسطے کہ جب مراد اس سے وہ لوگ اہل کتاب میں سے ہیں جو اسلام لائے اور امت محمد صلعم میں شامل ہوے تو اس شریعت حقہ کے
موافق عمل کرینگے اور صحیح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی حالت میں قراۃ قرآن سے منع فرمایا جیسے رکوع میں بھی منع فرمایا ہے پس اسکی تاویل ضرور ہے
اور ارجح تاویل جو اہل معانی میں سے فراء و زجاج رحمہما اللہ نے بیان کی یہ ہے کہ وھم یسجدون کے معنے وھم یصلون ہے یعنی حالت نماز میں تلاوت
کرتے ہیں یا کہا جاوے کہ یسجدون بمعنی یخضعون ہے اسی خضوع کرتے ہیں اسواسطے کہ سجدہ کمال خضوع ہے - اگر کہا جاوے کہ جملہ مستقل کیوں نہیں
قرار دیا گیا حالیہ کیوں قرار دیا جاتا ہے کہ تاویل کی ضرورت ہو تو جواب یہ کہ مستقل ہونے کی صورت میں عطف جملہ اسمیہ کا فعلیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہے مترجم
کہتا ہے کہ یہ عذر مہمل ہے وقد حقق الجزا التفتازانی - یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ
وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ - یہ لوگ ایمان لاتے ہیں اللہ تعالی پر اور روز قیامت پر اور نیکیوں کا حکم کرتے اور برائیوں سے منع کرتے ہیں اور
بہتریاں حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں - وَاُولٰٓئِکَ - الموصوفون بما ذکر مِنَ الصّٰلِحِیْنَ - اور ایسے لوگ منجملہ صالحین ہیں
ف یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں - قال المفسر ومنھم من لیسوا کذالک ولیسوا من الصالحین یعنی یہ لوگ جو امور مذکورہ سے
وصف کیے گئے ہیں یہ تو صالحین سے ہیں اور بعضے ان کتابوالوں میں سے ایسے نہیں اور نہ وہ صالحین سے ہیں - حاصل آنکہ ایک فریق اہل کتاب
کو ذکر کرکے دوسرے بخس فریق کے ذکر کو ترک کیا کیونکہ انکی صفات خوب کے برعکس انکی ذمائم قبیح ہیں - وَمَا یَفْعَلُوْا - بالتاء ایھا الامۃ وبالیاء
ای الامۃ القائمۃ - یعنی تفعلوا بصیغہ خطاب قراءۃ سوائے قراء کوفہ کی ہے پس خطاب تمیع امت کو ہے اور معنی یہ ہوے کہ اے امت محمدی جو کچھ
نیکی کروگے ضائع نہوگی اور یاء کے ساتھ قراءۃ اہل کوفہ ہے پس فاعل اسکا وہی امت قائمہ ہے یعنی گروہ صالحین اہل کتاب جو کچھ کرینگے مِنْ خَیْرٍ
فَلَنْ یُّکْفَرُوْہُ - بھلائی میں سے تو ضائع نہونگی ف یکفروہ یا تو جمیں ای تن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ - یعنی یکفروہ بھی بالتاء الفوقیہ
وبالیاء التحتیہ اوپر کے موافق دو قرائتیں ہیں پس قرأت خطاب یہ کہ - وما تفعلوا من خیر فلن تکفروہ - اور قرأت یائے غیبت تو آیت میں مذکور ہے
اور معنی یہ ہیں کہ فلن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ - ای ہرگز محروم نکیے جاؤگے (رائیگاں کیے جاوینگے) ثواب عمل سے بلکہ اسکا ثواب دیے جاوگے
(دیا دیے جاوینگے) اور بیضاوی میں ہے کہ حمزہ و کسائی و حفص نے بالیاء التحتیہ پڑھا اور باقیوں نے بتاء فوقیہ پڑھا ہے اور کیا کہ ضاعت
ثواب کو کفران کہا جیسے بجبر پورا ثواب کو شکر فرمایا - کما فی قولہ تعالی انہ شکور حلیم - اور دو مفعول کیطرف اسکا متعدی ہونا اس سبب سے ہے کہ
وہ متضمن معنی (حرمان) ہے - وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ - اور اللہ تعالے اپنے متقی بندوں کو خوب جانتا ہے ف یہ انکے واسطے بشارت
ہے اور اسمیں اشعار ہے کہ تقوی مبداء خیر و حسن عمل ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک فائز وہی اہل تقوی ہیں اور علیم ہونیکے معنی یہ ہیں کہ انکے

ثواب ضائع نہین ہوسکتے ہین - بخلاف کافرون کے جنکے پاس سوا ے مال ومتاع دنیا کے کچھ نہین تو وہ فانی ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ

وہ لوگ جو منکر ہین انکو کام نہ آوینگے انکے مال اور نہ اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور وہ دوزخ کے

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ

لوگ ہین وہ اسمین رہ پڑے جو کچھ خرچ کرتے ہین اس دنیا کی زندگی مین اسکی مثال

رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ

جیسے تیز ہوا ہین پالا وہ مار گئے کھیتی ایک قوم کی جنھون نے اپنے حق مین برا کیا تھا پس اسکو میٹ گئے اور اللہ نے انپر ظلم نہین کیا

لٰكِنْ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

پر وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہین

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ - تدفع - عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ - جو لوگ کافر ہین تو نہین بچا کرینگے یعنی نہین دور کرسکینگے ان سے انکے مال و نہ اولاد - مِّنَ اللّٰهِ - ای عذابہ - شَيْـًٔا - اللہ تعالی سے یعنی عذاب الٰہی سے کچھ بھی یعنی یہان عذاب مضاف حذف کرکے نام جلیل تعالی کو ہول دلانے کے واسطے رکھا گیا حاصل یہ کہ کافرون کو عذاب الٰہی سے بچانے مین انکے مال و اولاد کچھ کارآمد نہونگے قال المفسر رح خصہما بالذکر لان الانسان یدفع عن نفسہ تارۃ بفداء المال تارۃ بالاستعانۃ بالاولاد یعنی مخصوص مال و اولاد کو ذکر فرمایا حالانکہ کوئی چیز بھی عذاب الٰہی سے کافرون کو نہ بچاویگی تو اسوجہ سے کہ عادت یون جاری ہے کہ آدمی اپنے اوپر سے مصیبت کو کبھی تو مال فدیہ دیکر دفع کرتا ہے اور کبھی اولاد کی مدد سے دور کرتا ہے - پھر مقاتل رح نے کہا کہ یہ تو بنو قریظہ و نضیر کے یہودی کافرون کے حق مین ہے اور بعض نے کہا کہ مشرکین قریش کے حق مین ہے اور ظاہر یہ ہے کہ آیہ عام ہے جملہ کافرون کے حق مین اور یہی قول مأخوذ ہے کیونکہ اگر خصوص سبب ثابت بھی ہو تب بھی حکم عام لیا جائیگا - وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ - اور یہی لوگ جہنمی ہین ف ہر جگہ کافرون و مشرکون کو اصحاب نار فرمایا اسمین اشعار ہے کہ نار کی خصوصیت انھین لوگون سے ہے اور گنہگار اہل اسلام اگرچہ دوزخ مین بقدر جرم کے جاوین لیکن وے اصحاب النار نہین کیونکہ خلقت جنت کی انکے واسطے ہے جیسے خلقت دوزخ کی کافرون کے لیے ہے چنانچہ فرمایا - اعدت للکافرین - یعنی وہ کافرون ہی کے واسطے مہیا و موجود ہوئی ہے قاہم هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ - ای ملازمون - یہ لوگ ہمیشہ اسمین رہینگے کیونکہ دلائل دیگر قائم ہین کہ کافرون کے حق مین خلود سے ہمیشگی مراد ہے اگرچہ خلود زمانہ دراز کو بھی کہتے ہین مَثَلُ - صفۃ - مَا يُنْفِقُوْنَ - ای الکفار - مثل کی تفسیر صفت سے اشارہ ہے کہ انکے نفقہ و خرچ کے بیان کو جو مثل فرمایا تو اسوجہ سے کہ مثل ایک امر عجیب ہین بولتے ہین اور آنکی حالت عجیب ہے کہ محض بیکار جاتا ہے - الحاصل مثل اس نفقہ کی جو کافر خرچ کرتے ہین فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا - اس دنیاوی زندگی مین ف ینفقون کا فاعل کفار ہین اور یہ بیان انکے مالون کا ہے کہ کچھ کارآمد نہونگے خواہ کسیطرح خرچ کرین پس خرچ کرنا عام ہے خواہ ایسے کام مین خرچ کرین جسکو بھلا سمجھتے ہین مثلاً بتون کی دعوت مین یا حضرت صلعم کی ایذا مین یا اپنے فخر مین یا دکھلانے سنانے کو یا منافق لوگ ریاکاری اور خوف سے خرچ کرین چنانچہ مفسر رح نے کہا قولہ فی ہذہ الحیوۃ الدنیا فی عداوۃ النبی صلعم او صدقۃ ونحوہا - یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین یا صدقہ دیتے ہین یا مانند اسکے کسی کام مین - بالجملہ کفار اپنی نیت پر جو کچھ اس دنیا مین خرچ کرین اسکی مثال عجیب ہے كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ - حر او برد شدید - جیسے ہوا جسمین صر یعنی حرارت شدید یا سردی شدید ہو بیضاوی

نے اسکا شائع اسکا اطلاق ہوائے سرد میں ہے - اور مفسرین نے جو دونوں کو بیان کیا تو اسوجہ سے کہ حضرت ابن عباس سے دونوں معنی مروی ہوئے ہیں اور تحقیق وہی ہے جو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صر یعنی برد شدید ہے یہ قول ابن عباس و عکرمہ و سعید و حسن و قتادہ و ربیع و ضحاک وغیرہ کا ہے اور عطاء نے فرمایا ہے برد و جلید اور نیز ابن عباس و مجاہد سے فیہا صر ای نار یعنی آگ مروی ہے اور اسکا مرجع بھی اول ہی کیطرف ہے کیونکہ برد شدید خصوصاً جبکہ جلید ہو تو کھیتیوں و پھلوں کو جلا دیتا ہے جیسے آگ جلاتی ہے - اور بیضاوی نے کہا کہ صر در اصل مصدر ہے یا صفت ہے کہ اس سے مبالغہ کے طور پر وصف کیا گیا جیسے برد بارد کہتے ہیں غرضکہ کافروں کے خرچ کی مثال دی کہ جیسے ہوائے سرد کہ - اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ - بالکفر والمعصیۃ - ایسی قوم کی کھیتی کو پہونچی جنھوں نے نافرمانیوں و کفر سے اپنا او پر وبال لیا تھا - فَأَهْلَكَتْهُ - فلم ینتفعوا بہ فکذلک نفقاتہم فانہم لا ینتفعون بہا - پس اس ریح مذکور نے اس کھیتی کو تباہ کیا ف یعنی قوم مذکور نے اس سے نفع نہیں پایا ایسے ہی ان کافروں کے نفقات مالی ہیں کہ محض برباد ہیں اُسے انکو کچھ نفع نہوگا - حاصل یہ کہ اللہ تعالی کے حکم سے اور قبول سے جسکو نفع ہوتا ہے اسنے اسکے خرچ و نفقہ کو کیسا ہی ہو بیجا طور پر لانے سے قبول نہ کیا اور سیئے دیا کہ کچھ اسکا نفع انکو عذاب الہی دفع کرنے میں نہیں ملسکتا ہے اور وہ صدقہ و نفقہ ہونے کے حکم میں بھی کار آمد نہیں ہوتے ہیں - اگر کہا جاوے کہ کاف تشبیہ تو ریح پر داخل ہے پس نفقات کی مثل ریح سے ہوئی حالانکہ کھیتی سے جسکو ایسا پالا ہو بیجا مثال مقصود ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ تمثیل مفرد نہیں ہے کہ ہر فرد کی فرد سے تشبیہ ہو بلکہ تشبیہ مرکب ہے جسمیں مفردات کی تشبیہ پر لحاظ نہیں ہوتا ہے اور بیضاوی نے کہا کہ جائز ہے کہ مضاف مقدر ہو یعنی کمثل مہلک ریح یا مانند ہوائے مذکور سے ہلاک کی ہوئی چیز اور کھیتی کی اور پہلی تشبیہ مرکب ہے اور مفرد تصور کرنا وہم ہے - وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ - بضیاع نفقاتہم - اور اللہ تعالی نے انپر ظلم نہیں کیا کہ انکے نفقات ضائع کر دیا - وَلَٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ - بالکفر الموجب لضیاعہا - ولیکن وہی خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ف اسسبب سے کہ کفر کرتے ہیں جو ان کے نفقات ضائع ہونیکا موجب ہے حاصل انکہ خود ہی انھوں نے کھیتی والوں کے مانند ایسا امر کیا جو مستوجب عقوبت ہے کہ نفقات کو ایمان کیساتھ نہ لانے سے قبول ہوتے بلکہ کفر کیساتھ لاکر خود ضائع کیے - اور تقدیم انفسہم مفعول برعایت فواصل ہے تخصیص و فرق ہی لکن بالتشدید فاسمہا ضمیر الشان و انفسہم لا تقدیر لکنہ لانہ خص بالشعر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ

اے ایمان والو مت ٹھہراؤ بھیدی اپنے غیر کو وہ کمی نہیں کرتے تمھاری خرابی میں انکی خوشی ہے تم جسقدر تکلیف پاؤ

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۖ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

نکلی پڑتی ہے دشمنی انکی زبانوں سے اور جو چھپا ہے انکے دلوں میں سو اس سے زیادہ ہے ہم نے جتا دیے تم کو

الْآيَاتِ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ هَا أَنْتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ

پتے اگر تم کو عقل ہے سنتے ہو تم لوگ انکے دوست ہو اور وہ تمھارے دوست نہیں اور تم سب

بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ

کتابوں کو مانتے ہو اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں

الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ

دشمنی سے تو کہہ مرو تم اپنی دشمنی میں اللہ کو معلوم ہے جیوں کی بات اگر تم کو ملے کچھ بھلائی

تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۖ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ

بری لگے انکو اور اگر تم کو پہونچے برائی تو خوش ہوں اس سے اور اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو تو کچھ نہ بگڑے گا تمھارا

كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

انکے فریب سے جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً - صفیا تطلعونہم علی سرکم - یعنی بطانہ سے مراد صفیا ہیں ای ایسے برگزیدہ دوست مت بناؤ کہ انکو اپنے بھید سے مطلع کرو - اور بطانہ دراصل مصدر ہے کہ واحد کا اور جمع کا نام ہوتا ہے اور یہاں جمع پر اطلاق ہے چنانچہ مفسر نے صفیاء سے جو جمع صفی ہے تفسیر کی اور بطن فلان بفلان جبکہ اسکے ساتھ خاص ہو اور بیضاوی نے کہا کہ اسکو ولیجہ کہتے ہیں اور بطانہ وہ ایسا شخص ہے جسکو آدمی اپنے اسرار سے مطلع کرے اسپر اعتماد کرکے - اور تشبیہ اسکی بطانۃ الثوب ای استر سے ہے جیسے حضرت صلعم نے شعار سے تشبیہ دی کہ فرمایا انصار شعار ہیں اور دیگر لوگ وثار ہیں مِّن دُونِكُمْ - ای غیرکم من الیہود والمنافقین یعنی مسلمانوں کے غیر لوگوں یہود و منافقون وغیرہ میں سے - الحاصل ای ایمان والو تم اپنے سواے غیروں میں سے ولی دوست رازدار مت بناؤ - اور واضح رہے کہ مخالفت و اہل انکے دوست بنانے سے یہ مراد نہیں کہ دوست بناؤ مگر نہ ایسے دوست کہ اسپر اعتماد کرکے اپنے اسرار پر مطلع کرو کیونکہ کفار کی دوستی سے مطلق ممانعت ہے جیسا کہ پہلے اسکی ممانعت گذر چکی ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو مروی ہے ابن عباس رض نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سے چند لوگ تھے کہ یہود سے صحبت رکھتے بسبب انکے پڑوسی ہونے کے اور بسبب اس عہد و قسم کے جو انکے درمیان زمانہ جاہلیت میں تھے پس اللہ تعالی نے انکے حق میں یہ آیت نازل فرمائی پس انکو ان یہود سے مباطنت کرنے سے منع کر دیا تاکہ فتنہ میں نہ پڑیں اور نیز ابن عباس رض نے فرمایا کہ منافقوں سے مباطنت کو منع فرمایا ہے اسی سے بعض نے کہا کہ من دونکم میں من زائدہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ ایسے لوگوں سے جو تمہارے دون ہیں ایمان و عمل میں انسے مباطنت نہ رکھو اور صحیح یہ کہ یہ تفسیر وہم ہے اسواسطے کہ منافقین ایمان و عمل میں انسے ادون نہیں بلکہ محض بے ایمان تھے بلکہ کھلے کافروں سے زیادہ انکی مباطنت میں ضرر تھا - اور ابوامامہ رض نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جنسے مباطنت کو منع فرمایا ہے وہ خوارج ہیں رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی و شیخ مفسر جلال الدین سیوطی رح نے کہا کہ اسکی اسناد جید ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی ان لوگوں میں داخل ہیں جنکی مباطنت سے منع فرمایا پس قول اقرب یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں جمیع اقسام کفار سے مباطنت منع ہے اور اولاً وہ داخل ہیں جنکے حق میں نزول آیہ ہے اور ثانیاً باقی سب تمام داخل ہیں اور شیخ ابن کثیر نے جو کہا اسکا حاصل یہ ہے کہ اہل نفاق سے رازداری نہ رکھیں کہ وہ مومنوں کے حق میں کوئی مکر و خدیعت اٹھا نہیں رکھیں گے اور اپنے دین والے کے سواے کسی سے مباطنت نہ رکھیں اور ابوسعید رض سے اور ابوہریرہ رض سے اور ابوایوب انصاری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نہیں مبعوث کیا اللہ تعالی نے کوئی اور نہیں خلیفہ کیا کوئی خلیفہ مگر آنکہ اسکے دو بطانہ رکھے ایک اسکو بھلائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہے اور دوسرا اسکو برائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہے اور معصوم وہی رہا جسکو اللہ تعالی نے معصوم کیا رواہ البخاری والنسائی من غیر وجہ اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ دونوں وہی ہیں جنکو دوسری حدیث میں لمۂ ملک اور لمۂ شیطان سے تعبیر فرمایا ہے واللہ اعلم اور حضرت عمر بن الخطاب سے کہا گیا کہ یہاں ایک غلام اہل حیرہ میں سے ہوشیار کاتب ہے اگر اسکو منشی مقرر کر لیجئے تو اچھا ہو تو آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں یعنی سواے مومنین کے دوسروں میں سے بطانہ بنا لینے والا ہو جاتا یعنی اس سے انکار کیا اور اس اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور بالتحقیق مذکور ہے کہ حضرت عمر رض نے اپنے غلام نصرانی کو بھی نہ لیا اور فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جاتا تو ہم تجھسے مسلمانوں کے کام میں مدد لیتے پھر اللہ تعالی نے مومنوں کو سمجھایا کہ کافروں کو دوست بنانے میں نفع کا خیال مت کرو بلکہ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا - ای لا یقصرون لکم جہدہم فی الفساد وہ لوگ تمہارے بگاڑنے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھینگے ف خبالاً جو ہر طرح کے فساد کرنے کو عقل میں یا دین میں یا بدن میں ہو کہتے ہیں اسکو

نصب بنزع خافض ہے ای فی خبال اسواسطے کہ بالون الا لوا معنی کمی وکوتاہی متعدی بحرف ہے اسیواسطے کہاکہ معنی یہ ہین ای نکمی کرینگے تمھارے
لیے اپنی کوشش تک بگاڑ کرنے مین اور بیضاوی نے فرمایا کہ متعدی بدو مفعول ہوا جیسے عرب بولتے ہین لا آلوک نصحًا سو جب کہ متضمن
معنے منع کو یا معنے نقص کو ہو۔ وَدُّوا تمنوا۔ مَا عَنِتُّمْ۔ ای عنتکم و ہو شدۃ الضرر۔ دل سے چاہا ان کافرون نے تمھاری عنت کو یعنی سخت
ضرر کو۔ قَدْ بَدَتِ۔ ظہرت۔ الْبَغْضَاءُ۔ العداوۃ لکم مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔ بالوقیعۃ فیکم و اطلاع المشرکین علی سرکم۔ ظاہر ہوگئی عداوت
تمھارے ساتھ انکی منہون سے باینطور کہ تمھاری بدگوئی مین پڑے اور تمھارے بھید پر تمھارے دشمن مشرکین مکہ کو اطلاع دیدی ف لبغضاء
شدیدا بغض ہے جیسے ضرا ءشدت ضرر ہے یعنی انکو ایسا شدید بغض تمھارے ساتھ ہے کہ انکے چھپائے نہ چھپا دل کر منھ کو آگیا اور کھلگیا۔ اور محاورہ مین بولتے
ہین وقع فلان فی زید یعنی اسکی بدگوئی اور غیبت مین پڑ گیا پھر اسقدر تو انکی عداوت کھل گئی۔ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ۔ من العداوۃ لکم اَكْبَرُ
اور جو چھپائے ہوئے ہین سینے انکے تمھاری عداوت سے وہ بہت بڑی ہے ف یہ ذی عقل پر ظاہر ہے کہ دبانے اور چھپانے پر تو جو اُبل آیا اور نہ رُکا
تو یہ کچھ زہر اُگلا پھر سینون مین کیا کچھ ہوگا اسیواسطے فرمایا۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ۔ علی عداوتہم۔ تمھارے لیے انکی عداوت پر نشانیان
ہم نے بیان کردین انکو خوب سمجھو۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ ذلک فلا توالوہم۔ اگر اسکو سمجھتے ہو تو پھر ان کافرون سے موالات مت کرو
ف اگر کہا جاوے کہ اِنْ حرف شک کیسا ہے۔ جواب یہ کہ یہ شک کے واسطے نہین بلکہ بڑھاوا ہے جیسے کہتے ہین کہ بیٹا اگر تم ہمارے بیٹے ہو تو
نمازنہ چھوڑنا پھر مالیہ مین بھی ہ۱ اوگی دلائی چنانچہ فرمایا۔ هٰاَ۔ للتنبیہ۔ ای ہوشیار ہو جاؤ۔ اَنْتُمْ۔ یا۔ اُولَاءِ۔ المؤمنین۔ تمھی ہیرے
ایمان والے بندو۔ تُحِبُّوْنَهُمْ۔ لقرابتہم منکم وصداقتہم۔ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ۔ لمخالفتہم لکم فی الدین۔ تم محبت کرتے ہو ان لوگون سے
ف بسبب انکی قرابت کے تمھارے ساتھ اور بسبب انکے یار سمجھنے کے اور حال یہ کہ وہ تمکو نہین چاہتے ہین بسبب اسکے کہ دین مین تم اُنسے
مخالف ہو حالانکہ تحقیق حق پر ہو۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ۔ ای بالکتب کلہا ولا یؤمنون بکتابکم۔ اور تم کل جنس کتاب آسمانی پر ایمان
لاتے ہو یعنی سب کتابون پر ایمان رکھتے ہو اور وہ لوگ تمھاری کتاب پر ایمان نہین لاتے۔ اور حاصل یہ کہ ہر معاملہ دوستی و دشمنی کا جب اللہ تعالے
کیواسطے ہے تو دیکھو کہ تمکو تو شک و حیرت و شبہہ کچھ نہین تم سب کتابون پر ایمان لاتے ہو اور وہ شک و شبہہ و حیرت مین مذبذب و کفر مین حسد کرتے
ہین اور حاصل اسکا وہ جو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم ایمان لاتے ہو اپنی کتاب پر اور انکی کتاب پر اور تمام ان کتابون پر جو اس سے پہلے اللہ تعالے نے
نازل فرمائین اور وہ لوگ تمھاری کتاب سے انکار کرتے ہین لیس وہ جسقدر تمسے بغض رکھتے ہین اسکی بہ نسبت تمکو اُنسے زیادہ سخت بغض رکھنا چاہیے
رواہ ابن جریر۔ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ۔ اطراف الاصابع یعنی انامل
جمع انملہ اور وہ انگلی کا اوپر کا سرا ہے اور یہی قتادہ نے کہا اور ابن مسعود و سدی و ربیع نے انامل کی اصابع سے تفسیر کی اور یہی مراد ہے کیونکہ
کاٹنا انگلیون کا ہوتا ہے۔ مِنَ الْغَيْظِ۔ شدۃ الغضب لما یرون من ائتلافکم ویعبر عن شدۃ الغضب بعض الانامل مجازا وان لم یکن ثمہ
عض۔ المعنی اور یہ منافق جب تم سے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہین تو تم پر انگلیان چباتے ہین بوجہ غیظ کے
ف یہ بیان سبب ہے یعنی تم پر انگلیان چباتے ہین بسبب غیظ یعنی شدت غضب کے کیونکہ تم مین آپس مین بہت میل دیکھتے ہین یا ابن تا سف
و حسرت یہ کہ تم لوگ کوئی برائی نہین پہونچا سکتے ہین حل جل کر رہتے ہین کچھ بدلا نہین لے سکتے ہین اگر کہا جاوے کہ کیا وے انگلیان چباتے تھے
جواب یہ کہ شدت غضب کو مجازًا عض الانامل سے تعبیر کرتے ہین اگرچہ درحقیقت عض واقع بھی نہوا ہو۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ۔ ای
ابقوا علیہ الی الموت فلن تروا ما یسرکم یعنی حضرت صلعم کو حکم دیا کہ کہدے کہ مرو تم اپنے غیظ مین ف اس سے یہ مطلب نہین کہ فی الفور

مرجاؤ اگر یہ مراد ہوتی تو اسیوقت سب جل مرتے بلکہ یہ محاورہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ موت کے وقت تک اسی غیظ و جلن میں پڑے رہو کیونکہ ہرگز
تم ایسی چیز نہ دیکھو گے جو تم کو خوش کرے پس زندگی بھر اس بدحال سے جیو اور بدحال سے مرو اور آگے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ
بما فی القلوب ومنہ بالضمرہ ہیولا یعنی اللہ تعالیٰ دانا ہے جو ذات صدور ہیں یعنی جو دلوں میں ہے اور شامل اسکے یہ بھی ہے جو یہ لوگ اپنے دلمین
عداوت اسلام و مومنین کو پوشیدہ کیے ہیں پس وہ عاقبت میں بھی انکو اسکا عذاب سخت دیگا - اور یہ بھی خبر غیب تھی کہ یہود و منافق مرتے دم تک
اپنی خوشی کی مراد نہ دیکھینگے یعنی مسلمانوں کی پھوٹ اور کافروں کی شوکت کو سیواسطے آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ آپ انکو فرماوین قاہم - اِنْ
تَمْسَسْکُمْ تصبکم - حَسَنَۃٌ - نعمۃ کنصر و غنیمۃ - تَسُؤْھُمْ - تحزنہم - یعنی اگر پہونچے تمکو نعمت مانند فتح یا غنیمت کے تو غمناک کرتی ہے انکو
ف پہونچنے کو مس سے تعبیر کیا اور حسنۃ کو تنوین تقلیل فرمایا اور حزن کو سو سے تعبیر فرمایا اسمین انکی سخت دشمنی کا اشعار ہے یعنی ایسے سخت دشمن ہیں کہ
اگر تم کو قلیل بھلائی چھو جاتی ہے (چھو جانا ۱۲) تو انکو بڑا ملال ہوتا ہے پھر سمجھ لینا چاہیے کہ بہت بھلائی پہونچ جانے کو دیکھ کر وہ کیا کرینگے لیکن اللہ عزوجل نے اپنے
اپنے فضل سے ایسا کچھ دیا کہ ظاہر ہے ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء فللہ الحمد والمنۃ - وَاِنْ تُصِبْکُمْ سَیِّئَۃٌ - کہزیمۃ جدب - اور اگر تم کو
پہونچے کوئی برائی ف مانند شکست کے لڑائی میں یا رزق کی تنگی کے جو قحط میں ہوتی ہے - یَّفْرَحُوْا بِھَا - تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں ف
یعنی آج تک انکا یہ حال رہا ہے کہ تمہاری بھلائی پر جلے اور تمہاری برائی دیکھ کر خوش ہوئے وجملۃ الشرطیۃ علۃ متصلۃ بالشرط قبل و ما بینہما اعتراض والمعنی انہم
متناہون فی عداوتکم فلم توالونہم فاجتنبوہم - اور یہ جملہ شرطیہ علیحدہ متصل ہے شرط سابق سے یعنی اذا خلوا الخ سے اور انھی دونوں کے درمیان میں قل موتوا الخ
جملہ معترضہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ تمہاری عداوت میں وہ لوگ انتہا درجہ پر پہونچے ہوئے ہیں پھر تم انسے کیوں موالات رکھتے ہو جب تمنے یہ جان لیا تو اب انسے
پرہیز کرو - وَاِنْ تَصْبِرُوْا - علی اذاہم - وَتَتَّقُوْا - اللہ فی موالاتہم وغیرہا - لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا اور اگر تم صبر
کرو انکی اذیت پر اور ڈرو اللہ سے ان کافروں سے موالات رکھنے وغیرہ میں تو نہ ضرر دیگا تمکو مکر انکا کچھ ف لا یضرکم میں دو قراءۃ ہیں ابو عمرو
نافع و ابن کثیر نے ضار یضیر سے بکسر ضاد و سکون راء پڑھا ای لا یضرکم - دھوکا نہ دیگا - اور باقیوں نے بضمہ ضاد و راء و تشدید راء پڑھا اور
راء پر ضمہ باتباع ضاد ہے ورنہ اصل فتحہ راء ہے مانند قراءۃ مفضل رح از عاصم کے یعنی ضرر نہ دیگا - اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بالیاء والتاء مُحِیْطٌ
عالم مجازیہم - یعنی یعملون بنا بر تحتیہ تو قراءۃ سبعہ کی متواتر ہے اور تعملون بنا بر فوقیہ قراءۃ سہل رح کی شاذ ہے اور بنا بر قراءۃ متواترہ کے معنی یہ ہیں
جو وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسکا محیط ہے یعنی علم الٰہی اسکو محیط یعنی دانا ہے پس انکو اسکا بدلا دیگا او کمالین میں کہا کہ بیضاوی نے کشاف
کی تبعیت میں عجب غریب بات کہی کہ قراءۃ بنا بر فوقیہ کو اصل قرار دیکر تفسیر کیا میں کہتا ہوں کہ درحقیقت یہ سہو ہوا کما ذکرہ الفاضل السیالکوٹی فی القاری

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِکَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ط وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ اِذْ

اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھلانے لگا مومنوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر اور اللہ سنتا جانتا ہے جب

ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا ط وَاللّٰہُ وَلِیُّھُمَا ط وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

قصد کیا - دو فرقوں نے تم میں سے یہ کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا انکا اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسا کریں مسلمان

وَ - اذکر یا محمد - اور یاد کر یعنی بیان کر اے محمد - اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِکَ - من المدینۃ - جب فجر کو چلا تو اپنے اہل سے یعنی مدینہ سے
نکلکر - جاننا چاہیے کہ حضرت صلعم کے مکہ معظمہ سے مدینہ کو ہجرت کرکے آنے کے بعد مشرکین مکہ سے پہلے بدر کے مقام پر لڑائی ہوئی جسمیں مومنین
نے فتح پائی جسکا قصہ انفال میں آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور پھر اُحد پر لڑائی ہوئی جو مدینہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے اسمیں مسلمانوں نے

شکست کھائی اور اس دن کو یوم اُحُد کہتے ہیں اس میں سورہ آل عمران کی ساٹھ آیتیں نازل ہوئیں جنمیں اسدن کے واقعہ کا بیان اور شکست
اٹھانے والوں پر عتاب ہے- پس جمہور کے نزدیک یہ آیۃ کریمہ بھی واقعہ اُحد کے بیان میں ہے اور یہی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف و ابن
مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی قول زہری و قتادہ و سدی وغیرہم کا ہے اور حسنؒ نے کہا کہ غزوۂ احزاب ہے کما رواہ ابن
جریر اور یہی مقاتل و کلبی کا قول ہے اور کیۃ معتمد نہیں اور ابن جریر نے کہا کہ قول اول اصح ہے بدلیل آیۃ آئندہ **قال ابن کثیر** وغیرہ واقعہ احد کا ماہ شوال
روز سنیچر کو سنہ تین ہجری میں واقع ہوا اور سبب اسکا یہ ہوا کہ واقعہ بدر میں جب مال تجارت بچگیا اور مشرکین مکہ کی جان بچگئی اور اکثر مارے گئے تو
مقتولوں کی اولاد و باقی بچے ہوؤں نے ابو سفیان سے کہا کہ یہ سب مال محمد سے لڑائی میں صرف کرنے کو رکھو پس انھوں نے تین ہزار لشکر جمع کر کے
احد پر قریب مدینہ کے اُتارا اور رسول اللہ صلعم نے جمعہ کی نماز مدینہ میں پڑھکر مالک بن عمرو پر جنازہ کی نماز پڑھکر لوگوں سے مشورہ لیا اور عبد اللہ
بن ابی منافق کو بھی اس روز طلب کیا اسنے مدینہ میں ٹھہرنے کی رائے دی اور یہی بعضے صحابہ کی رائے ہوئی کہ قریش اگر وہاں پڑے رہے تو بری جگہ
پڑے ہیں اور اگر مدینہ پر چڑھیں تو مرد روبرو سے مارینگے اور عورتیں و لڑکے اوپر سے پتھر مارینگے اور آنحضرت صلعم بھی اسی رائے کیطرف مائل تھے و فرمایا کہ
میں نے خواب دیکھا کہ میرے گرد گلہ گاؤں کا ذبح کیا ہوا ہے اسکی میں نے تاویل بہتر دیدی اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار کے پیلے میں رخنہ ہو گیا اسکی میں نے
تاویل دی کہ ہزیمت ہوگی اور میں نے دیکھا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ ایک زرہ حصین میں داخل کر دیے اسکی میں نے تاویل مدینہ دیدی اور دوسروں
نے جو بدر میں شریک نہوے تھے باہر نکلکر لڑنے کی رائے دی اور اصرار کیا پس آپؐ اندر گئے اور سامان جنگ پہنکر نکلے یہ دیکھکر وہ نادم ہوے کہ آنحضرت صلعم پر
وحی آتی ہے ہم نے دلیری کی تو عذر کرنے لگے کہ یا رسول اللہ اگر آپ چاہیں تو ٹھہریں آپ نے فرمایا کہ کسی نبی کو روا نہیں کہ سامان جنگ پہنکر لوٹے یہانتک
کہ اللہ تعالےٰ حکم کرے جو چاہے پس ہزار مرد کی جماعت سے نکلے جب مقام شوط تک پہونچے تو عبد اللہ بن ابی منافق تین سو کی جماعت سے لوٹا کیونکہ
حضرت صلعم نے اسکی رائے کو نہیں لیا اور باقی لشکر سے آپ احد پر پہونچ گئے اور عدوہ قریب اترے اور لشکر کی پشت احد کی جانب کی اور کہا کہ
کوئی نہ لڑے جبتک میں حکم ندوں پھر سات سو کی جماعت سے آپ نے لڑائی کا تہیا کیا اور تیر اندازوں پر عبد اللہ بن جبیر کو سردار کیا وہ پچاس تیر انداز
تھے اور فرمایا کہ ہمسے مشرکین کے سواروں کو دور رکھنا کہ ہمارے پیچھے سے حملہ آور نہوں اور برابر اپنی جگہ پر جمے رہنا خواہ ہمکو غلبہ ہو یا ہم پر غلبہ ہو اور خوب تاکید
کر کے مصعب بن عمیر کو لوا لشکر دیدیا اور مشرکین قریش نے جو تین ہزار تھے تہیا کیا اور انکے ساتھ دو سو گھوڑے تھے ان سواروں کے میمنہ پر خالد بن الولید کو اور
میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو سردار کیا اور لواء بنی عبد الدار کو دیا اور باقی قصہ ان آیات میں آویگا پس یہی اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا- واذ غدوت من اہلک
ظرف منصوب بفعل مقدر اذکر ہے اور غدو کہتے ہیں صبح کے چلنے کو- یہاں ابن جریر نے اشکال کیا کہ اس قصہ میں بعد نماز جمعہ کے آپ کا روانہ
ہونا کیونکر مذکور ہے اور جواب دیا کہ غدوہ تو مومنوں کو مقاعد قتال کیواسطے ہے وہ سنیچر کی صبح کو واقع ہوا **مترجم** کہتا ہے کہ من اہلک کا تعلق غدوت سے
رکھنا اس صورت میں مشکل ہوگا اور بعض نے جواب دیا کہ کبھی غدو و رواح مطلق نکلنے و آنے کے معنی میں بدون اعتبار وقت کے مستعمل ہوتا ہے جیسے ضحی
بدون اعتبار وقت ضحی کے بولا جاتا ہے- اور من اہلک اسواسطے فرمایا کہ آپ حجرہ عائشہ رضؓ سے نکلکر روانہ ہوے تھے اور اسمیں حضرت عائشہؓ کے
اہل رسول اللہ صلعم ہونے پر تنصیص ہے اور یہ بڑی فضیلت ہے- تُبَوِّئُ- تنزل- **الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ**- تو اتارتا تھا
مومنوں کو مقاعد قتال کے لیے- مقاعد جمع مقعد اور مراد مراکز جمع مرکز ہے جہاں وہ کھڑے ہونگے الحاصل درحالیکہ تو موقع سے اتارتا تھا مومنوں
کو مرکز قتال میں- **وَاللَّهُ سَمِيعٌ**- لاقوالکم- اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے تمہارے اقوال کا **عَلِيمٌ**- باحوالکم- جاننے والا تمہارے
احوال کا ہے- وھو یوم احد خرج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالف او الا خمسین رجلا والمشرکون ثلثۃ آلاف و نزل بالشعب یوم السبت سابع شوال سنۃ

ثلث من الهجرة وجعل ظهره وعسكره الى احد وسوى صفوفهم واجلس جيشا من الرماة وامر عليهم عبد الله بن جبير بسفح الجبل وقال انضحوا عنا بالنبل لا يأتونا من ورائنا ولا تبرحوا غلبنا او نصرنا ـ یہ واقعہ روز احد کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار مرد سے یا پچاس کم ایکہزار مرد سے نکلے اور تین سو مرد منافق واپس ہوئے) اور مشرکین تین ہزار تھے جن کا سردار ابوسفیان تھا اور حضرت صلعم جاکر احد کی گھاٹی پر عدوۃ قریب پہاڑ کے اترے بروز سنیچر ہفتم شوال (یا گیارھوین کما قال قتادہ یا چودھوین کما قال عکرمہ) سنہ تین ہجری کو اور پشت اپنی و لشکر کی کوہ احد کیطرف کی اور مومنین کی صفین درست کین اور ایک لشکر تیراندازون کا بٹھایا جو پچاس مرد تھے اور امیر مقرر کیا ان پر عبد اللہ بن جبیر کو اور بٹھایا سفح جبل پر یعنی درۂ احد پر اور حکم کیا کہ مشرکین سوارون کو تیرون سے ہم سے دور رکھو وہ ہمارے پیچھے سے ہم پر نہ آنے پاوین اور اپنی جگہ سے مت ٹلو خواہ ہم مغلوب ہون یا فتح پاویں-

اِذْ- بدل من اذ قبلہ یہ اذ پہلے اذ سے بدل واقع ہے- هَمَّتْ طَّائِفَتٰنِ مِنْكُمْ- بنو سلمہ و بنو حارثہ جناحا العسکر یعنی وہ گروہ لشکر کے وہ بنو سلمہ بکسر لام از قبیلہ خزرج اور بنو حارثہ از قبیلہ اوس ہین جو لشکر کے دونون بازو کیے گئے تھے- اَنْ تَفْشَلَا ۙ تجبنا عن القتال و ترجعا لما رجع عبد اللہ بن ابی المنافق واصحابہ وقال علام نقتل انفسنا واولادنا وقال لابی حاتم السلمی القائل له انشدكم الله فی نبیكم وانفسكم لو نعلم قتالا لاتبعناكم فثبتهما الله تعالى ولم ينصرفا المعنى جب تم مین سے دو گروہ نے کچھ ارادہ کیا- یہ کہ نامردی کر جاوین لڑائی سے قتل کرجاوین یا کہ جاوین اور لڑائی سے پھر لوٹ جاوین جبکہ عبد اللہ بن ابی المنافق و اسکے ساتھی لوٹ گئے ہین یہ کہکر کس بات پر قتل کرین ہم اپنی جانون کو و اولاد کو اور ابو حاتم سلمی سے بولا جسنے اس منافق مذکور سے کہا کہ مین تمکو قسم دلاتا ہون اور خدا کا واسطہ دیتا ہون تمھارے نبی و تمھارے جانون کے حق مین تو یون جواب دیا کہ اگر ہم قتال جانتے تو تمھارے پیچھے ہو لیتے پھر اللہ تعالی نے ہر دو گروہ کو ثابت رکھا اور وہ نہین لوٹے مترجم کہتا ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق یہ کہکر لوٹا کہ کس چیز پر ہم اپنے کو اور اپنی اولاد کو قتل کرین تو ابو حاتم سلمی اسکے پیچھے گئے اور اسکو قسم دلائی کہ نہ لوٹے تو انکو اسنے جواب دیا کہ اگر آج ہم لڑائی جانتے تو تمھارے پیچھے چلتے ولیکن ہم نہین دیکھتے ہین کہ تم آج لڑو- اور بنو سلمہ و بنو حارثہ بھی لوٹنے کا ارادہ دل مین کیے تھے پس عبد اللہ بن ابی کے لوٹنے پر انھون بھی قصد لوٹنے کا کیا لیکن اللہ تعالی نے انکو ثابت رکھا وہ نہین لوٹے وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَا ناصرهما - اور اللہ تعالی ان دونون کا مددگار ہے- وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ - ليثقوا به دون غيره - مومنون کو چاہیے کہ اللہ تعالی پر بھروسا کرین اور کسی پر نہ- اور یہ حصر تقدیم علی اللہ سے مستفاد ہے- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہمارے حق مین نازل ہوئی، اذ همت طائفتان منكم ان تفشلا الآیہ اور کہا کہ ہم دونون گروہ بنو حارثہ و بنو سلمہ تھے اور کہا کہ ہم نہین چاہتے ہین کہ وہ نہ اترتی اسواسطے کہ اسمین یہ فرمایا واللہ ولیہما رواه البخاری و مسلم پھر جب قتال واقع ہوا اور لوگون نے حکم رسول صلعم کا خلاف کر کے غضب الٰہی کا پایا اور شکست کھا کر بھاگے اور منافقون نے باتین بنائین تو انکو اپنی نعمت یاد دلانے اور نصیحت بلیغ فرمانے کو نازل فرمایا جیسا کہ مفسرین نے کہا کہ جب لوگون نے بزہمت اٹھائی تو انکو اپنی نعمت سابق انکو یاد دلانے کیلیے نازل فرمایا قولہ تعالی

اور البتہ اللہ نے تم کو مدد دی بدر میں حالانکہ تم بے مقدور تھے سو ڈرو اللہ سے شاید تم شکر کرو جب تو کہنے لگا

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ

مسلمانون کو کیا تم کو کفایت نہین کہ تمھاری مدد کرے پروردگار تمھارا تین ہزار فرشتے اتارے ہوئے سے

لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ ؕ

البتہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور وہ آوین تم پر اسی دم تو مدد بھیجے تمھارا رب پانچ ہزار

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ

فرشتے پلے ہوئے گھوڑوں پر اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی اور تا کہ تسکین ہو تمہارے دلوں کو

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور نہیں مدد مگر اللہ کے پاس جو زبردست ہے حکمت والا تا کاٹ ڈالے ایک طرف کافروں کو

اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝

یا اونکو ذلیل کرے کہ پھر جاویں نامراد

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ - موضع بین مکۃ والمدینۃ - بدر ایک مقام درمیان مکہ و مدینہ کے نام بدر بن النضر یا بدر بن انا ربن یا چاہ بدر مشہور ہوا اور یہ لڑائی بروز جمعہ ۱۷ ہفدہم شعبان سنہ ۲ دو ہجری ابن حبان کے اتفاقی پر واقع ہوگئی جسمین اللہ تعالی نے مومنون کو فتح دی اور ابوجہل وغیرہ جو قریش کے سرغنہ تھے مارے گئے حالانکہ مسلمان تین سو تیرہ آدمی بے سامان تھے اور مشرکین نو سو اور ہزار کے درمیان پورے سامان سے تھے بھی فرمایا۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر - وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ - بقلۃ العدد والسلاح - اذلۃ جمع ذلیل یعنی ذلت بسبب قلت تعداد و سامان جنگ کے ہر حال المعنی اللہ تعالی نے تمکو بدر کے روز فتح دی حالانکہ تم بے مقدور تھے تا کہ جان رکھو کہ فتح ہونا کثرت تعداد و سامان پر نہیں ہے اور عیاض اشعری سے روایت ہے کہ ہمین فتح ملک شام کے واقعہ یرموک مین موجود تھا اور ہمپر ابوعبیدہ و یزید بن ابی سفیان و ابن حسنہ و خالد بن الولید و عیاض یہ پانچ آدمی سردار تھے اور حضرت عمر رض نے حکم دیا تھا کہ جب قتال ہو تو تم سب کا سردار ابوعبیدہ ہے - پھر ہمنے حضرت عمر رض کو لکھا کہ ہمکو موت نے گھیر لیا اور عمر رض سے مدد چاہی تو جواب لکھا کہ تمھارا خط آیا تم ہمسے مدد مانگتے ہو مین تمکو ایسے پاک کی طرف رستہ بتاتا ہون کہ اسی سے مانگو کہ اسکی نصرت سب سے عزیز اور لشکر نہایت قوی ہے یعنی اللہ عزوجل سے کہ اسنے محمد صلعم کو تمھاری تعداد سے کم کو بدر کے روز فتح دی پھر جب میرا خط پہونچے تو تم اسنے لڑائی شروع کرو اور دوبارہ مجھے مت لکھو - عیاض کہتے ہین کہ ہمنے کفار لشکر شام سے جو بہت کثرت سے تھے قتال کیا پس اللہ تعالی کی مدد سے ہمنے انکو چار فرسخ بھگا دیا اور بہت مال غنیمت ہاتھ آیا پھر سردار عیاض نے ہمکو مشورہ دیا کہ ہر ذی راس کو دس لوین - اور کہا کہ حضرت ابوعبیدہ رض نے کہا کہ میرے ساتھ کون مراہنت کریگا تو ایک نوجوان بولا کہ مین بشرطیکہ آپ غصہ نہون - کہا کہ پھر وہ آگے ہوگیا پس مین نے گیسوے ابوعبیدہ رض اوڑتے دیکھا اور وہ اسکے پیچھے ایک اعرابی گھوڑے پر تھے رواہ احمد واسنادہ صحیح وقد اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ - فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ نعمتہ یعنی تقوی کرو اللہ سے شاید تم شکر کرو اسکی نعمتون کا - پھر جب احد مین مسلمانون نے گریز کیا تو اللہ تعالی نے یاد دلایا کہ کیا موت سے ڈرے جسکا نتیجہ اللہ تعالی کی جوار رحمت مین تھا یا غلبہ کفار سے ڈرے حالانکہ صبر پر اللہ تعالی تمھارا ناصر تھا پھر جسکی طرف اللہ تعالی ہو وہ قلیل یا ذلیل نہین ہے اور جسکی طرف اللہ تعالی کی نصرت نہو وہ کرورون ہون تو خوار و ذلیل ہین پس فرمایا - اِذْ - ظرف لنصرکم - یہ نصرکم کا ظرف زمان ہے - تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ - تو عدہم تطمینا لقلوبہم - جب تو مومنون کو انکے دل کے اطمینان کے لیے یہ وعدہ دیتا تھا - اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ - کیا تم کو کفایت نہین کہ تمھارا رب تمکو تین ہزار ملائکہ منزلین سے مدد فرماوے ف یعنی تمکو بہت کافی ہے بلکہ فقط اللہ تعالی کی نصرت کافی ہے - یہ تو عام دلون کے اطمینان کیلئے ہے اور مفسر نے اذ کو نصرکم کے متعلق ہونے سے اشارہ کیا کہ یہ وعدہ بروز بدر واقع ہوا تھا نہ بروز احد جیسا کہ بعض مفسرین اس طرف گئے ہین اور صحیح قول اول ہے اور وہی ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے بسند صحیح عامر شعبی رح سے روایت کیا کہ مسلمانون کو بدر کے روز یہ خبر پہونچی کہ کرز

بن جابر مشرکون کی مدد کریگا پس اپر یہ گران گذرا تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا۔ الن یکفیکم ان یمدکم ربکم تا قولہ مسومین۔ پھر کرز کو شکست کفار کی
خبر پہونچی اسنے مشرکون کی مدد نہ کی اور مسلمانون کو بھی پانچہزار ملائکہ سے مدد نہین دی گئی منزلین۔ بالتخفیف و التشدید بتخفیف از معجمہ اکثر کی قراءۃ
ہی اور بتشدید بزا معجمہ ابن عامر کی قراءۃ ہی جو تکثیر کے معنی میں ہی یا تدریج کے معنی ہین اے درجہ بدرجہ کرکے اترین بلٰی۔ یلفیکم ولکن کیونہین
یعنی تمکو حضور ومدد کافی ہی قال المفسر فے الانفال بالف لانہ امدہم اولا بہا ثم صارت ثلثۃ ثم صارت خمسۃ کما قال تعالی۔ ان تصبروا۔ علی
لقاء العدو۔ اگر کہا جاوے کہ سورۂ انفال مین تو ایک ہزار مذکور ہین جواب یہ کہ پہلے انکو ایک ہی ہزار سے مدد دیگئی پھر وہ تین ہزار ہوئے پھر
پانچہزار ہوے اور یہی قول ربیع بن انس سے مروی ہی چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ ان تصبروا یعنی اے اگر تم صبر کرو دشمن سے بھڑنے مین وتتقوا۔ اللہ
فے المخالفۃ اور ڈرو اللہ تعالی سے خلاف کرنے مین۔ ویاتوکم۔ ای المشرکون من فورہم۔ وقتہم۔ ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ
اٰلٰف من الملٰئکۃ مسومین۔ بکسر الواو وفتحہا ای معلمین وقد صبروا وانجز اللہ وعدہ بان قاتلت معہم الملائکۃ علی خیل بلق علیہم عمائم صفر و
بیض ارسلوہا بین اکتافہم۔ اور آوین مشرک اسی وقت تو مدد کریگا تمکو تمھارا پروردگار پانچہزار ملائکہ مسومین سے فا مسومین بکسر الواو قراءۃ ابو عمرو
وابن کثیر کی ہی اور بفتح الواو باقیون کی قراءۃ ہی اور معنی اسکے معلمین یعنی اول قراءۃ کے موافق بکسر لام اور مفعول اسکا خود ملائکہ ہین یا گھوڑے انکے
اور دوم قراءۃ کیموافق بفتح لام ہی۔ اور مسلمانون نے صبر کیا اور اللہ تعالی نے وعدہ پورا کردیا باینطور کہ ملائکہ نے مومنون کے ساتھ ابلق گھوڑون پر قتال کیا
اور اپر زرد عمامہ اور سپید تھے کہ انکو اپنے مونڈھون کے درمیان چھوڑا تھا۔ یہ ابن عباس رضؓ سے روایت ہی قال ابن کثیر دوسرا قول یہ ہی کہ یہ وعدہ متعلق
بقولہ واذ غدوت من اہلک ہی پس یہ بروز احد ہوگا اور یہی قول مجاہد وعکرمہ وضحاک وزہری وموسی بن عقبہ وغیرہم کا ہی ولیکن ان بزرگون نے کہا کہ
پانچہزار سے امداد حاصل نہین ہوئی کیونکہ مسلمان اس روز ہٹ گئے اور عکرمہ نے فرمایا کہ تین ہزار سے بھی مدد نہ ملی کیونکہ صبر وتقوی کی شرط نہ پائی گئی کیونکہ
بھاگے اور صبر نکیا پس ایک فرشتہ سے بھی مدد حاصل نہوئی۔ اور فورہم بمعنی وقتہم مفسر نے کہا۔ اور کہا گیا بمعنی وجہہم یعنی اسی راہ سے ہی قالہ الحسن وقتادہ
وربیع والسدی۔ اور کہا گیا من سفرہم ہذا اسی سفر سے۔ قالہ العوفی عن ابن عباس۔ اور کہا گیا فور بمعنی جوش وغضب ہی ای من غضبہم ہذا۔ اپنے جوش غضب
مین قالہ المجاہد وعکرمہ وابو صالح اور کہا گیا۔ من غضبہم ووجہہم قالہ الضحاک پھر مسومین بمعنے معلمین لیا ہی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
روایت ہی کہ بدر کے روز نشان ملائکہ صوف سفید تھا اور انکے گھوڑون کی پیشانی مین بھی تھا رواہ ابن ابی حاتم اور سرخ وزرد عمامے سپید وغیرہ اقوال ہین
اسمین طول کلام بیکار ہی۔ اور یہ روایت ابن عباس سے صحیح ہوئی کہ ملائکہ نے سوائے بدر کے اور کسی روز قتال نہین کیا بلکہ سامان دکھلانے کے طور پر رہتے
تھے۔ اگر کہا جاوے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک دھکے سے تمام کافرون کو میٹ سکتے تھے ایکہزار وغیرہ کی کیا ضرورت تھی تو علامہ سبکی نے جواب دیا
کہ بدین غرض کہ فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہؓ کو حاصل ہو اور ملائکہ بطور سامان وجاہ کے لشکر کے مددی رہین اور یہ عادت ان اسباب کی ہی جو اللہ
تعالی نے جاری فرمائے ہین حالانکہ وہی سب کا خالق ہی۔ اور علامہ بانی ہما سیار ملائکہ ہی عمامہ کا سرا لٹکانا چاہیے اور حدیثون میں پس پشت دونون مونڈھون کے
درمیان مذکور ہی اور بعض احادیث مین دونون سرے دونون طرف سے سینہ پر آئے ہین۔ وما جعلہ اللہ۔ ای الامداد۔ الا بشری
لکم۔ بالنصر۔ ولتطمئن۔ تسکن۔ قلوبکم بہ۔ فلا تجزع من کثرۃ العدو وقلتکم۔ اور نہین قرار دیا اللہ تعالی نے اسکو (یعنے
مدد دینے کو) مگر بشری (خوشخبری)[12] واسطے تمھارے (ساتھ فتح کے) اور تاکہ مطمئن ہون (یعنے ٹھہرے رہین) دل تمھارے اسکے ساتھ پس نہ گھبراوین تمھارے
دل دشمنون کی کثرت اور تمھاری قلت سے۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم۔ اور نصرت نہین مگر اللہ تعالی
کے یہان سے جو عزیز حکیم ہی۔ یوتیہ من یشاء ولیس بکثرۃ الجند۔ وہی جسکو چاہے نصرت دیدیتا ہی اور لشکر کی کثرت پر نہین ہی لہذا با وجود تمھاری

قلت شدید کے تم کو بدر مین نصرت دیدی۔ لیقطع متعلق بنصرکم ای لیہلک یعنی تعلق اسکا نصرکم سے ہے اور معنی اسکے یہ کہ تم کو نصرت دیدی
تاکہ ہلاک کرے۔ طرفا من الذین کفروا۔ بالقتل والاسر۔ ایک طرف کو کافرون سے قتل و قید کیا انھو۔ طرف یا تو بمعنے طائفہ
وجماعت ہے یا بمعنے شرفا ہے کیونکہ اطراف العرب بمعنی شرفاء عرب بولا جاتا ہے اور بدر مین یہی ہوا کہ جو لوگ مشرکون کے مُدّھے تھے مارے گئے اور بہت سے
قید ہو گئے کہ باقیون کی قوت کم ہو گئی۔ پھر مفسر رح نے "قتل و قید کیا تھا" جو کہا تو یہ کیسے فعل سابق سے نامناسب ہے کیونکہ لیقطع کی تفسیر لیہلک
سے کی اور قید ہونے مین ہلاکت نہین اور نیز وہ لوگ جو قید ہوے تھے فدیہ دیکر رہا ہو گئے تھے چنانچہ آویگا۔ الا آنکہ ہلاک سے محض تباہی مراد ہو فافہم
قولہ۔ او یکبتہم۔ یذلہم بالہزیمۃ۔ یا ذلیل کرے انکو ہزیمت سے یعنی یا ذلیل کرے انکو ہزیمت یا قید سے۔ فینقلبوا۔ یرجعوا۔ خائبین
لم ینالوا ما راموہ۔ پس لوٹین نامراد کہ جو مقصود تھا وہ انھون نے نہ پایا۔ ف واضح ہو کہ غزوۂ بدر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلۂ قریش کی خبر سنی جو شام سے آیا تھا جب خبر پہونچی تو آپ فقط ۳۱۳ آدمیون سے اس قافلہ کو گرفتار کرنے نکلے اور
باقیون کو نہین بلایا تھا کہ بہتون کو خبر نہ ہوئی۔ اور وہ قافلہ والون نے خبر پائی کھٹکے سے بچا کر راہ مین کوئی جاسوس مدینہ کا آیا تھا تو وہ پہلے ہی بھاگ کر ساحل
سمندر کی طرف ہو رہے اور قریش کو خبر پہونچائی تو وہ ایک ہزار مسلح نکلکر بدر مین پہونچے تو مقابلہ ہو گیا جسکا کوئی قرار پہلے سے نہ تھا آخر عجائب آیات سے
کفار مقتول و اسیر ہوے حالانکہ بڑے بہادر تھے۔ احد کی لڑائی اسکے دوسرے سال ہوئی ہے جن لوگون نے اس آیہ کو بھی غزوہ احد پر محمول کیا وہ
قولہ لیقطع طرفا من الذین کفروا الآیۃ کے معنی یہ بیان کرتے ہین کہ ابتداے جنگ مین حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب اور اسد اللہ حضرت علی کرم
اللہ وجہہ نے بڑھ کر بعضے مشرکین کو مع انکے نشان بردار کے پیہم قتل کیا یہانتک کہ نشان گر گیا اور مشرکین نے شکست کھائی اور مسلمان انکے پیچھے لشکر مین
لوٹ مین مشغول ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیراندازون سے پہاڑی پر مقرر کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ تم لوگ یہان سے
ٹلنا اگرچہ ہم لوگ ہلاک ہو جاوین یا فتح پاوین لیکن یہ دیکھکر پہاڑی والون نے جو عبد اللہ بن جبیر کیساتھ پشت لشکر کی حفاظت پر تھے پہاڑی چھوڑ دی
ہر چند عبد اللہ بن جبیر نے سمجھایا کہ خلاف حکم رسول اللہ ہے نہ مانا سواے دس آدمیون کے باقی سب لوٹ مین آکر مشغول ہوے یہ دیکھکر مشرکین
سوارون نے گھاٹی کی طرف سے قصد کیا اور دس آدمی مع عبد اللہ بن جبیر کے کثرت سے زخم اٹھا کر شہید ہوے اور مشرکین نے پیچھے سے حملہ آور ہو کر مسلمانون
کی جماعت آخر کار سخت پریشان کر دی اور ہوا جو ہوا اگر سولہ یا اٹھارہ مشرک مارے گئے اور ستر سے زیادہ مسلمان شہید ہوے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک و اگلے رباعیہ دانت شہید ہوے۔ یہ توجیہ اگرچہ قریب ہے مگر اقرب وہی ہے کہ حال روز بدر ہے کہ اسمین ستر اشراف قریش مارے
گئے اور ستر قید ہوے تھے۔ اور آیہ کریمہ مین اشارہ ہے کہ اسباب کی طرف سے نظر اٹھا کر مسبب الاسباب پر نظر رکھین اسیواسطے مدد ملائکہ سے
تسکین دیکر فرمایا۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم۔ ف عرائس البیان مین ہے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلہ۔ اذلہ کی لفظ مین علو مرتبہ کا
اشارہ ہے یعنی جس کو وہ ذلت حاصل ہے جو انوار کبریا و عظمت کھلنے کے وقت پیدا ہوتی ہے یعنے انوار کبریا و عظمت اسپر ظاہر ہوے کہ انکے موجہ مین
اسکا نفس سخت ذلیل ہو گیا تو وہ تمام مخلوق مین نہایت عظیم و باہیبت ہوتا ہے اور تائید ازلی سے منصور اور ہر متکبر کے سامنے خوار ہوتا ہے اسواسطے
کہ اسپر جلال الٰہی کا لباس ہوتا ہے جس سے ہر متکبر ڈرتا و لرزتا ہے اور امیر المومنین عمر بن الخطاب اس شان سے موصوف تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ شیطان بھاگتا ہے سایہ عمر رضی اللہ عنہ سے اور شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر مین کہا ای بسبب
تمھارے ضعف کے اور تمھارے توکل صحیح کے اپنے پروردگار پر اور تمھارے منقطع ہو جانے کے اپنے حول و قوت سے اور تمام
امر اپنے پروردگار کے سپرد کرنے سے فافہم

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا

تیرا اختیار کچھ نہیں ہے　یا انکو توبہ دیوے　یا انکو عذاب کرے　کہ وہ ناحق پر ہیں　اور اللہ کا مال ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

جو کچھ آسمان میں اور جو زمین میں ہو　بخشے جس بندے کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ونزل لما کسرت رباعیۃ النبی صلعم وشج وجہہ یوم احد وقال کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیہم بالدم - اور نازل ہوئی یہ آیت جبکہ احد کی لڑائی میں خبیث مشرک نے آنحضرت صلعم کو پتھر کھینچ مارا اور آپ کے اگلے نیچے اوپر کے چار دانت ٹوٹے اور چہرۂ مبارک بیچ کر پھٹ گیا اور خون جاری ہوا اور آپ نے فرمایا کہ کیونکر فلاح پاویگی وہ قوم جنھوں نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا مترجم کہتا ہے اسی کے مانند امام مسلم و احمد نے حضرت انس رض سے روایت کیا اور بخاری نے تعلیقا ذکر کیا اور علی ہذا آیت اس قصہ سے مربوط ہے اور نیز بخاری و نسائی و امام احمد نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ اے اللہ میرے لعنت کر فلان و فلان پر اللہ میرے لعنت کر حارث بن ہشام پر اللہ میرے لعنت کر سہیل بن عمرو پر اللہ میرے لعنت کر صفوان بن امیہ پر پس نازل ہوئی یہ آیت لیس لک من الامر شیء الآیۃ پھر اللہ تعالی نے ان سب کو توبہ کی توفیق دیدی وہذا لفظ احمد - اور دوسری روایت میں ہے کہ چار شخصوں پر لعنت کی بد دعا کرتے اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ دوسری رکعت نماز فجر میں بعد رکوع کے ہوتا تھا - اور جاننا چاہیے کہ مشرکین مکہ نے بہت سے ایمان لانے والوں کو پکڑ کر باندھ رکھا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے اور مدینہ کو آنے نہیں دیتے تھے اور قبیلۂ مضر کے کفار بہت سخت تھے اب سنو کہ بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رض سے روایت کی جس میں ہے کہ بسا اوقات آنحضرت صلعم رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد کہتے اے اللہ میرے نجات دے ولید بن الولید کو اور سلمۃ بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ اور ان سب مومنوں کو جو ضعیف کر کے پکڑے گئے ہیں اے اللہ میرے سخت روند دے مضر کو اور یہ روندنا اتنے قحط کے سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم پر ہوے تھے اسکو آواز سے کہتے تھے اور بعض نماز فجر میں فرماتے اے اللہ میرے لعنت کر فلان و فلان کو چند قبیلۂ عرب کا نام لیتے تھے یہاں تک کہ نازل ہوئی یہ آیت لیس لک من الامر شیء الآیۃ - قال المترجم ان روایات میں سبب نزول کی تصریح نہیں ہے اور ایسے ہی بعض روایات میں آیا کہ اصحاب بیر معونہ کو جب عامر بن الطفیل نے شہید کیا تو آپ کو سخت ملال ہوا کہ آپ نماز میں چند قبائل پر لعنت کی بد دعا فرماتے یہاں تک کہ نازل ہوئی یہ آیت - اس میں بھی سبب نزول نہیں اور بحث و کلام و تحقیق مقام بیان دراز ہے گنجائش نہیں اتنا معلوم کرنا چاہیے کہ سبب نزول اصح وہی ہے جو مفسر نے ذکر کیا اور قبل نزول کے آپ ایسا کرتے تھے پھر چھوڑ دیا اور احسن یہ ہے کہ نزول اسکا شاید مکرر واقع ہوا ہے اور یہی اوفق و اقرب بتحقیق ہے واللہ اعلم لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ - بل الامر للہ فاصبر - یعنی تیرا کچھ اختیار نہیں بلکہ اختیار اللہ تعالے ہی کو ہے تو صبر کر - اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ او بمعنے الی ان - ای الی ان یتوب علیہم بالاسلام - یہاں تک کہ اللہ تعالے انپر توبہ قبول کرے بایں طور کہ اسلام دیدے - اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ - بالکفر - یا انکو عذاب دے کیونکہ وے ظلم کرتے ہیں بسبب کفر کرنے کے ف لیس از افعال ناقصہ ہے اور لک اسکی خبر مقدم اور شیء اسم موخر ہے اور من الامر حال از اسم ہے اور امر کے معنی حکم کے بیان کیے گئے ہیں یعنی حکم تیرا نہیں بلکہ اللہ تعالی ہی کا ہے - پھر جو معنے مفسر نے ذکر کیے یہی اکثر مفسرین نے بیان کیے ہیں اور شیخ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق سے ایک وجہ دیگر نقل کی کہ لیس لک من الامر شیء جملہ معترضہ ہے اور قولہ او یتوب علیہم عطف ہے او یکبتہم پر اور حاصل یہ کہ لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتہم او یتوب علیہم او یعذبہم - ان چار وجہوں سے انکے حال کا استیفا کیا اور پوشیدہ نہیں کہ یہ بعید ہے اگرچہ شیخ ابن کثیر و بیضاوی نے اسطرف میلان فرمایا ہے فقال - وَلِلّٰهِ مَا

فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ - ملکا وخلقاً وعبیداً - یعنی ہر طرح سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے از راہ ملک واز راہ خلق اور بندے ہونے کے - یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ - المغفرۃ لہ - اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے جسکے لیے مغفرت منظور ہو - وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ - تعذیبہ - اور عذاب فرماتا ہے جسکے اوپر عذاب منظور ہو - وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ - لاولیایٔہ - رَّحِیْمٌ - باہل طاعتہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اولیا مومنین کے واسطے غفور ہے اور اپنے بندگی کرنے والوں کے واسطے رحیم ہے - ف - فی العرائس قولہ تعالیٰ لیس لک من الامر شیٔ سید علیہ السلام نے چاہا کہ مجرمین و کافرین جو ایسی باتیں شرک و کفر کی کہتے ہیں جو لائق جلال الٰہی عزوجل نہیں ہیں اُن سے ساحت کبریائی پاک ہو اور یہ چاہا تھا حضرت رب العزۃ عزوجل کے جمال پاک پر غیرت کھا کر تھا اور جسکو شدت محبت چھا جاتی ہے اسکو یہ لحاظ نہیں بھی رہتا ہے کہ امر قدم ایسے لوگوں کے حق میں جو مستور در حجاب ہیں محجوب ہیں امتحان کے پردوں کے ساتھ کیونکر جاری ہوا ہے لہٰذا حق عزوجل نے ایک لطف کے ساتھ عتاب فرمایا کہ این تو کہاں ہے تو نے میری سابق عنایت کو مشاہدہ نہیں کیا کہ ان لوگوں کے حق میں کس کیفیت سے جاری ہوئی ہے تو دیوان ازل میں غور سے نظر کر یہ لوگ تو تیرے پہلے سے میرے خود منتگزار بندے ہیں اگر تو اس غیرت سے منھ پھیر کر امر مشیت کی طرف توجہ کرے تو ان پر بد دعا کرنے سے بے پروا ہو گا اس قول کی تصدیق آگے موجود ہے کہ فرمایا او یتوب علیہم او یعذبہم - مترجم کہتا ہے کہ بوجوہ متعددہ روایت ہوا کہ حضرت صلعم نے احد کے روز فرمایا تھا کہ قریش لوگ اہل ثابت ہیں بعد چند روز کے تو دیکھے گا کہ انسے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان بازیاں ہونگی انکے مقابلہ میں تو اپنے عمال کو حقیر جانیگا اور وہ واقع ایسا ہی ہوا کہ جہاد و شام و ملک مغرب میں اُنسے وہ وہ امور سرزد ہوے کہ بیان سے باہر ہیں - اس سے معلوم ہوا کہ آپکو اطلاع تھی پھر بھی انکے فی الحال کے کفر پر غیرت کھا کر بد دعا فرمائی فافہم واللہ اعلم - شیخ نے کہا کہ پھر واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے یہاں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دو عمدہ ادب سکھلائے ایک یہ کہ آنحضرت صلعم عرش سے ثریٰ تک صاحب کرم و رحمت ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم کو کمال رحمت سے موصوف فرمایا بقولہ - وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین - یعنی تو جس حال پر ہے اپنی امت پر رحم کر اور انپر بد دعا نفرما - دوم یہ کہ آنحضرت صلعم کو اپنے خلق خاص سے خلعت پہنائی کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی خلق و صفت سے یہ ہے کہ سب پر رحمت فرماتا ہے اور آنحضرت صلعم کو طریقہ انبیاء و مرسلین سابق سے آگاہ فرمایا اور انہیں سے مخصوص ابراہیم و عیسیٰ علیہما السلام کو لے لیا چنانچہ فرمایا کہ اسنے کہا فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم - اور عیسیٰ نے کہا ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم -

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ص وَّاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ج

اے ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا اور ڈرو اللہ سے شاید تمھارا بھلا ہو

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ج وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ج

اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی کافروں کے لیے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا شاید تمپر رحم ہو

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ لا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ لا

اور دوڑو بخشش پر اپنے رب کی اور جنت پر جس کا پھیلاؤ ہے آسمان و زمین تیار ہوئی ہے پرہیزگاروں کے لیے

الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط

جو خرچ کرتے ہیں آسانی میں اور تکلیف میں اور دباتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ج

اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے احسان کرنے والوں کو

اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً - بالف ودو نہایان تزیدوا فی المال عند حلول الاجل وتؤخروا الطلب یعنی اکثر کی قراءۃ مضاعفۃ بالف از باب
مفاعلہ ہی اور نافع وابن عامر و یعقوب کی قراءۃ بدون الف از باب تفعیل ہی اور معنی یہ کہ مت کھاؤ سود اضعاف مضاعفہ باینطور کہ ادا کرنے کی
میعاد آنے پر مال میں بڑھا دو اور مطالبہ میں مہلت و تاخیر دیدو۔ جاننا چاہیے کہ بعض نے کہا کہ یہ کلام مذکور بالا بیچ غیب و ترہیب کے واسطے منبہ ہی
اور بعض نے کہا کہ قصہ احد کے درمیان کلام معترضہ ہی۔ پھر مضاعفہ کی قید اسواسطے نہین کہ سود کھانا اس قید کے ساتھ کہ مضاعفہ ہو تب حرام ہی
ورنہ نہین کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ سود مطلقا حرام ہی پس یہ قید یہان اہل عرب کی عادت کے موافق ہی کہ وہ ایک مدت کے واسطے قرض دیتے تھے اور سود
مقرر کرتے پھر میعاد آنے پر اگر قرضدار ادا نہ کرتا تو باہمی رضامندی سے کسیقدر مال اصل مین بڑھا کر پھر میعاد مقرر کر دیتے یہانتک کہ قرضخواہ اکثر اپنی
اصل سے کئی گونہ مال آخر کو لیتا اور بعض نے کہا کہ اضعاف جمع ضعف کی ہی چونکہ جمع قلت ہی اور مراد کثرت ہی لہذا مضاعفہ کی قید بڑھا دی۔ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ - تیسیر یعنی سود خواری چھوڑنے کے ساتھ تقوی کرو اور مترجم کے نزدیک ظاہر یہ کہ اللہ تعالی کا تقوی کرو ہر بات مین ازانجملہ یہ بھی ہی کیونکہ
فرمایا۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ - تفوزون - فوز و سعادت دارین حاصل کرو۔ یہ امر پورے تقوی پر حاصل ہوگا اور اسمین دلیل ہی کہ سود خواری کبیرہ
گناہ ہی اور اسکو حلال جاننا کفر ہی اور آگے فرمایا۔ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ - ان تعذبوا بہا یعنی دوزخ سے بچو یعنی
بچو اس بات سے کہ دوزخ سے عذاب کیے جاؤ اور ابن عباس نے فرمایا کہ اسمین مسلمانون کو تہدید ہی کہ ربوا وغیرہ جو اللہ تعالی نے حرام کیا ہی اسپر آگ
کی عقوبت رکھی اسکے مرتکب ہون اور مدارک مین کہا کہ ابو حنیفہ فرماتے کہ بڑی خوفناک آیت ہی کہ اللہ تعالی نے اسمین مومنون کو اس آگ کی وعید کی جو
کافرون کے واسطے مہیا ہی بشرطیکہ تقوی نہ کرین اور حرام سے اجتناب نہ کرین اور تیسیر مدارک مین کہا کہ اسمین مرجیہ فرقہ کا رد ہی جو کہتے ہین کہ ایمان کے بعد
کوئی گناہ ضرر نہین کرتا اور ہمارے نزدیک کافرون کے سوائے گناہگار مومن دوزخ مین جائیگا مگر آخر اسکو جنت ہی ملیگی مترجم کہتا ہی کہ غنیۃ الطالبین
وغیرہ سے جو لوگ نقل کرتے ہین کہ امام ابو حنیفہ مرجیہ مذہب تھے یہ سب بہتان ہی۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ - طاعت کرو اللہ و رسول
کی ف محمد بن اسحاق نے کہا کہ اسمین ان لوگون کو عتاب ہی جنہون نے احد کے روز حکم حضرت صلعم کی نافرمانی کی لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ - یعنی اطاعت کرو
بامید رحمت الٰہی عزوجل - کذا قیل - وَسَارِعُوْٓا - اور جلدی کرو ف اکثر کی قراءۃ وسارعوا بواو عطف بر ماقبل ہی اور نافع و ابن عامر کی
قراءۃ بدون واو جملہ مستانفہ ہی۔ اور عطاء بن ابی رباح نے مرسلا روایت کی کہ مسلمانون نے حضرت صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ کیا بنی اسرائیل ہماری
نسبت اللہ تعالے کے نزدیک بزرگ تھے کہ جب انمین کوئی گناہ کرتا تو صبح کو اسکے دروازہ پہ کفارہ لکھا ہوتا کہ ناک کاٹ کان کاٹ یہ کروہ کر پس
نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پس یہ آیت اتری وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم الآیۃ - اخرجہ عبد بن حمید وغیرہ اور حاصل جواب یہ کہ تم لوگون کو کرامت
ہی کہ اللہ عزوجل نے تمہارے واسطے نیک کام ایسے مقرر فرمائے ہین جو ثواب کے ساتھ کفارہ گناہ بھی ہین کما فی قولہ ان الحسنات یذہبن السیات
یہ نیکیان دور کرتی ہین گناہون کو۔ اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ - ابن عباس سے ایک روایت مین اسے اسلام کی طرف اور دوسری مین اسی توبہ
کی طرف وازعلی کرم اللہ وجہ ادائے فرائض کی طرف وازانس و سعید بن جبیر نماز جماعت کی تکبیر اولی کی طرف اور بعض نے اخلاص و بعض نے جہاد
فرمایا اور ظاہر معنے یہ ہین کہ ایسی چیز کی طرف دوڑو جو موجب مغفرت ہی پس یہ سب امور اسمین شامل ہین لہذا کہا گیا کہ اعمال صالحہ کی طرف
وَجَنَّةٍ - یعنے سارعوا الے جنۃ پہلے گناہون سے پاک کرنے کو مغفرت کی طرف دوڑایا پھر ثواب حاصل کرنے کو جنت و رضامندی کی
طرف راہ دی عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ - ای کعرضہما لو وصلت احدہما بالاخری والعرض السعۃ - یعنی ایسی جنت کیطرف
جس کا پھیلاؤ آسمان و زمین ہی ای مانند پھیلاؤ ان دونون کے ہی اگر ایک دوسرے سے ملائے جاوین اور عرض بمعنی وسعت ہی تفسیر ابن عباس

سے مروی ہی اور کاف سے اشارہ ہی کہ تمثیل منظور ہی یہ نہین کہ اتنی ہی وسعت تحقیقاً ہی اور عرض بمعنے وسعت لیا اور طول کا مقابل نہین لیا اور
ابن کثیر نے بھی تفسیر مین بعض احادیث سے مدور ہونا جنت کا استنباط کر کے اسکو موجہ کیا ہی اور بعض نے عرض مقابل طول لیا اور کہا کہ عرض
جب اسقدر ہی تو طول کا کیا ٹھکانا ہی کما قال الزہری اور حق یہ کہ یہ بھی مخلوق کے علم کے موافق تصویر ہی تحقیقی حد عرض کی بیان نہین ہی۔ اور حضرت
انس رض سے پوچھا کہ جنت آسمان میں ہی یا زمین مین فرمایا کہ کون سا آسمان و کون زمین ہی جسمین جنت سماوے گی وہ آسمانون سے اوپر زیر عرش ہی اور قتادہ
سے روایت ہی کہ صحابہ رض جنت کو آسمانون کے اوپر اور دوزخ کو زمینون کے نیچے جانتے تھے۔ اور ابن جریر و بزار و احمد نے مرفوعاً روایت کیا کہ
ہرقل نے سوال کیا کہ آپ جب مجھے ایسی جنت کی طرف بلاتے ہین جسکا عرض آسمان و زمین ہی تو دوزخ کہاں رہی آپ نے جواب دیا کہ سبحان اللہ جب رات آئی
تو دن کہاں رہا۔ اور ایسا ہی ابن جریر وغیرہ نے عمر و ابن عباس سے یہود کے جواب مین روایت کیا تو یہود بولے کہ یہ جواب ہماری توریت سے لیا گیا ہی یہ
انکا عناد تھا اور معنی یہ ہین کہ جہان اللہ چاہتا ہی رکھتا ہی بندے کا علم اسکی خلقت کو کہاں حاوی ہی کیا اسکی خلقت بس اسقدر مین منحصر ہی جبھی
سے آنحضرت صلعم نے سبحان اللہ کہا یعنی پاک ہی وہ اللہ تعالی کہ اسکے ملک کو عوام اپنے وہم سے حاوی کرین۔ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ اللہ
بعمل الطاعات وترک المعاصی۔ یعنی مہیا کی ہوئی ہی ایسے بندون کے واسطے جو تقوی کرتے اللہ تعالی کی فرمانبرداری کرکے ورنافرمانی چھوڑکر
اس مین دلیل ہی کہ جنت بھی پیدا کی ہوئی موجود ہی جیسے دوزخ اور اسمین معتزلہ کا رد ہی جو اسکے خلاف کہتے ہین اور یہی فرقہ کا مرتکب رہی جو جنت و دوزخ کے
قائل نہین ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض الآیہ۔ یعنی اسم اشارہ کے ساتھ جو حاضر موجود کے
واسطے ہی پس اگر یہ لوگ اس سے منکر ہین تو کافر ہین اور تاویل وہ مقبول ہی جو کسی دلیل سے ہو اور انکو انکار کی کوئی دلیل نہین کیونکہ جنت وغیرہ کی جسطرح
خبر دی ہی وہ سب خدا کی قدرت مین ہی جیسی مخلوق چاہے پیدا کرے۔ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ۔ فی طاعۃ اللہ۔ یعنی خرچ کرنے والون کی
تعریف کی وہ ہین جو اللہ تعالی کی طاعت مین خرچ کرتے ہین اور طاعت مین تمام ان وجوہ پر خرچ کرنا داخل ہی جنمیں شرع مین ثواب کی نیت سے
ثواب کا وعدہ ہی حتی کہ اپنی و اپنی اولاد و عیال پر بہ نیت ثواب خرچ کرنا اور نان و نفقہ دنیا بھی داخل ہی اگرچہ صدقہ و خیرات کا ثواب زیادہ ہو۔ اگر کہا جاوے
کہ حدیث مین جو یہ آیا ہی کہ بندہ کہتا ہی میرا مال میرا مال۔ اسکا مال کچھ نہین مگر یہ کہ جو کھا کر فنا کر دیا اور جو پہنکر پرانا کیا تا آخر حدیث تو جواب یہ
ہی کہ مقصود حدیث سے مال کا کارآمد ہونے کا بیان ہی وہ ان وجوہ سے حاصل ہوتا ہی ہان اسمین تعریض ہی کہ اولی مرتبہ حاجت و کفایت سے
زائد اٹھانے سے بہتر تھا کہ خیرات کیا جاوے کہ ادنی مرتبہ حاجت پر کھانے پہننے مین جو اسوجہ سے ثواب ہی وہی اوسط و اعلی مرتبہ حاجت تک ہرف سے
نیچے ثواب ہوگا بخلاف صدقہ کے کہ اسمین زیادہ ثواب ہی۔ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ۔ ای الیسر والعسر یعنی راہ الہی مین خرچ کرتے ہین حالت فراخ دستی
مین اور تنگدستی مین پس سراء کی تفسیر یسر اور ضراء کی عسر سے کی ہی اور حاصل اسکا سخاوت ہی پس ظاہر ہوا کہ وہ عمدہ صفت سخاوت رکھتے ہین جسکی تعریف میں بخل
کے مذمت کی احادیث صحاح مین وارد ہی۔ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ۔ الکافین عن امضائہ مع القدرۃ۔ کظم تشدید فابمعنے روکنا و دبانا یعنی
غیظ و غضب شدید کو باوجود قدرت کے روان کرنے سے روکنے والے ہین۔ کیونکہ تعریف یہی ہی کہ قابو کے ساتھ ترک کرے ورنہ جو غصہ اتار نہین سکتا
وہ تو خواہ مخواہ پی جاویگا یہ نفس کے مالک ہونے اور کمال حلم کا بیان ہی۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ زبردست
وہ نہین جو دوسرون کو پچھاڑے بلکہ وہ ہی جو غضب کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو رواہ البخاری و مسلم۔ اور انس بن معبد الجہنی سے روایت ہی کہ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ جسنے غصہ پی لیا حالانکہ وہ اپنا غصہ اتارنے پر قابو رکھتا ہو تو قیامت کے روز اللہ تعالی اسکو مجمع خلائق کے روبرو بلا کر اختیار دیگا
کہ حوران بہشتی سے جسکو چاہے پسند کرلے رواہ الترمذی و ابو داود اور یہ کمال رضامندی کا بیان ہی۔ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ

عشر

ممن ظلمهم اي الناركين عقوبتهم - عفو کرنے والے لوگون کو یعنی ان لوگون کو جنھون نے اپر ظلم کیا ہوا ورحاصل یہ کہ انکو سزا دینے سے چھوڑنے والے
اور حاصل یہ کہ کسی نے اپر ایسا ظلم کیا کہ شرع کے حکم سے اسپر مواخذہ عائد ہوا پس انھون نے اپنے عفو کی صفت سے اسکو معاف کرویا بدلا نہین لیا خواہ
برا کرنے والا کوئی ہوا انکا مملوک ہویا نہو - اور یہ عفوا ایک احسان ہے - اور حدیث مین ہے کہ جو تجھسے میل کو توڑدے تو اس سے مل اور جو تجپر ظلم کرے یعنی ایسی
بات کرے جو نہ کرنی چاہیے تھی تو اسکو معاف کردے اور جو تجھسے برائی کرے تو اس سے بھلائی کر - وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ - یہ نزہ الافعال
اي يثيبهم - اور اللہ دوست رکھتا ہے محسنین کو جو ان افعال کے ساتھ بھلائی کرتے ہین اور دوست رکھنا یہ کہ ان کو ثواب جمیل دیگا - پس
المحسنین کا الف لام عہد کا ٹھہرا کہ اس سے یہی مذکورین مراد ہین اور بعض نے کہا کہ جنس کا بھی ہوسکتا ہے کہ جنس احسان جس سے صادر ہوا سکو دوست
رکھتا ہے اور شاید کہ محسنین سے وہ لوگ مراد ہون جو اسلام وایمان سے اعلی مرتبہ احسان پر فائز ہون واللہ اعلم - اور جاننا چاہیے کہ جنگ احد مین
حضرت حمزہ رضؓ شہید ہوے کافرون نے انکے بند بند کاٹ کر صورت بگاڑ دی حضرت صلعم نے غضبناک ہوکر فرمایا کہ مین قابو پاؤنگا تو انمین سے
ستر کو مثلہ کرونگا - ان آیات مین عفو و احسان سے تسکین دینا نکلتا ہے ف[2] شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالی وَاتقوا النار التي اعدت
للكافرين - اس آیت کریمہ مین عجیب لطیف اشارہ ہے اور وہ ظاہر بیان ہے کہ دوزخ کو اللہ تعالی نے مومنون کے واسطے مہیا نہین فرمایا ہے اور انکے
واسطے مخلوق نہین کیا کیونکہ اعدت للکافرین فرمایا پس جب کافرون کے واسطے ہوئی تو مومنون کے واسطے مخلوق نہوئی لیکن مومنون کو اس سے زجر
و نصیحت کے طور پر خوف دلایا جیسے مہربان باپ اپنے فرزند کو تلوار و شیر سے ڈراتا ہے اگرچہ اسکو تلوار سے نہین ماریگا اور نہ شیر کے آگے ڈالیگا پس باقی رہا
یہ امر کہ یہ آیت اپنے سچے مومن بندون پر لطف و شفقت ہے اور اس سے زیادہ عجیب یہ بات ہے کہ اللہ تعالی نے انکو دوزخ سے ڈرایا حالانکہ دوزخ دشمن
کے واسطے مخلوق ہے اور مقصود تجلی قہر کی عظمت دوزخ سے ہے اور دوزخ کی عظمت اسکی عظمت کی تجلی سے ہے یعنی دوزخ کے معاملہ مین تم مجھسے تقوی کرو کیونکہ
مین آگ کو جلانا اور اپنے سے اسکو عذاب دینا ہون اور یہ عین الجمع کے مقام کا بھید ہے شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ عوام کے حق مین آگ مین ڈالنے کا
حکم دیا کیونکہ اس سے ڈرتے ہین اور اسی خوف سے معاصی ترک کرتے ہین اور خاص بندون کو اپنے سے تقوی کا حکم کیا اور فرمایا کہ میرے ہی طرف دیکھو کسی غیر
کی طرف نظر مت کرو چنانچہ فرمایا واتقون یا اولی الالباب - یعنی اے خاص بندو - قولہ تعالی وسارعوا الی مغفرة من ربكم وجنة عرضها السموت والارض الآية
حق عزوجل اپنے مخلوق کے حال کو جانتا ہے کہ جس طرح اسنے پیدا فرمایا ہے اور وہ اپنے نفس کی خواہشون کی طرف جھکتے ہین پس دو علتون سے
اپنی فرمانبرداری کی طرف انکو بلایا ایک مغفرت دوم جنت اور خاص بندون کو بدون علت کے اپنی ذات پاک کی طرف بلایا چنانچہ فرمایا ففروا الی
اللہ الآیۃ - پھر آگاہ فرمایا کہ سب کے سب عوام ہون یا خواص ہون ادراک امتحان مین مجرم ہین اور آیہ کریمہ سے سبھون کا مجرم ہونا ثابت فرمایا اسواسطے
کہ خواص اگرچہ لغزش سے معصوم ہین پر یہ انکا گناہ کیسا ہے کہ قدر حق عزوجل سے آگاہ نہین یعنی اسکی قدر کمال کو نہین پہچانتے ہین جیسا کہ آنحضرت
علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی اگر ملائکہ کو عذاب کرے تو بجا ہے - عرض کیا گیا کہ وے تو معصوم ہین فرمایا کہ حق عزوجل کو کمتر پہچانتے ہین -
اسیواسطے بندون کو علی العموم مغفرت کی طرف بلایا - قال المترجم شیخ کی مراد قدر حق عزوجل سے وہ قدر ہے جو اسکی عظمت وجلال ذات پاک کے ساتھ ہے
اور یہ ممکن نہین کسی کو میسر آوے - سواسطے کہ بندہ کیسا ہی خاص ہو ذات باری تعالے کو ادراک نہین کرسکتا یعنی محیط نہین ہوسکتا -

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا
اور وہ لوگ جو کر بیٹھین کچھ کھلا گناہ یا برا کرین اپنے حق مین تو یاد کرین اللہ کو سو بخشش مانگین

لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ
اپنے گناہون کی اور کون ہے گناہ بخشتا سوائے اللہ کے اور نہ اڑتے رہین اپنے کیے پر جانتے

يَعْلَمُونَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
جو جانتے ہین ۔ اُنہون کی جزا ہی بخشش اُنکے رب کی اور باغ جنکے نیچے بہتی
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ؕ ۝
نہرین رہ پڑے اُنمین اور بھلی مزدوری ہی کام کرنے والونکی

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً ۔ ذنبا قبیحا کالزنا ۔ یعنی فاحشہ صفت محذوف ہی ای فعلۃ فاحشۃ اور یہ ہر جیسی کہ ہر معصیت پر بولا جاتا ہی مگر بقرینہ مابعد بیان گناہ قبیح مانند زنا وغیرہ کے مراد ہی اور کہا گیا کہ اکثر استعمال اسکا زنا مین ہی وارجح وہ ہی جو مفسر نے ذکر کیا کیونکہ موافق اصل ہی اسلیے کہ اصل مین فحش بمعنے قبیح وخروج از حد ہی یعنی ایسے بندے جنھون نے فعل فاحشہ کیا جیسے زنا ۔ اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ۔ بما دونہ کالقبلۃ ۔ یا اپنی جان پر ظلم کیا ف مانند اسکے کہ اجنبی عورت کا بوسہ لیا جو زنا سے کم ہی ۔ اور بعض نے کہا کہ فاحشہ کبیرہ گناہ اور ظلم نفس صغیرہ گناہ ہی (یہ بھی اسی کے مساوی ہی) اور بیضاوی نے کہا کہ شاید فاحشہ وہ گناہ جو متعدی ہو یعنے دوسرے کو بھی اسکا ضرر پہونچے جیسے کھلم کھلا شراب پینا اور ظلم نفس جو ایسا نہو ۔ ذَكَرُوا اللّٰهَ ۔ ای وعیدہ ۔ تو یاد کیا اللہ کو ف یعنی وعید الٰہی کو یعنی اللہ تعالی نے جو اس فعل پر سزا کا حکم فرمایا ہی وہ یاد کیا ۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالی کو بھول گئے تھے یاد کیا اور اسکی موید ہی جو صحیحین مین ابو ہریرہ رضی سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرد نے گناہ کیا پھر ہوشیار ہوکر عرض کرنے لگا کہ اے پروردگار میرے مین نے گناہ کیا سو تو اسکو بخشدے پس اللہ عز وجل نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا پھر جانا کہ اسکا ایک پروردگار ہی جو گناہ کو بخشدیتا ہی اور اسپر مواخذہ بھی کرتا ہی ۔ مین نے اپنے بندے کا گناہ بخشدیا پھر اسنے دوسرا گناہ کیا پھر اسنے ایسا ہی کہا اور اللہ عز وجل نے ایسا ہی فرمایا اسی طرح چوتھی بار حدیث مین مذکور ہی کہ اللہ عز وجل نے فرمایا کہ مین تم کو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اپنے بندے کو بخشا کرے وہ جو چاہے رواہ احمد ایضا اور ظاہر حدیث یہ ہی کہ یہ کسی خاص بندے کا حال ہی اور امام احمد نے روایت کی کہ ابو ہریرہ رضی نے فرمایا کہ ہم لوگون نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم جب ہم لوگ آپکو دیکھتے ہین تو ہمارے دل رقیق ہو جاتے ہین اور ہم آخرت کے لوگون مین سے ہو جاتے ہین پھر جب آپ سے الگ ہوے تو دنیا اپنی خوبی ہمکو دکھاتی ہی اور ہم عورتون واولاد کی خوشبو سونگھتے ہین تو ہمارے دل غافل ہو جاتے ہین ۔ فرمایا کہ اگر تم ہر وقت اسی حال پر رہتے جیسے میرے پاس رہتے ہو تو ملائکہ اپنے ہاتھون تم سے مصافحہ کرتے اور تمھارے گھرون مین تمھاری زیارت کو آتے اور جان لو کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو ضرور اللہ تعالے ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتے تاکہ انکو بخشے الحدیث (ورواہ الترمذی وابن ماجہ وغیرہم) غرضکہ اللہ تعالی نے اپنے مومن بندون کا ذکر فرمایا کہ جب انسے کوئی گناہ فاحشہ سرزد ہوا یا ظلم النفس صادر ہوا تو اللہ تعالی کو یاد کیا ۔ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۔ پس اللہ تعالی سے اپنے گناہون کی مغفرت چاہی ف یعنی انکا دستور ہی کہ فوراً ہوشیار ہوتے ہی اللہ تعالے سے مغفرت مانگتے ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو بندہ کوئی گناہ کرے پھر وضو کرے اور اچھی طرح پورا وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالی سے استغفار کرے تو ضرور اللہ تعالی اسکو بخشدیتا ہی رواہ احمد والترمذی واہل السنن وابن حبان والبزار والدارقطنی قال ابن کثیر وہو حدیث حسن جدا ۔ وَمَنْ ۔ ای لا احد ۔ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ اور کون ہی کہ کوئی نہین ہی جو بخشے گناہون کو سواے اللہ کے ۔ یہ جملہ معترضہ ترغیب توبہ کے واسطے ہی مع بیان اسامر کے کہ مغفرت گناہ فقط جناب باری عز وجل ہی سے مخصوص ہی اسواسطے کہ من متضمن استفہام انکاری ہی اسی سے مفسر نے لا احد سے تفسیر کی و نکرہ تحت مین نفی کے تمام کو

مستغرق ہوتا ہے اسی سے مترجم نے ترجمہ کیا کہ کوئی نہیں ہے اور عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ تم میں کوئی نہیں کہ جو پورا
وضو کرے پھر کہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ - مگر آنکہ اسکے واسطے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جاوینگے
جس دروازے سے چاہے جاوے (رواہ مسلم) اور عثمان بن عفانؓ نے حضرت صلعم کا سا وضو کر کے لوگوں سے کہا کہ میں نے حضرت صلعم سے سنا کہ جو ایسا
وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے جنمیں اپنے نفس سے باتیں نہ کرے تو اسکے اگلے گناہ معاف ہونگے (رواہ البخاری ومسلم) وَلَمْ يُصِرُّوا - یا پرمیوا علی ما
فَعَلُوا - بل اقلعوا عنہ وَهُمْ يَعْلَمُونَ - ان الذی اتوہ معصیۃ - یعنی انھوں نے استغفار کیا یہی سمجھکر کہ اللہ تعالیٰ ہی گناہ بخشنے والا
ہے) اور نہ جمے رہے اس فعل پر جو کیا (بلکہ اس سے الگ ہوگئے) یہ یقین کر کے کہ جو انھوں نے کیا وہ برا فعل نافرمانی کا تھا اف جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ
نے جو ثواب جمیل آگے فرمایا وہ ایسے استغفار پر کہ گناہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے مغفرت مانگی اور اپنے فعل پر اصرار نہ کیا یعنی نیت نہ رکھی کہ پھر اسکو کرونگا
ورنہ توبہ نہوگی کیونکہ زبان پر توبہ اور دل میں گناہ کا مزا بھرا ہوا ہے توبہ کے معنی تو اس سے بالکل منھ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا - پھر یہ اصرار نہ کرنا
اور گناہ سے بالکل الگ ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے یہ جانکر ہو کہ یہ فعل بدتر نافرمانی تھا اور یہ نہیں کہ مثلاً روسیاہ میں ہاتو زناکاری چھوڑدی بلکہ
مرد خدا وخاصان حق وہی ہیں جو سب کچھ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے گناہ چھوڑتے ہیں اور شیطان کے بہکانے میں نہیں پھنستے ہیں اگرچہ
بمقتضائے بشریت دوبارہ سہ بارہ بلکہ اتفاق تقدیر سے دن میں ستر بار ایسے گناہ سرزد ہوگا جب سرزد ہوا فوراً بیزار ہوئے اور گڑگڑا کر مغفرت مانگی اور
اصرار یہ ہے کہ بیدار ہو کر برابر گناہ کا مرتکب رہے گویا کچھ باک نہیں ہے - اسواسطے کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر ہے - اور ابو سعیدؓ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ
آپ نے فرمایا کہ شیطان نے جناب باری میں کہا کہ اے پروردگار تیری عزت کی قسم ہے کہ میں برابر آدم کی اولاد کو اغوا کرونگا جبتک انکی روحیں انکے جسموں میں
رہینگی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں برابر انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھ سے بخشش مانگتے جاوینگے (رواہ احمد) اور حضرت
ابو بکر الصدیق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے گناہ پر استغفار کر لیا اسنے اصرار نہیں کیا اگرچہ دن میں ستر بار اس سے سرزد ہو (رواہ
ابو یعلی والترمذی وابو داؤد والبزار وقال ابن کثیر ہذا حدیث حسن) اور حدیث عبد اللہ بن عمرو میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا خرابی ہے ان لوگوں کی جو اپنی
بدکرداری پر اصرار کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں (رواہ احمد) پھر فقط آیۂ کریمہ یہ ہے کہ آدمی سے گناہ بعید نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو استغفار پسند ہے اور
اصرار کرنا خود بڑا گناہ ہے اور توبہ خود بہت اچھی عبادت ہے اور شیطان ہمیشہ طرح طرح کے مکر و فریب سے بہکاتا ہے ثابت البنانی جو بزرگ تابعی ہیں کہتے ہیں
کہ مجھے یہ خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اتری تو شیطان خوب رویا اور عطاف بن خالد نے کہا مجھے خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اتری تو ابلیس نے اپنے لشکر کو پکارا اور
رویا چلایا پس اسکے لشکر نے کہا کہ کیا ہے بولا کہ کتاب اللہ تعالیٰ میں ایک آیۃ اتری کہ اسکے بعد کسی آدمی کو کوئی گناہ ضرر نہ کریگا پھر انسے بیان کیا
تب وہ بولے کہ ہم اب آدم کی اولاد کے واسطے ہوا وہوس کے دروازے کھول دینگے کہ وے توبہ ہی نہ کر سکینگے اور مغفرت ہی نہ مانگینگے اور یہی جانتے رہینگے کہ ہم ٹھیک
چال چلتے ہیں - مترجم کہتا ہے کہ حق عزوجل نے اپنے کرم سے سب سمجھا دیا اور فرمایا - وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون - توبہ کرو اللہ تعالیٰ
سے سب کے سب اے ایمان والو البتہ تم فلاح پاؤگے پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے نیک بندوں توبہ کرنے والوں فرمانبرداروں پر انعام ذکر فرمایا اُولٰٓئِكَ
جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا - ایسے بندوں کے
واسطے بدلا یہ کہ انکے رب عزوجل کی طرف سے انکے لیے مغفرت ہے اور باغات جنت ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہیں درحالیکہ انمیں ہمیشہ رہینگے ف جب سے
داخل ہوں یعنی انکے واسطے مقدر ہے کہ بعد داخل ہونے کے ہمیشہ رہیں - وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ - بالطاعۃ ہذا الاجر اور بھلا اجر ہے
طاعت کے ساتھ عمل کرنے والوں کا یہ جو مذکور ہے ف یعنی یہ ثواب طاعت بہت خوب ہے ف فی تشارات العرائس قولہ الذین اذا فعلوا فاحشۃ کہ ابو عبد اللہ

مین خلاد سے دریافت کیا گیا کہ ظلم کیا ہی تو فرمایا کہ نفس جو خواہش کرے اسکی خواہش کی پیروی کرنا ہی ظلم ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ اچھا کلام ہی فقال -اور شیخ محمد بن علیؒ سے دریافت کیا گیا کہ قولہ تعالے والذین اذا فعلوا فاحشۃ کے معنے کیا ہین تو کہا کہ اپنے افعال پر نظر رکھنا ہی فاحشہ ہی اور پھر قولہ او ظلموا انفسہم مین کہا کہ اپنے اعمال پر اپنی نجات کا اعتقاد کرنا ظلم ہی۔ پھر قولہ ذکروا اللہ مین کہا یعنی انکو توفیق الٰہی پہونچی اور اللہ عزوجل کی طرف سے انکو عصمت حاصل ہوئی۔ پھر قولہ فاستغفروا لذنوبہم مین کہا کہ اپنے افعال و اقوال سے انھون نے استغفار کیا۔ پھر قولہ ومن یغفر الذنوب الا اللہ مین کہا کہ انھون نے جان لیا کہ اللہ عزوجل کی طرف پہونچنا ممکن نہین ہی مگر اسی کے فضل سے یعنی وہی چاہے تب مرتبہ رضا مین پہونچ ہو سکتی ہی۔ اور استاد درحونے فرمایا کہ کہا جاتا ہی کہ ہر ایک کا فاحشہ اسکے حال و مقام کے موافق مختلف ہی اور ایسے ہی ہر ایک کا ظلم بھی اسطرح متفاوت ہی اور اکابر کے دلون مین مخالفت حکم خدا و رسول کا خطرہ آنا بھی ایسا بدتر ہی جیسے عوام سے اس مخالفت کا وقوع مین آنا۔ اور فرمایا کہ انوار حقائق ظاہر ہو جانے کے بعد اپنے اقوال و احوال کو دیکھنا نور مین تاریکیان ہین۔ قولہ تعالی اولئک جزاؤہم مغفرۃ من ربہم وجنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ونعم اجر العاملین۔ جو شخص امتحان کے ڈر سے اسطرح نکلا کہ جو عہد کیا ہی اسکو پورا کیا اور نفس و ہوا کی ہر خلقیون سے اپنے آپکو پاک کیا اور پھر بھی اپنے آپ مین تقصیر دیکھی اور شرمندہ رہا اور پورے صادق ہونے مین تحمل رہا اور محبت و معرفت مین خلاص کا برتاؤ کیا اور مخالفت کے تاوان مین اپنے دل و جان کو قربان کیا اور نادم ہوکر استغفار کرتا رہا تو حق عزوجل اسکو اونچے مقام مین پہونچاتا ہی کہ اسکو اپنے مشاہدہ عزت تک واصل کرتا ہی اور غیب کے خزانے اسپر کھول دیتا ہی

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ

ہو چکے ہین تم سے آگے دستور سو پھرو زمین مین تو دیکھو کہ کیسا انجام کار ہوا جھٹلانے والون کا

هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ

یہ بیان ہی لوگون کے واسطے اور ہدایت و نصیحت ڈرو والون کو اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی

الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَ

غالب رہوگے اگر تم ایمان رکھتے ہو اگر تم نے زخم پایا تو اس قوم کو بھی زخم پہونچ چکا ہی اسکی مثل اور

تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ج وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ

یہ دن ہین کہ گھماتے ہین ہم انکو لوگون مین اور اسواسطے کہ جانے اللہ جن کو ایمان ہی اور کرے لیعضے تم مین سے شہید

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۙ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ

اور اللہ نہین چاہتا ناحق والون کو اور اسواسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والون کو اور مٹا دے کافرون کو

جب جنگ احد مین مسلمانون نے ہزیمت اٹھائی تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ سنن جمع سنت بمعنے طریقہ ہی اور مراد وہ وقائع ہین جو اللہ تعالے نے گذری امتون مین حادث کیے اور معنی یہ کہ تمسے پہلے اگلی امتون کے کافرون و رسولون کے جھٹلانے والون کے طریقے گذر چکے ہین کہ اللہ تعالی نے پہلے ایک وقت تک کافرون کو استدراجاً چھوڑ رکھا اور مسلمان انکے ہاتھ سے ایذا اٹھاتے رہے پھر ایک وقت پر کافرون کو پکڑا تو بالکل انکو جڑ سے مٹا دیا۔ اور ظاہر یہ ہی کہ اللہ عزوجل نے اس واقعہ کو فرمایا کہ جیسا کہ مومنون کو کافرون کے ساتھ پیش آیا یہی طریقہ اگلی امتون مین بھی ہوتا رہا ہی یعنی تھا کہ مومنین ہی غالب ہوتے ہون اور کافرین ایذا دے سکتے ہون ہان انجام کار مومنون کے -۱۴

لیے ہوتا تھا اور کافرین جنھوں نے دنیا کے مال متاع و دولت کے لیے کفر کیا تھا اس ساز و عمارات کو ویسا ہی چھوڑ کر غضب مواخذہ الٰہی میں ہلاک
ہوجاتے تھے اسواسطے فرمایا۔ فَسِيرُوا ۔ ایہا المومنون ۔ فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ الرسل
ای آخر امرہم من الہلاک فلا تحزنوا لغلبتہم فانا امہلہم لوقتہم ۔ سو پھرو (ای مومنو) زمین میں اور دیکھو کہ کیسا ہوا انجام کار جھٹلانے والوں کا
ف جنھوں نے رسولوں کو جھٹلایا یعنی آخر امر انکا ہلاک ہے پس تم غمناک نہو مشرکوں کے غلبہ سے کہ میں انکو ڈھیل دیتا ہوں انکے وقت تک ف مترجم کہتا ہے
کہ ایسا ہی ایک جماعت مفسرین نے ذکر کیا کہ فسیروا کا خطاب مومنوں کو ہے اور شاید کہ تخصیص کی چنداں ضرورت نہیں مومن و کافر سب کو ارشاد ہے
پس مومنوں کو صبر دلانا اور کافروں کا زعم توڑ دینا دونوں اسمیں حاصل ہونگے اور یہ امر یعنی فسیروا کا امر وجوب کا نہیں ہے کہ پھرنا واجب ہو بلکہ امر
اعتبار کا ہے ای عبرت حاصل کرو انکے آثار سے جو کھنڈل و نشان پڑے ہیں چنانچہ ایک مقام پر فرمایا۔ تلک عاد جحدوا بآیات ربہم
یعنی اشارہ کے ساتھ انکے کھنڈروں و نشانوں کیطرف کہ یہ دیکھو یہ قوم عاد تھی جنھوں نے اپنے پروردگار کی آیات سے انکار کیا پس یہ عبرت مومنوں
کو بیان الٰہی ہے جو قرآن میں مذکور ہے یقینی سے حاصل ہے پس پھرنے سے جو مقصود ہے یعنی عبرت ۔ وہ حاصل ہوگئی بدون پھرے اور کافروں کو کچھ بھی نافع
نہیں خواہ پھریں یا نہ پھریں اسواسطے آگے فرمایا۔ هَٰذَا ۔ القرآن ۔ بَيَانٌ لِّلنَّاسِ ۔ کلہم ۔ وَهُدًى ۔ من الضلالۃ ۔ وَمَوْعِظَةٌ
لِّلْمُتَّقِينَ ۔ منہم ۔ یہ قرآن بیان ہے آدمیوں کے لیے یعنی سب آدمیوں کے لیے خواہ کافر ہوں یا مومن ہوں اور ہدایت ہے گمراہی سے اور موعظت ان
لوگوں کے لیے ہے جو انمیں سے متقی ہیں ف ہذا کا اشارہ قرآن کی طرف قرار دیا اور یہی شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ اصحاب روایت و درایت نے
کہا ہے یعنی یہ قرآن کھلا بیان اگلوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی عبرت و ہدایت کے لیے بیان فرمایا ہے مگر اس سے نصیحت انھیں کو ہے
جو شرک سے بچے ہوئے مومن ہیں کہ انکو عبرت حاصل ہوتی ہے اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آل عمران میں سے اول جو اترا وہ قولہ ہذا بیان للناس
الآیہ ہے پھر بقیہ رنذا حد کو نازل ہوا ۔ یہ روایت تفسیر مذکور کو موید ہے اور حسن بصریؒ سے صریح روایت ہے کہ قرآن کی طرف اشارہ ہے ۔ اور یہی صحیح ہے لیکن
جو نہیں سمجھا اسنے کہا کہ یہ بعید ہے حالانکہ یہ اسکا وہم ہے ۔ اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ ہذا ۔ یا تو قولہ قد خلت کی طرف اشارہ ہے یا قولہ فانظروا کے
مفہوم کی طرف ہے باوجودیکہ وہ بیان جھٹلانے والوں کے لیے ہے متقیوں کے لیے بھی نصیحت و زیادہ ہدایت ہے یا اس ملخص کی طرف اشارہ ہے جو بین
و تائبین کے حال سے لیا ہے لیکن اس صورت میں قولہ قد خلت جملہ معترضہ ہوگا جو ایمان و توبہ پر آمادہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ
رکیک باتیں تکلف کی البتہ بعید ہیں ۔ وَلَا تَهِنُوا ۔ تضعفوا ۔ عن قتال الکفار ضعیف نہ ہو کافروں کے ساتھ لڑنے سے ۔ وَلَا
تَحْزَنُوا ۔ علی ما اصابکم یا حد ۔ اور غمناک نہو اس بات پر جو پہونچی تم کو احد کے دن ۔ کیونکہ احد کے دن پانچ مہاجرین میں سے ازانجملہ سید الشہدا
حمزہؓ و مصعب بن عمیرؓ ہیں) اور ستر انصار میں سے شہید ہوئے تھے ۔ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ ۔ بالغلبۃ علیہم ۔ اور تمھیں اونچے ہو یعنی غلبہ کیساتھ
ف یعنی آخر متقین کو غلبہ ہے گویا مغلوب ہی نہیں ہو ۔ جملہ اسمیہ فرمایا ۔ اور یہ بشارت ہے ۔ یا یہ مطلب کہ غلبہ تمھیں کو اس معنے کر ہے کہ بدر میں تمنے
اس سے زیادہ کو مصیبت پہونچائی ۔ یا غلبہ انیر از راہ شان ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو بخلاف مشرکین کے کہ شیطان کی راہ میں دوزخی
ہیں والاول ارجح ۔ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۔ حقا وجوابہ دل علیہ مجموع ما قبلہ ۔ اگر تم مومنین ہو ف یعنی سچے اور اسکا جواب محذوف
ہے جسپر مجموع ماقبل دلالت کرتا ہے ۔ یعنی وہی اسکا جواب مقدر کیا جائیگا ۔ پھر حرف ان تو ایسی چیز پر داخل ہوتا ہے جسمیں شک ہو تو جواب یہ
کہ محی السنہ نے معالم میں کہا کہ ان بمعنے اذ ہے ای اذ کنتم ای لانکم ۔ اور یہی طیبیؒ نے کہا کہ لا تہنوا یا انتم الاعلون سے ہے کا تعلق بطور تعلیل کے ہے یعنی
یہ کہ تم مومن ہو ۔ کیونکہ یہ خطاب تو نبی صلعم و صحابہ مومنین کو ہے پس یہ نہیں ہوسکتا کہ شرط اپنے حقیقی معنی پر ہو ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ کشاف کی

پیروی ہین جیسے بیضاوی وغیرہ نے یون تفسیر کی ای لاتہنوا ان صح ایمانکم یا انتم الاعلون ان صح ایمانکم حقا ۔ تو یہ گستاخی سے خالی نہین پھر یہ اشکال وارد کیا گیا کہ اللہ تعالی نے حرف شک سے کیون فرمایا کیونکہ او تعالے دانا ہی اور لوگون نے جواب دینے شروع کیے اور مترجم کہتا ہی کہ یہ جواب کہ حرف ان ہمیشہ شک نہین ہی صحیح ہی لیکن کھلی بات تو یہ ہی کہ یہ اعتراض ہی کچھ نہین اسواسطے کہ یہ تو تعلیق ہی پس نظر اسکی یہ ہی کہ زید کو معلوم ہی بکر مر گیا اسنے خالد سے کہا کہ اگر تو بکر سے دستخط کرا لادے تو قبول ہی اسمین کوئی لاعلمی نہین فافہم ۔ اِنۡ یَّمۡسَسۡکُمۡ تم کو پہنچا یصیبکم یا جد قرح بفتح القاف وضمہا جہد من جرح ونحوہ ۔ اگر پہونچی تمکو احد مین قرح بفتح قاف وضم قاف بمعنی سختی مانند جراحت وغیرہ کے ۔ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ الکفار قَرۡحٌ مِّثۡلُہٗ ۔ ببدر ۔ سو پہونچ چکی ہی قوم کفار کو قرح اسکے مانند یعنی بدر مین ف جملہ فقد مس الخ علت جزا ہی خود جزا نہین ہی اور تقدیر یہ کہ ان یمسسکم قرح فاصبروا ولا تہنوا یا اہل الحق فقد مس القوم الذی علی الباطل قرح مثلہ وقد قاتلوکم ولم یہنوا یعنی اگر تمکو احد مین مصیبت پہونچی تو صابر رہو سست مت ہو اے اہل ایمان کیونکہ قوم کفار کو جو باطل پر ہین اسکی مثل مصیبت پہونچ چکی تھی مگر وہ لوگ سست نہین ہوے بلکہ دوبارہ تمسے لڑنے آئے ۔ پھر قرح بفتح قاف جمہور کی قراءت ہی اور بضم قاف حمزہ وکسائی وابو بکر کی قراءۃ ہی اور دونون کے معنی واحد ہین وقیل بالفتح الجرح وبالضم الم ۔ اور تفتازانی نے کہا کہ ان یمسسکم حکایت حال ہی کیونکہ یہ مساس ماضی ہو چکا تھا اور رہا کہ ان کیونکر آیا تو تقدیر کان ہی ای ان کان یمسسکم ۔ اور جاننا چاہیے کہ روز بدر مین کفار مکہ مین سے ستر مارے گئے اور ستر قید ہوے تھے ان قیدیون کو مسلمانون نے فدیہ لیکر چھوڑ دیا یہ عتاب ہوا اور آخر احد مین مسلمانون نے حکم رسول اللہ صلعم سے خلاف کیا تو ستر سے کچھ زیادہ مسلمان مارے گئے اور اسیقدر کے قریب مجروح ہوے ۔ اور قصہ یون ہوا کہ دونون صفون کے درمیان مشرکین مین سے پہلے ابو عامر فاسق مع پچاس مرد اپنی قوم کے ظاہر ہوا اور پتھر برسائے اور مومنون نے بھی پتھر مارے تو وہ الٹا بھاگا اور قریش کی عورتین دف بجاتی اور گاتی اور بہادری دلاتی تھین اور بدر کے مقتولون کا دلاتی تھین پھر مسلمانون کے تیر اندازون نے مشرکین سوارون کو تیر مارنے شروع کیے کہ وہ پیچھے بھاگے پس طلحہ بن ابی طلحہ نشان بردار قریش نے آواز دی کہ کون مقابلہ کو آتا ہی پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھکر آخر اسکو ایسی تلوار ماری کہ سر دو ٹکڑے ہو گیا وہ لشکر کا بیڑا تھا پس رسول اللہ صلعم خوش ہوے اور تکبیر کہی اور مسلمانون نے بھی تکبیر کہی اور صفوف مشرکین پر حملہ کیا یہانتک کہ انکی صفین ٹوٹ گئین اور اسوقت ہوا بے صبا چل رہی تھی پھر مشرکون کا نشان عثمان بن ابی طلحہ نے لیا اسکو حضرت حمزہ رضہ نے قتل کیا پھر ابو سعید بن ابی طلحہ نے لیا اسکو سعد بن ابی وقاص نے تیر مارا کہ سینے کی سی زبان نکل آئی پھر مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے لے لیا اسکو عاصم بن ثابت بن ابی الافلح نے تیر سے قتل کیا پھر اسکے بھائی حارث نے لے لیا اسکو بھی عاصم نے قتل کیا پھر اسکو کلاب بن ابی طلحہ نے لیا اسکو زبیر بن العوام نے قتل کیا پھر جلاس بن طلحہ نے لیا پھر ارطاۃ بن شرحبیل نے لیا اسکو علی کرم اللہ وجہہ نے قتل کیا پھر شریح بن قارظ نے لیا پھر صؤاب نے لیا اسکو قزمان نے قتل کیا پھر جب نشان بردار مارے گئے تو مشرکین نے بھاگنا شروع کیا کہ پیچھے مڑکر نہین دیکھتے تھے یہانتک کہ مشرکہ عورتین ہندہ بنت عتبہ وغیرہ بیرون بھاگی جاتی تھین اور پنڈلیون سے ازار چڑھالی تھی کہ انکی خلخال ظاہر ہو گئی تھی پس مسلمانون نے کہنا شروع کیا کہ غنیمت لو پس عبد اللہ بن جبیر نے کہا کہ تم بھول گئے کیا نبی صلعم نے تمسے نہین کہا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا پس انھون نے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کی یہ مراد نہ تھی مشرکین تو بھاگ گئے اب ہم یہان کیون ٹھہرین پس مشرکون کا پڑاؤ لوٹنا شروع کیا اور جو پاتے لے لیتے مگر امیر عبد اللہ بن جبیر مع چند آدمیون کے جو دس سے کم تھے وہین رہے اور کہا کہ حکم رسول خدا سے تجاوز نہ کرونگا پھر جب مسلمانون نے یون انکار کیا تو انکے منہ پھیر دیے گئے نہین جانتے تھے کہ کدھر جاتے ہین متحیر تھے پھر خالد بن الولید نے مڑکر دیکھا کہ پہاڑی کی گھاٹی خالی ہی پس سوارون سے حملہ کیا اور عکرمہ بن ابی جہل نے مع اپنے سوارون کے ساتھ دیا اور باقیون تیر اندازون پر حملہ کر کے

قتل کیا اور امیر عبداللہ بن جبیر مارے گئے اور مسلمانوں کی صفیں ٹوٹ گئیں اور چکی گھومی اور ہوا بے ڈگر چلنے لگی اور اہل اسلام آپس میں خلط ہو گئے
کہ گھبراہٹ سے ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ابلیس نے آواز سے پکار دیا کہ آگاہ رہو کہ محمد مارا گیا پس صحابہ بھاگ نکلے اور رسول اللہ صلعم مع
چودہ آدمیوں کے ثابت رہے کہ برابر تیر مارتے تھے اور انصار میں سے ستر شہید ہوئے اور مشرکوں نے حضرت صلعم کو گھیر لیا مگر اللہ تعالی نے انکو محروم
کیا لیکن پتھر برسائے تو آپ کے اگلے نیچے اوپر کے دو دانت ٹوٹے اور چہرہ مبارک زخمی ہو کر خون جاری ہوا اور ہونٹ پر زخم آیا۔ آخر کار
حضرت صلعم نے پہاڑی پر چڑھنے کا قصد کیا مگر چڑھ نہ سکے تو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جھک کر کندھے پر اٹھایا اور آپ چڑھ گئے اور اس دن طلحہ رض
نے جو جانبازی کی وہ معروف ہے اور حضرت صلعم نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی اور وہاں جو صحابہ منوش بیٹھے تھے یکا یک دیکھنے ہی فروز د
ہو کر بھاگے کہ شاید مشرک آ گئے اور بہتیرے تو مدینہ میں بھاگ کر پہونچ گئے تھے پھر آخر حضرت صلعم کی سلامتی سے بہت خوش ہوئے اور مشرکوں
نے پہاڑی پر قصد کیا تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ میرے اوپر نہ آسکیں اور باقیوں کو مت ہلاک کر کہ یہی توحید کی عبادت کرتے ہیں پس مشرکین کو شکست
ہو گیا اور اوپر چڑھنے سے باز رہے اور ابوسفیان ایک ٹیکرے پر آیا اور پکارا کہ تم میں محمد ہیں اور تم میں ابوبکر ہیں اور تم میں عمر ہیں اور حضرت صلعم
نے ہر ایک کی پکار پر جواب دینے سے منع کیا پھر ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لوگ مارے گئے اگر ہوتے تو بولتے پس عمر رض اپنے کو تھام نہ سکے
اور بولے کہ او دشمن خدا تو جھوٹا ہے ابھی تیرے دکھ دینے والے یہ لوگ باقی ہیں پھر ابوسفیان نے کہنا شروع کیا اعل ھبل اعل ھبل تو نبی صلعم نے
فرمایا کہ جواب نہیں دیتے ہو۔ بولے کہ کیا کہیں۔ فرمایا کہو اللہ اعلی واجل۔ ابوسفیان بولا کہ ہمارا عزی ہے تمہارا عزی نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہو
اللہ ہمارا مولی ہے تمہارا کوئی مولی نہیں۔ ابوسفیان بولا کہ یہ دن روز بدر کا بدلا تھا اسکو حضرت عمر رض نے رد کر دیا کہ نہیں تمہارے مقتول دوزخ میں اور
ہمارے مقتول جنت میں ہیں۔ وہ بولا کہ لڑائی گھومتی ہے کبھی ہم ہارے اور کبھی ہم ہرا ویں اور تم مقتولوں میں ایسے لوگ پاؤ گے جو مثلہ کیے ہوئے ہیں سو میں نے
انکے مثلہ کرنے کا حکم نہیں دیا اور مجھے برا بھی نہیں معلوم ہوا۔ اور یہ قصہ ارباب سیر نے طول کے ساتھ مفصل بیان کیا مگر میں نے بخاری و معالم وغیرہ سے
تلخیص کیا ہے۔ سبحانہ اللہ عز و جل نے مومنوں کو سمجھایا کہ ایمان و اسلام تو اللہ تعالی کی رضامندی و حصول درجات ہے دنیا کی چین و آرام ولذیذ حاصل
کرنے کو نہیں ہے اگر احد کی لڑائی میں تمکو قتل و زخم کی مصیبت پہونچی کہ ستر شہید ہوئے اور ستر زخمی ہوئے تو اس سے تم حق پر ہو کر اور ثواب پا کر دنیا کی
نظر سے کیوں سست ہوئے کیونکہ قوم جو باطل پر ہیں اور انکو کوئی ثواب نہ ملا انہوں نے بدر میں ایسا زخم تمہارے ہاتھوں اٹھایا مگر بے صبر نہیں
ہوئے وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا۔ نصرنا بَيْنَ النَّاسِ۔ یوما لفرقۃ ویوما لاخری لیتعظوا۔ اور یہ ایام ہیں کہ انکو ہم گردش
دیتے ہیں لوگوں کے درمیان ف کوئی روز کسی فرقہ کے حسب مراد اور کوئی روز دوسرے فرقہ کے حسب مراد ہوتا ہے اور دنیا میں ہماری حکمتیں
ہیں چنانچہ یہ کہ اس سے لوگ نصیحت پکڑیں مترجم کہتا ہے کہ لیتعظوا مقدر کرنے میں اشارہ ہے کہ معطوف علیہ ہے اور اس کا معطوف قولہ و
لِيَعْلَمَ اللَّهُ۔ علم ظہور۔ الَّذِينَ آمَنُوا۔ اخلصوا فی ایمانہم من غیرہم۔ اور تاکہ جانے اللہ تعالی علم ظہور کے ساتھ ان لوگوں کو
جو ایمان لائے یعنی ایمان میں مخلص ہوئے ہیں غیر مخلصوں سے ف مترجم کہتا ہے کہ ظاہر آیت کے کہنے سے وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے ان
ایام کی مداولت لوگوں میں اسواسطے کی تاکہ وہ مخلص کو غیر مخلص سے جان جاوے اور یہ علم حاصل کرے حالانکہ جناب باری تعالی تمام حوادث
و واقعات کو انکی وقوع و وجود سے پہلے ہی جانتا ہے قد قال ولا یعزب عن ربک مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض۔ اور پوشیدہ نہیں
تیرے پروردگار سے ذرہ برابر بھی آسمان و زمین میں اور اسپر اجماع ہے کہ اسکا علم قدیم ہے اس میں تغیر محال ہے اور امام رازی وغیرہ نے کہا کہ ایسا ہی اشکال ان آیات
میں ہے قولہ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ لما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم۔ اور قولہ ولقد فتنا الذین من قبلہم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین

اس کے متعلق حضرت مرزا علی کا ایک قطعہ ہے ...
... احمد اسحٰق ...

اور قولہ لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا امدا - اور قولہ ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم - اور قولہ الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ اور قولہ لیبلوکم ایکم احسن عملا پس ان سب آیات سے وہم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کو ان اشیاء کا علم انکے حدوث پر ہوا حالانکہ یہ وہم قطعا غلط ہے اور تعالی ان کے وجود سے پہلے ایسا ہی واقف و عالم ہے جیسا کہ انکے وجود پر اسکے نزدیک سب یکساں ہے پس جواب متکلمین نے یہ دیا کہ دلائل عقلیہ دال ہیں کہ اللہ تعالی حوادث کو قبل انکے وقوع کے جانتا ہے اور تغیر اسکے علم میں محال ہے لیکن علم کا اطلاق معلوم پر اور قدرت کا اطلاق مقدور پر مجاز مشہور ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ یہ علم فلاں ہے یعنی یہ اسکا معلوم ہے اور ایسے ہی یہ قدرت فلاں یعنے مقدور فلاں مجازا کہا جاتا ہے پس جہاں علم کے نئے پیدا ہونے کا علم ہوتا ہے وہاں معلوم کا تجدد مراد ہے پھر جب یہ معلوم ہوا تو اس آیۃ کریمہ میں چند وجوہ کا احتمال ہے اول آنکہ لیعلم ای لیظہر المخلص من غیرہ تاکہ ظاہر ہو جاوے اور تمیز ہو جاوے مخلص از منافق - دوم آنکہ لیعلم اللہ بحذف مضاف ہے ای لیعلم اولیاء اللہ تاکہ جان لے وہ شخص جو اللہ تعالے کا ولی ہے ولیکن تفخیم شان کے واسطے اپنی طرف نسبت فرمایا - سوم آنکہ لیعلم اللہ ای لیحکم اللہ بالامتیاز پس چونکہ حکم مذکور بعد علم کے ہوتا ہے اسپر علم کا اطلاق کیا - چہارم آنکہ لیعلم اللہ ای لیعلم واقعا کما کان یعلم انہ سیقع یعنی اسکو از راہ واقع ہونے کے جان لے جیسے جانتا تھا کہ عنقریب واقع ہوگی اسواسطے کہ جزا و سزا کا مدار محض علوم پر نہیں بلکہ واقع پر ہے اور یہی مراد ہے کلام بیضاوی کی کہ کہا تاکہ جان لے ایسے علم کے ساتھ جس سے جزا و سزا متعلق ہوتی ہے اور وہ علم کسی شی کا اسکے موجود ہونے کے ساتھ ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہی علم ظہور ہے جو مفسر رح نے کہا ولیکن پوشیدہ نہیں کہ علم الہی جسکے وجود سے متعلق ہے وہ ضرور موجود ہوگی جیسے جس چیز کے عدم سے متعلق ہے وہ کبھی نہ موجود ہوگی اور علم الہی پر ہر شی کی حالت وجود اور غیر وجود میں یکساں ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس علم میں کوئی فرق نہیں ہوا اور فہم اسی سے بیضاوی نے اسکو بلفظ قیل کے ساتھ ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا اور یہ خود ظاہر کیا ہے کہ غرض اس سے معلوم کا اثبات ہے بطریق برہان یعنی تاکہ کھل جاوے وہ جو علم الہی میں ثابت ہے یعنی معلوم الہی ثابت ہو جاوے اور شاید کہ کلام مفسر رح کے بھی یہی معنی ہوں لیکن خلاف اصطلاح ہے اور یہ کلام مجید پاکیزہ ہے اور جو اصحاب ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رض نے اس آیۃ کے مانند میں کہا ای لنری من یصبر علی مناجزۃ الاعداء تاکہ ہم دیکھیں جو صبر کرتا ہے دشمنان حق کے قتال میں - اور مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ اللہ عز و جل نے بندوں سے انکے محاورات و انکی سمجھ کے موافق کلام فرمایا اور اس میں مجاز و استعارات و تمثیل کو جو بلاغت کی گویا اصل ہیں استعمال فرمایا پس یہ کلام بسبیل تمثیل ہے ای فعلنا فعل من یرید ان یعلم یعنی جیسے کوئی بندہ کسی کام کو کسی بات کی آزمایش و جانچنے کو کرتا ہے ہم نے بھی ویسا ہی کیا - **وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ** ای یکرمہم بالشہادۃ تاکہ تم میں سے بعض کو درجہ شہادت کرامت فرماوے - **وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ** - الکافرین ای لیعاقبہم و ما نعمہم بہ علیہم استدراج - یہ جملہ معترضہ بیان ہے کہ تم میں سے بعض کو کرامت دے سے جو ثواب جزیل سے ہے "اور اللہ تعالے کافروں کو نہیں چاہتا" یعنی انکو عذاب دیگا پس انکو جو ظاہر میں فتح معلوم ہوتی ہے یہ نعمت انکے حق میں استدراج ہے رفتہ رفتہ انکو ہلاکت میں بڑھا دیا کہ ہبل و عزی کی طرف سے فتح سمجھے معاذ اللہ تعالی کہ ساتھ شرک بڑھایا - **وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا** - لیطہرہم من الذنوب بما یصیبہم پھر جو شہید نہیں ہوئے انپر فضل بیان کیا لہذا فرمایا تاکہ پاک کرے ایمان والوں کو ان گناہوں سے بسبب اس محنت کے جو انکو پہونچی اور تمحیص کہتے ہیں کسی شے کو اسکے میل کچیل سے پاک کر دینا پس مومن کو جو مصیبت پہونچے اور وہ صبر کرے تو اسکے گناہ معاف ہوتے ہیں اگر ہوں ورنہ اسکے درجات بلند ہوتے ہیں اور ظاہر ہوا ایمان بھی خیر خواہ ہے - **وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ** - ای یہلک - یعنی تاکہ کافروں کو ہلاک کرے - مدارک میں کہا یعنی اگر کافروں پر شکست ہو تو یہ کہ ہلاک ہوں اور مترجم کہتا ہے کہ مومنین میں سے شہدا لیے انکے مقابلہ میں کافروں کو نا پسند رکھا اور مومنین میں سے زندوں کو بلندی درجات و طہارت کا فضل دیا انکے مقابلہ میں زندہ بچے ہوئے کافروں کی ہلاکت فرمائی خواہ انکو فتح ہووے اور شکست ہو سبلیہ کہ دونوں طرح موت پانا ہوگی

ہلاکت مین پڑے فافہم ف عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ہذا بیان للناس حق سبحانہ وتعالی کا کلام یعنی قرآن مجید اسکی صفت ازلیہ ہی جو
امور کونین کے حقائق کھولنے والا ہی مگر ایسے شخص پر جسکو لیاقت حاصل ہی پس قرآن کے لائق وہ بندے ہین جنکی روح جلالی اور قلب جمالی ہی اور نفس
مطمئنہ اور سر باطنی انکا حق سبحانہ تعالے سے ہر اشارہ قبول کرتا ہی اور اسی گروہ کو معارف وکوشف کے واسطے برگزیدہ فرمایا ہی اور جب یہ بات ٹھہری
تو حق عزوجل اپنے کلام پاک سے اہل قرآن کے لیے ایسی تجلی فرماتا ہی جس سے انکو مراد حق کھل جاتی ہی اور براہ صواب پر ہدایت ہوتی ہی کیونکہ وہ خزانہ قدم کی
کنجی ہی جو انکے ساتھ موافق رہا اسکو پردہ حروف سے مشاہدہ صفت قدیمہ حاصل ہوتا ہی اور سر مراد کو پہونچتے ہین قال المترجم اسمین اشارہ ہی کہ حروف
قایم بذاتہ نہین ہین اور یہی حنفیہ وغیرہ محققین کا قول ہی پس شیخ رحمہ اللہ اگرچہ شافعی ہین لیکن جمہور شافعیہ ہین ہین جنکا یہی قول ہی پھر جاننا چاہیے کہ بعضے
اکابر نے تصریح کردی ہی کہ قرآن کے ظہر وبطن سے مراد یہی ہی کہ ظاہر اسکا ظہر ہی اور بطن اسکا اگر بلا حجاب ظہر ہو تو سب سے قاری کا فنا ہو جاوے اور یہ بات
ایسی ہی کہ عوام تو اسکو سمجھتے نہین ہین عجب ان لوگون سے ہی جو علما کی صورت بنا ہین جب یہ بات سنتے ہین تو منھ دیکھتے ہین یا انکار کرتے ہین یا ہر یہی حق ہی
اگرچہ وہ بڑے انکار کیا کرین۔ اللہم اغفرلی واہدنی احسن الھدایہ۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے بندون کے واسطے قرآن
مین تجلی فرمائی ہی اور جسکو اسکے بیان پا جانے سے البیہ صفت حاصل ہی اسی کو کشف جلال باریتعالی کی ذاتی لیاقت ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ قرآن والے اہل اللہ تعالے اور اسکے خاص بندے ہین ہر ایک کو اسی قدر خصوصیت ہی جتنی اسنے مقامات مین ترقی کی ہی مترجم کہتا ہی
کہ حضرت صدیق اکبر رض کی صفت مین آیا ہی کہ قراءۃ قرآن کے وقت اپنی آنکھون کے مالک نہین رہتے تھے یعنی بے اختیار ان کو رونا چلا آتا تھا۔ پس
یہ ایسی بات ہی کہ صدیق کے احوال پر قیاس کرین خطاب قرآن سب بندون کو عام ہی کوئی قوم اسکو عقلی کانون سے سنتی ہی کہ یہ حکم ہی اور یہ عبرت ہی
اور کوئی قوم اسکو دل کے کانون شوق وحلاوت سے سنتی ہی اور کوئی قوم اسکو روح کے کانون محبت ومعرفت وانس سے سنتی ہی اور کوئی قوم
اسکو اسرار کے کانون سے ملاحظہ انوار کے ساتھ ازراہ کشف وبیان سنتی ہی اور یہ اسرار وحقائق منکشف نہین ہوتے مگر آدمیون کے واسطے اور جو
شخص کہ خلق آدم علیہ السلام سے آراستہ نہین اور نہ اسکو علم اسماء وصفات سے کچھ بہرہ ہی جو آدم علیہ السلام کو بتمام وکمال عطا ہوا تھا تو وہ
جنگلی جانور ہی اسکو مشاہدہ قرآن وملاحظہ اسرار کہان ہی کیونکہ اللہ عزوجل نے ہم بندون کو آگاہ فرمایا کہ ہذا بیان للناس معلوم ہوا کہ وہ آدمیون
کے واسطے ہی نہ جانورون کے لیے اور آدمی تو وہی ہی جسکا حال ہم نے بیان کیا وہی بیان الٰہی مین اللہ تعالی ہی کے ساتھ باقی رہتا ہی ماسوائے
حق کے سب سے قطع ہوتا ہی چنانچہ فرمایا۔ وہدی وموعظۃ للمتقین حضرت جعفر رض نے فرمایا کہ بیان کو لوگون کے واسطے ظاہر کردیا لیکن اسپر
متنبہ کوئی نہین ہوتا سوائے اسکے جسکو اسکی طرف سے نور یقین اور اسرار پاکیزہ سے تائید وتوفیق ملی ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ اسنے فرمایا ہدی
وموعظۃ للمتقین۔ آگاہ رہو کہ اس بیان سے ایسا ہدایت پانا اور ایسی نصیحت لینا انھین متقیون کو حاصل ہی جنھون نے سوائے حق عزوجل کے
سب چیز سے تقوی کیا ہی استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک قوم کے واسطے تو یہ قرآن ازراہ دلائل عقلی بیان ہی اور دوسری قوم کے واسطے
ازراہ مکاشفہ قلوب اور قوم دیگر کے واسطے ازراہ تجلی حق در اسرار مترجم کہتا ہی کہ عقل سے مراد یہ نہین ہی جو عوام سمجھتے ہین بلکہ اپنی اصطلاح
کے موافق ہی اور وہ عقل کلی ہی جسپر مین نے بارہا تنبیہ کردی ہی قولہ تعالے ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون۔ اللہ عزوجل نے انکو حقائق
ایمان سے آگاہ فرمایا جو کہ یقین ہی اور یقین یہ کہ دل کو پروردگار عزوجل کے وعدے پر سکون ہو مترجم کہتا ہی کہ بعضے جاہلون نے جو اپنے آپکو
عالم معقول جانتے ہین تصور کیا کہ منطقی اذعان ایمانی یقین سے اعلی ہی اور یہ مہمل کلام ہی آجتک مین اسکو نہین سمجھا اور اہل حقیقت کے
نزدیک یقین وہ نزول سکینہ ہی قلب مین جسکو تصور وتصدیق سے جو علم حصولی کے اقسام مین ہین کچھ تعلق نہین ہی اور مین نے بعض مقام پر بیان کردیا۔

کہ فلاسفہ کی تصدیق جسکا مدار استدلال پر ہی محض وہی ہر تو نہیں دیکھتا کہ بوعلی سینا لیس الا کذا کو شفا میں ذعان کہتا ہی اور افلاطون کے نزدیک وہ ہیولی ثابت نہیں جسکو ارسطو ثابت کرتا ہی پس ہر ایک اپنے دعوے پر اذعان سے لیس الا کذا کا قائل ہی حالانکہ دونون متناقضین جمع نہین ہو سکتی ایک قطعًا غلط ہی پھر لیس الا کذا کی یہ حقیقت ہی اللہ تعالی ایسی گمراہی سے بچاوے ۔ اے اہل ایمان نور نبوت حضرت محمد صلعم سے علم حاصل کرو اور نفس و شیطان سے تبری کرو تب تصدیق کے معنی معلوم ہون دیکھو تصدیق ایمانی والون مین سے وہ ہین جن کے سر پر آرا چلایا گیا اور آگ مین جلا لیے گئے اور وہ اپنی تصدیق پر تھے فافہم واللہ الہادی ہو المضل ونعوذ باللہ من الضلال ۔ اس آیت مین اللہ تعالی نے بیان کر دیا کہ جب تم معالج ایمان و تصدیق مین ہوے تو تمھارے دشمن پر تمھاری فتح و تمھارا غلبہ جاری ہی پھر غمنا کی و ضعف کے کیا معنی ہین کیونکہ جسنے حقیقت حال معاینہ کیا اسکا یقین وہی یقین قوی ہی اور اس سے سا اندوہ جاتے رہے اور عارف کا سزاوار اندوہ وہ ہی جو مشاہدہ سے غیبت طاری ہونے کے وقت قبض پیدا ہونے سے اسکے سینہ کو تنگی ہوتی ہی اور خوشی اسکی وہ ہی جو ملکوت پروردگار کے انکشاف کے وقت اس کی روح کو کشادگی ہوتی ہی ۔ اور محمد بن موسی سے پوچھا گیا کہ آدمی کا کیا حال ہی کہ کبھی اندوہناک اور کبھی فرحناک ہوتا ہی ۔ فرمایا کہ عذر کے ارواح پردہ پڑجانے اور تجلی ہونے مین بدلتی ہی سو تجلی کے وقت اسکو خوشی ہوتی ہی اور پردہ پڑنے کیوقت اندوہ چھا جاتا ہی پس جب پردہ مین مہجور رہا اندوہناک ہوا اور جب اسنے الطاف کی نظر دیکھی خوش ہوا اور جب سخط و خشم کی نگاہ دیکھی تو خوفناک قلق مین ہوگیا قال المترجم اسمین حال صحابہ رضی اللہ عنہم کیطرف لطیف اشارہ کیا فافہم

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ

کیا تم کو خیال ہی کہ داخل ہو جاؤ گے جنت مین اور ابھی معلوم نہین کر دیے اللہ نے جو تم مین سے جہاد کرنے والے ہین اور معلوم کرے

الصَّابِرِينَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ

ثابت رہنے والے اور تم تو آرزو کرتے تھے موت کی موت سے ملنے سے پہلے سو ابھی دیکھا تمنے اسکو اور تم

تَنْظُرُونَ ۝ ع

دیکھتے ہو

اَمْ ـ بل حسبتم ـ مفسر نے ام کو بل سے تفسیر کرنے مین اشارہ کیا کہ ام منقطعہ ہی اور ہمزہ انکار ہی یعنی بلکہ تم نے خیال کیا (ای الیامت خیال کرو ـ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا ـ لم ـ يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ ـ علم ظہور ـ کہ داخل ہو جاؤ تم جنت مین اور نہین معلوم کیا اللہ نے ان لوگون کو جنہون نے جہاد کیا تم مین سے علم ظہور کر کے ف مفسر نے لما یعلم کی لم یعلم سے تفسیر کرنے مین اشارہ کیا کہ یہ دونون معنے واحد ہین جیسا کہ جمہور کا قول ہی اور زمخشری نے کہا کہ لم و لما مین فرق یہ ہی کہ لما مین نفی ماضی و توقع مستقبل ہوتی ہی یعنی نہین صادر ہوا جہاد تم سے ماضی مین لیکن آیندہ متوقع ہی علی ما ذکرہ الرازی اور کہا گیا کہ یہی معنی لما کے امام النحاۃ سیبویہ نے ذکر کیے ہین مگر ابوحیان نے زمخشری پر اعتراض کیا کہ مجھے نہین معلوم ہوا کہ کسی نحوی نے لما کے یہ معنی کہے ہون بلکہ انہون نے اتنا ہی کہا کہ لما سے تا انیدم متصل نفی ہوتی ہی پھر بیضاوی نے ذکر کیا کہ اسمین دلیل ہی کہ جہاد فرض کفایہ ہی مترجم کہتا ہی شاید منکم کی لفظ سے نکالا کہ بعض کے ادا کرنے پر دلالت کرتا ہی قال ـ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ فی الشدائد اور نہین جانا سختیون مین صبر کرنے والون کو ف ابھی تک ایسے لوگ متمیز نہین ہوے جو جہاد پر صابر ہین اور جو جھوٹے منافق

ہین حتی کہ جب امتحان سخت آجاویگا تب مقبول ہوجاوینگے جو ثابت قدم رہینگے اور یہ غزوۂ خندق میں ہوا جسکا بیان احزاب مین ہے۔ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ - فیہ حذف احدی التائین فی الاصل یعنی تتمنون۔ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ حیث قلتم لیت لنا یوما کیوم بدر لننال ما نال شہداءہ - اور البتہ تم لوگ موت کی تمنا کیا کرتے تھے قبل اسکے کہ موت سے ملاقی ہو کیونکہ تمنے کہا کہ کاش ہمکو ایک دن ویسا ملتا جیسا بدر کا دن تھا تاکہ حاصل ہوتا ہمکو جو حاصل ہوا شہداء بدر کو۔ ایسا ہی ابن عباسؓ سے مومنون کا دعا کرنا مروی ہوا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ تمنے موت تو منع ہے قرطبیؒ نے جواب دیا کہ مسلمانون نے موت کی تمنا کرنا شہادت کی تمنا ہے جو جہاد مین صبر و ثبات پر مبنی ہے نہ اس بات پر کہ کفار انکو قتل کر ڈالین اسواسطے کہ یہ تو معصیت و کفر ہے جو نہین جائز ہے پس درخواست شہادت کی تھی اگرچہ موت بقتل ہو مترجم کہتا ہے کہ صریح ممانعت تو موت کی بددعا اپنے اوپر کرنے سے ہے اور محققین نے کہا مطلقا موت کی تمنا ممنوع نہین بدلیل آنکہ اللہ تعالے نے یہود کو کہا کہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین - اور حضرت یوسفؑ نے دعا کی کہ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین پس مآل ممانعت کا جزع و فزع دنیاوی محنت سے ہے اور یہان شہادت کی امید ہے جو قطعا خیر ہے اسیواسطے موت کی شہادت تفسیر کی گئی۔ اور یہی اثر ابن عباسؓ مین مصرح ہے کہ شہادت مانگتے تھے پس سوال وارد ہی نہین ہوتا - اور یہ جو کہا گیا کہ اسمین غلبۂ کفار کی دعا ہے کیونکہ انکے غلبہ سے قتل ہوتا شہادت ہے تو یہ وہم ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ بدر مین باوجود غلبۂ مومنین کے کئی شہید ہوے تھے۔ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ - سو تم نے موت کو دیکھ لیا ای رأیتم سببہ وہو الحرب - یعنی سبب موت کو دیکھ لیا جو حرب و لڑائی ہے کیونکہ خود موت کو انھون نے نہین دیکھا تھا - وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ - ای بصراء تتأملون الحال فلم انہزمتم - بصراء بضم اول جمع بصیر ہے پس بمعنے آنکھ اور حال یہ کہ تم بصیر و نظر والے لوگ ہو حالت مین تامل کی نگاہ کرسکتے ہو کہ کیونکر ہے پھر تم کیون بھاگے - حاصل سوال یہ کہ فقد رأیتموہ کے بعد وانتم تنظرون کے کیا معنے ہین پس مفسرؒ کا جواب مذکور ہوا اور معالم وغیرہ مین کہا کہ یہ بطور تاکید کے ہے اور یہ اخفشؒ کا قول ہے - پھر کہا گیا کہ اسمین گونہ توبیخ ہے کہ انھون نے حرب کی تمنا کی پھر بھاگ نکلے اور چاہیے تھا کہ تمنا کرکے مانگی تھی تو دلیرانہ لڑتے اور صبر کرتے اور نیز تو بیخًا یہ بھی اشارہ ہے کہ بلا امتحان کی تمنا کرنا نہین چاہیے کیونکہ بندہ اسکے امتحان کے لائق نہین ہے وہ خود امتحان مین لاتا اور توفیق دیکر خود ہی پار اتارتا ہے اور اسیلیے سوئیہ ہے جو صحیحین مین ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالی سے عافیت مانگو اور جب تم سے دشمن سے مقابلہ پھر ہو پڑے تو صبر سے ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلوارون کے سایہ تلے ہے

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

اور محمدؐ تو ایک رسول ہے ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مرگیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤگے

عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ

الٹے پانون اور جو پھیرے الٹے پانون پھر جائیگا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیگا اور جلد اللہ ثواب دیگا

الشَّاكِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ۗ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ

بھلا ماننے والون کو اور کسی جان کو یہ نہین کہ مرجاوے مگر اللہ کے حکم ہی سے لکھا ہوا وعدہ اور جو کوئی چاہیگا

الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ۝

دنیا کا بدلا ہم دنیا سے اسکو دینگے اور جو کوئی آخرت کا بدلا چاہیگا ہم اسمین سے اسکو دینگے اور جلدی ہم ثواب دینگے احسان ماننے والون کو

ونزل فی ہزیمتہم لما اشیع ان النبی صلعم قتل قال لہم المنافقون ان کان قتل فارجعوا الی دینکم جب علیٰ معرکۂ احد میں یہ آواز فاش ہوئی کہ نبی صلعم قتل ہوئے پس صحابہ بھاگے اور منافقون نے انسے کہا کہ اگر وہ قتل ہوئے تو تم اپنے دین کی طرف لوٹو تب نازل ہوا قولہ تعالے ۔ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ نہیں محمد مگر رسول ۔ اس ایک صفت پر اقتصار کیا بطور مجاز کے ہی اور معنی یہ کہ مقصود انسے یہی رسالت ہی نہیں کہ اسکے سوا سے یہ بھی مقصود ہو کہ انکو موت نہ آویگی جیسا تم نے بعید جانا کیونکہ حی قیوم صفت باری تعالیٰ ہی اور بات یہ ہوئی تھی کہ بروز احد یہ بات پھیل گئی کہ محمد صلعم مارے گئے اور اس خبر پر جو صحابہؓ نے ہزیمت اٹھائی تو ہر چند حضرت صلعم نے آواز دی کہ ادھر میری طرف آؤ ادھر آؤ کسی نے نہ سنا پس جو بھاگے ہوے پہاڑی پر تھے بعض نے کہا کہ ہم کو کوئی ایسا ایلچی مل جاتا جو عبداللہ بن ابی منافق کے پاس مدینہ جاتا کہ وہ ابوسفیان سے ہمارے لیے امان لیتا اور بعضے منافقون نے کہا کہ اگر محمد قتل ہوے تو کیسے ہی تھے تم اپنے پہلے دین میں آؤ اور قریش کو ہاتھ دیدو کہ وہ آخر تمہارے بھائی ہیں پس انس بن النضرؓ نے دونون کے کلام سے بیزاری و پناہ مانگی اور حضرت صلعم کے بعد زندہ رہنا بیکار سمجھکر تلوار سے مشرکون پر سخت حملہ کیا آخر کو شہید ہوے اور حضرت صلعم پہاڑی کی طرف لوگون کو پکارتے چلے پہاڑی پر اول جسنے پہچانا وہ کعب بن مالک ہیں پھر آواز دی کہ اے مسلمانو خوش ہو کہ رسول اللہ صلعم یہ موجود ہیں آنحضرت صلعم نے اشارہ سے منع کیا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک ٹکڑا آپ کی طرف جمع ہوا آپ نے انکو بھاگنے پر ملامت کی بولے کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہم کو جب یہ خبر پہونچی کہ آپ قتل ہوے تو ہمارے دل رعب میں آگئے ہم الٹے پاؤن بھاگے پس اللہ عز و جل نے یہ آیت اتاری شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ابن ابی نجیح نے اپنے باپ سے روایت کی کہ مہاجرین میں سے ایک شخص ایک انصاری کی طرف بھاگے میں گذرا اور پوچھا کہ بھلا تم کو معلوم ہی کہ محمد صلعم قتل ہوے تو انصاری نے جانیے خون میں لتھڑے پڑے تھے فرمایا کہ اگر محمد صلعم قتل بھی ہوے ہوں تو وہ دین کو پہونچا چکے تم اپنے دین کی طرف سے لڑو پس نازل ہوا قولہ وما محمد الا رسول الآیۃ ۔ رواہ البیہقی ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ ہر رسول کہ ہم سے پہلے بہت رسول گذر چکے ف یعنی محمد بھی انہیں رسولون کی طرح عنقریب گذر جاینگا ۔ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ رجعتم الی الکفر والجملۃ الاخیرۃ محل الاستفہام الانکاری ای ماکان معبودا فترجعوا ۔ کیا اگر مرا یا قتل ہوا (مانند دیگر بعض انبیا کے) تو تم رجوع کروگے اپنی ایڑیون پر (ای لوٹ پڑوگے کفر پر) ف یہی جملہ اخیرہ محل استفہام انکاری ہی یعنی وہ معبود نہیں تھا کہ اسکی موت و قتل پر تم لوٹ جاؤ کہ پھر کس کی عبادت کرو ۔ یہ آیت حضرت مصعب بن عمیرؓ کی زبان پر اتری کہ جو جنگ کے روز حضرت صلعم کے نشان بردار تھے جب ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کا قصد کیا اور پتھر مارا کہ آپ کے زخم آگیا درحالیکہ لوگ پریشان تھے تو مصعبؓ نے اس ملعون کو روکا اور حال یہ ہوا جو ابن سعدؒ نے طبقات میں بطریق واقدی روایت کیا کہ انکا داہنا ہاتھ کاٹا گیا پس نشان بائین ہاتھ میں لیا اور یون کہتے تھے کہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ۔ پھر بایان ہاتھ کاٹا گیا تب نشان پر جھک سینے اور بازو سے چپٹایا اور یہی کہے جاتے تھے پھر قتل ہوے تب نشان گر پڑا ۔ محمد بن شرحبیل عبدری راوی کہتے ہیں کہ اسوقت یہ آیۃ وما محمد الا رسول تک نہیں اتری تھی پھر اسکے بعد اتری ہی اگر کہا جاوے کہ مات او قتل شک ہی بحرف او اور یہ خطاب باری تعالیٰ سے محال ہی جواب یہ کہ او مساوات حکم کے لیے ہی یعنی خواہ ایسا ہو یا ایسا ہو کوئی بھی مرتد ہونے یا شکست اٹھانے کا مستوجب نہیں ہی اور یہان تو درحقیقت دونون میں سے کچھ بھی نہیں واقع ہوا ۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں بیان فرمایا ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت صلعم قتل نہونگے چنانچہ قولہ انک میت وانہم میتون ۔ اور واللہ یعصمک من الناس ۔ اور لیظہرہ علی الدین کلہ پھر او قتل کیونکر فرمایا ۔ تو جواب دیا گیا کہ

یہ بطریق الزام ہے کہ تم یہود و نصاریٰ سے کم ہوتے ہو حالانکہ یہود تے جانا کہ موسیٰ مر گئے مگر وہ نہیں پھرے اور نصاریٰ نے اپنے زعم یا اعتقاد کیا کہ عیسیٰ قتل ہوئے مگر نہیں پھرے تم کیونکر الٹا کر سکتے ہو۔ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ وانما یضر نفسہ۔ اور جو کوئی الٹے پاؤں پھرا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہ کریگا بلکہ وہ اپنے آپ ہی کو ضرر پہونچا دیگا کیونکہ ثواب سے محروم ہوگا۔ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ نعمۃ بالثبات اور اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرماویگا شاکروں کو یعنی ان لوگوں کو جو شکر کرتے ہیں اسکی نعمتوں کا ساتھ ثبات کے۔ یعنی قائم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر اور اسکے دین کے واسطے لڑتے ہیں اور اس کے رسول صلعم کی خواہ زندہ ہوں یا انتقال فرمایا ہو پیروی کرتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم کی زندگی میں کہا کرتے کہ واللہ ہم الٹے پاؤں نہیں پھرینگے بعد اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت فرمائی اور واللہ اگر حضرت صلعم مرے یا قتل ہوئے تو ضرور میں اسی راہ پر لڑے جاؤنگا جسپر حضرت صلعم لڑے یہانتک کہ مر جاؤں رواہ الطبرانی اور بخاری کی حدیث وفات میں ہے کہ ابوبکر نے آکر حضرت صلعم کا چہرہ مبارک کھولا (جب آپ انتقال فرما چکے تھے) اور منہ کے بل آپ پر گر پڑے اور بوسہ لیا اور رو کر کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا۔ اللہ تعالیٰ دو موتیں آپ پر جمع نہ کریگا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ابوبکر نکلے اور عمر لوگوں سے باتیں کہتے تھے (یعنی جو حضرت صلعم کو مردہ کہیگا میں قتل کرونگا) عمرؓ سے کہا کہ بیٹھو اور عمر پھر خطبہ پڑھا اما بعد جو شخص کہ محمد کو پوجتا تھا تو محمد نے تو انتقال کیا اور جو اللہ تعالیٰ کو پوجتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے کبھی اسکی پاک ذات کو موت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افاین تا قولہ وسیجزی اللہ الشاکرین۔ ابن عباس نے کہا کہ واللہ گویا لوگوں کو یہ آیت ہی معلوم نہ تھی یہانتک کہ ابوبکرؓ نے پڑھی ہے پس کوئی بشر نہیں تھا مگر یہ کہ اس کی زبان پر یہی آیت تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ الشاکرین ای وہ لوگ جو دین پر ثابت رہے وہ ابوبکر اور صحابہؓ ہیں پس علی کرم اللہ وجہہ کہتے تھے کہ ابو بکرؓ شاکروں کے امیر تھے اور سب سے زیادہ شکر گذار اور اللہ تعالیٰ کو محبوب تھے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ بقضائہ كِتٰبًا مصدر ای کتب اللہ ذلک کتابا مُّؤَجَّلًا موقتا لا یتقدم ولا یتاخر فلم انہزمتم والہزیمۃ لا تدفع الموت والثبات لا تقطع الحیوۃ۔ یعنی نہیں سزاوار ہے کسی نفس کو کہ مرجاوے مگر باذن اللہ (یعنی بقضاء الٰہی) لکھدیا اللہ تعالیٰ نے اسکو وقت کرکے (کہ وہ نہ پہلے ہو سکے اور نہ پیچھے) ف پھر تم لوگ کیوں بھاگے حالانکہ بھاگنا موت کو دور نہیں کر سکتا اگر وقت آگیا اور معرکہ میں ثابت رہنا زندگی کو نہیں کاٹتا اگر وقت نہیں آیا ہے۔ نفس کی طرف مرنے کی نسبت کرنا باوجودیکہ اسکو اختیار نہیں ہے مجازاً ہے اور اس میں نامردوں کو شجاعت دلائی اور قتال کی ترغیب دی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قدم کم کرنا اور جسکو نامرد مہلکہ سمجھتے ہیں اس میں گھسنا عمر کو کاٹتا نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا خلاف کرنے سے عمر بڑھ سکتی ہے جیسا کہ اعمش ارح نے حبیب بن ظبیان سے روایت کی کہ ملک فارس پر جہاد کرنے کی حالت میں دریائے دجلہ کے ادھر مسلمان اور ادھر ایرانی فوج تھی سو ایک مسلمان نے کہا اور وہ حجر بن عدیؓ ہیں کہ تم کو کون چیز ان دشمنوں کی طرف عبور کرنے سے روکے ہے یہ دجلہ بھلا کیونکر موت دیگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا۔ یہ کہکر دجلہ میں اپنا گھوڑا ڈالدیا انکے پیچھے مسلمانوں نے بھی گھوڑے ڈالے اور ایرانیوں نے جو یہ حال دیکھا تو اپنی زبان میں ایک دوسرے سے کہا دیوان اند۔ یہ لوگ دیوہیں اور خوفناک ہوکر بھاگے۔ رواہ ابن ابی حاتم عن العباس بن یزید العبدی عن ابی معاویہ عن الاعمش بہ۔ کذا ذکرہ ابن کثیر۔ وَمَنْ يُّرِدْ بعملہ ثَوَابَ الدُّنْيَا۔ ای جزاؤہ فیہا۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا۔ ماقسم لہ ولا حظ لہ فی الآخرۃ یعنے اور جس نے چاہا اپنے کام سے ثواب دنیا اور اپنے

کام کی جزا دنیا مین تو دیتے ہین ہم اس کو دنیا سے یعنی اس قدر جو اس کے واسطے مقسوم ہو پھر آخرت مین اسکا کچھ حصہ نہین اور ظاہر ثواب
دنیا فتح و غنیمت ہو اگر کہا جاوے کہ آخرت مین حصہ نہونا کہان سے معلوم ہوا تو مین کہتا ہون کہ بدلیل حدیث آئیندہ اور آگے کے کلام سے جو
بسبیل مقابلہ واقع ہوا یعنی ۔ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۔ ای من ثوابها ۔ اور جو چاہے ثواب آخرت دینگے
ہم اس کو آخرت سے یعنی ثواب آخرت سے وہ جنت ہو جاتو کہ ثواب تو ابھی دے دیا مگر اس کو وہان پہونچنے پر ملے گا اور یہ بعد
موت کے شروع ہو جاتا ہو ۔ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ۔ اور قریب ہم جزا دینگے شکرگزارون کو ۔ یہ بڑا فضل کا وعدہ ہو کہ
انکا ثواب تو ملے گا پھر دینے والے ہم ہین جس کی مقدار کوئی کیا قیاس کرسکتا ہو ۔ اور حدیث صحیح مین آیا کہ اللہ تعالی نے فرمایا مین نے
اپنے پرہیزگار بندون کے لیے وہ کچھ رکھا ہو جسکو کسی آنکھ نے نہین دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ وہ کسی بشر کے دل مین خطور ہوا ۔ یعنی
حواس و عقل سب سے بالاتر ہو اور کہا گیا کہ یہ دیدار حضرت باری عز و جل ہو ۔ اور آیت مین تو لیعض ہو ان لوگون پر جو غنیمت لوٹنے کے واسطے
خلاف حکم رسول صلعم کر بیٹھے اور مدح ہو ان لوگون کی جو حکم پر ثابت رہے ۔ اور جان رکھو کہ ثواب دنیا چاہتے سے یہ مراد ہو کہ غرض اسکی فقط
دنیا ہو پس اسکو دنیا تو قسمت بھر ملتی ہو اور آخرت سے محروم ہوتا ہو اور آخرت چاہنے والون سے یہ مراد ہو کہ انکا ہر فعل خالص اللہ تعالے
کے واسطے ہو پس انکو آخرت کا پورا ثواب ملتا ہو اور دنیا مین بھی قسمت بھر ملتا ہو پس ظاہر ہوا کہ دنیا چاہنے والا بڑا کمبخت ہو اور فرق
فقط ایک نیت کا ہو اور عمر بن الخطاب رضؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا سوا اسکے نہین کہ اعمال ساتھ نیتون کے ہین اور شخص
کے لیے وہی ہو جو اس نے نیت کیا پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو گی
اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف کہ اس کو نکاح مین لاوے تو اسکی ہجرت اسی چیز کے لیے ہو گی
جس کی طرف اس نے ہجرت کی رواہ البخاری و مسلم و اہل السنن و المسانید وغیرہم حتی قیل انہ حدیث متواتر ف ۲۰ عرائس البیان مین
اشارات آیات مین یون ذکر کیا کہ قولہ تعالی و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ۔ اللہ عز و جل نے اس خطاب مین سب کو عتاب
کیا یعنی جب مین نے تم کو اپنے معبود و پروردگار قادر مختار ہونے کے اپنے نبی صلعم کی زبان سے خبر دیدی اور اپنے رسول
صلعم کی رسالت سے تم پر اپنی ہی بندگی واجب کی اور تمکو اپنی الوہیت کی شان پہونچوا دیے کہ بلا واسطہ تمنے جان لیا پھر تمکو کیا ہوا کہ تم نے
حضرت صلعم کے درمیان سے جانے رہنے سے تنزل کیا اور حالت فرقت و امتحان کے وقت تم حقائق ایمان و اخلاص سے مضطرب
ہو گئے سو تم اگر میرے جلال کے مشاہدے مین رہتے تو اسکی موت سے یا میرے تمھارے درمیان ہر واسطہ کے اٹھ جانے سے مضطرب
نہوتے اسواسطے کہ جسنے حق عز و جل کو مشاہدہ و معائنہ کیا تو اسکی محبت و بندگی بغیر واسطہ ربوبیت کے ہمیشہ اس کی ذات سے قائم
ہوتی ہو قال المترجم یعنے اسکی محبت اور بندگی کرنا اس واسطہ کی وجہ سے نہین ہوتا کہ او تعالی ہمارا پروردگار ہو اور اسکی پرورش کیوجہ
سے ہم بندگی کرین اور اس سے محبت کرین بلکہ محبت و بندگی محض ذات باریتعالی عز و جل کے واسطے ہو بدون لحاظ کسی واسطہ کے قال الشیخ
اور انبیاء و اولیاء پر کچھ نہین مگر یہی کہ خبر دین و آگاہ کرین کہ او تعالی نے یہ حکم دیا ہو اور اسکی مراد کو ظاہر کردین ۔ پھر ان سب مین سے حضرت
صدیق اکبر و انکے قریب قریب مرتبہ والے لوگون کو خاص فرمایا (اللہ تعالی ان سب سے راضی ہو) کیا تو نہین دیکھتا کہ جب حضرت
سید عالم صلعم نے انتقال فرمایا تو صدیق اکبر رضؓ نے کہا جو شخص محمد صلعم کو پوجتا تھا تو محمد صلعم نے انتقال فرمایا اور جو اللہ تعالی کو پوجتا تھا
تو اللہ تعالے زندہ ہو کبھی نہین فنا ہو گا اور یہ وصف اس آیت کے آخر مین ظاہر ہو مترجم کہتا ہو کہ شیخ نے جو کہا کہ آیت مین سب کو

عتاب فرمایا سوائے حضرت صدیق وانکے مانند رضی اللہ عنہم کے تو یہ سمجھنا نچاہیے کہ انکے مراتب میں نقصان ہے بلکہ یوں سمجھو کہ یہ انھین کا
مرتبہ تھا کہ حضرت مالک الملک الحی القیوم وحدہ لاشریک لہ عزوجل نے انکو اس خطاب عتاب سے سرفراز کیا جس سے محبت ٹپکتی ہے بخلاف اُن
احکام کے جو کافرون کے حق مین دیے کہ وہ دو قسم کے ہین بعض ان کافرون کو ہین جو علم الٰہی مین کافر رہے اُنکو غضب و لعنت کے ساتھ ہے
اور بعض اُنکو جو آیندہ ایمان لانے والے تھے تو انکو جھڑکی اور خشم سے ہے فہا کشیں ملا ہوا فافہم۔ قولہ تعالیٰ افائن مات او قتل انقلبتم علے
اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا۔ اسکے بعد حضرت صدیق اکبر واس کے مانند لوگون کے حق مین فرمایا کہ وسیجزی اللہ
الشاکرین۔ یعنی ابوبکرؓ و رجس کا قلب انکے قلب کے مثل تھا ایمان و یقین رکھنے مین یہ مزید جزا ر شکر کے واسطے یہ شاکرین مراد ہین اور
انکا شکر یہ ہے کہ پروردگار کے معاملہ و ولایت مین مستقیم رہے اور منجملہ انکے شکر کی جزا کے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو فتح دی اور شریعت کے فراخ
خوشنما میدان سے انھون نے سرکش مردودون کو بھگا دیا۔ واسطیؒ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سب کی آنکھین بند
ہوگئین سوائے ایک مرد کے ہی نے ان سب پر فضل ظاہر کیا سو جہ سے کہ اپر فضیلت دیا گیا تھا اور وہی بصیرت کے ساتھ انکو اللہ تعالیٰ
کی طرف بلانے والا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین پس گویا اس آیت کی مراد وہی مخصوص ہین اور باقی امت اس سے علی حدہ
رہی بسبب اسکے کہ بصائر مین سستی تھی اور یہ سب معاملہ اللہ ہی کی طرف سے تھا وہ جس کو چاہے اپنے فضل سے خاص کرے اور ابوبکرؓ کی
فضیلت اس قول سے ظاہر ہوئی کہ جو محمد صلعم کو پوجتا تھا سو محمد صلعم نے تو انتقال کیا قال المترجم اس قول کے معنے یہ ہین کہ
اے لوگو تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو کچھ محمد صلعم کو نہین پوجتے تھے پھر یہ حیرانی و اضطراب و شک و بدگمانی کیا ہے تم تو اللہ عزوجل
کو پوجتے تھے جسکی طرف تم کو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کردی وہی دائمی باقی حی قیوم ہے اب بھی اسی کی عبادت کرو
اور حضرت صلعم کی تجہیز و تکفین کرو اور اسمین اشارات و حقائق ہین کہ مین گنجایش بیان نہین پاتا ہون مگر یہ اشارہ کہ قدم نبوت پر وہی قائم ہے
قال المترجم اگر کہا جاوے کہ ابن عباس کی روایت مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول مذکور ہے کہ واللہ ہم الٹے پاؤن نہین پھرینگے بعد انکہ ہمکو
اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی واللہ اگر رسول اللہ صلعم انتقال کرین یا قتل کیے جاوین اسی پر قتال کرونگا جسپر حضرت صلعم نے قتال کیا یہانتک
کہ مر جاؤن واللہ مین انکا بھائی و ولی اور چچا کا بیٹا ہون مجھسے زیادہ کون انکے ساتھ احق ہے رواہ الطبرانی تو جواب یہ ہے کہ کمال صدق ایمان
ہے اور یہ بات وہ حضرت صلعم کی زندگی مین فرماتے تھے جیسا کہ اسی روایت مین مصرح ہے اور وہ وقت تھا کہ نور ظاہر باہر تھا جب وفات ہوئی
اور اس واسطہ سے راہ بند ہو کر تاریکی ہوئی تو ہیجانی و حیرانی سب پر چھا گئی سوائے اس کے جسکی راہ مستقل کشادہ ہوئی پھر جب اسکی طرف واسطہ
ہوا تو وہی نور نظر آیا مگر فرق کے ساتھ اسی واسطے ابن عباس نے فرمایا کہ واللہ گویا لوگون کو معلوم ہی نہ تھا کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری
ہے یہانتک کہ ابوبکرؓ نے اسپر پڑھ دی پھر انھین سے سنکر سب لوگون نے اسکو پڑھا سو مین کسی بشر کو لوگون مین سے نہین سنتا تھا مگر آنکہ وہ اسی
آیت کو پڑھتا تھا۔ اور سعید بن المسیب نے عمرؓ سے روایت کی کہ یہ سنکر عرق عرق ہوگئے اور زمین کی طرف جھک پڑے من حدیث النجاری ایضا اوا
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوبکرؓ کو امیر الشاکرین کہا اور شاکرین کی تفسیر مین کہا کہ وہ ابوبکرؓ و انکے اصحاب ہین اور کہا کہ ابوبکرؓ ہی سب سے زیادہ شاکر
اور سب سے زیادہ محبوب تھے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ اور یہین سے اہل حق نے قاطبۃً اتفاق کیا کہ ابوبکرؓ افضل ہین اور یہی معنی ہین کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ ابوبکرؓ خلیل اللہ ہین اور فرمایا کہ انکار فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اور مومنین سوائے ابوبکرؓ کے دوسرے کو۔ یعنی خلافت لکھنے کی حاجت نہین خود ہی
ارادۂ الٰہی عزوجل جاری ہے کہ اوتعالےٰ ابوبکرؓ ہی کو سب سے اول برگزیدہ فرماتا ہے اور اسی کے ارادہ پر مسلمانون کے دل موافقت کرینگے اور حضرت

یحییٰ منیری قدس سرہ نے کہا کہ کوئی آسمانی ہو یا زمینی مقبول نہیں جب تک ابوبکر کے افضل ہونے کا قائل نہو اور مترجم کہتا ہے کہ بعض کہا رکا
قول ہے کہ جو ابوبکرؓ کی افضلیت و خلافت حقہ کا قائل نہو اسکا کوئی عمل میرے نزدیک قبول نہو گا کما فی جامع الترمذی و بالجملہ اس میں
اہل حق و جنکو نور ایمان حاصل ہے کسی نے خلاف نہیں کیا سوا ے انکے جو اپنی ہوائے نفس کے پابند ہیں۔ قال الشیخ اوشیخ حسین نے فرمایا کہ
رسول کے واسطے نہیں مگر وہی جسکا انکو حکم دیا گیا یا انپر کشف کیا گیا کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے انسے پوچھا گیا کہ کس چیز میں ملاء اعلیٰ ایک دوسرے
پر پیش قدمی چاہتے ہیں یعنی انھوں نے کوئی حس نہیں سنا اور نہ جانا پھر جبکہ انسے یہ بات پوشیدہ تھی تو انکو مشاہدہ دیا پس صفت ہر واقع ہوئی
اور انھوں نے شہود حق عزوجل کے ساتھ مشاہدہ کیا اور بشریت کی یہ خفیف صفت جو مانع تھی جاتی رہی پس انھوں نے تمام علوم کو بیان فرمایا
قال المترجم یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار کو نہایت عمدہ صورت میں دیکھا مجھسے فرمایا کہ اے محمد میں نے
عرض کیا کہ اے پروردگار میں خدمت میں حاضر ہوں فرمایا کہ کس بات میں ملاء اعلیٰ یعنی فرشتے ایک دوسرے پر پیشقدمی کرتے ہیں تا آخر حدیث
رواہ الترمذی والامام احمد والدارمی وغیرہم پس مطلب یہ کہ اگر وہ تمام علوم غیب پر واقف ہوتے تو انسے یہ کیوں پوچھا جاتا پھر شہود حق سے انکو تمام
علوم کا جانتک امکان بشری ہے انکشاف ہوا کیونکہ صفت باریتعالی مخلوق میں قدیم ہوجانا محال ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ قولہ تعالیٰ و ما کان
لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا موجلا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اسکی قدرت سے یہ بات ہے کہ زندہ کو موت دیتا ہے کہ اعظم از ایجاد زندہ ہے اور عجیب
از ابقاء زندہ ہے اسواسطے کہ موجود میں تو خود کچھ قدرت ہونے کا وہم بھی ہے بخلاف معدوم کے کہ اسمیں کچھ قدرت نہیں ہے۔ اور نیز اہل ریاضت کی طرف
اشارہ ہے کہ نفس امارہ کچھ ریاضت و مجاہدہ سے زائل نہیں ہوتی وہ تو مطمئنہ جبھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اذن و ارادہ متعلق ہو اور اسکی یاد و مناجات
کی حلاوت سے اطمینان پاتی ہے اور واسطی نے فرمایا کہ کوئی نفس نہیں کہ فنا و بقا کی قدرت رکھے بلکہ اجل سب مقدر ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
لکل اجل کتاب ہر اجل کے واسطے لکھی تقدیر ہے قولہ تعالیٰ ومن یرد ثواب الدنیا نوتہ منہا ومن یرد ثواب الآخرۃ نوتہ منہا۔ ثواب دنیا تو معرفت ہے اور
ثواب آخرت مشاہدہ ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مشاہدہ سے دیدار عیانی مراد ہے۔ قال الشیخ اور نیز ثواب دنیا محبت ہے اور ثواب آخرت قربت ہے اور نیز ثواب
دنیا تو صحبت اولیا ہے اور ثواب آخرت صحبت حق جل و علا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ثواب دنیا عافیت ہے اور بعض نے کہا کہ شکر نعمت بجا لانے کا الہام
ہے اور ثواب آخرت جنت و اسکی نعمتیں ہیں قال المترجم یہ تفسیر اشیہ نظاہر ہے در حق ثواب آخرت۔ مگر ثواب دنیا مفسرین نے بھی فتح و غنیمت قرار دی ہے
وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ
اور بہت نبی ہیں کہ جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب پھر کچھ ہارے نہیں تکلیف ہو پہنچنے سے اللہ کی راہ میں
مَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ○ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا
نہ سست ہوے نہ دب گئے اور اللہ چاہتا ہے ثابت رہنے والوں کو اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہمسے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ ہمارے قدم اور مدد دے ہم کو منکر
الْكَافِرِينَ ○ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ○ ع ۱۵ ۵
قوم پر پھر دیا انکو اللہ نے ثواب دنیا بھی اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو
وَكَأَيِّن۔ کم۔ یعنی کاین بمعنے کم خبریہ ہے اسی بنیر سے پس مفسر کے نزدیک احتمال ہے کہ کاین مفرد لفظ بمعنے کم ہو اور احتمال ہے کہ مرکب

ہو جیسا کہ خلیل وسیبویہ نے کہا کہ ای اور کاف تشبیہ سے مرکب ہو کر کم کے معنی میں ہو گیا اور معالم میں فرمایا کہ تنوین کی کوئی خطی صورت نہیں سوائے اس لفظ کے کہ بحرف نون لکھی جاتی ہے - مِّن نَّبِيٍّ قُتِلَ - وفی روایۃ قاتل والفاعل ضمیر کا یعنی قتل بروزن مجہول ابو عمرو و ابن کثیر و نافع کی قراءۃ ہے اور ایک قراءۃ میں قاتل از مفاعلت آیا ہے یا قیون کی قراءۃ ہے اور فاعل اسکا اسکی ضمیر ہے مَعَهُ خبر مقدم اور - رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ - جمع کثیرہ یعنی معہ خبر مقدم اور اسکا مبتدا ربیون کثیر موخر بحذف مفترین کے ہیں کی قول ہیں اول قتل مجہول ہے اور معنے یہ کہ بہت نبی مقتول ہوئے اور انکے اصحاب سے بہت ربیون مقتول ہوئے پھر باقیون کو اس سے بھی کچھ ضعف ایمان لاحق نہوا اور یہی ابن جریر و ابو حاتم نے اختیار کیا اور اسیر وارد ہوتا ہے کہ سعید بن جبیر و حسن نے کہا کہ قتال میں کوئی نبی کبھی مارا نہیں گیا - مترجم کہتا ہے کہ آیۃ کریمہ میں قتال میں مارا جانا اگرچہ صریح مذکور نہیں اور فی سبیل اللہ بمعنے جہاد ہونا ضرور نہیں ولیکن شبہ اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین سے یہی اظہر ہے - بالجملہ قُتِلَ میں اس صورت میں ضمیر راجع بجانب نبی ہوگی ذاتی بہت سے نبی قتل ہوا ہر ایک کہ جسکے ساتھ بہت سے ربانی جماعتیں تھیں دوم آنکہ قتل میں ضمیر نہیں بلکہ مفعول مالم یسم فاعلہ ربیون کثیر ہے اور معنی یہ کہ بہت نبی گذرے کہ انکے ساتھ لڑائی میں ربیون کثیر مارے گئے اور اسی کو زمخشری نے ترجیح دی اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ فما وہنوا - پھر وہ لوگ سُست نہوئے ' یہ جانا مقتول ہونے کے کیونکر کہا جا سکتا ہے اور اگر باقیون کو کہا تو انکے ساتھ انکا بھی موجود رہنا ہے - اسی واسطے ابو عبیدہ نے قاتل کی قراءۃ اختیار کی کیونکہ ربیون کے معنے مستقیم رہتے ہیں اور اس وجہ سے کہ جب قتال کرنے والے کی مدح ہوگی تو مقتول کی مدح بدرجہ اولی ہوگی بخلاف اسکے عکس کا اور یہی وجہ سوم ہے - چہارم آنکہ کلام میں حذف ہے تقدیر یہ کہ وکأین من نبی قتل ومعہ ربیون کثیر - یعنی اکثر نبی مارا گیا اور اسکے ساتھ ربیون کثیر تھے پس وہ بعد نبی کے مقتول ہونے کے ضعیف وسست نہوئے - اور تقدیر واو کی ایسے مقام پر شائع ہے جیسے قتل فلان معہ جیش کثیر یہ معالم میں مذکور ہے اور احسن یہ ہے کہ اس صورت میں بدون تقدیر واو کے معہ ربیون کثیر حال ڈالا جاوے اور درحالیکہ اسکے ساتھ ربیون کثیر تھا اور یہ خوب وجہ ہے اور اسکو محمد بن اسحٰق نے ذکر کیا اور سہیلی نے اسی قول کی تائید میں مبالغہ کیا اور واقعی مستقیم ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اور آیات سابقہ میں ان مسلمانون پر عتاب فرمایا جو بروز احد بھاگ نکلے قتال چھوڑ کر فقط اس آواز کے سنتے ہی کہ محمد صلعم مقتول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اسمیں ملامت کی کہ بہت نبی پہلے گذرے کہ نبی مقتول ہوا اور حالیکہ اسکے ساتھ میں ربیون کثیر تھے مگر وہ سست نہوئے تم کیون بھاگے کیا نبی کے مقتول ہونے سے کوئی اللہ تعالیٰ کا دین چھوڑ کر بھاگتا ہے قال المترجم لیکن قول حسن وسعید بن جبیر اسپر بھی وارد ہوتا ہے پھر ربیون کثیر کے جو معنی مفسرین نے ذکر کیے ہیں ابن کثیر نے ابن عباس وسعید ومجاہد وقتادہ وعکرمہ وحسن وربیع وعطاء سے ذکر کیے ہیں اور حسن نے کہا علماء کثیر ہے اور ابن مسعود سے ربیون ای ہزارون - اور کلبی سے کہ ربیہ جو واحد ہے وہ فقط دس ہزار ہے - اور کہا گیا کہ ربی منسوب برب بکسر راء اول بسبب تغیر نسبتی کے جیسے بَصرہ وبِصری بکسر اول - اور بعض نے کہا منسوب بجانب ربہ بمعنے جماعت ہے - فَمَا وَهَنُوا - جنبوا پھر یہ لوگ نامرد نہوئے - لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - من الجراح وقتل انبیائہم واصحابہم - بوجہ اس مصیبت کے جو انکو راہ الٰہی میں پہونچی ف کہ زخمی ہوئے اور انکے انبیا وساتھی مارے گئے - وَمَا ضَعُفُوا - عن الجہاد - اور جہاد کرنے سے ضعیف نہوئے - وَمَا اسْتَكَانُوا - خضعوا للعدو بہم کما فعلتم حین قتل النبی صلعم - خضوع نہیں کیا اپنے دشمن کے واسطے یعنی اسکے سامنے پست نہین پڑ گئے ف کہ جو جیسا کرے جیسے تمنے کیا جبکہ کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے - یہ اشارہ ہے انکے قصد کا جو قصہ میں گذرا کہ عبد اللہ بن ابی منافق کے ذریعہ سے قریش سے امان مانگیں اور ڈھیلے ہو گئے - وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ - علی البلاء ای یثیبہم - بلا وجہاد پر صبر کرنے والون کو اللہ تعالیٰ

دوست رکھتا یعنی ثواب دیتا ہے۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ۔ عند قتل نبیہم مع ثباتہم وصبرہم۔ یعنی انکے پیغمبر کے قتل ہونے کے وقت باوجود صبر وثبات کے انکی زبان سے کچھ نہیں نکلتا تھا سوا سے اسکے کہ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا۔ تجاوزنا الحد۔ فِي أَمْرِنَا۔ ایذانا بان ما اصابہم بسوء فعلہم وہضما لانفسہم۔ انھوں نے یہی کہا کہ الٰہی ہم کو بخش دے ہمارے گناہ اور ہمارا اسراف یعنی حد سے تجاوز کرنا ہمارے کاموں میں ف یہ انکی طرف سے اظہار تھا کہ جو انکو پہونچا وہ انھیں کے برے کاموں کے سبب سے ہوا اور نیز اپنے نفس کا انکسار تھا۔ اور یہ بھی کہتے کہ۔ وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا۔ بالقوۃ علے الجہاد۔ اور جہاد پر قوت دیکر ہمارے قدم ثابت رکھ۔ وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ اور ہم کو کافرین قوم پر نصرت دے ف جہاد میں ہم کو غالب رکھ اور شیطان ہم پر تسلط نہ پاوے۔ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا۔ النصر والغنیمۃ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکو ثواب دنیا عطا کیا ف نصرت و غنیمت اور عظیم ثواب آخرت بھی دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی بیضاوی و معالم و سراج وغیرہ تفاسیر موجودہ میں فتح و غنیمت سے ثواب الدنیا کی تفسیر موجود ہے لیکن یہ سہو معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ غنیمت کا مال حلال ہونا اس امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے ہے سابق میں کسی پر حلال نہیں ہوا اسیواسطے شاید شیخ ابن کثیرؒ نے فتح و عافیت سے تفسیر کی۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ۔ ای الجنۃ وحسنہ التفضل فوق الاستحقاق۔ اور حسن ثواب آخرت دیا یعنے ثواب آخرت سے جنت مراد ہے اور حسن ثواب یہ کہ استحقاق سے زیادہ دیا۔ اور زمخشری وغیرہ نے کہا کہ ثواب آخرت کے ساتھ حسن کی خصوصیت اسواسطے کردی کہ دلالت ہو کہ اسی کو فضیلت و تقدم ہے اور دنیا کسی شمار میں نہیں اور یہ سب انکی نیکوکاری کا عوض ہے۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے ف اور ثواب جزیل عنایت فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا

اے ایمان والو اگر تم کہا مانوگے منکروں کا تو تم کو پھیر دینگے الٹے پاؤں پھر جا پڑوگے

خَاسِرِينَ ○ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ○ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ

نقصان میں بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہتر مددگار اب ہم ڈالینگے کافروں کے دل میں

كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا ۚ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۚ

ہیبت بسبب اسکے کہ انھوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جسکی اسنے سند نہیں اتاری اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ○

اور بری بستی ہے بے انصافوں کے لیے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اے ایمان والو اگر تم ان لوگوں کی جو کافر بنے ہیں اطاعت کرلو ف جیسی کہ تم کو حکم کرتے ہیں یعنی رائے دیتے ہیں اگر ایسا کروگے تو۔ يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔ الی الکفر۔ تم کو یہ کفار تمہارے الٹے قدم پھیر دینگے ف یعنی کافر بنا دینگے۔ کہا گیا کہ مراد کافروں سے منافق ہیں کہ شکست کھانے اور بھاگنے پر مسلمانوں سے کہا کہ مشرکین قریش سے امان لے لو کہ وہ تمہارے بھائی ہیں یا پہلے دین پر ہو جاؤ کہ محمد صلعم اگر نبی ہوتے تو قتل نہ ہوتے۔ اور کہا گیا کہ مشرکین قریش مراد ہیں اور کہا گیا کہ علی العموم کل کافروں کی اطاعت سے ممانعت ہے اگرچہ منافقین کی طرف اشارہ اقرب ہے الحاصل اگر تم کافروں کی بات مانوگے تو الٹے پاؤں کافر ہو جاؤگے۔ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ۔ تو دنیا و آخرت دونوں میں خوار ہو جاؤگے

ف اسطرح کہ دشمن کی اطاعت ذلت و خواری ہی اور آخر کفر کی طرف مودی ہوکر عاقبت کا عذاب ہی۔ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ناصرکم
یعنے مولی بمعنے ناصر۔ ای فتح دینے والا ہی اور بعض قراءۃ میں۔ اَللّٰهَ۔ بنصب ہی پس بل اطیعوا اللّٰہ۔ بلکہ اللہ تعالے ہی کی اطاعت کرو
وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ۔ فاطیعوہ دونہم پس اسکی طاعت کرو نہ کافرون کی۔ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا الرُّعْبَ۔ بسکون العین وضمها الخوف وقد عزموا بعد ارتحالهم من احد علی العود واستیصال المسلمین فرعبوا ولم یرجعوا الکفر ذکی
قراءۃ رعب بسکون عین اور ابن عامر و کسائی کی قراءۃ بضم عین ہی اور معنی اس کے خوف ہین اور حال یہ تھا کہ مشرکین جب مکہ کو واپس ہووے
تو راہ مین کہاکہ ہم نے بہت برا کیا کہ اکثرون کو قتل کیا جب تھوڑے سے باقی رہے تو چھوڑ کے چلے آئے لوٹو کر ان کو جڑ سے کھو دین پس
انپر رعب چھا گیا اور نہین لوٹے یہی اللہ تعالی نے فرمایا۔ المعنی عنقریب ہم کافرون کے دلون مین رعب ڈالدینگے۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہی
اور بعض نے کہاکہ آنحضرت صلعم نے پہاڑی پر پہونچکر فرمایا ای اللہ میرے وہ اوپر نہ آوین پس ابوسفیان و مشرکین کو رعب چھا گیا حتی کہ ابوسفیان نے
پہاڑی کے کونے پر آکر باتین کین اور کہاکہ ای محمد ہمارا تمھارا وعدہ سال آیندہ مین بدر کا مقام ہی اگر تم چاہو تو آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالے
اور اسپر وارد ہوتا ہی کہ سنلقی مین سین استقبال کا ہی پس روز احد سے کچھ پیچھے ہونا چاہیے مترجم کہتا ہی کہ مطلقا رعب ڈالنے کے وعدے پر
اسواسطے نہین محمول کیا کہ بعد اس لڑائی کے پھروہ لوگ پندرہ ہزار کی جماعت سے مدینہ پر چڑھ آئے تھے لیکن خائب و خاسر واپس گئے مین کہتا ہون کہ
سخت خوفناک ہوکر واپس ہوئے تھے جیساکہ غزوۂ احزاب کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی بیان کرونگا پس اسی پر محمول کرنا اولی ہی واللہ اعلم
پھر اسطرح انکے دلون مین رعب ڈالنے کی وجہ فرمائی۔ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ۔ ای بسبب اشراکہم باللہ۔ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا
حجۃ علے عبادتہ وہو الاصنام۔ یعنی ہم انکے دلون مین رعب ڈالدینگے بسبب انکے شریک لانے کے اللہ تعالی کے ساتھ عبادت مین ایسی چیز کو
کہ نہین اُتاری اللہ تعالے نے کوئی حجت اس چیز کی عبادت کرنے پر۔ اور وہ بت ہین حاصل یہ کہ مشرکون نے اپنی راے سے اللہ تعالی کا شریک
بنایا تو اللہ تعالی انکے دلون مین رعب ڈالیگا کیونکہ مشرکین مکہ بت پرست تھے پس تفسیر انکی موافقت سے ہی ورنہ سوائے حق عزوجل کے کسی چیز
کی عبادت روا نہین خواہ بت ہون یا کوئی اور صلیب وغیرہ ہو کسی پر حجت نہین اُتاری ہی۔ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ۔ اور آخرت مین ان مشرکون کا
ٹھکانا جہنم ہی۔ وَبِئْسَ مَثْوَى۔ ماوی۔ الظّٰلِمِيْنَ۔ الکافرین ہی۔ یعنی برا ٹھکانا ہی ظالمون کا یعنی کافرون کا یعنی آگ۔
ف پس لفظ ہی مخصوص بالذم ہی اور ظلم سے شرک و کفر مراد ہی کیونکہ شرک ظلم عظیم ہی ف رعب سے فتح پانا آنحضرت صلعم کی خصوصیات
مین سے ہی چنانچہ ابو امامہ رضی نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے مجھے انبیاء پر فضیلت دی چار باتون سے۔ اسمین یہ بھی فرمایا کہ فتح
دیا گیا مین رعب سے ایک مہینہ کی راہ کہ وہ رعب ڈالا جاتا ہی میرے دشمنون کے دلون مین اور حلال کی گئین میرے لیے غنیمتین رواہ احمد والترمذی وقال
حسن صحیح وکذا ثبت فیما رواہ سعید بن منصور و مسلم وغیرہم اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالی نے قلب ابوسفیان مین رعب ڈالا
وہ مکہ کو لوٹ گیا پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان نے تم مین ایک ٹکڑے کو مصیبت پہونچائی اور اب لوٹ گیا اور اللہ تعالی نے اسکے
دل مین رعب ڈالدیا کذا قال فی تفسیر قولہ سنلقی فی قلوب الذین کفروا الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم اور معنے اسکے یہی وہی ہونگے کہ راہ مین سے
اور مدینہ قصد نہ کیا بلکہ مکہ کو لوٹ گیا ف فی العرائس قولہ تعالے بل اللہ مولاکم۔ یعنی محبت ازلی کے ساتھ تمہارا راغب ہی اور تمھارے شر نفس سے تمکو
بچانے والا ہی اور ہر خطرہ سے جو غیر حق کی طرف لیجاوے تمھارا نگہبان ہی اور تمھارا ناصر ہی اسوقت بدین کہ تم اس کی بندگی ادا کرنے کی مشقتین اُٹھاؤ
اگرچہ تمھارے نفوس اسکے اٹھانے سے انکار کرین۔ اور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ جو اوامر و نواہی بجالانے و باز رہنے کا تمکو حکم دیا ہی انکی

برداشت مین تمھارا معین ہے۔ اور حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ دار آخرت مین تمھارے امور کا متولی ہے اور ابن عطاءؒ نے خیر الناصرین مین کہا یعنی تمھارے نفس و خواہش سب پر تم کو فتح دینے والا ہے قال المترجم حاصل اسکا یہ کہ جہاد مین جہاد نفس بھی داخل ہے

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ

اور ضرور اللہ نے سچ کردیا اپنا وعدہ جب تم لگے کاٹنے مشرکون کو اس کے حکم سے یہانتک کہ جب تم نے نامردی کی اور جھگڑے

فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ

اس امر مین اور نافرمانی کی بعد ازانکہ تم کو دکھا دیا تمھاری خوشی کی چیز کوئی تم مین چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم مین

مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ

چاہتا تھا آخرت کو پھر تم کو پھیر دیا مشرکون سے تاکہ آزماوے تم کو اور البتہ معاف کردیا تم کو۔ اور اللہ

فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

فضل فرماتا ہے مومنون پر

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ - اىاكم بالنصر یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تم کو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے سچا کردیا۔ معالم مین مذکور ہے کہ محمد بن کعب القرظیؒ سے روایت ہے کہ جب احد سے واپس ہوکر مسلمان مدینہ مین آئے تو بعض صحابہ رضؓ نے کہا کہ یہ مصیبت ہم کو کہان سے پہونچی حالانکہ حق تعالیٰ نے نصرت کا وعدہ فرمایا تھا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ جاننا چاہیے کہ وعدہ سے مراد یا مطلق وعدۂ نصرت ہے یا وعدۂ انزال ملائکہ ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہین سے ایک قول ہے کہ قولہ تعالیٰ ہذا یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملائکة مسومین۔ بروز احد واقع ہوا ہے۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ عروة بن الزبیرؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو صبر و تقویٰ پر پانچ ہزار فرشتہ مسومین سے مدد کا وعدہ فرمایا تھا اور وہ پورا کردیا لیکن کچھ دیر گذری تھی کہ مسلمانون مین سے بعض نے ناشکری کی اور امر رسول صلعم کی نافرمانی کی اور جس جگہ رسول صلعم نے مقرر فرمایا تھا وہ جگہ چھوڑ دی اور دنیا کی طرف قصد کیا پس ملائکہ کی مدد اٹھالی گئی۔ بہرحال صدق وعدہ سے ابتدائے روز مین فتح و دنیا مراد ہے چنانچہ فرمایا۔ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ - تقتلونهم - بِاِذْنِهٖ - بارادته - جبکہ کاٹتے تھے تم انکو یعنی انکو قتل کرتے تھے باذن اللہ یعنی بارادۂ الٰہی - اور قاموس مین ہے کہ حس بمعنے قتل و استیصال ہے اور مراد یہان معنی اول ہین کیونکہ دوسرے معنی متحقق نہین ہوئے اور بیضاوی مین ہے کہ حسه ابطل حسه۔ اسکی جنبش مٹادی۔ الحاصل اللہ تعالیٰ نے اول اپنا وعدہ نصرت تم کو پورا کردیا - حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ - جبنتم عن القتال - یہان تک کہ جب تم بزدل ہوئے جہاد سے ف - یعنی جہاد سے نظر اٹھاکر دنیاوی غنیمت کی طرف جھکے اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جھگڑنے لگے اور صریح حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تو نصرت اٹھالی گئی اور ابن جریجؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فشل بمعنے نامردی ہے - وَتَنَازَعْتُمْ - اختلفتم - فِى الْاَمْرِ - اى امر النبی صلعم بالمقام فی سفح الجبل للرمی فقال بعضکم نذهب فقد نصر اصحابنا وبعضکم لا تخالف امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم - اختلاف کیا تم نے حکم معلوم مین اى حکم نبی صلعم مین کہ سفح جبل مین ٹھہرے رہنے کا حکم کیا تھا تاکہ تیر مارتے رہو پس تم نے یون اختلاف کیا کہ بعض نے کہا کہ ہم مال غنیمت لوٹینگے کیونکہ ہمارے لوگون کو فتح دی گئی اور بعض نے کہا کہ ہم حکم نبی کی مخالفت نہ کرینگے کہا گیا کہ فشل کی تفسیر مین اختلاف ہے کہ یہ اور عطف

تفسیری کا ہی اور الامر کا الف لام عہد ہی - اور اختلاف در اصل انھین لوگون نے کیا جو لوٹنے کو کہتے تھے نہ انھون نے جو وہین کھڑے رہنے پر جمے
تھے لیکن وجود اختلاف چونکہ ہر دو قول سے تھا تو دونون کی طرف اختلاف کی نسبت کی صرف تصویر اختلاف کے لیے ہی اور یہ سب کو معلوم ہی کہ اختلاف
کرنے والون مین سے جو قول صواب پر ہین وہ خدا اور رسول کے موافق اور اپنی مخالفت والون سے مخالف ہوتے ہین لہذا بیان کر دیا کہ خلاف
صواب پر کون تھے بقولہ - وَعَصَيْتُمْ - امرہ فترکتم المرکز لاجل طلب الغنیمۃ - اور نافرمانی کی تم نے حکم رسول کی ف پس تم نے مرکز چھوڑ دیا
بغرض غنیمت چاہنے کے - مِّنۢ بَعْدِ مَآ أَرَىٰكُم - اللہ - بعد ازانکہ دکھلا دیا تم کو اللہ تعالی نے - مَّا تُحِبُّونَ جسکو تم چاہتے
تھے ف یعنی فتح کو وجواب اذا دل علیہ ما قبلہ ای منعکم نصرہ - اور جواب اذا کا محذوف ہی اسپر ما قبل دلالت کرتا ہی یعنی اذا فعلتم کذا وکذا منعکم
نصرہ - جب تم نے ایسا ویسا کیا تو اللہ تعالے نے اپنی فتح تم سے ممنوع کر دی حاصل آنکہ اول اللہ تعالی نے اپنا وعدۂ نصرت تم پر سچا کر دیا
کہ تم نے اپنی فتح و قتل کفار کو دیکھ لیا یہان تک کہ جب تم نے جہاد چھوڑ کر دنیاوی مال کی جانب نامردی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم
مین باہم جھگڑنے لگے اور آخر تم نے صریح حکم سے خلاف کیا تو اللہ تعالی نے نصرت منقطع کر دی حالانکہ پہلے تم اپنی مرغوب چیز یعنی فتح کو آنکھون
دیکھ چکے تھے - مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا - فترک المرکز لاجل الغنیمۃ - بعض تم مین سے دنیا چاہتا تھا ف پس اسنے مرکز کو دنیاوی
مال غنیمت کے واسطے چھوڑ دیا اور یہی باعث خشم ہوا - وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ - فثبت حتی قتل کعبد اللہ بن جبیر واصحابہ اور
بعض تم مین سے آخرت کا طالب تھا ف پس آخرت چاہنے والا ثابت رہا مرکز پر یہانتک کہ مشرکین سوارون نے انکو شہید کر ڈالا مانند
عبد اللہ بن جبیر اور ان کے ان ساتھیون کے جو ان کے ساتھ رہے اور وہ دس سے کم تھے اور باقی چالیس سے زیادہ ایسے تھے کہ من یرید الدنیا
مین شامل ہوے - ابن عباس نے فرمایا کہ کسی لڑائی مین ایسی فتح نہ تھی جیسی احد کے روز شروع مین تھی دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہی - اذ تحسونہم
باذنہ - تم انکو کاٹتے تھے اللہ تعالی کے حکم سے کمافی روایۃ احمد عنہ مرسلاً - اور ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ بروز احد اگر مین قسم کھاتا کہ ہم مین سے
کوئی دنیا نہین چاہتا تو امیدوار ہوتا کہ مین سچا ہون یہانتک کہ اللہ تعالی نے نازل فرمایا منکم من یرید الدنیا - بالجملہ پہاڑ کی جماعت مین
سے اکثر نے عصیان کیا اور حدیث ابو داود سے ثبوت ہی کہ اللہ تعالے کا حکم کسی قوم پر ان کی اکثر جماعت کی بنیاد پر ہوتا ہی پس یہان
بھی اکثرون کی نافرمانی پر معصیت کا عتاب کیا - ثُمَّ صَرَفَكُمْ - اے ردکم بالہزیمۃ - عَنْهُمْ - ای الکفار - پھر دور کر دیا تم کو بھگا کر
انسے یعنی کافرون سے - یعنی بھاگنے سے تمھارے منہ کافرون سے پھر گئے - بعض نے کہا کہ بھید یہ ہی کہ جب انھون نے دنیا کی طلب مین
کافرون کی شرکت کی تو اس جہت مین انکے مانند ہوے پس فضل نصرت سے محروم ہوئے کیونکہ نصرت واسطے اعلاء کلمۃ اللہ تعالی
و رفع درجات آخرت تھی نہ آنکہ دنیا خوب حاصل کر لو - اور نیز آیت مین یہ فقہ ہی کہ اختلاف سخت بدتر چیز ہی جب کوئی قوم اختلاف کرے
تو مستوجب محرومی ہوگی اور یہ فقہ ہی کہ جب خشم نازل ہوا تو جماعت کو عموماً شامل ہو جاتا ہی لیکن نیک نیتون کا حشر انکی نیت پر ہوتا ہی اور
یہ حدیث صحیح مین بھی آیا ہی - بالجملہ تمھارے معصیت وغیرہ پر کافرون سے تمھارا منہ پھیر دیا و نصرت قطع کر دی - لِيَبْتَلِيَكُمْ
لیمتحنکم - فیظہر المخلص من غیرہ - یعنے کافرون سے تمھارے منہ پھیرنا اور اپنی مدد کو اٹھا لینا اسواسطے تھا کہ تمکو امتحان کرے پس مخلص و
غیر مخلص ظاہر ہو جاوے حالانکہ وہ تعالے دانا تر ہی - وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ - ما ارتکبتموہ - اور البتہ عفو کیا جو تم نے کیا تھا و یہ
نص ہی کہ اللہ عز وجل نے ہزیمت احد کو معاف فرمایا اگرچہ کبیرہ گناہ تھا اور اس سے صریح ثابت ہوا کہ کبیرہ معاف ہوتا ہی بر خلاف قول خارجیہ کے
کہ وہ نہین مانتے ہین فالحکم اللہ تعالی اور بعض نے کہا کہ عفا عنکم بمعنے ابقاکم ہی ای تم کو باقی رکھا مٹا نہین دیا و یہ تفسیر باطل ہی کیونکہ یہ وجہ

عدول از ظاہر ہے۔ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ بالعفو۔ اور اللہ فضل والا ہے مومنوں پر ساتھ عفو کے۔ اس سے صریح معلوم ہوا کہ ارتکاب کبیرہ گناہ سے بندہ مومن رہتا ہے پس رد ہو گیا قول معتزلہ کا کہ کہتے ہیں کہ وہ نہ مومن ہوتا ہے نہ کافر بیچ میں لٹکا کرتا ہے یہاں تک کہ توبہ کرے اور توبہ نہ کی تو دائمی جہنمی ہے ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ جاننا چاہیے کہ یہ حال اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جو درواقع ازل میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیرامت و بزرگ مرتبہ تھے پس انکی لغزش اگر تھی تو راہ اللہ تعالیٰ کی عتاب میں تھی بخلاف کافروں و مشرکوں کے کہ وہ اس راہ میں آنے ہی نہیں پائے ہیں انکی لغزش سراسر کج راہ شیطان و بادیہ ضلالت میں ہے پس گویا دونوں لغزشوں میں اس راہ سے بالکل تبائن وجدائی ہے اور آسمان و زمین کا فرق ہے جب یہ معلوم ہوا تو شیخ رحمہ اللہ نے یہاں اشارات کو راہ مستقیم والوں کے حق میں ارادہ دنیا پر محمول کیا اور ہر ایک کے مرتبہ کے موافق اسکا ارادہ دنیا بیان کیا چنانچہ کہا کہ تم میں سے بعض وہ شخص ہے کہ قدیمی غنا سے متصف ہو گیا اور تمکین کے ساتھ اس سے نکلا اور نعمت میں تشکر منعم مع دیدار دیکھا جیسے سلیمان علیہ السلام اور بعض تم میں سے وہ ہے جو تنزیہ و تقدیس کی صفت میں آیا اور قدس قدم کی صفت سے طہارت قدیم سے متصف ہوا ایسے بندے خلقت فقر کے ساتھ آراستہ ہوتے ہیں کہ توحید میں تجرید کرتے ہیں اور قدم کو حدوث سے بالکل الگ کرتے ہیں جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ روایت ہے کہ الفقر فخری مترجم کہتا ہے کہ یہ لفظ ان کتابوں میں معروف بحدیث ہے اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہاں بالاتفاق موضوع ہے حدیث نہیں ہے شاید شیخ رح نے بالمعنے منسوب کیا واللہ اعلم اور ابو سعید خراز نے کہا کہ جب تک تم اپنے ساتھ و اپنے اوصاف کے ساتھ ہو تمہاری ہمت بھی حوادث و مخلوقات دارین ہونگی اور جب اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی ولایت میں لیا اور تمہاری صفات سے تمکو خالی کر دیا اور تمہارے وجود فنا کیے اور مخلوقات کی طرف سے نظر اور انکی خواہش سے جدا کیا تو واصل بحق مع الحق ہو گی اور فرمایا کہ انکے اسرار پر طلوع تجلی سے انکے آثار مٹ جاتے ہیں (ف) واضح ہو کہ ابتدائے جنگ احد میں اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت بجانب مومنین رکھی آخر جب درہ کوہ کے محافظین نے خلاف حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غنیمت لوٹنے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے وہ نصرت پھیر دی اور آخر ایک جماعت نے ہزیمت اٹھا کر پہاڑی کا رستہ لیا چنانچہ آیندہ آیات میں فرمایا بقولہ تعالیٰ

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ

جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو پچھاڑی میں پھر تمکو تنگ کیا بدلا تمہارے تنگ کرنیکا

لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ

تاکہ تم نہ کھایا کرو جو ہاتھ سے جاوے اور جو سامنے آوے اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی پھر تم پر اتارا

عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ

تنگی کے بعد اونگھ کہ گھیر رہی تھی تم میں ایک کو اور بعضوں کو فکر پڑی تھی

اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ

اپنی جی کی خیال کرتے تھے اللہ پر جھوٹے خیال جاہلوں کے کہتے تھے بھلا کچھ بھی کام ہے

مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ

ہمارے ہاتھ تو کہہ سب کام ہے اللہ ہی کے ہاتھ چھپاتے ہیں اپنے جی میں جو تجھے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ
اگر ہمارے ہاتھ کچھ بھی کام ہوتا تو ہم یہاں قتل نہوتے تو کہہ اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں البتہ باہر نکلتے وہ لوگ
كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ج وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ
جنپر لکھا گیا تھا مارا جانا اپنے پڑاؤ پر اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمھارے جی میں ہے اور نکھارنا تھا
مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ
جو کچھ تمھارے دل میں ہے اور اللہ کو جی کی بات معلوم ہے جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن
الْتَقَى الْجَمْعٰنِ لا اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ج وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ
نصف، بھڑی دو فوجیں سو یہی تھا کہ انکو ڈگا دیا شیطان نے کچھ انکے گناہ کی شامت سے اور البتہ اللہ انکو عفو کر چکا
ع عَنْهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝
اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

اذکروا۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ ۔ یصعدون فی الارض ہاربین ۔ یاد کرو جبکہ دور ہوتے تھے ف یعنی زمین میں بھاگے ہوئے ۔ پس کلمہ اذ ظرف منصوب بفعل مقدر ای اذکروا ہے اور یہ آسان و بے تکلف ہے اور زمخشری نے کہا کہ صرفکم یا غنا عنکم یا لیبتلیکم سے متعلق ہے اور عکبری نے تبیان میں کہا کہ عصیتم یا تنازعتم یا فشلتم کے متعلق ہو پس قول عکبری بحسب المعنی جید ہے اور قول زمخشری بحسب اللفظ اقرب ہے اور سب سے احسن قول مفسر رح ہے ۔ پھر جانو کہ اصعد فی الارض یعنی منہ کے سامنے زمین طے کر گیا پس زمین ہموار و جنگل وغیرہ کے طے کرنے میں بولا جاتا ہے اور صعد جبھی کہتے ہیں کہ کسی اونچے مقام پر چڑھے مثل پہاڑ یا سیڑھی وغیرہ کے ذکرہ ابو حاتم اللغوی اور قتیبی نے کہا کہ اصعد میں دور جانا بھی ہوتا ہے ۔ اسیواسطے مفسر رح نے یصعدون فی الارض کہا ۔ پھر یہاں شبہ ہے کہ بھاگنے والے تو مدینہ پہونچے یا پہاڑ پر چڑھے پس صعد چاہیے تھا تو جواب دیا گیا کہ بعضے تو سیدھے مدینہ پہونچے اور کچھ جو پہاڑی پر چڑھے وہ بعد طے کرنے زمین وادی کے چڑھے پس اصعد لائق ہے اور مفضل رح نے کہا اصعد و صعد بمعنے واحد ہے ۔ پھر بھاگنا اسوقت ہوا کہ پشت لشکر کے درہ پر جو تیر انداز حضرت صلعم نے بٹھلائے تھے وہ نافرمانی کر کے کافروں کا مال لوٹنے کو چلے گئے اور فقط اپنے سردار عبد اللہ بن جبیر و دس سے کم آدمیوں کو چھوڑ گئے اور پشت لشکر خالی پاکر خالد بن الولید کے سواروں نے حملہ کیا اور مسلمان بے ترتیب غافل گھبرا کر لڑنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے تا آنکہ حضرت حذیفہ رض کے والد کو قتل کر ڈالا ہر چند حذیفہ آواز دیتے تھے کہ میرا باپ ہے کسی نے نہ سنا آخر حذیفہ رض نے معاف کر دیا مگر ایسی گھبراہٹ و پریشانی میں اکثر انصار شہید ہوئے تھے کہ ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا اور پتھر سے آپ کے رخسارہ کو زخم پہونچایا پس مصعب بن عمیر رض نے روکا اور ابن قمیہ نے انکو قتل کیا اور سمجھا کہ میں نے آنحضرت صلعم کو قتل کیا مشرکین کو یہ مژدہ دیا اور پکارنے والے نے احد سے پکارا کہ محمد قتل ہوئے یہ سنتے ہی اصحاب رسول اللہ صلعم بھاگے اور ایسے بدحواس ہوئے کہ حضرت صلعم ہر چند پکارتے رہے کچھ نہ سنا آنحضرت صلعم کے ساتھ صرف بارہ یا نو یا سات آدمی رہ گئے اور صحیح یہ کہ اول سات پھر نو پھر بارہ ہوئے اور یہ درحقیقت وہیں تھے بھاگے نہ تھے مگر جمع ہو گئے اور حضرت صلعم میدان سے نہیں ہٹے یہانتک کہ کفار آپ کے گرد سے پریشان ہوئے اور آپ کے داہنے بائیں جبرئیل ع و میکائیل ع حفاظت پر تھے کما فی الصحیحین من حدیث سعد بن ابی وقاص ۔ اور طلحہ بن عبید اللہ نے اسدن بڑی جانبازی کی کہ کچھ اوپر اسی زخم اٹھائے حتی کہ حضرت ابو بکر رض فرماتے تھے کہ یہ پورا دن طلحہ کا تھا ۔ اور جو لوگ

بھاگے انھین کو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا اذ تصعدون - ابن کثیر نے کہا ہی فی الجبل هاربین من اعدائکم یعنی یاد کرو جب تم لوگ چڑھے جاتے
تھے یعنی اپنے دشمنون سے بھاگ کر پہاڑی پر چڑھے جاتے تھے - وَلَا تَلْوٗنَ - تعرجون عَلٰٓی اَحَدٍ - اور نہین اقامت کرتے تھے تم کسی پر
بسبب خوف و دہشت کے - وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ - ای من ورائکم یقول الی عباد اللہ الی عباد اللہ یعنی رسول
پکارتا تھا تم کو تمھارے پیچھے سے ف کہتا تھا کہ میری طرف آؤ اللہ تعالیٰ کے بندو میری طرف آؤ اللہ تعالیٰ کے بندو - فَاَثَابَكُمْ - فجازاکم
غَمًّۢا - بالهزیمة - بِغَمٍّ - بسبب غمکم الرسول بالمخالفة وقیل الباء بمعنی علی ای مضاعفا علی غم فوت الغنیمة - یعنی ثواب کا اطلاق یہان مجازًا ہو
یعنی یہ کہ جزا دی تم کو غم بذریعۂ ہزیمت کے بسبب تمھارے غم دینے کے رسول کو اسکے حکم کی مخالفت کرکے یعنی تمنے رسول کو غم دیا اس کی
نافرمانی کرکے پہنچنے تم کو اسکے بدلے مین ہزیمت کا غم دیا - اور بعض نے کہا کہ باء غم کی بار سببیہ نہین بلکہ بمعنی علی ہی ای پہونچایا تمکو غم پر غم یعنی غنیمت جاتے
رہنے کے غم پر ہزیمت کا غم زیادہ کر دیا - اور بعض نے کہا کہ غم اول فتح جاتے رہنے کا تھا اور بعض نے کہا کہ اول قتل و جرح کا اور دوسرا خبر قتل
آنحضرت صلعم - اور اسی کی مؤید ہی جو انس بن النضر رضی نے کہا کہ تم کس غم مین پڑے ہو اگر حضرت قتل ہوے تو جی کر کیا کروگے آہ آہ پھر دیکھ مسلمانون کی
ہزیمت اٹھانے کو اور منافقون کی باتین بنانے کو دیکھ کر سب کی طرف سے بیزاری کرکے تلوار کھینچی اور سعد بن معاذ سے کہا کہ کہان جاتا ہی مین تو
جنت کی خوشبو احد کے پیچھے سے پاتا ہون پس مشرکون سے سخت لڑائی لڑکر شہید ہوے کما فی الصحاح - لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا - متعلق بعفا
او باثابکم فلا زائدة - یعنی تم کو عفو کیا تا کہ تم غمگین نہ ہو - یہ قول رد کیا گیا کہ فصل بہت ہی اور نیز عفو کے واسطے یہ وجہ ظاہر نہین ہی لہذا مفسر
نے کہا کہ یا اثابکم کے متعلق ہی مگر اس وقت مین لا زائدہ ہوگا یعنے تم کو غم پر غم کی جزا دی تا کہ غمناک ہو جاؤ - عَلٰي مَا فَاتَكُمْ - من الغنیمة یعنی
چیز پر جو تم سے گم گئی - یعنے غنیمت پر - وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ - من القتل والهزیمة - اور جو تمکو پہونچی یعنے قتل و ہزیمت کذا قال ابن عباس
وعبد الرحمٰن بن عوف والحسن وقتادة والسدی اور بعض نے کہا کہ لا زائدہ نہونے مین بھی یہ معنے ہو سکتے ہین کہ جزا دی تمکو غم پر غم تا کہ غم سہنے
کے عادی ہو اور کسی بات کے فوت ہونے و کسی مصیبت پہونچنے پر غمگین نہو جایا کرو جیسے خبر قتل حضرت صلعم سنتے ہی ایسے غمگین ہو گئے
کہ اللہ عزّ و جل کی فتح و نصرت و اسکے دین کی مدد و حمایت بھلا دی ایسا نہین چاہیے تھا - وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - تم جو کرتے ہو
اللہ تعالےٰ اس سے خبردار ہی - ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً - امنا - نُّعَاسًا - بدل - یعنی امنة مفعول
اور نعاسًا اسکا بدل ہی ای امن وہی کہ جو نعاس ہی اور بعض نے کہا امنة حال مقدم اور مفعول نعاسا اور شیخ عکبری نے کہا کہ اصل یون
ہی نعاسا ذا امنة اسواسطے کہ نعاس خود امن نہین ہی - تَغْشٰى - بالیاء والتاء یعنی اکثرون کی قراءة بالیاء التحتیة ہی اور حمزہ و کسائی کے
نزدیک بتاء فوقیہ ہی بنا بر آنکہ ضمیر راجع بامنة ہی - طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ - المعنی پھر بعد غم کے اللہ تعالیٰ نے تم پر امن اتاری وہ اونگھ تھی کہ
تم مین سے ایک گروہ پر چھائی ہوئی تھی - وہم المؤمنون فکانوا یمیلون تحت الحجف وتسقط السیوف منهم - یہ گروہ مومنین تھے پس
ڈھالون کے نیچے جھکتے اور انکی تلوارین گر گر پڑتی تھین - وَطَاۗىِٕفَةٌ - منکم - قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ - ای حملتهم علی الهم
فلا رغبة لهم الا نجاتها دون النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه فلم ینا موا وهم المنافقون - یعنی اور تم مین سے گروہ دیگر تھا کہ انکی جانون نے انکو
غم کھانے پر ڈال دیا پس انکو کوئی رغبت نہ تھی سوا اپنے جانون کی نجات کے پس وہ نہ سوئے اور یہ منافقین تھے جو اپنی جانون کے غم مین
تھے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے و آپ کے اصحاب کے مترجم کہتا ہی کہ ابن مسعود رض سے روایت ہی کہ لڑائی مین اونگھ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے امن ہی اور نماز مین اونگھ آنا شیطان کی طرف سے ہی رواہ ابن ابی حاتم اور حضرت ابو طلحہ رض سے روایت ہی کہ مین نے بروز احد ع۲۰

اپنا سر اُٹھایا اور دیکھنا شروع کیا اور ان میں سے کوئی نہ تھا مگر آنکہ نعاس کی وجہ سے اپنی ڈھال کے نیچے جھکا پڑتا تھا (رواہ الترمذی وغیرہ) اور
بخاری کی روایت میں ہے کہ ابو طلحہ نے فرمایا میں بھی ان لوگوں میں تھا جنکو نعاس نے گھیر لیا تھا پس میرے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی اور میں اُٹھا لیتا
پھر گرتی پھر اُٹھاتا کئی بار گر پڑی۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اہل ایمان و ثبات و توکل و یقین کے لوگ تھے یعنی صحابہ رسول اللہ صلعم اور جنکو شک
و ریب تھا یعنے منافق تو انکو اپنی جان کی پڑی تھی انکو یقین نہ تھا کہ ضرور اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلعم کو فتح عطا کریگا بلکہ ایسے بدگمان تھے
کہ اسلام کا فیصلہ ہو گیا چنانچہ دوسری آیت میں کہا۔ بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمومنون الی اھلیھم ابدا۔ بلکہ یہ گمان کیا کہ رسول و مومنین
اپنے لوگوں کی طرف اب کبھی پھر کر نجاوینگے۔ یہاں فرمایا۔ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ۔ ظنا۔ غَیْرَ۔ ظن۔ الْحَقِّ ظَنَّ۔ ای ظن۔ الْجَاهِلِيَّةِ
حیث ظنوا ان النبی قتل ولا ینصر۔ گمان کرتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا گمان کرنا جو خلاف گمان حق کے ہے مانند گمان جاہلیت کے ف
کیونکہ ان منافقوں نے گمان کیا کہ نبی صلعم مقتول رکھے ہیں یا انکو مدد نہ ہوگی اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ حضرت زبیر بن العوام نے فرمایا
کہ میں نے اپنے آپکو رسول اللہ صلعم کے ساتھ دیکھا جب کہ ہم پر خوف شدید ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر اونگھ بھیجدی سو کوئی ہم میں سے
نہ تھا مگر آنکہ اس کا سر اس کے سینہ میں لگا تھا۔ اور کہا کہ واللہ میں معتب بن قشیر منافق کا قول سنتا تھا گویا خواب دیکھتا ہوں کہ وہ کہتا تھا
لو کان لنا من الامر شئ ما قتلنا ہہنا۔ پس میں نے اسکا یہ قول یاد رکھا پس اسی معتب کے قول میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا
يَقُوْلُوْنَ هَلْ۔ ا۔ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ۔ اے النصر الذی وعدناہ مِنْ۔ زائدۃ شَيْءٍ۔ یہ منافقین کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے
لیے اس مدد سے جسکا ہم وعدہ دیے گئے تھے کچھ بھی۔ قُلْ۔ لہم۔ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ۔ بالنصب توکیدا والرفع مبتدا خبرہ۔
لِلّٰهِ۔ ای القضاء اللہ یفعل ما یشاء۔ کہدے ان منافقوں سے کام سب کا سب۔ حاصل ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے یعنی حکم قضا
سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ پس کلہ بنصب اکثر کی قراءۃ ہے تو الامر کی تاکید ہوگا اور ابو عمرو کی قراءۃ میں کلہ کو
رفع ہے پس یہ مبتدا اور۔ لِلّٰهِ۔ خبر جملہ اسمیہ ہوکر خبران ہے۔ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ۔ یظہرون۔ لَكَ۔ اپنے
دلوں میں وہ چیز چھپاتے ہیں جو تجھے نہیں ظاہر کرتے یعنی بخوف تلوار کے اللہ تعالیٰ نے اسکو ظاہر کردیا کہ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا
مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا۔ ای لو کان الاختیار الینا لم نخرج فلم نقتل لکن اخرجنا کرہا۔ منافقین کہتے ہیں کہ اگر
اختیار ہمارا ہوتا تو ہم مدینہ سے باہر نہ نکلتے پس قتل ہوتے ولیکن ہم تو زبردستی نکال لائے گئے۔ قُلْ۔ لہم۔ کہدے انکو کہ۔ لَّوْ كُنْتُمْ
فِيْ بُيُوْتِكُمْ۔ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے۔ وفیکم من کتب علیہ القتل۔ اور تم میں ایسا شخص بھی ہوتا جسپر قتل ہونا لکھا گیا ہے۔ لَبَرَزَ۔
خرج۔ الَّذِيْنَ كُتِبَ۔ قضی۔ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ۔ منکم۔ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ۔ مصارعہم فیقتلوا ولم ینجہم قعودہم
لان قضاء اللہ کائن لامحالۃ۔ تو البتہ باہر نکلتے ایسے لوگ کہ قضاء الٰہی میں لکھا گیا انپر قتل ہونا طرف اپنے مقتول ہونے کی جگہوں کے
ف پس قتل ہوتے اور انکا بیٹھے رہنا انکو قتل سے نجات نہ دیتا اسواسطے کہ قضاء الٰہی تو لامحالہ ہونے والی ہوتی ہے۔ حاصل آنکہ تم میں سے جنپر حکم
ازلی ہو چکا ہے کہ فلان جگہ قتل ہونگے اگر تم انکو لیکر گھر میں بیٹھے رہتے اور جہاد سے نافرمانی کرتے تو بھی وہ لوگ نکلکر وہیں پہونچتے جہاں انکے
قتل کی جگہ لکھی گئی ہے کیونکہ قضاء الٰہی خواہ مخواہ واقع ہوتی ہے ف فقہ آیہ میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندہ کی موت کا ذریعہ و
سبب ظاہری و مخفی کا ناسب مقدر کیا ہے اور قضاء و قدر پر ایمان واجب ہے اور جو واقع ہوتا ہے وہ تقدیر ہے تدبیر خود کچھ چیز نہیں پھر اسے تدبیر کو
جو درست کہتے ہیں تو یہی جو قضاء و قدر کے موافق ہو اور خطا وہ ہے جو خلاف مقدر ہو یہ تو اصل ہے اور مجازاً جو تدبیر اپنی مراد کے موافق پڑے

اسکو لوگ رسمت کہتے ہین حالانکہ تقدیر اتفاق سے ہی طرح جاری تھی علی ہذا القیاس اور جسنے بالکل تدبیر چھوڑی یہ بھی تقدیر ہے پس واقع
ہوگا مگر وہی جو تقدیر ہو اور تقدیر پر ایمان نہ لانا کفر ہے افسوس کہ اس زمانہ مین بہت نادان ایسے گمراہ ہین اور جب کہا جاتا ہے کہ تدبیر سے بادشاہ
کیون ہوگئے تو کہتے ہین کہ فلان فلان اسباب میسر ہوگئے یا تدبیر مین خطا ہوئی حالانکہ یہ بعینہ تقدیر ہے مگر نہین سمجھتے ہین اور کیونکر اپنی عقل
پر بھروسا کرکے کہے جاتے ہین کہ عقل قطعاً راہ صواب پر لیجاتی ہے جو بات عقل مین نہ آوے وہ غلط ہے حالانکہ خود ہی اقرار کیے جاتے
ہین کہ فلان تدبیر مین عقل نے خطا کی اور فلان امر مین عقل چوک گئی پھر اس آیہ مین معجزہ خبر غیب ہے کہ جس چیز کو پوشیدہ آپس مین
کہتے تھے اسکو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا۔ و۔ فعل ما فعل باحد۔ لِيَبْتَلِيَ۔ یختبر۔ اللّٰهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ۔ قلوبکم۔ اور یہ
کیا جو کیا اس جنگ احد مین تاکہ امتحان کرے اللہ تعالیٰ جو تمہارے سینون مین یعنے دلون مین ہے۔ و مفسر نے لیبتلی کے لام کو بتلایا کہ یہ
علت فعل مقدر کی ہے یعنی جو کچھ احد مین اللہ تعالیٰ نے جاری کیا وہ اسواسطے کیا کہ امتحان کرے جو تمہارے سینون مین ہے یعنی اخلاص
یا نفاق۔ اور یہ کلام خوب مربوط ہے کہ پہلے ذکر کر دیا کہ ان مین نفاق والے ایسے ویسے بھی تھے پھر فرمایا کہ ہم نے اسی واسطے احد مین یہ
مصیبت دیدی تاکہ مومن و منافق کھل جاوین حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا اور یہ عجیب قدرت تھی کہ انکو انھین کو آئی جو مخلص تھے
اور منافقون کو بالکل نہ آئی وہ ویسے ہی خوف زدہ رہے۔ وَلِيُمَحِّصَ۔ یمیز۔ مَا فِي قُلُوبِكُمْ۔ اور تاکہ خالص و تمیز کر دیوے
جو تمہارے دلون مین ہے۔ اور یہ امتحان کرنا اور تمیز کرنا عام اظہار کے واسطے تھا خود اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰهُ
عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔ بما فی القلوب لا یخفی علیہ شیء وانما یبتلی لیظہر للناس۔ حال یہ کہ اللہ تعالیٰ دانا ہے ذات الصدور
کے ساتھ یعنی اس چیز کے ساتھ جو دلون مین ہے اسپر کچھ پوشیدہ نہین اور یہ امتحان کرنا اسواسطے تھا تاکہ لوگون پر ظاہر
ہو جاوے۔ یا اسواسطے کہ عیب دار اور بے عیب الگ ہو جاوین جیسے صاف پانی مین اگر خراب اجزا ملے ہوئے ہین ور دانشمند نے
اسمین حکمت کو دخل دیا تو اسیواسطے کہ صاف شفاف پانی ایک شیشے مین آگیا اور میل کچیل دوسرے شیشے مین رہ گیا جیسے گلاب کو آگ سے
جوش دیا پس ست تو الگ نکل آیا اور پھوک الگ ہو گیا۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنی رحمت خاص سے ان اہل ایمان کو سرفراز کیا جن سے لغزش
صادر ہوئی تھی پس فرمایا۔ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا۔ عن القتال۔ مِنْكُمْ۔ تم مین سے جن لوگون نے پیٹھ پھیری۔ یعنی لڑائی سے
يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ۔ جس دن کہ بھڑین دو جماعتین۔ جمع المسلمین وجمع الکفرین باحد وہم المسلمون الا اثنی عشر رجلا
ایک جماعت مسلمانون کی اور دوسری جماعت کافرون کی مقام احد مین اور پیٹھ دینے والے سب مسلمان تھے سوائے بارہ آدمیون کے
إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ۔ ای ازلہم الشیطان۔ بوسوستہ سوائے اسکے نہین کہ ڈگا دیا انکو شیطان نے ای ازلال
کیا انکا شیطان نے اپنے وسوسے سے۔ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا۔ من الذنوب وہو مخالفۃ امر النبی صلعم بسبب بعض اس چیز کے کہ کمائی
تھی انھون نے یعنی بعضے گناہون کے سبب سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت تھی مترجم کہتا ہے کہ استزل بمعنے ازل
لیا یعنی استفعال بمعنے طلب نہین بلکہ تعدیہ کے واسطے ہے اور بعض نے طلب کے معنے لیکر یون تفسیر کی کہ بلایا انکو بھاگنے کی طرف اور
اسپر آمادہ کیا۔ اور یہ ازلال یا استزلال جو شیطان کا تھا اسکے وسوسہ کے ساتھ تھا۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ اور البتہ
عفو کیا اللہ تعالیٰ نے انکا یہ گناہ یعنے مٹا دیا۔ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ۔ للمومنین۔ اللہ تعالیٰ غفور ہے یعنی مومنون کے واسطے
نہ کافرون کے واسطے۔ حَلِيمٌ۔ حلم والا ہے۔ یعنی گناہگارون کو جلدی نہین پکڑ لیتا ہے بلکہ توبہ تک مہلت دیتا ہے اور عصاۃ جمع عاصی

مانند وحاۃ و دکلاۃ جمع داعی وہادی ووالی کے ف مفسر رحمہ اللہ نے ثابت قدم رہنے والے بارہ ۱۲ آدمی لکھے اور یہی مشہور ہے اور صحیح میں
تیرہ ۱۳ آدمی بیان کیے جنمیں سے چھ آدمی مہاجرین سے باین نام لکھے کہ ابو بکر و عمر و علی و طلحہ و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص تھے اور
بعض اہل سیر نے تینتیس ۳۳ آدمی بیان کیے اور بعض نے کم و بیش تعداد بیان کی بالجملہ روایات مختلف ہیں ظاہرا احادیث میں حصر مقصود نہیں ہے چنانچہ
شعبی کے طریق سے حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ نبی صلعم تنہا رہ گئے نو ۹ آدمیوں کے ساتھ سات ۷ انصار کے اور دو مہاجرین کے تھے رواہ
احمد اور دوسری روایت احمد میں براء بن عازبؓ سے ہے کہ نہ باقی رہے رسول صلعم کے ساتھ مگر بارہ مرد و رواہ البخاری ایضاً اور بیہقی کی حدیث
جابرؓ میں گیارہ ۱۱ مرد انصاری اور بارھویں طلحہ بن عبید اللہ مذکور ہیں حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بالاتفاق نہیں بھاگے اور ایسے ہی حضرت ابو بکرؓ
اور حدیث بخاری میں ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے سعد بن ابی وقاصؓ کے آگے ترکش کھول دیا اور فرمایا کہ تیر مار تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اور ثابت ہے
کہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے خود کی کڑیاں حضرت صلعم کے رخسارہ مبارک سے اپنے دانتوں سے کھینچیں کہ دونوں دانت انکے ٹوٹ گئے اور حضرت ابو بکرؓ
کو قسم دلائی کہ تم اسمیں شریک نہو۔ اور مصعب بن عمیرؓ حضرت کے آڑے آگئے جبکہ ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کو پتھر سے زخمی کیا پس ظاہر یہ ہے
کہ فرار کے وقت آپ کے پاس نو آدمی موجود تھے پھر حضرت صلعم کو کافروں نے گھیرا اور باقی چند صحابہ جو حیران و متحیر تھے حضرت صلعم کی پکار کو
سنکر آپ کے پاس جمع ہوگئے اسواسطے کہ نو ۹ آدمیوں والی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم کے پہاڑی تک جاتے جاتے وہ سب شہید ہوگئے حالانکہ
قریب پہاڑی کے جب آپ چڑھنے کو تھے کہ ابی بن خلف ملعون گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا کہ میں نہ بچا اگر محمد بچ گئے اور مکہ میں قسم کھایا کرتا تھا
کہ اس گھوڑے پر حضرت صلعم کو قتل کرونگا آپ نے فرمایا تھا کہ نہیں بلکہ میں انشاء اللہ تعالی اسکو قتل کرونگا پس اس وقت اس نے حملہ کیا اور بالکل
زرہ میں ڈوبا تھا صرف گردن کے وہاں ذراسی جگہ خالی تھی پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ آنے دو پس جب قریب آیا تو حضرت صلعم نے حرث بن الصمہؓ
سے ایک حربہ مانگ لیا اور بڑھکر اسکی گردن میں ایک ضرب لگائی جس سے وہ کئی بار لڑکھڑ کر زمین میں گر پڑا پھر آپ نے چھوڑ دیا اور اسکی قوم والے اسکو
اٹھالے گئے وہ بیل کی طرح چلاتا تھا۔ اسکی قوم نے کہا کہ تجھ کو کوئی خوف نہیں یہ تو چھیل سا گیا ہے وہ کہتا تھا کہ ہاے اگر یہ زخم تمام ربیعہ و مضر دونوں
گروہ پر ہوتا تو مر جاتے میں نہ بچونگا تم کو معلوم نہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابی بن خلف کو میں قتل کرونگا۔ آخر وہ مردود بطن رابغ میں پہونچکر مر گیا
اور واقدیؒ نے محمد بن اسحق کے واسطہ سے روایت کی اور لکھا کہ ابن عمر فرمایا کرتے کہ میں رات گئے بطن رابغ میں جاتا تھا کہ ناگاہ میں نے
آگ دیکھی کہ مجھے ہیبت معلوم ہوئی اسمیں سے ایک شخص آگ کی زنجیروں میں بندھا ہوا نظر پڑا کہ پیاس پیاس پکارتا ہے اسکے ساتھ ایک شخص ہے وہ
فرماتا ہے کہ اسکو پانی نہ پلانا یہ رسول اللہ صلعم کا قتل کیا ہوا ابی بن خلف ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے بعد اسکے ذکر کر کے لکھا کہ صحیحین میں ابو ہریرہؓ
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا غضب شدید ہوا اس پر جسنے اسکے رسول کا چہرہ زخمی کیا اور سخت غضب اللہ تعالے کا اس پر
جسکو رسول خدا نے جہاد میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ وقد رواہ البخاری عن ابن عباس ایضاً پھر زخمی کرنے والوں پر سال نہ گزرا کہ وہ کافر ہلاک
ہوے ایک ابن قمیہ اور دوسرا عتبہ بن ابی وقاص ملعون تھے۔ بالجملہ محمد بن اسحاق نے جو مرسل روایت کی کہ انس بن مالک کے چچا انس بن النضر چلتے
چلتے پہونچے عمر بن الخطاب و طلحہ بن عبید اللہ کے پاس جو مہاجرین و انصار کے چند لوگوں کے ساتھ غمناک تھے پوچھا کہ تم کیا غمناک ہو بولے کہ
رسول اللہ صلعم قتل ہوے کہا کہ پھر آپ کے بعد زندہ رہ کر کیا کروگے مشرکوں سے لڑکر شہید ہو یہ کہکر تلوار کھینچی اور مشرکوں کی طرف چلے راوی ہے
سعد بن معاذ سے کہا کہ اے سعد کہاں جاتے ہو۔ میں تو احد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو پاتا ہوں یہ کہکر روانہ ہوے اور لڑکر شہید ہوگئے
رضی اللہ عنہ۔ یہ دلیل ہے کہ عمر بن الخطاب حضرت صلعم کے پاس نہ تھے مگر بھاگے نہ تھے کہ حضرت صلعم کی آواز پر جمع ہوگئے اور خود یہ خیال ہو کہ ابو بکرؓ کا

ہوا کہ یکایک جو کفار نے پیچھے سے آکر ہجوم کیا اور خلط ملط ہو گئے تو مسلمانوں میں ایک دوسرے کو خبر نہ رہی متفرق ہو گئے چنانچہ ابو داؤد طیالسی
کی روایت میں صاف ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ سب سے پہلے میں نے ہی حضرت صلعم کی آواز پر آپ کی طرف رجوع کیا اور خود یہی حال حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کا تھا اور یہی سعد بن معاذ کا حالانکہ احد کی پہاڑی پر پہونچنے کے وقت مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم دونوں سعد کے بیچ میں ظاہر
ہوئے یعنی سعد بن ابی وقاص اور سعد بن معاذ کے بیچ میں تھے کما فی حدیث ابن عباس الذی رواہ احمد والحاکم وابن ابی حاتم والبیہقی مترجم کہتا
ہے کہ غرض میری اس طول کلام سے علاوہ فوائد کے یہ ہے کہ ظاہر لفظ بارہ[۱۲] آدمی پر محمول کر کے یہ دھوکا نہ کھاویں کہ عشرہ مبشرہ وغیرہ صحابہ بھاگ
گئے تھے جیسا کہ اکثر اس تحقیق سے بے خبر ہو کر متحیر و متردد ہوتے ہیں فافہم۔ ہاں حضرت عثمانؓ البتہ بھاگنے والوں میں تھے اور عبدالرحمن بن
عوف نے تعریض کے طور پر کہلا بھیجا تھا کہ میں روز احد میں بھاگا وتھا۔ جسکے جواب میں حضرت عثمان نے کہلا بھیجا کہ اس سے مجھے
کیوں عار دلاتے ہو حالانکہ اللہ تعالی نے اسکو معاف فرمایا اور رہی یہ بات کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ چھوڑ دیا تو حال یہ ہے کہ میں
اس طریقہ کو بجالانے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں اور تمسے بھی ادا نہیں ہو سکتا ہے کما فی روایۃ احمد۔ اور بخاریؒ نے روایت کی کہ ایک شخص حج کرنے آیا
اور ایک قوم کو بیٹھا دیکھکر کہا کہ یہ کون لوگ ہیں لوگوں نے کہا کہ قریش ہیں بولا کہ شیخ کون ہے بولے کہ ابن عمرؓ پھر آیا اور کہا کہ میں آپ سے ایک
سوال کرنے والا ہوں آپ مجھسے بیان کیجیے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ پوچھ اسنے کہا کہ میں آپ کو اسی خانہ کعبہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ جانتے ہیں
کہ عثمان بن عفان احد کے روز بھاگے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ بولا آپ جانتے ہیں کہ بدر میں شریک نہ تھے فرمایا ہاں۔ بولا کہ بیعۃ الرضوان میں
شریک نہ تھے فرمایا ہاں۔ یہ سنکر اس شخص نے تکبیر کہی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ او شخص یہاں آ کہ میں تجھے خبر دوں اور جو تو نے پوچھا اسکو بیان
کر دوں عثمان کا بروز احد بھاگنا۔ سو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے اسکو معاف کر دیا۔ اور رہا بدر سے غائب ہونا تو اسوجہ سے کہ انکے تحت
میں حضرت صلعم کی دختر تھیں جو مریضہ تھیں انکی تیمارداری کے لیے چھوڑا اور فرمایا کہ تیرے لیے ثواب ایسے شخص کا جو بدر میں حاضر ہوا اور
عثمان کے حصہ لگایا اور رہا بیعۃ الرضوان میں موجود نہونا تو اسوجہ سے تھا کہ اگر مکہ میں کوئی شخص حضرت عثمان سے زیادہ عزیز ہوتا تو بجائے
عثمان کے وہ بھیجا جاتا پس خود اللہ تعالی و اسکے رسول کے کام کو بھیجے گئے تھے اور بیعۃ الرضوان انکے جانے کے بعد واقع ہوئی پس
رسول اللہ صلعم نے اپنے بائیں ہاتھ کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے داہنے ہاتھ میں مارا یعنی یہ بیعت عثمان ہے پھر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اب
ان جوابوں کو اپنے ساتھ لیجا و قد رواہ البخاری وغیرہ بالجملہ اسمیں کوئی شک نہیں کہ اللہ عزوجل نے ان سب لوگوں کو جو فرار کر گئے تھے معاف
کر دیا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ وجہ معاف ہونے کی ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی تعداد و سامان بہت کم تھا اور کافر تعداد میں بہت زیادہ با سامان
تھے واللہ اعلم اور سراج میں کہا کہ عفو کے قرینہ سے انکا توبہ کرنا مفہوم ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ
اے ایمان والو تم مت ہو انکی طرح جو کافر ہوئے اور کہا اپنے بھائیوں کو جب سفر کو نکلے ملک میں
أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ
یا ہوئے جہاد میں کہ اگر ہوتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے تاکہ کر دے اللہ تعالی یہ بات حسرت انکے دلوں میں
وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ ۹
اور اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تعالے تمھارے کام خوب دیکھتا ہے اور اگر تم مارے گئے اللہ تعالی کی راہ میں یا مر گئے تو بخشش

لہ یعنی اعراض کرنے والوں سے ۱۲

مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ○

اللہ کی اور رحمت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہین اور اگر تم مرے یا مارے گئے البتہ اللہ ہی پاس اکٹھے ہوگے

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا - اى المنافقين - اے ایمان والو تم کافرون کے مانند ہو جیو ف یعني منافقين کے مانند ہو جیو - جو دنیا کا مال جمع کرنے پر حریص تھے اور جنگ احد مین جب مومنون کو شکست پہونچی تو کہنے لگے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے - اور انکو کفر سے تعبیر کرنے مین اشارہ ہے کہ اگلا قول انکا کفر ہے کیونکہ وہ تقدیر کا انکار ہے پس منافقون مین عیب ہے کہ اول تو انھون نے کفر کیا اور دوم - وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ - اى فى شانهم یعنی اپنے بھائیون کی شان مین کہا - حاصل یہ کہ یہ قول انھون نے اپنے بھائیون کی شان مین بعد وقوع موت یا قتل کے کہا - اور بھائیون سے یا تو اعتقاد و نفاق کی موافقت والے مراد ہین جیسے بعض منافق حضرت صلعم کے ساتھ جنگ احد مین تھے یا نسب کے بھائی مراد ہین اور جائز ہے کہ ہر آدمی ہو کیونکہ آدمی آپس مین بھائی ہین اور اول اظہر ہے - اِذَا ضَرَبُوْا - سافروا جب انکے بھائیون نے سفر کیا - فِى الْاَرْضِ - فماتوا - ملک مین پھر سفر مین مر گئے - اَوْ كَانُوْا غُزًّى - جمع غازٍ فقتلوا - یا انکے بھائی جہاد کرنے نکلے تھے پھر مارے گئے کہ - لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے

ف یہ ان کافرون و منافقون کا قول ہے جو انھون نے اپنے بھائیون کی شان مین کہا پس مومنون کو ان منافقون کے مانند ہونے سے جو منع کیا تو اسکے معنے یہ جو مفسرین نے کہے - اى لا تقولوا كقولهم - یعنی تم انکے قول کی طرح مت کہو اور مراد یہ کہ ایسا اعتقاد مت کیجو جیسے منافقون کا حال ہے کہ اول انھون نے تقدیر سے کفر کیا پھر حماقت مین اپنے اوپر لا علاج غم لیا کہ ہمارے بھائی اگر سفر مین نہ جاتے یا جہاد مین نہ جاتے تو نہ مرتے لیکن اللہ تعالی نے ان دنیاوی دلیلون کو اسی حماقت مین چھوڑا - لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ - القول فى عاقبة امرنا کرے اللہ تعالی یہ قول انکے انجام کار کے حق مین - حَسْرَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ - حسرت انکے دلون مین ف پس تمام عمر اسی حسرت کے خیال مین لپٹے اور عاقبت مین عذاب نے گھیر لیا پس لیجعل کا لام صیرورۃ کا ہے اور جعل بمعنے تصییر ہے اور حاصل یہ کہ عاقبت مین یہ قول اثر حسرت و وبال ہو جائیگا اور بعض مفسرین نے کہا کہ در صورت ایسے اعتقاد کے موت یا قتل واقع ہونا اثر سخت حسرت ہے بخلاف مومنین کے جو موت و قتل کو بتقدیر الٰہی سمجھتے ہین تو وہ حسرت مین نہین پڑتے کیونکہ انکا یہ اعتقاد نہین ہے کہ اگر سفر مین تجارت وغیرہ کو نہ گئے ہوتے یا جہاد مین نہ جاتے تو نہ مرتے اور بعض نے کہا کہ تم کو اس سے منع کیا تاکہ یہ قول فقط انھین کافرون پر حسرت ہو انکے اعتقاد کی وجہ سے - پھر برہان کے طور پر سمجھایا کہ - وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ - اور اللہ تعالی ہی زندگی دیتا و موت دیتا ہے ف فلا يمنع عن الموت قعود - پس سفر سے یا جہاد سے بیٹھ رہنا موت کو نہین روکتا ہے - مدارک مین کہا کہ یہ رد ہے انکے قول کا کہ جہاد سے زندگی قطع ہو جاتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ یہ امر تو اللہ تعالی کے اختیار مین ہے دیکھو کہ اللہ تعالی اکثر مسافرون و مقاتلون کو ثواب و غنیمت کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور بہتیرے گھر بیٹھنے والون کو موت دیتا ہے - وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - بالتاء اکثرون کی قراءۃ ہے پس خطاب مومنون کو ہے اور بالیاء التحتیة ابن کثیر و حمزہ و کسائی کی قراءۃ ہے بنابرینکہ وعید کافرون کو ہے - بَصِيْرٌ - فيجازيكم - اور اللہ تعالی جو کچھ (تم کرتے ہو) یا (کافر منافق کرتے ہین) خوب دیکھتا ہے ف تم کو اسپر جزا دیگا یا انکو اسپر سزا دیگا - وَلَئِنْ - لام قسم - یعنی لام قسم ہے اور ان حرف شرط قُتِلْتُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اى الجهاد - یعنی جہاد مین - اَوْ مُتُّمْ - بضم الميم وكسرها من مات يموت ويمات اى اتاكم الموت فيه - یعنی اکثرون کی قراءۃ تو متم بضم میم ہے از مات یموت اور نافع و حمزہ و کسائی کی قراءۃ متم بکسر میم از مات یمات مانند خاف یخاف ہے پس جیسے خفت ویسے مت اور معنے متم کے ہر دو وجہ یکسان ہین یعنی راہ خدا مین تم کو موت آئی حاصل یہ کہ اگر تم راہ خدا مین قتل ہوئے یا مرے تو - لَمَغْفِرَةٌ - كائنة - مِّنَ اللّٰهِ لذنوبكم - وَرَحْمَةٌ منه لكم على ذلك

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ - من الدنیا بالتاء والیاء والبقیۃ وہ مغفرت جو حاصل ہو اللہ تعالیٰ کیطرف سے تمھارے گناہوں کے لیے اور وہ رحمت جو حاصل ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے لیے اس موت فی سبیل اللہ پر یہ بہتر ہے اس چیز سے جو تم جمع کرتے ہو یعنی مال دنیاوی سے (وحیدو تجمعون بالتاء ہو جیسا کہ اکثر کی قراءۃ ہے یا جمع کرتے ہیں کفار اور صورت تیکہ قراءۃ بیا تحتانیہ ہو جیسا کہ حفص نے پڑھا ہے) بالجملہ المغفرۃ من اللہ و رحمۃ مبتدا ہے اور خیر مما تجمعون اسکی خبر ہے اور یہ جملہ جواب قسم ہے اور لمغفرۃ موضع فعل میں ہے پھر جواب شرط محذوف ہے کیونکہ جواب قسم ہے اس کے قائم مقام کافی ہے۔ لمغفرۃ ورحمۃ کی تنوین اولیٰ یہ ہے کہ تقلیل کی ہو کہ قلیل مغفرت ورحمت بھی اس تمام سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں اگر کہا جاوے کہ جو وہ جمع کرتے ہیں وہ تو بالکل ہی بہتر نہیں ہے جواب یہ کہ انکے زعم کے موافق اسکو بہتر فرض کرلیا اور نیز مال جو صرف آخرت کے واسطے ہو بہتر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح - یعنی مال نیک مرد نیک کے واسطے بہتر ہوتا ہے ذکرہ فی السراج پھر ارشاد فرمایا کہ خیر لو کہ تم جا ہو کسی طرح مرو خواہ مخواہ مر دگے اور جب مر وگے تو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف پھر جاؤ گے پس اچھا منہ لیکر جانا بہتر ہے۔ وَلَئِنْ - لام قسم۔ مُّتُّمْ بالوجہین۔ یعنی بضم اول یا بکسر اول دو وجہ سے قراءۃ ہے۔ أَوْ قُتِلْتُمْ - فی الجہاد وغیرہ - یا قتل ہو جہاد میں یا کسی اور طرح مرو۔ لَإِلَى اللَّهِ - لا الی غیرہ - تُحْشَرُونَ - فی الآخرۃ فیجازیکم یعنی اگر تم مرو یا قتل ہو آخر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف حشر کیے جاؤ گے نہ کسی اور کی طرف

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ

سو کچھ اللہ کی مہر ہے کہ تو نرم دل ملا انکو اور اگر تو سخت کہنے والا سخت دل ہوتا تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

سو تو انکو معاف کر اور انکے واسطے بخشش مانگ اور انسے مشورت لے کام میں پھر جب ٹھہرا چکا تو بھروسا کر

عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝

اللہ پر اللہ دوست رکھتا ہے متوکلوں کو

فَبِمَا رَحْمَةٍ - ما زائدۃ - یعنی ما زائدہ ہے جیسا کہ قتادہؒ نے کہا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ - ای فبرحمۃ من اللہ اور ما صلہ ہے عرب اسکو بطور صلہ کے لایا کرتے اور معرفہ سے لاتے ہیں جیسے قولہ فبما نقضهم میثاقهم - اور نکرہ سے ملاتے ہیں جیسے قولہ عما قلیل مِّنَ اللَّهِ لِنتَ - یا محمد لَهُمْ - ای سهلت اخلاقک لهم اذا خالفوک - یعنی پس اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے رحمت ہے کہ تو نرم ہوا اے محمد انکے واسطے یعنی نرم کیا تو نے اپنے اخلاق کو انکے واسطے جبکہ انھوں نے تیری مخالفت کی اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ یہ خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسکے ساتھ آپکو بھیجا - اور ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور فرمایا کہ اے ابو امامہ مومنوں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ انکے واسطے میرا دل نرم ہوتا ہے رواہ احمد - اور حاصل آنکہ نرمی سے انکو سمجھایا سختی سے ملامت نہیں کی - وَلَوْ كُنتَ فَظًّا - سئی الخلق - اور اگر تو بدخلق ہوتا - غَلِيظَ الْقَلْبِ - جافیا و غلظت لہم سخت طبیعت ہوتا کہ انپر جھڑکی اور سختی کرتا - لَانفَضُّوا - تفرقوا - مِنْ حَوْلِكَ - تو متفرق ہو جاتے تیرے گرد سے - اور سراج میں کہا کہ قفالؒ نے اسکے معنے یہ بیان کیے کہ اگر تو انکے ساتھ ملامت سے پیش آتا تو تجھسے حیا و ہیبت کھا کر متفرق ہو جاتے پس یہ باعث ہو جاتا کہ دشمن تجھمیں اور انمیں طمع کرے۔ فَاعْفُ - تجاوز - عَنْهُمْ - ما اتوہ - تجاوز کر انسے جو انھوں نے کیا - وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ذنوبهم حتی اغفر لهم - اور مغفرت مانگ انکے گناہوں کی تاکہ میں انکو بخش دوں - یہ ہیں کامل خلق بیان فرمایا کہ برائی کرے تو معاف کرے اور اسکے

بدلے اور نیکی کرے اور یہ آنحضرت صلعم کی صفت تھی کہ اگلی کتابوں میں مذکور ہے چنانچہ کعب احبار وغیرہ سے روایت ہے۔ وہ فظ ہونگے
نہ غلیظ القلب اور نہ بازاروں میں بک بک کرنے والے اور نہ بدلا دینگے برائی کا برائی سے بلکہ عفو کرینگے اور درگزر کرینگے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے
نے انکو احد کے بھاگنے سے معاف کر دیا پھر یہاں کیونکر کہا کہ تو انکے واسطے مغفرت مانگ تاکہ میں بخشدوں جواب یہ ہے کہ ہزیمت کو تو معاف فرمایا
یہاں مراد مطلق ہے کہ علی العموم انکے گناہوں کی مغفرت مانگ تاکہ معاف کردوں۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے جو عفو فرمایا ہے وہ عثمان بن عفان
اور بعض دیگر اشخاص معین تھے اور یہاں باقیوں کے واسطے مغفرت چاہنے کا حکم دیا وَشَاوِرْهُمْ۔ استخرج آراءهم۔ فِي الْأَمْرِ۔
ای شانک من الحرب وغیرہ تطییبا لقلوبہم ولیستن بک وکان صلی اللہ علیہ وسلم کثیر المشاورۃ لہم۔ اور انکی رائے لے یعنی شان حرب وغیرہ
میں انکے دلوں کی خوشی کے واسطے اور تاکہ تیرے فعل کے موافق سنت ہو جاوے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود یہ حال تھا کہ ان لوگوں سے
بہت مشورت کرتے تھے اسکو محی السنۃ نے معالم میں اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور حسن رح نے کہا کہ اللہ تعالے کو معلوم ہے کہ آپکے
رسول صلعم کو انکے مشاورت کی کچھ حاجت نہ تھی ولیکن یہ چاہا کہ آپ کے بعد کی امت اسی طریقہ پر رہے۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ آیا
یہ امر آپ پر واجب تھا یا مستحب تھا۔ ہمیں فقہا کے دونوں قول موجود ہیں۔ اور سراج میں ذکر کیا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس معاملہ میں اللہ
تعالے کی طرف سے کوئی وحی آگئی تو ہمیں رسول صلعم کو امت سے مشاورت کرنا روا نہیں ہے کیونکہ جب کوئی حکم منصوص ہوا تو رائے
باطل ہو گئی۔ اور رسول صلعم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالی و اسکا رسول اس سے بے پروا ہیں ولیکن اللہ تعالی نے اسکو میری
امت کے واسطے رحمت کیا ہے سو جسنے میری امت میں سے مشورت کی اوسنے راہ صواب کو گم نہ کیا اور جسنے مشورت نہ کی وہ گمراہی کو
نہ چوکا۔ اور قرطبی رح نے ابن عطیہ رح سے نقل کیا کہ اسمیں خلاف نہیں کہ جو شخص مسلمانوں کے سرداروں میں سے مشورت نہ لیتا ہو اسکا معزول
کرنا روا ہے پھر جاننا چاہیے کہ عمرو بن دینار کے طریق سے ابن عباس سے روایت ہے کہ قولہ تعالی وشاورہم فی الامر میں ابوبکر و عمر رضی اللہ
عنہما مراد ہیں رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد علی شرط البخاری ومسلم۔ اور ایسا ہی کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر و عمر رض
کی شان میں اتری یہ دونوں بزرگ حضرت صلعم کے حواری اور آپکے وزیر اور مومنوں کے باپ تھے۔ اور عبد الرحمن بن غنم رض سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلعم نے ابوبکر و عمر رض سے کہا کہ جس مشورہ میں تم دونوں اتفاق کرو میں اسمیں تم سے مخالفت نہ کرونگا مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ
آپ نے فرمایا کہ آسمان کے میرے دونوں وزیر جبرئیل و میکائیل ہیں اور زمین کے ابوبکر و عمر رض ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ صوفیہ کرام کہتے
ہیں کہ حضرت صلعم کے داہنے وزیر ابوبکر رض اور بائیں عمر رض تھے اور بعد آپ کے حضرت ابوبکر کے داہنے حضرت عمر اور بائیں عثمان ہوئے علی
ہذا القیاس قیامت تک یہ سلسلہ امراء اسلام میں جاری ہے اور مدارک میں مذکور ہے کہ اسمیں دلالت ہے کہ اجتہاد کرنا جائز ہے اور بیان ہے کہ قیاس
حجت ہے فافہم۔ فَإِذَا عَزَمْتَ۔ علی امضاء ما ترید بعد المشاورۃ۔ پھر جب تو نے عزم کر لیا اس چیز کے عمل میں لانے کا جو
بعد مشاورت کے ٹھہری ہے۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ۔ لثق بہ لا بالمشاورۃ۔ تو اعتماد و بھروسا کر اللہ تعالی پر نہ اس مشاورت پر
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ علیہ اللہ تعالی دوست رکھتا ہے ایسے لوگوں کو جو توکل کرتے ہیں یعنی اللہ تعالے پر۔ ف
یہ اصل میں توکل کے معنے ہیں کہ اللہ تعالے پر بھروسا ہوا اور یہی مدارک میں کہا کہ توکل بھروسا کرنا اللہ تعالی پر اور اسی کے سپرد کر دینا اور شیخ
ذوالنون مصری رح نے فرمایا کہ خلع ارباب وقطع اسباب یعنی سوائے خدائے تعالی کے جو لوگ وسیلہ گمان کیے جاتے ہیں اور گمان و وہم
اپنے بھروسا کرتا ہے انکو چھوڑنا اور جتنے اسباب و سامان کہ کسی کام کے پورے ہونے میں دخل رکھنے والے شمار ہوتے ہیں سب کی جڑ کاٹ

دنیا قال المترجم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم سے عزم کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا کہ اہل رائے سے مشورت لے کر اس کی
پیروی کرنا رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہی کہ عوام یہ خیال کرتے ہین کہ کوئی تدبیر نہ کرنا اور نہ کسی سبب ظاہری کا مباشر ہونا یہ توکل ہی -
حالانکہ یہ وہم و غلط ہی بلکہ یہ سخت مذموم ہی اور توکل یہی ہی کہ اللہ عزوجل نے جو امور کہ ظاہر مین اسباب مقرر فرمائے ہین انکو ظاہر کے اسباب سمجھ کر بجالاوے
اور یہی اعتقاد رکھے کہ پورا ہونا کام کا اللہ تعالی ہی کے سپرد ہی یہ نہین کہ ان اسباب کی طرف یا اسباب کے نزدیک سے پورے کرنے کی طرف اسطرح دل
لگاوے کہ انکے نہ پورے ہوتے یا ایسی کوشش نہ کرنے سے مقصود فوت ہو جائیگا کیونکہ یہ حماقت ہی اسیواسطے فرمایا کہ مشاورت کرو اور مت سمجھو
جو مشورہ مین قرار پایا ایسا مضبوط ہی کہ اس رائے مین خطا ہوگی نہین بلکہ جب اس کو جاری کرو تو اللہ تعالی ہی پر اعتماد کرو یہان سے معلوم ہوا کہ یہ توکل
تمام ہر ہر مسلمان بندے کی شان اور اسپر واجب ہی ایسا نہین جیسا عوام گمان کرتے ہین کہ یہ تو ترک دنیا کا نام ہی سواے فقیرون کے کون کر سکتا
ہی یہ گمان غلط اور شیطانی وسوسہ ہی ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالی فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم - اللہ سبحانہ نے اس امت مرحومہ
کے دلون کو وقت ایجاد کے دیدار جمال قدم مین پیدا کیا اور حسن و امید سے انکو منور کیا اور انکی ارواح کو عالم عدم سے عالم انبساط و سرور و نور
مشاہدہ کی طرف نکالا اور انکو خلق لطف کا لباس دیا پس وہ دیدار الطاف کے لیے مستعد اور نور انس کے لیے قابلیت والی ہوگئین اور اللہ عزوجل کے
کمال حکمت و لطف مین سے یہ بھی ہی کہ حضرت صلعم کو خلق بسط و روح انس پر پیدا کیا پس باہم امت کی روحون کو آپ سے موافقت حاصل ہوئی
اور درمیان مین مناسبت سے اہلیت پیدا ہوئی اور ارواح و اشباح مین نزدیکی ہوئی پس حشمت تو باقی رہی اور غلظت فنا ہوگئی اور آنحضرت صلعم
اس امت مرحومہ کے واسطے سراسر رحمت ہو گئے اسکی تصدیق کلام باری تعالی مین موجود ہی قولہ تعالی ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من
حولک - اس خطاب سے دونون طرف سے لطف ہونا ظاہر ہوا اور فعل کی نسبت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کی یعنے فرمایا کہ تو نرم ہوا حالانکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو تکلف نہین کیا کیونکہ آنحضرت صلعم تو اللہ تعالی ہی کی طرف سے لطف و کرم پر پیدا ہوے تھے - اسمین صحابہ رضی اللہ
عنہم کے ادب دینے کی طرف اشارہ ہی یعنے نبی صلعم اگر ابتدا احکام حقائق کے اندر اسوقت ڈالتے تو انکے سینے تنگ ہو جاتے اور راہ کے آداب
حقیقی کو برداشت نہین کر سکتے لیکن پہلے انکو شریعت کے طور پر بجالانے مین مسامحہ کیا اور حقائق کی طرف اس پردہ سے راہ دی جو درحقیقت انپر
واجب ہین اور اس کی تصدیق حق سبحانہ تعالی کے کلام مین ہی قولہ تعالی فاعف عنہم واستغفر لہم - پس عفو و استغفار تو انکے واسطے اللہ تعالی کا
مسامحہ ہی پس تو نے انکی تقصیر عفو کر کہ تیرے مرتبون اور قدر کو پورا نہین پہچان سکے اور انکے واسطے استغفار کر کہ جو خطرے انکے دلون مین ایسے
گذرتے ہین جو لائق معرفت نہین اور جو حرکتین انکی ظاہری صورتون سے ایسی ہوتی ہین جو تیری صحبت اور تیرے ساتھ بیٹھنے کے لائق نہین
ہین انکے واسطے استغفار کر کیونکہ تو ربوبیت مین غرق ہی اور وہ تجکو مقام عبودیت مین چاہتے ہین - انکا تو یہ حال ہی کہ وہ وصف محبت و ارادہ مین
ہین اور تو محل توحید و مشاہدہ ازل و ابد مین ہی - اور واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم - اے تیرے تمام اوصاف اور جو تیرے
انفاس سے نکلے وہ میری طرف سے تجپر اور تیری پیروی کرنے والون پر رحمت ہی اور ابن عطاء رح نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا خلق چونکہ تمام خلائق
سے اعلی تھا تو اسپر مؤنت بھی عظیم ہوئے پس چشم پوشی و عفو و استغفار کا حکم دیا - حارث محاسبی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت
لہم - حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو اس بارہ مین نرمی و مدارات ظاہر ہوئی اسکو اپنی ذات پاک کی طرف نسبت فرمایا کہ میری رحمت سے تو انکے
لیے نرم ہوا اور اللہ عزوجل ایسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے والا نہ تھا کہ تو نرم ہوا اگر یہ بات نہوتی کہ اللہ عزوجل نے اپنی طرف سے اسکو
نرم کیا اور مدارات کی توفیق دی اور فارسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو دیکھ کیسے اللہ تعالی نے اپنے نبی صلعم کو نرمی و شفقت سے وصف فرمایا

پھر انکو انکی وصف سے خالی کر دیا پس قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم یہ با ین معنے کہ تیرا قیام ہمارے ساتھ تحقیقی ہے اور تو مخلوق سے بالکلیہ مہجور ہے قال المترجم مراد یہ ہے کہ لنت لہم - تو وصف آنحضرت صلعم فرمایا ولیکن پہلے فرما دیا کہ فبما رحمۃ من اللہ یعنی یہ صفت انکی خود قیام سے نہین بلکہ وصف الٰہی ہے - فافہم - کہا جاتا ہے کہ نہایت مخصوص رحمت اللہ عزوجل کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ تھی کہ آپکو لوگون کے ساتھ رہنے پر قوی کیا اور ادا ء رسالت پر صبر دیا ایسے لوگون کے ساتھ جن کے اخلاق آپکو رنج دیتے تھے باوجود اسکے کہ غلبہ اس سلطان کا تھا کہ جسمین سراپا غرق تھے اور تمام اوقات مین آپ پر ہبتیلا دحق تھا پس اگر ایسی قوت الٰہیہ نہوتی جس سے اللہ تعالے نے آپکو مخصوص فرمایا تھا تو کہان ان لوگون کے ساتھ رہنے کی طاقت تھی کیا تو موسی علیہ السلام کو نہین دیکھتا کہ کلام الٰہی سنے ہوے چونکہ دیر ہو ئی تھی اپنے بھائی سے گفتگو کرنے مین صبر نہ کیا اور داڑھی پکڑ کر اپنی طرف کھینچا - قولہ تعالی وشاورہم فے الامر یعنی جس وقت کہ محل عبودیت و امور شریعت و عالم عقل مین آئے انکو اللہ عزوجل نے حکم کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اچھے برتاؤ سے رہین اور جو وقائع کہ بتقدیر الٰہی عزوجل آیندہ ہونے والے ہین انہین ایسے مشورہ مین کیونکہ انکو اپنے عقلون اور قلوب سے قبول کرتے ہین فکر کے ساتھ اور کیونکہ اسکے احکام مین صبر کرتے ہین کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ہی کی دریا کی نہرون سے پانی پیتے تھے اور اسوجہ سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو مقام ولایت مین تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام رسالت و نبوت مین تھے اور یہ دونون مقام اس معاملہ مین عین الجمع کے اندر ایک ہین وہ لوگ تو غیب کو بنور فراست دیکھتے تھے اور آپ اسکو بنور نبوت و رسالت کے دیکھتے تھے اور آنحضرت علیہ السلام محل عبودیت مین اسکے حاجتمند تھے کہ صحابہؓ دین مین آپ کی مدد کرین - پھر جب آپ مشاہدۂ ربوبیت مین ہوے اور تفرقہ سے مقام جمع کو پہونچے تو وہان اللہ عزوجل نے آپ کو حکم کیا کہ قدم کو حدوث سے بالکلیہ الگ کرے اور اللہ تعالے کے واسطے جو بھیر کہ اللہ تعالی کی طرف ہے اسمین مجرد اللہ تعالی کا ارادہ ہو چنانچہ فرمایا فاذا عزمت فتوکل علی اللہ - کیونکہ جو کچھ اس سے چاہے اسمین وہی تجکو کافی ہے (عس) بالجملہ اہل ایمان کو معرفت دی اور اپنی عنایت پر بھروسہ کا حکم دیا اور فرمایا

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ

اگر اللہ تم کو مدد دے تو کوئی تمپر غالب نہین اور اگر وہ تمکو چھوڑے تو کون تمھاری مدد کریگا اس کے

بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۗ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ

بعد اور اللہ تعالے پر بھروسا چاہیے مومنون کو اور نبی کا یہ کام نہین کہ کچھ چھپا رکھے اور جو شخص کچھ چھپا دیگا وہ لاویگا

بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

اپنا چھپایا قیامت کے دن پھر پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کمایا اور انپر ظلم نہ ہوگا

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ - یعنکم علے عدوکم کیوم بدر - اگر اللہ تعالی تمھاری نصرت کرے ف تمھارے دشمن پر تمکو مدد دے جیسے بدر کے روز فرمایا تھا - فَلَا غَالِبَ لَكُمْ - تو تمپر کوئی غالب نہین ف اسمین جنس غالب کی نفی بالکلیہ ہے - وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ یترک نصرکم کیوم احد - اور اگر وہ تمھاری مدد چھوڑ دے ف جیسے احد کے روز کیا - اور خذلان کے معنے مددگاری چھوڑنا فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ - بعد خذلانہ ای لا ناصر لکم - تو پھر وہ کون ہے کہ اسکے بعد تمھاری نصرت کرے ف یعنی پھر تمھارا کوئی مددگار نہین ہے - اور اسکو بصورت استفہام انکاری ذکر فرمانے مین مومنون پر لطف و رحمت کا اشارہ ہے مع اسکے کہ اول مین فلا غالب لکم کی صریح نفی کر دی فافہم - وَعَلَى اللّٰهِ - لاغیرہ - فَلْيَتَوَكَّلِ - لیثق - الْمُؤْمِنُوْنَ - اور توکل کرنا چاہیے مومنون کو - اللہ تعالے ہی پر دنہ

دوسرے پر یعنی تقدیم ظرف بغرض حصر ہے پس معنے یہ ہین کہ اللہ تعالی ہی پر بھروسا کرین۔ اور متوکلین کی تعریف مین بہت سی احادیث صحیح
وارد ہین اور حضرت صلعم نے انکو ان ستر ہزار مین سے شمار فرمایا جو بلا حساب جنت مین داخل ہونگے اسقدر کافی ہے شیخ مفسر نے آیندہ آیت کا سبب نزول
لکھا کہ نزل لما فقدت قطیفۃ حمراء یوم بدر فقال بعض الناس لعل النبی صلعم اخذہا یعنی آگے کی آیت کا نزول اسوقت ہوا کہ بدر کے مال غنیمت
مین سے ایک سرخ مخطط کملی گم ہوئی پس بعض لوگون (منافقون) نے کہا کہ شاید نبی صلعم نے ہی لیا ہو۔ رواہ عبد بن حمید والترمذی
وحسنہ وابو داود وابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس رض اور ابن جریر کی روایت مین مصرح ہے کہ یہ آیت وما کان لنبی ان یغل اس امر مذکورہ
مین نازل ہوئی کہ بعض لوگون نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلعم نے اسکو لیا اور اس باب مین بہت گفتگو کی۔ وکذا رواہ وغیرہ اور مجاہد نے ابن عباس
سے روایت کی ایک چیز غنیمت مین سے گم گئی منافقون نے آنحضرت صلعم پر تہمت لگائی پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن مردویہ اس سے
معلوم ہوا کہ بعض الناس سے مراد منافق ہین اور یہ ظاہر ہے اسواسطے کہ مومن ایسا نہین کہہ سکتا ہے قال تعالی وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ
اَنْ يَّغُلَّ ۔ یخون فی الغنیمۃ فلا تظنوا بہ ذلک۔ یعنی نہین شان ہے کسی نبی کی کہ غلول کرے یعنے خیانت کرے مال غنیمت مین پس تم لوگ
نبی صلعم کے ساتھ ایسا گمان مت کرو ایسا ہی ابن عباس و مجاہد و حسن و بہتیرون نے تفسیر کیا ہے کیونکہ نبوت کا مدار تو صدق و امانت پر ہے جسکو اللہ تعالی
نے ان مین رکھا ہے خیانت اسکی شان نہین ہے اور عموما ہر نبی کی برأت کی تو یہ بلیغ ہے یعنی جب کسی پیغمبر کی یہ شان نہین تو بھلا خاتم النبیین و افضل الانبیاء
علیہم السلام کی شان مین یہ گمان محض کفر ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ بنا بر تفسیر مذکور کے یہ آیت جملہ مستقلہ واسطے مذمت غلول کے و تطہیر کے شان
نبی صلعم کے ہے جو قصہ احد کے درمیان بیان ہوا ہے ذکرہ ابن کثیر پھر کہا کہ عوفی نے ابن عباس سے روایت کیا کہ قولہ وما کان لنبی ان یغل۔ یعنے
یون غلول نہین کر سکتا کہ لشکر مین سے بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور یہی ضحاک کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ معنے اس کے وہین جو محی السنۃ
نے معالم مین مقاتل سے ذکر کیے کہ یہ آیت غنائم احد کے بارہ مین نازل ہوئی باین معنے کہ تیر اندازون نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور غنیمت کی
خواہش کی اور کہنے لگے کہ ہمکو خوف ہے کہ رسول اللہ صلعم یہ کہدین کہ جو شخص جو چیز لے وہ اسی کی ہے اور غنیمت تقسیم ہو جیسے بدر کی غنیمت تقسیم
نہین ہوئی تھی پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ کیا مین نے تمسے عہد نہین لیا تھا کہ تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا جبتک میرا حکم نہ پہونچے تو بولے
کہ ہمنے اپنے باقی ساتھیون کو وہین چھوڑ دیا تھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین بلکہ تمہارا گمان یہ تھا کہ ہم غلول کرینگے اور تمہارا حصہ نہ
لگا دینگے اور بعض نے یغل بصیغہ مجہول پڑھا جیسا کہ مفسر رح نے کہا کہ ایک قرأت مین بصیغہ مجہول ہے یعنی روا نہین کہ نبی کی نسبت کیا جاوے
غلول کی طرف۔ اور بعض نے کہا معنے یہ کہ ما کان لنبی ان یغلہ احد من اصحابہ۔ یعنی صحیح نہین کہ کسی نبی کے اصحاب مین سے کوئی اسکی خیانت
کرے۔ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ حاملا لہ علی عنقہ۔ اور جسنے غلول کیا وہ قیامت کے روز اس کو
لاویگا ف یعنی اسکو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا جیسا کہ احادیث مین آیا ہے سراج مین کہا کہ اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت اپنے
اپنے ظاہر پر ہے اور یہ نظیر ہے قولہ یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم الآیۃ یعنی اموال زکوۃ آتش جہنم مین گرم کرکے
اس سے ان لوگون کے جبہہ و پہلو و پشت داغ دیے جاوینگے یعنی زکوۃ نہ دینے والون کے ایسی ہی اس آیت مین ظاہر مراد ہے اور اسی پر دلالت
کرتا ہے قول آنحضرت صلعم کہ نہ پاؤن کسی تم مین سے تجھے اس حال مین ملے کہ قیامت مین اپنی گردن پر اونٹ لادے ہو جو بلبلاتا ہو یا گلے
لادے ہو جو ڈکارتی ہو یا بکری لادے ہو جو ممیاتی ہو پس وہ مجھے پکارنا شروع کرے کہ اے محمد اے محمد پس مین اس سے کہدون کہ مین تیرے واسطے
کسی چیز کا مالک نہین ہون مین تجھے پہونچا چکا تھا محققین نے کہا غرض اس سے زیادہ فضیحت ہے اور ابو مسلم رح نے کہا کہ ظاہر مقصود نہین بلکہ ع

تشدید و عید ہے نظیر اسکی قولہ تعالی انہا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموات او فی الارض یات بہا اللہ یعنی اگر رائی کے
ذرہ برابر ہو کر کسی پتھر وغیرہ میں پوشیدہ ہو تو بھی اللہ تعالی اسکو قیامت میں لاویگا۔ اس سے مقصود یہ کہ کوئی ذرہ اسکے علم سے پوشیدہ نہیں
ایسے ہی یہاں غرض یہ ہے کہ ہر غلول کو اللہ تعالی نے مقرر رکھا ہے جسکی وہ سزا دیا جائیگا۔ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ۔ شیئا۔ پھر بھر پور دیا جائیگا ہر نفس (خواہ غلول کرنے والا ہو یا کوئی اور ہو بدلا) اس چیز کا جو اسنے کمایا یعنی
فعل کیا ہے اور حال یہ کہ وہ ظلم نہ کیے جاوینگے کچھ بھی ف غلول کی مذمت میں بہت حادیث وارد ہیں شیخ ابن کثیر نے کلام درازسے
انکو نقل کیا مگر میں بہت ملخص لاتا ہوں کہ ابو رافع کی حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ قبر فلان شخص کی ہے جسکو میں نے بنی فلان پر صدقہ
وصول کرنے کو بھیجا تھا اسنے ایک پوستین کا غلول کیا جو اس حال میں ویسی ہی آگ کی پوستین پہنایا گیا ہے رواہ احمد و عمر بن الخطاب سے
ہے کہ لوگ ایک مقتول پر آئے اور کہا کہ فلان شہید ہے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز نہیں میں نے اسکو آگ میں دیکھا بوجہ ایک چادر یا کملی
کے جو اسنے غلول کی پھر فرمایا کہ جا کر لوگون میں پکار دے کہ نہیں داخل ہوگا کوئی جنت میں مگر مومنین رواہ احمد و مسلم والترمذی و سالم بن عبداللہ
سے روایت ہے کہ وہ مسلمہ بن عبدالملک کے ساتھ ارض روم میں تھے وہان کسی شخص کے اسباب میں غلول پایا یعنی لوٹ کا مال تقسیم ہونے سے پہلے
اسنے کچھ اپنے اسباب میں ملا لیا تھا تو مسلمہ نے سالم سے فتوی لیا انہون نے بواسطہ عبداللہ بن عمر اپنے باپ حضرت عمر رضی سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسکی متاع میں تم غلول پاؤ اس متاع کو جلا دو اور میں خیال کرتا ہون کہ یہ بھی کہا کہ اور اسکو مارو۔ رواہ احمد والترمذی
وابوداود۔ علی بن المدینی والبخاری وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور دارقطنی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ فقط سالم کا فتوی ہے اور ایسی ہی
سنن حسن و حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اور مقتضائے حدیث مذکور مذہب امام احمد ہوا اور امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی و جمہور نے
اسمین خلاف کیا اور کہا کہ اسکا اسباب نہیں جلایا جائیگا بلکہ جیسے اس فعل کی سزا ہو وہ دیجاویگی اور بخاری نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے غلول
کرنے والے پر نماز پڑھنے سے انکار کیا مگر اسکے اسباب کو نہیں جلایا واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالی ان ینصرکم اللہ فلا
غالب لکم۔ جدال میں سے ایک جدال النفس مع شیطان ہے وعلی ہذا نصرت الہی سے مراد وہ سکینت ہے جو عارفون کے دلون میں حق سبحانہ کی تجلی
سے واقع ہوتی ہے جبکہ وہ اس حادثہ مخلوقات سب سے اپنا منہ پھیر کر جلال باری تعالی عزوجل کی طرف توجہ لاتے ہیں اور اسکی عظمت و کبریائی
کے سامنے گڑگڑاتے ہیں پھر جب نور بسط و رجا کے ساتھ اسکو الوہیت سے انس ہوتا ہے تو اس سے اشباح کو تقویت ہو جاتی ہے پس انکو حول
و قوت ازلی سے تائید دیجاتی ہے پس اسوقت میں لطف و رحمت کے مقابلہ سے قہر کے لشکر ہٹ جاتے ہیں بسبب الوہیت کے بقولہ سبقت
رحمتی علی غضبی۔ اور اسکے حقائق ہم نے ترقی مقامات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیے ہیں اور اسی طرف حضرت صلعم نے اپنے سجدے میں
اشارہ فرمایا اعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بمعافاتک من عقوبتک و اعوذ بک منک۔ پناہ مانگتا ہوں میں تیری خوشنودی کے ساتھ
تیرے خشم سے اور تیرے معافات کے ساتھ تیرے عقوبت سے اور تیرے ہی ساتھ تجھ سے شیخ نے کہا کہ اللہ تعالی کی نصرت مریدون میں تو یہ
ہے کہ انکو اپنے نفس کی شہوات جڑ سے کاٹنے کی توفیق دے اور محبین میں یہ کہ گوشہ مدانات سے صبح ازل کی خوشبو ذرہ برابر دیکر انکے تو یقین کو
بڑھا دے اور عارفون میں اسکی نصرت یہ ہے کہ مشاہدات سے انکو وہ علوم صفات دے جس سے وہ جاہل ہیں بعض نے فرمایا کہ نصرت الہی اسکو دیجیتی ہے
جو اپنے حول و قوت سے بیزاری کرے اور تمام اسباب میں اپنے پروردگار پر اعتصام کرے کیونکہ جسنے اپنی قوت پر اعتماد کیا۔ تو وہ مردود
ہے اور حضرت استاد رحمہ نے فرمایا کہ نصرت الہی پہلے تو توفیق کے ساتھ ہوتی ہے وہ اشباح کو ہوتی ہے پھر تحقیق کے ساتھ ارواح کو ہوتی ہے اور کہا

جاتا ہے کہ پیغمبرؐ کو یعنی ظاہر کی تائید اور باطن کی درستی کے ساتھ تکو مدد دے۔ اور کہا گیا کہ مددگاری و فتح تو دشمن پر ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر تیرا دشمن وہ نفس ہے جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہے۔ اور نصرت الٰہی سے جو چیزین فتنہ پرواز تھین بھاگتی ہین اور اسکی عصمت کے لشکر نگہبان ہو جاتے ہین یہانتک کہ انوار نازلہ سے شہوات بھاگتے جاتے ہین پس محض ولایت رہجاتی ہے جو شبہات سے خالص ہے یعنے وہان اوصاف بشریت کو اور نفس کی خواہشون کو اور اسکے آثار کو جو نزدیکی سے مانع ہین کچھ دخل نہین رہتا ہے۔ قولہ تعالیٰ وما کان لنبی ان یغل اللہ عز وجل نے عموم لفظ سے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خطرات کے میل سے پاک فرمایا اور وصف کیا کہ غیب کی خبر دینے مین وہ امین ہین انکے دل پر شریعت و طریقت بیان کرنے کے وقت کوئی مداہنت کسی شریف و ضعیف کو دیکھکر نہین جاری ہوتی اور انھون نے حق عز وجل اسکے بندون سے پوشیدہ نہین کیا اور اہل حق کو علم حق عطا کیا اور جو لوگ محجوب تھے انکو برہان حق کے ساتھ حق کی نشانی دکھلائی اور اپنے حظ نفس کے ساتھ ایک قدم نہین اٹھایا۔ اور بعضے مشائخ نے کہا کہ نہین روا ہے کسی نبی کو کہ وحی و شریعت کے علم مین اپنے پیروی والون کو یکسان نہ رکھے اور یحیی علوی نے فرمایا کسی نبی کو روا نہین ہے کہ امتیون کے واسطے اغیار کے سامنے اپنے اسرار ضائع کرے

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ هُمْ

کیا ایک شخص جو تابع ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی کا برابر ہے اسکے جو کما لایا غصہ اللہ کا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ لوٹنے کی وہ

دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ

لوگ کئی درجہ کے ہین اللہ کے یہان اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہین اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ایمان والون پر جو بھیجا

فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ

ان مین رسول انھین مین کا پڑھتا ہے آپ آیتین اسکی اور سنوارتا ہے انکو اور سکھاتا ہے انکو کتاب و کام کی بات

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

اور وہ تو پہلے اس سے البتہ کھلی گمراہی مین تھے

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ۔ فاطاع ولم یغل۔ کیا بھلا جسنے رضوان الٰہی کی پیروی کی ف یعنی اطاعت کی اور غلول نہ کیا كَمَنْۢ بَآءَ رجع۔ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ بمعصیتہ وغلولہ۔ کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسنے معصیت الٰہی و غلول مین رجوع کیا۔ یعنی جو شخص کہ رضوان الٰہی کا پیرو ہوا بایں طور کہ اسکی شریعت کی پیروی کی اور غلول نہین کیا کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسنے غضب الٰہی مین ٹھکانا لیا بایں طور کہ اسکی نافرمانی کی اور غلول کیا یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہین ہے پس مفسرؒ نے متبع رضوان سے غلول نہ کرنے والا اور راجع بغضب سے غلول کرنے والا مراد لیا بقرینۂ ذکر سابق اور اسکو معالم مین کلبی و ضحاک سے نقل کیا اور بعض نے کہا کہ اول مہاجرینؓ اور دوم منافقین ہین یعنی مہاجرین مخلصین نہین ہو سکتے مانند منافقین کے اور بعض نے کہا اول مومنین مطیع ہین اور دوم کافرین ہین۔ اقول یہ عام ہے یعنی عام مومنین بمنزلہ کفار نہین ہو سکتے ہین اور بیضاویؒ نے کہا کہ یہ وجوہ تعیین کی اگرچہ محتمل و صحیح ہین لیکن انھین پر لفظ کو مقصود کرنا روا نہین ہے بلکہ خیر کے معنے عام مراد لینا چاہیے وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ المرجع ہی لا۔ یعنی مصیر ظرف بمعنے مرجع ہے اور یہی مخصوص بالذم راجع بجہنم ہے اور یہ جواب استفہام ہے یعنے دونون یکسان نہین ہین۔ اور مصیر و مرجع مین فرق یہ ہے کہ اول مین تو حالت بدلنا ضرور ہے جیسے یہان کفار گویا بہشت سے جہنم مین گئے اور مرجع کا بدلنا ضرور نہین کیونکہ کبھی اول ہی ہوتا ہے مثلاً زید باغ سے آیا پھر اپنے مرجع یعنے باغ کو لوٹ گیا کیونکہ وہین رہتا ہے۔ اور یہ آیت

سے

کمن باء الخ کا بیان ہی یعنی جسنے غضب الٰہی مین ٹھکانا بنایا تو اسکا مرجع و ماوی جہنم ہی اور وہ مرجع بہت بُرا ہی۔ هُمْ دَرَجٰتٌ۔ یہ لوگ درجات ہین ف ای اصحاب درجات۔ یعنی یہ لوگ مختلف درجات والے ہین۔ ہم ضمیر جو ہر دو فریق کی طرف راجع ہی چونکہ وہ عین درجات نہین لہذا مضاف مقدر کیا ای اصحاب درجات ہین۔ عِنْدَ اللّٰهِ۔ ای مختلفوا المنازل فلمن اتبع رضوانہ الثواب ولمن باء بسخطہ العقاب۔ یعنی اللہ کے نزدیک یہ لوگ مختلف المنازل ہین یعنی انکے درجہ مختلف ہین پس اس شخص کے واسطے جسنے رضوان الٰہی کی پیروی کی ہو ثواب ہی اور اس شخص کے واسطے جسنے غضب الٰہی مین رجوع کیا ہو عذاب ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ قاضی بیضاوی نے مانند کشاف کے هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ۔ مین کچھ مقدر نہین کیا اور اسی کو راجح قرار دیا کہ ہم درجات بر سبیل مبالغہ ہی بحذف حرف تشبیہ یعنی ہم مثل الدرجات یعنی آپس مین بڑا تفاوت ہی موافق انکے اعمال کے جیسے درجات مین تفاوت ہوتا ہی اور ایسا ہی حسن و محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ یعنی اہل الخیر والشر درجات متفاوتون بحسب الاعمال۔ اسیواسطے فرمایا۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ فیجازیہم بہ اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہی جو یہ لوگ کرتے ہین ف پس انکو انکے اعمال کے موافق جزا دیگا۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ای عربیا مثلہم لیفہموا عنہ ویشرفوا بہ لا ملکا ولا عجمیا۔ البتہ بہت بڑا احسان کیا اللہ تعالیٰ نے مومنون پر جبکہ انھین مین سے ایک رسول بھیجا ف یعنے عربی رسول بھیجا جو آدمی ہونے مین انکے مثل ہی تاکہ اسکی بات کو سمجھین اور اس سے شرف پاوین کوئی فرشتہ نہین بھیجا اور نہ کوئی عجمی آدمی بھیجا۔ عجم تمام وہ ملک جو سوائے عرب کے ہین پس یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہی۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہی مومنین کی کیون خصوصیت فرمائی تو جواب یہ ہی کہ آنحضرت صلعم سے انھین کو انتفاع ہوا اور کفار و منافق مردود و محروم رہے جیسے قولہ تعالیٰ ھدی للمتقین مین متقیون کی خصوصیت انکے نفعمند ہونے کی وجہ سے ہی۔ پھر واضح ہو کہ لفظ فیہم دلالت کرتا ہی کہ المومنین کا الف لام عہد کا ہی اور مراد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہین اور یہ بھی فضیل شریف انکو اور اہل عرب کو ہی باوجودیکہ آپ کی اتباع سب اہل عرب و عجم پر واجب ہی اور باوجودیکہ بعثت عام ہی پھر آنحضرت صلعم کی زبان عربی و قرآن مجید بزبان عربی ہونے سے اس زبان کی فضیلت دیگر زبانون پر ظاہر ہوئی اسیوجہ سے اس زبان پر غیر زبان کا قیاس روا نہین ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد و دیگر ائمہ نے فارسی مین قراءۃ قرآن کو نماز مین روا نہین رکھا اور امام ابو حنیفہ سے اسکا جواز منقول ہی تو صحیح یہ ہی کہ انھون نے اس سے رجوع کیا ہی کما فی الدر وغیرہ پھر جانو کہ انفسہم مین نفس جمع نفس کی قراءۃ متواترہ ہی اور شاذ قراءۃ مین انفس بصیغہ اسم التفضیل بمعنے نہایت نفیس آیا اور کہا گیا کہ یہی قراءۃ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھی اور توجیہ اس قراءۃ کی یہ ہی کہ آنحضرت صلعم حضرت آدم سے لیکر اشرف گروہ مین بطنا بعد بطن ہوتے آئے اور ابو طالب نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپکا نکاح پڑھا تو یہ خطبہ پڑھا۔ الحمد للّٰہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراہیم وزرع اسمعیل وضئضئ معد بن عدنان وعنصر مضر وجعلنا سدنۃ بیتہ وسواس حرمہ وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا الحکام علی الناس وان ابن اخی ھذا محمد بن عبد اللّٰہ لا یوزن بہ فتی من قریش الا رجح بہ وھو واللّٰہ لہ بعد ھذا لہ نبا عظیم وخطب جلیل۔ حالانکہ اس نکاح مین سب رؤسا بنی ہاشم و مضر کے حاضر تھے۔ رہا یہ کہ اس مین مومنین پر احسان یہ ہی کہ اہل عرب اپنے اشرف کے تابع ہوتے اور اسکی بات مانتے تھے پس ایسے شخص اشرف کو نبی کیا کہ اسکی تصدیق و طاعت مین انکو تامل نہو۔ واضح رہے کہ یہ قراءۃ اگرچہ شاذ ہی لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کے شرف پر مشتمل ہی اکثر مفسرین نے اسکو بھی ذکر کیا ہی لہذا مترجم نے تبرکا درج کیا۔ اللّٰھم صل علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ۔ القرآن۔ درحالیکہ رسول موصوف ان پر آیات الٰہی یعنی قرآن تلاوت کرتا ہی وَيُزَكِّيْهِمْ۔ یطہرہم من الذنوب۔ اور انکو پاک کرتا ہی یعنے انکو گناہون سے پاک کرتا ہی یعنی ایمان تو حید لاکر کفر و شرک کی نجاست سے پاک بنانا

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تو اعلیٰ تھی آپ نے تو کبھی بتوں کی طرف رخ بھی نہیں فرمایا آپ کے صحابہ میں سے حضرت ابوبکرؓ نے بھی کبھی بت نہیں
پوجا تھا اور حضرت عمرؓ ہمیشہ بت پوجنے والوں سے جلتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کبھی نہیں پوجا بلکہ صغر سنی میں ہی مسلمان ہوئے
اور بقول اصح دس برس کے تھے اور بنا نرٹھی اور پیدا ہوتے ہی دودھ نہ پیا اور رباب کا تھوک تھ چھوا یہانتک کہ حضرت صلعم نے اپنا لعاب مبارک
انکے منھ میں دیا تھا جیسا کہ سیر میں مفصل مذکور ہے - وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ - اور اس حال سے کہ رسول انکو تعلیم فرماتا ہے کتاب یعنی القرآن
وَالْحِكْمَةَ - یعنی سنت - وَإِنْ كَانُوا - مخففہ ای انہم - یعنی ان شرطیہ نہیں اور نافیہ بھی نہیں ہے کیونکہ نفی میں لام سے فرق ہوگیا
درمیان مخففہ و نافیہ کے پس یہ ان مشددہ کا مخففہ ہے اور اسکا اسم ضمیر شان نہیں قرار دی کہ صاحب کشاف نے کہا کیونکہ یہ کسی نحوی کا قول
نہیں ہے جیسا کہ ابوحیان نے کہا ہے پس اسم اسکا ضمیر راجع بجانب مومنین قرار دی ای وانہم کانوا مِن قَبْلُ - ای قبل بعثہ - اور یہ لوگ آپ
کے مبعوث ہونے سے پہلے - لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ - بین - کھلی کھلی گمراہی میں پڑے تھے ف عرب زمانہ جہالت میں بے علم و بے عقل و
محض خانہ بدوشی و کشت و خون وحشی و مجوس و بت پرست و کجوت پر بیت مانتے میں سرگردان تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کرامت
نہایت اعلیٰ یہ ہے کہ آپ نے انکو اپنے دیدار و ہدایت سے تمام جہان کا پیشوا بنا دیا ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ لقد من اللہ علی
المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حق عز وجل کا آئینہ تھے کہ اپنے دیدار جلال و جمال سے مومنین و صدیقین
کے واسطے تجلی حق دیتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من رآنی فقد رأی الحق - یعنی جسنے مجھے دیکھا اسنے حق دیکھا مترجم
کہتا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور علماء ربانی اسکے یہ معنے بیان کرتے ہیں کہ جسنے مجھے خواب میں دیکھا اسنے تحقیق مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت
نہیں بن سکتا ہے چنانچہ دوسری روایت صحیح میں مصرح موجود ہے ہاں اس میں اشارہ ہوسکتا ہے جو شیخ نے ذکر کیا فافہم - اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ایسے پاک نبی صلعم کے
بھیجنے سے احسان رکھا کہ آپکی تجلی التباسی سے جناب حق عز وجل تک انکو وصول ہوا اور اگر بندوں اسکے بندوں پر تجلی صرف ہوتی تو سب کے سب اول
ہی سطوت عظمت میں جل جاتے پس اپنی رحمت سے اسکو واسطہ تجلی کردیا اور یہ تجلی محل التباس اسی میں تھی کہ آنکھوں والوں کے واسطے اپنے نفس کو ظاہر
کردیا قال المترجم کوئی شک نہیں کہ حضرت صلعم کے دیدار پاک سے ان لوگوں کو جنکی ارواح اللہ عز وجل نے پاک رکھی تھیں ایک نظر میں جو کچھ
حاصل ہوجاتا تھا آج وہ کسی ولی وقطب کو تمام عمر بلکہ لاکھوں برس عمر ہو تو بھی میسر نہیں آتا ہے کیونکہ یہ آئینہ کہاں سے لاویگا اور جو روحیں نور سے
محروم رہی تھیں وہ استعداد جلتی تھیں جس قدر نورانی روحیں ہیں آپکو محبوب رکھتی تھیں اور یہ امر قیامت تک برابر جاری ہے فافہم پھر مومنوں پر
کون سی نعمت اس سے بڑھکر ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند انکا سردار کیا وہ خلق کے واسطے جمال حق دیکھنے کا آئینہ ہے وہی انکو اللہ
عز وجل کے اسماء و صفات و نعوت پہنچواتا ہے وہی انکو ہلاک ہونے کی جگہوں سے نجات دیتا اور نجات پانے کی جگہیں بتلاتا ہے اور بعض مشائخ نے
فرمایا کہ اللہ عز وجل کی بڑی منت اسکے مخلوق پر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو درمیان میں واسطہ کردیا تاکہ انکے وسیلہ سے اس تک پہونچ جاویں اور
اگر اپنی صفات میں سے کوئی ذرہ انپر ظاہر فرماتا تو سب کے سب سوختہ ہوجاتے اور راہ سے گمراہ ہوجاتے سوائے ان بعض کے جو ازل میں معصوم
رکھے گئے تھے قال المترجم یہاں سے تجھے یقین ہونا چاہیے کہ توحید باریتعالیٰ کیونکر حاصل ہوتی ہے اور مترجم نے جو جابجا لکھا ہے کہ
بدون واسطہ حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز موحد نہوگا اگرچہ زبان وعقل سے یہ کہے جاوے کہ میں اللہ تعالیٰ کو وحدہ جانتا ہوں
اسواسطے کہ صفات حق عز وجل کو کوئی آدمی اپنی عقل سے نہیں پاسکتا ہے الا جیسا کہ حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا حالانکہ وحدانیت باریتعالیٰ ظاہر
دیا ہے ہر اس مقام میں خوب تامل کرنا چاہیے اور وہم کی پیروی بچانا ہے - پھر واضح ہو کہ جب غزوۂ احد میں صحابہ میں سے قریب ستر کے شہید

ہوے حالانکہ ایک سال پہلے غزوۂ بدر کے کافرون سے فدیہ لینے مین اقرار کیا تھا کہ ہم کو شہادت اسکے عوض منظور ہے کیونکہ وہی ہمارا
عین مقصود ہی پھر جب اس سال شہادت ہوئی تو بعضے کہنے لگے کہ ہمکو یہ مصیبت کہان سے پہونچی حالانکہ ہم مومن ہین تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ط قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ
کیا جسوقت پہونچی تم کو ایک مصیبت کہ تم پہونچا چکے ہو اسکے دوبرابر کہنے ہو یہ کہان سے آئی تو کہ یہ آئی تمکو اپنی طرف سے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ
اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ تم کو مصیبت پہونچی جس دن بھڑین دو فوجین سو اللہ کے حکم سے اور تاکہ معلوم کرے

الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ج وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوا
مومنون کو اور تاکہ معلوم کرے منافقون کو اور منافقون سے کہا گیا کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ مین یا دفع کرو دشمن

قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ط هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيمَانِ ج
بولے ہم کو معلوم ہوتی لڑائی تو ہم تمھارے پیچھے چلتے یہ لوگ اس دن کفر کی طرف زیادہ نزدیک ہین ایمان سے

يَقُولُونَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ج اَلَّذِينَ
کہتے ہین اپنے منھ سے جو نہین ہے انکے دلون مین اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپاتے ہین وہ جو لوگ

قَالُوا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ اَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ط قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ
کہتے ہین اپنے بھائیون کو اور آپ بیٹھ رہے ہین اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نجاتے تو کہد ہٹا دیجیو اپنے اوپر سے موت

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ۝
اگر تم سچے ہو

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ - باحد بقتل سبعین منکم - کیا بھلا جب تم کو مصیبت پہونچی یعنے احد مین باینطور کہ تم مین سے ستر آدمی شہید ہوے - قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا - ببدر بقتل سبعین واسر سبعین منہم - حالانکہ تم اس سے دوچند مصیبت پہونچا چکے تھے - یعنے بدر مین اس طور کہ ستر تم نے قتل کیے تھے اور ستر قید کر لائے تھے - قُلْتُمْ - متعجبین - تو اب تم نے تعجب کرتے ہوے کہا - اَنّٰى - من این لنا - هٰذَا - الخذلان ونحن مسلمون ورسول اللہ فینا - والجملۃ الاخیرۃ فی محل الاستفہام الانکاری کہانسے پہونچی ہمارے واسطے یہ شکست حالانکہ ہم مسلمان ہین اور رسول اللہ ہم مین موجود ہین - اور یہ اخیر کا جملہ یعنی انی ہذا ہی محل استفہام انکاری ہے یعنے انی ہذا کہتے ہو حالانکہ بات یون ہے - قُلْ - لہم - هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ - لانکم ترکتم المرکز فخذلتم - کہدے ان لوگون کو کہ یہ مصیبت تم کو اپنی طرف سے آئی - کیونکہ تم نے مرکز چھوڑ دیا جسپر جمے رہنے کا تمکو حکم تھا - یہی قول محمد بن اسحاق وربیع بن انس وسدی کا ہے اور یہی ابن جریر نے اختیار کیا - اور کسانین مین کہا کہ یا اسوجہ سے کہ تم نے مدینہ سے نکلکر لڑنا اختیار کیا - مترجم کہتا ہے کہ یہ قول وہی ہے قابل ذکر نہین ہے - ہان یہان ایک اور قول قابل ذکر ہے وہ یہ کہ ہو من عند انفسکم - اسوجہ سے کہ تم نے بدر کے کافر قیدیون کا فدیہ لیکر چھوڑنا اختیار کیا - اور یہ قصہ یون ہے کہ جب بدر مین ستر کافر قید کر لائے تو مشرکون نے انکا فدیہ دیکر چھوڑانا چاہا پس مسلمانون نے اسکو منظور کر لیا اور ابو بکر رض کی رائے پر آنحضرت صلعم نے عمل کیا اور عمر رض نے انکے قتل کی رائے دی اور اصرار کیا مگر مقبول نہوئی بلکہ فرمایا کہ ابو بکر رض کا دل نرم مانند قلب

ابراہیم کے ہی اور عمرؓ کا دل مانند نوحؑ کے ہی کہ دعا مانگی رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا - پس یہ عتاب ہوا چنانچہ حضرت علیؓ سے
روایت ہی کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد صلعم جو تمہاری قوم نے قیدیوں کے حق میں کیا اسکو اللہ تعالی نے مکروہ رکھا ہی اور آپ کو
حکم دیا ہی کہ انکو اختیار دو کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کریں ایک یہ کہ قیدیوں کو پیش کریں کہ انکی گردنیں ماری جاویں یا انکا فدیہ لیکر چھوڑیں اس
شرط پر کہ مسلمانوں میں سے اسیقدر جتنے چھوڑے ہیں شہید ہو نگے پس حضرت صلعم نے لوگوں کو بلا کر اسے اختیار لیا تو بولے کہ یہ ہمارے کنبے کے بھائی
بند ہیں کیا ہم ان سے فدیہ نہیں لیں کہ اس سے ہمکو قتال پر قوت حاصل ہو اور انھیں کی تعداد ہم میں سے شہید ہو جاوینگے کیونکہ ہمیں تو کوئی مکروہ
بات نہیں ہی - فرمایا کہ پھر انہیں سے اُحد کے روز ستر آدمی قیدیان بدر کی تعداد پر مارے گئے رواہ ابن جریر والترمذی والنسائی پس یہاں جو فرمایا قل ہو من
عند انفسکم - اسکے یہی معنے ہیں کہ تمنے خود فدیہ لیا چنانچہ ابن عباسؓ نے عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ عمرؓ نے فرمایا کہ پھر جب سال آئندہ میں احد کا
روز ہوا تو عذاب دیے گئے جیسا انھوں نے بدر کے روز کیا تھا کہ کفار قیدیوں سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا تھا پس یہ ہوا کہ انمیں سے ستر آدمی قتل ہوئے اور
رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر آپ کے ساتھی بھاگ گئے اور آپ کے اگلے دانت شکستہ ہوئے اور خود سے سر مبارک پر زخم ہو گیا اور آپ کے چہرہ مبارک پر خون
بہنے لگا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا - اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیہا قلتم انی ہذا - قل ہو من عند انفسکم - کیونکہ تم نے فدیہ لے لیا رواہ ابن ابی حاتم
وکذا احمد - ولکن اطول منہ اور یہی حسن بصریؒ نے کہا ہی پھر یہ سب امتحان الٰہی عزوجل ہی تا کہ مبہم طریقہ سے کافروں و مومنوں کی آزمائش فرماوے - اور
اگر وہ چاہتا تو دم میں سب کافر فنا ہو جاتے یا ایمان لاتے - اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - اللہ تعالی تو ہر چیز پر قادر ہی جو چاہے کرے
ف اور منجملہ ہر شی کے مدد دینا اور نہ دینا بھی ہی - وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ - یا حد - اور جو کچھ تمکو اُسدن پہونچا جس دن دونوں
جماعتین مومنین و کافرین مقابل ہو کر مل گئیں یعنے مقام احد میں فَبِاِذْنِ اللّٰهِ - بارادتہ - وہ اللہ کے ارادہ سے تھا - وَلِيَعْلَمَ -
الدعلم ظہور اور تا کہ جان لے اللہ تعالی علم ظہور کا جاننا - الْمُؤْمِنِيْنَ - حقا - ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں تحقیقا یعنی سب پر ظاہر
کردے کہ یہ سچے مومن ہیں - وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا - اور تا کہ ان لوگوں کو جان لے یعنی متمیز کردے جنھوں نے نفاق کیا - وَقِيْلَ لَهُمْ
ای والذین قیل لہم لما انصرفوا عن القتال وہم عبد اللہ بن ابی و صحابہ - تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - اور تا کہ ان منافقوں کو
جان لے جن سے کہا گیا تھا (جب احد میں جانے سے پھر چلے تھے) کہ آؤ اللہ تعالے کی راہ میں لڑو - یعنی اللہ تعالے کی راہ میں اسکے دشمنوں سے
لڑو - اَوِ ادْفَعُوْا - عنا القوم بتکثیر سوادکم ان لم تقاتلوا یا دفع کرو ہم سے قوم مشرکین کو باینطور کہ جماعت کی تکثیر کرو اگرچہ تم نہ لڑو و حاصل
آنکہ کثرت لشکر بھی باعث ہو جاتا ہی کہ دشمن نہ لڑے یا صلح کرلے یا بھاگ جاوے یہ گروہ عبد اللہ بن ابی منافق کا تھا کہ احد میں نکلنے سے لوٹ چلے
اور بعضے گروہ انصار کو بھی بہکایا چنانچہ سابق میں یہ قصہ گذر چکا ہی حاصل آنکہ اس معاملہ میں اللہ تعالے کی یہی حکمت تھی کہ ان منافقوں کو رسوا کرے
جن سے کہا گیا تھا کہ آؤ جہاد کرو یا نہ لڑو تو جماعت کو بھاری رکھو - قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ - بولے اگر ہم اچھی
طرح جانتے قتال کو تو تمہارے پیچھے آتے قال المترجم عبد اللہ بن ابی منافق نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ کے اندر سے لڑو تو اب طعن کرتا ہی کہ ہم
تو ابھی لڑائی ہی نہیں جانتے ہیں کیا تمہارے ساتھ آویں یعنے تم لوگ لڑائی کے قواعد سے واقف نہیں ہو پھر اللہ تعالی نے ان منافقوں کا نفاق
ظاہر کیا بقولہ تعالی هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ - آج وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہیں
ف بسبب اس کے کہ انھوں نے کھلے کھلے مسلمانوں کی مددگاری چھوڑ دی پس انکا منافق ہونا معلوم ہو گیا - اگر کہا جاوے کہ وہ کبھی
ایمان سے زیادہ قریب نہ تھے یہاں کیونکر فرمایا تو مفسر نے جواب دیا و کانوا قبل اقرب الی الایمان من حیث الظاہر پہلے تو ظاہر کی راہ سے وہ ایمان سے

زیادہ

اقرب تھے اگرچہ باطن میں تو اب اور پہلے ہمیشہ کافر تھے - یَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ - ولو علموا انا لا
لم یتبعوکم - اپنے منہوں سے ایسی بات کہتے ہیں جو انکے دلوں میں نہیں ہے اور اگر وہ جانتے کہ لڑائی واقع ہوگی تو کبھی تمھارے ساتھ نہ آتے
اگرچہ منہ سے کہتے ہیں کہ لو نعلم قتالا لاتبعناکم - اسی واسطے اللہ تعالی نے فرمایا - وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ من النفاق - اور جو نفاق
چھپاتے ہیں اُس کو اللہ تعالے خوب جانتا ہے یعنے انکو سزائے سخت دیگا - پھر انھیں کی مذمت میں فرمایا - الَّذِينَ - بدل من الذین
قبلہ او نعت یعنی یہ الذین - یا تو پہلے الذین نافقوا - کا بدل ہے یا اسکی صفت ہے اور یا ال واحد ہے - قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ - فی الدین ایسے
لوگ ہیں کہ کہتے ہیں اپنے بھائیوں کے حق میں یعنی دینی بھائیوں سے جو انکے مانند منافق ہیں یوں کہتے ہیں - وَ - قد - قَعَدُوا - عن الجہاد و حال انکہ
خود جہاد سے بیٹھ رہے ہیں - لَوْ أَطَاعُونَا - ای شہداء احد او اخوانا فی القعود - اگر یہ لوگ ہماری اطاعت کرتے - اس امر میں کہ بیٹھ
رہتے تو - مَا قُتِلُوا - قتل نہوتے - قُلْ - لہم - تو انسے کہدے - فَادْرَءُوا - او فعوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ - فی قولکم
فی ان القعود ینجی - تو اب دفع کر بیٹھو اپنی جان سے موت کو اگر تم سچے ہو اس بات میں کہ بیٹھ رہنا موت سے بچا دیتا ہے - آیت کا
موت و قتل ہر ایک مقدر ہے اپنے وقت سے پہلے نہیں آسکتا ہے اور سراج میں مذکور ہے کہ جسدن ان منافقوں نے یہ بات کہی تھی کہ اگر لوگ بجائے
ہمارا کہا مانتے تو نہ مرتے اُس دن بقضاء الہی ستر منافق مرے اور تفسیر سراج میں ہے کہ قولہ فادرؤا عن انفسکم الموت تخزان ہو قوفوں سے
استہزا ہے یعنی اگر تم ایسے ہی جوانمرد ہو کہ موت کے اسباب اپنی دانائی سے دور کر لیتے ہو تو سب اسباب دور کر لو تا کہ تم کو موت ہی نہ آوے -
اور جسدن تم ناچار مرے تو کہتے ہو کہ یہ وقت ٹل نہیں سکتا تھا اسکی کوئی تدبیر نہیں ہے پھر کیوں نہیں سمجھتے کہ قتل کا بھی یہی حال ہے بلکہ ایسا

پھر ذکر نفاق میں کہتے کی موت ہے اور جہاد میں شہادت ہے قوال تعالے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝

اور تو ہرگز مت سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۙ

خوشی کرتے ہیں جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوشوقتی چاہتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ جو ابھی نہیں پہونچے انہیں پیچھے سے

أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ

یہ کہ نہ ڈر ہے انپر اور نہ وہ غمگین ہیں خوشوقتی چاہتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور یہ ہے کہ اللہ

لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

نہیں ضائع کرتا مزدوری ایمان والوں کی

ربع
۱۷ ع ۱۷
۸

مترجم کہتا ہے کہ اوپر کی آیت میں تو اس بات کو بیان کر دیا کہ موت و قتل سب مقدر ہے جو اسکا وقت ہے ٹلتا نہیں ہے پھر جہاد سے بیٹھ رہنا
اور دیگر نافرمانیاں کرنا بیکار محض ہے اب فرمایا کہ جسکو یہ لوگ منافق موت سمجھتے ہیں اگر قتل فی سبیل اللہ ہو تو نہایت عمدہ زندگی ہے سیوطی نے
کہا کہ یہ آیت شہداء احد کے حق میں نازل ہوئی - اور حضرت انس رضی سے طول قصہ کے ساتھ ہے کہ اصحاب بیر معونہ جب شہید ہوئے تو آنحضرت
صلعم نے قاتل پر بددعا فرمائی اور انکے حق میں قرآن اترا - بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنہ - ہم نے اسکو ایک مدت تک
پڑھا پھر اللہ تعالی نے اسکو اٹھا لیا اور نازل ہوا قولہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ - اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک معنی اس حدیث کے

یہ ہین کہ اصحاب بیر معونہ کے حق مین جو قرآن نازل ہوا تھا اور اس سے خاص ان شہدا کی حیات و زندگی و رفعت درجات معلوم ہوتے تھے وہ
اٹھا لیا گیا اور اللہ تعالی نے شہدار احد کے حق مین یہ کلام نازل فرمایا جو عام ہی اور ہر شہید کے حق مین اسکے فضائل و کرامات پر دلالت
کرتا ہی اور یہ مین نے اسواسطے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ احد کے روز جب تمھارے بھائی شہید
ہوے تو اللہ عز وجل نے انکی روحون کو سبز پرندون کے جوف مین رکھا وہ جنت کی نہرون پر آتی ہین اور جنت کے پھل کھاتی ہین پھر سونے کی
ان قندیلون مین جو عرش کے نیچے لٹکتی ہین لوٹ جاتی ہین پھر جب انھون نے اپنا کھانا پینا اور رہنا اچھی خوبی سے پایا تو بولے کہ کاش ہمارے بھائی
لوگ بھی جان لیتے جو اللہ تعالی نے ہمارے ساتھ کرم کیا تا کہ جہاد سے بے رغبت نہوتے اور لڑائی سے سست نہوتے پس اللہ عز وجل نے فرمایا کہ مین
تمھاری طرف سے انکو خبر پہونچاتا ہون پس اللہ عز وجل نے یہ آیات اتارین۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ رواہ احمد وابن جریر وابو داود
والحاکم و صححہ وابن حمید والبیہقی من طرق اور نیز حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ و انکے اصحاب کے حق مین نازل ہوئی۔
قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین اور معنے یہ کہ حمزہؓ اور انکے ساتھ جو لوگ کہ احد مین شہید ہوے سب کے حق مین نازل ہوئی اور یہی قول قتادہ و ربیع
و ضحاک کا ہی کہ شہدار احد کے حق مین اتری اور جابرؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین تجھے کیون غمگین دیکھتا ہون مین نے عرض کیا
کہ میرا باپ شہید ہوا اور قرضہ و عیال چھوڑے ہین۔ فرمایا کہ تجکو خوشخبری دون کہ اللہ عز وجل نے کسی سے کلام نہین کیا مگر پردہ سے اور تیرے باپ سے
بالمواجہہ کلام کیا اور فرمایا کہ مجھسے مانگ مین تجھے دونگا عرض کیا کہ پروردگار یہ سوال ہی کہ دنیا مین بھیجدے تا کہ مین تیری راہ مین پھر دوبارہ قتل کیا جاؤن
اللہ عز وجل نے فرمایا کہ یہ تو مین پہلے مقدر کر چکا ہون تو جانتا ہی کہ شہید یا جو مرین وہ دوبارہ لوٹائے نجاوینگے۔ عرض کیا کہ ای پروردگار میرے پیچھے والونکو
خبر پہونچادے ہمارے اس عیش کی پس اللہ عز وجل نے نازل فرمایا ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیۃ۔ رواہ ابن مردویہ والبیہقی۔ بالجملہ یہ صحیح
ہی کہ آیت خصوص شہدار احد کے حق مین اور بعموم سب شہدار کے حق مین ہی لیکن انھین شہیدون کے حق مین ہی جو راہ خدا مین شہید ہون پھر
معراج مین ہی کہ وہ ستر شہید تھے جنمین سے چار مہاجرین حمزہ بن عبد المطلب جنکے حق مین جبرئیل علیہ السلام نے اسیوقت آکر خبر دی تھی
کہ یارسول اللہ لوح محفوظ مین سید الشہدار حمزہ بن عبد المطلب لکھے ہین اور مصعب بن عمیر اور عثمان بن شماس اور عبد اللہ بن جحش اور باقی سب
انصار مین سے تھے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا ۔ بالتخفیف والتشدید یعنی اکثر کی قراءۃ قتلوا ازقتل ہی اور ابن عامر کی قراءۃ مین قتلوا
از تقتیل ہی بنظر کثرت شہدار کے یا بدین معنے کہ پارہ پارہ کیے گئے۔ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ ای لاعلاء دینہ۔ یعنی اللہ تعالی کے دین
بلند ہونے کی راہ مین۔ کیونکہ مجاہد وہی ہی جو اسی واسطے لڑے کہ اللہ تعالی کا کلمہ بلند ہو۔ اور یہ خطاب حضرت صلعم کو ہی یا ہر ایسے شخص کو جو
خطاب کی صلاحیت رکھتا ہی اور وہ ہر مومن ہی جو دین مین خالص اور مقبول ہو۔ اَمْوَاتًا ۔ یہ دوسرا مفعول ہی حاصل آنکہ راہ خدا مین شہید ہونے
والون کو کبھی مردہ مت خیال کیجیو۔ بَلْ ۔ ہم۔ اَحْيَاۤءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۔ ارواحہم فی حواصل طیور خضر تسرح فی الجنۃ حیث شاءت کما ورد فی
حدیث۔ بلکہ وہ زندے ہین اپنے پروردگار کے نزدیک ف انکی روحین سبز پرندون کے پوٹون مین ہین وہ جنت مین جہان چاہتے ہین چرتے
پھرتے ہین جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی۔ یہان سے معلوم ہوا کہ زندگی فقط روح کو ہی جسم کو نہین ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسوقت انکی روحین اسطرح مثل
ستارون کے زندہ ہین اور حشر مین سب کے جسم جب زندہ ہونگے تو انکے جسم بھی زندہ ہونگے لیکن یہ ہی کہ انکی روحین ابھی سے جنت کی نعمت سے سرفراز ہین اور
باقیون کی روحین حشر کے حساب کے بعد جاوینگی ولیکن انبیاء و صدیقین کا اسپر قیاس نہین ہو سکتا ہی کیونکہ انکا مرتبہ شہیدون سے بڑھا ہوا ہی اور جمہور
کے نزدیک انکی زندگی تحقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ تمثالی ہی اور یہ غلط ہی پھر جاننا چاہیے کہ ابن عباسؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شہید لوگ بارق

نہر پہ دروازہ جنت پر سبز قبہ میں ہین انکے واسطے صبح و شام جنت سے رزق آتا ہی رواہ احمد و تفرد بہ اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ اسناد جید ہی مگر یہ سوال وارد ہوتا تھا کہ دیگر احادیث مین تو جنت کے اندر ہونا ثابت ہوا ہی تو شیخ ابن کثیر نے جواب دیا کہ شاید بات یہ ہی کہ شہیدون کے اقسام مین ایک قسم وہ کہ جو جنت مین انکی ارواح سیر کرتی ہین اور دوم وہ کہ جو اس نہر پہ ہوتے ہین جو دروازہ جنت پہ ہی اور کہا کہ یہ بھی احتمال ہی کہ سب جنت کے اندر ہیون ولیکن انتہائی سیر انکی جنت سے باہر اس نہر تک ہوتی ہی اور بیان جمع ہوئے مین واللہ اعلم ۔ یُرْزَقُوْنَ ۔ یاکلون من ثمار الجنۃ ۔ یعنی جنت کے پھل کھاتے ہین اور صحیح یہ ہی کہ یہ رزق تحقیقی ہی جیسا کہ جمہور کا قول ہی ۔ اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے ثنا جمیل ہی اور یہ بدعتی ملحد کا قول ہی جیسے کفار فلاسفہ قائل ہین کہ جنت فقط علمی صورتین خوب ہین اور جہنم نادانی کا الم ہی اور عجب کہ اس زمانہ مین بعضے مفسد پیدا ہوئے ہین جو مسلمانون کے بھیس مین عوام ہوا و ہوس کی پیروی کرنے والون کو سکھلاتے ہین کہ اسلام مین بھی یہی معنی مراد ہین اور تم کو ہر چیز شراب وغیرہ روا ہی جو فطرت کی راہ سے اچھی ہی یہ فرقہ گمراہ اور ملحد ہی ۔ فَرِحِیْنَ ۔ حال من ضمیر یرزقون ۔ یعنی فرحین کو نصب اسواسطے کہ یرزقون کی ضمیر سے حال ہی یعنے رزق دیے جاتے ہین شہید بندے درحالیکہ خوش ہین ۔ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ۔ اس نعمت سے جو اللہ تعالے نے اپنے فضل سے انکو عطا کی ۔ وَ ۔ ہم ۔ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۔ یفرحون ۔ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۔ من اخوانہم المومنین ۔ اور انکو خواہش فرحت ہی اپنے پچھلون سے جو ابھی تک ان تک نہین پہونچے ف اُن کے مومنین بھائی اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مسند امام احمد مین ایک حدیث روایت ہی جسمین ہر مومن کے واسطے بشارت ہی کہ اسکی روح جنت مین جہان چاہے چرتی ہی اور اسکے پھل کھاتی اور تازگی و سرور و کرامات دیکھکر مسرور ہوتی ہی چنانچہ کما قال الامام احمد حدثنا محمد بن ادریس ای الامام الشافعی عن مالک بن انس الاصبحی ای الامام مالک عن الزہری عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مومن کی روح جنت کی ایک چڑیا ہوتی ہی جو جنت کے درختون سے کھاتی رہتی ہی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اسکی روح کو حشر کے روز اسکے جسم مین واپس فرماوے ۔ ابن کثیر نے کہا کہ شہدا سے فرق یہ ہی کہ عام مومنون کی روحون کی نسبت شہیدونکی روحین قندیل ستارون کے روشن ہوتی ہین پھر شیخ ابن کثیر نے دعا مانگی کہ اللہ عز و جل کریم و رحیم اپنے فضل و کرم سے مجھکو ایمان پر موت دے مترجم کہتا ہی آمین وصلی اللہ تعالی علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ و علی جمیع الانبیاء و المرسلین والحمد للہ رب العالمین ۔ پھر جاننا کہ محمد بن اسحاق و سدی نے یستبشرون کی تفسیر بشیرون کے ساتھ کی یعنی مسرور ہوتے ہین ۔ اور سعید بن جبیر نے فرمایا کہ جب وہ لوگ جنت مین داخل ہوے اور اللہ تعالیٰ نے جو کرامات شہیدون کے واسطے رکھی تھین وہ دیکھین تو بولے کہ کاش ہمارے وہ بھائی جو دنیا مین ہین جانتے کہ ہم کس کرامت و بزرگی مین ہین تاکہ جب جہاد مین حاضر ہوتے تو ایسے لڑتے کہ شہید ہو جاتے پس یہی بھلائی پاتے جو ہمکو ملی ہی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حال سے خبر دی اور پروردگار عز و جل نے شہیدون کو آگاہ فرمایا کہ مین نے تمہارے نبی صلعم پر تمہارا حال نازل کر دیا پس اس سے مستبشر ہوئے پس یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم ۔ اَنْ ۔ بدل من الذین ۔ یہ بدل اشتمال ہی الذین سے ای بان ۔ لَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ ۔ ای الذین لم یلحقوا بہم ۔ بایں طور کہ نہین خوف اوپر ان لوگون پر جو انسے لاحق نہین ہوے ۔ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ فی الآخرۃ والمعنی یفرحون بامنہم و فرحہم ۔ اور نہ وہ غمگین ہونگے آخرت مین اور معنے یہ ہین کہ وہ خوشناک ہوتے ہین انکی امن و فرح سے ۔ اور مترجم کے نزدیک سوافق تفسیر حدیث کے یہ معنے اول ہین کہ وہ لوگ یہ خوشخبری اپنے بھائیون کے حق مین چاہتے ہین کہ انکو بشارت دیدی جاوے کہ ہم لوگ ایسی حالت مین ہین کہ ہمپر خوف و غم کسی طرح نہین ہی ۔ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ ۔ ثواب مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ ۔ زیادۃ علیہ یعنی فضل

سے مراد ثواب موعود پر زیادتی ہے۔ المعنی اللہ تعالے کی طرف سے نعمت اور اسپر مزید فضیلت پاکر خوشی میں پھولے نہیں سماتے ہیں
وَاَنَّ - بالفتح عطفا علے نعمۃ والکسر استینافا - یعنے ان بالفتح کی قراءۃ میں عطف ہے اس جملہ کا مفرد کے حکم میں ہوکر لفظ نعمت پر - اور ان
بالکسر کی قراءۃ پر جملہ مستانفہ ہے۔ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ - بل یاجرہم - اور اللہ تعالی مومنوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا
بلکہ انکو جزا ئے جمیل عطا فرماتا ہے - اور قرارت بالفتح کے معنی یہ کہ نعمت وفضل وفا ئے وعدہ پر مسرور ہیں - بالفتح قراءۃ پر محمد بن اسحٰق نے کہا
کہ خوش ہوے جب انھوں نے دیکھا کہ جو انسے وعدہ کیا گیا تھا وہ وفا کیا گیا اور جزیل ثواب پا گیا - اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ آیا
یہ کریمہ میں سب مومنین جمع کیے گئے خواہ شہید ہوں یا کوئی اور ہوں اور کثر اللہ تعالی نے نبی کی فضل ذکر کیا جو نبیوں کو دیا یا ثواب جو انکو دیا بلکہ انکا جو انکے
پیچھے وہ بھی ذکر کیا جو مومنین کو عطا فرمایا ہے ف عرائس البیان میں ہے قولہ تعالی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا - یہاں تنبیہ کی
کہ جو شخص راہ حق میں قتل ہوا وہ حدوث کدرت سے نکلکر مقام منور کی طرف پہونچا اور نور ازل کے ساتھ ملتبس ہوا اور صفات حق سبحانہ سے متحد
ہیں وہ احدیت اور جمع وتفرقہ سے خارج ہیں انکا فیض افعال میں اسمار کے ساتھ تفرقہ ہے اور غیبت میں انکا وہ اہل وحدت کے واسطے جمع ہے اور تجلی وصال
نور صفت بقا ہے - اور جب وہ حدوث سے نکلکر جمال رحمن تک پہونچا تو اسکے اوپر حدوث کے صفات سے کچھ بھی جاری نہوگا چنانچہ اسپر موت
و فنا کچھ جاری نہوگا بلکہ وہ زندہ ہو جائیگا یعنی زندہ کہا جائیگا اور یہ زندگی تحقیقی ہے کیونکہ وہ موصوف بزندگانی حق ہو گیا اور زندگانی
حق عزوجل کی ابدی ہے اور اسپر انسانی زندگی وموت کی کوئی علت جاری نہیں ہوتی ہے - اور یہ مرتبہ اسکے نفس مشاہدہ وعندیت سے ہے اسواسطے کہ جو
شخص راہ حق میں مقتول ہوا اسکی زندگی قربت وعندیت کے فیض سے ہے اور جو شخص کہ عندیت میں ہو وہ کیونکر فنا ہوگا حالانکہ وہ شہود حق میں رکھا
گیا ہے اور جو شخص کہ تیغ ارادت سے قتل ہوا وہ باقی بنور قدرت ہے اور جو شخص کہ تیغ محبت سے قتل ہوا وہ بمشاہدہ میں باقی ہے اور جو تیغ معرفت سے قتل ہوا
وہ انس وصال میں باقی ہے اور جو تیغ توحید سے قتل ہوا وہ بوحدت فی الوحدت باقی ہے اور مردہ وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے دیدار پر زندہ ہے اور اپنی
ہوا وہوس کا بندہ ہے اور شیخ ابوسعید قرشی نے اس آیت میں کہا کہ تو ایسے لوگوں کو جو راہ ارادت میں اسکے وصال کی آرزو میں ہلاک ہوے
ہیں یہ مت خیال کر کہ اپنے مقامات میں مردہ ہیں بلکہ وہ اپنی مراد اعلی میں پہونچ گئے - ابن عطا نے کہا کہ اگر تم کو بھی دیکھ لیتے تو اس کی
نعمت وفضل دیکھنے کی خوشی زائل ہو جاتی مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح میں حضرت جابر کے والد کے ساتھ جبرا کا کلام کرنا منصوص ہے فافہم -

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ
جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور اسکے رسول کا بعد اسکے کہ انکو پہونچ چکا تھا گھاؤ ہوا جو ان میں نیک ہیں
وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ○ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ
اور پرہیزگار انکو ثواب عظیم ہے جن کو کہا لوگوں نے کہ ان لوگوں نے جمع کیا ہے تمھارے مقابلہ کو سامان تم ان سے ڈرو
فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ○ فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ
سو اور بڑھ گیا انکا ایمان اور بولے کہ بس ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے پھر چلے آئے اللہ تعالے کے احسان سے اور فضل سے
لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ○ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ
کچھ نہیں پہونچی انکو برائی اور چلے اللہ کی رضا پر اور اللہ کا فضل بڑا ہے یہ تو شیطان ہے
يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○
کہ خوف دلاتا ہے اپنے دوستوں کا سو تم انکا مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو

۱۷ع

اَلَّذِیْنَ - مبتدا ہے یعنی یہان سے کلام جدید شروع ہی اور یہ الذین مبتدا ہی اور سابق سے اسکو تعلق یہ ہی کہ غزوۂ احد کے بعد ہی واقع ہوا ہی الذین موصول مع اپنے صلہ قولہ استجابوا الخ کے مبتدا اور اسکی خبر یہی جملہ ہی وہ للذین احسنوا ہی جیسا کہ آتا ہی۔ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ - دعاء و بالخروج للقتال لما اراد ابوسفیان واصحابہ العود وتواعدوا مع النبی صلعم سوق بدر العام المقبل من یوم احد یعنی حکم مانا واسطے اللہ ورسول کے - یعنی بلانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قتال کے لیے نکلنے کو جبکہ ابوسفیان واسکے ساتھیون نے لوٹنے کا ارادہ کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کے روز باہم وعدہ کر گیا تھا کہ وعدہ گاہ ہمارا تمہارا سال آیندہ مین بازار بدر ہی ف مترجم کہتا ہی کہ یہ روز حمراء الاسد واقع ہوا اور بیان یہ ہوئی کہ مشرکین نے جب مسلمانون مین سے شہید و مجروح کیے کہ اوپر بیان ہوا تو اپنے دیار کو لوٹے تو راہ مین اپنے چلے آنے پر نادم ہوے کہ ہم نے کیون نہین مدینہ پر حملہ کرکے ان سب کا فیصلہ کر دیا پس جب یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہونچی تو آپ نے مسلمانون کو لڑائی پر چلنے کے واسطے کہا کہ مشرکون کے پیچھے چلو تاکہ مشرکون کو رعب ہو اور جانین کہ ابھی قوت و دلیری باقی ہی اور فقط انہین لوگون کو شرکت کی اجازت دی جو بروز احد موجود تھے انہین سے سب کو چلنے کو کہا سوائے جابر کے کہ انکو اجازت دیدی تھی پس مسلمانون نے باوجود زخمون سے چور چور ہونے کے حکم اللہ و رسول کو قبول کیا پس آپ مسلمانون کو لیکر روانہ ہوے یہانتک کہ حمراء الاسد تک پہونچے تو ابوسفیان رعب مین آگیا اور مشرکون نے کہا کہ آیندہ سال ہم آوینگے پس رسول اللہ صلعم واپس تشریف لائے پس یہ دونگی ایک غزوہ شمار ہوا اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیۃ - رواہ ابن ابی حاتم عن عکرمہ وابن مردویہ من طریقہ عن ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ انھون نے اپنی بہن کے بیٹے عروۃ بن الزبیر سے کہا کہ تیرے دونون باپ یعنی زبیر و ابوبکر بھی ان لوگون مین تھے جنکی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیۃ - کہا عائشہؓ نے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو احد کے روز پہونچا جو پہونچا اور مشرکین لوٹ گئے اور پھر مشرکون کے واپس ہونیکا خوف ہوا تو فرمایا کہ کون انکے پیچھے پیچھے چلتا ہی پس انہین سے ستر آدمیون نے قبول کیا جنہین ابوبکرؓ و زبیرؓ بھی تھے رواہ البخاری والحاکم اور بغیر معالم وغیرہ مین بھی مذکور ہی کہ آپ کے ان ساتھیون مین بعضے ایسے زخمی تھے کہ ایک دوسرے کو کچھ دور لاد کر لیجاتا تھا پھر وہ اسکو لاد کر لیجاتا تا اسطرح انھون نے اپنی جانون پر مشقت کا تحمل کیا اور حکم اللہ والرسول کی نافرمانی و ثواب چھوڑنا گوارا نہ کیا - اور ابن جریر کی روایت ابن عباس مین ہی کہ ستر آدمیون قبول کرنے والون مین حضرت صدیقؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و زبیرؓ و سعدؓ و طلحہ و عبد الرحمن بن عوف و عبد اللہ بن مسعود و حذیفہ بن الیمان و ابو عبیدۃ بن الجراح بھی تھے اور حمراء الاسد مدینہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہی اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ معبد خزاعی نے جو اسوقت اگرچہ مشرک تھا مگر آنحضرت صلعم کا ہم سوگند تھا مکہ مین جا کر مشرکون کو دھمکایا کہ محمد کے ساتھ بڑا لشکر ہی تم نکلے اور مارے گئے پس ابوسفیان و اسکے ساتھی مکہ کی طرف بھاگ گئے اور انکو قبیلہ عبد القیس کے کچھ لوگ جو مدینہ آنیوالے ملے ان کو ابوسفیان نے کچھ دینا کہا کہ محمد و انکے ساتھیون سے دھمکا دینا کہ ہم نے لشکر جمع کیا ہی تاکہ وہ موسم بدر مین نہ آوین اور اسوقت واپس جاوین پھر ہم کو وہان یہ وعدہ ادا کرینگے - ان لوگون نے حضرت صلعم کو حمراء الاسد مین پاکر پیغام مذکور پہونچایا پس یہ سب بولے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور ابو عبیدہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم کو جب قریش کے لوٹنے کی خبر پہونچی تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر وہ لوگ لوٹتے تو انپر دوزخ کے پتھر برستے جس سے بالکل نابود ہو جاتے اور بہ اسناد روایت محمد بن اسحاق کے حسنؒ و عکرمہ و قتادہ وغیرہم سے مروی ہی کہ یہ غزوہ حمراء الاسد کے بارہ مین ہی - اور بعض نے کہا کہ احد کے روز جب آنحضرت صلعم اپنے اصحاب کے پاس کوہ احد پر پہونچے تو بعد دیر کے ابوسفیان ظاہر ہوا اور منجملہ اور باتون کے یہ کہا کہ اے محمد ہمارا تمہارا وعدہ گاہ بدر صغریٰ ہی اگر تم چاہو تو آپنے فرمایا تھا کہ ہان انشاء اللہ تعالیٰ

پس یہ آیت اسکے بیان مین ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صحیح تو قول اول ہے کہ غزوۂ حمراء الاسد مین ہوا قولہ الذین استجابوا للہ والرسول وہ نیک بندے جنہون نے اللہ تعالیٰ و رسول کا بلانا قبول کیا۔ مِنۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ۔ بعد ازانکہ پہونچی تھی انکو قرح یعنی زخم و جراحت جس کا درد والم ہنوز باقی تھا۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ۔ تو ان نیکون مین سے جنہے مرتبہ احسان کا کام کیا ف اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی۔ وَاتَّقَوْا۔ مخالفۃ۔ اور اللہ تعالیٰ یا اسکے رسول کی مخالفت سے پرہیز کیا انکے لیے۔ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ ہو الجنۃ۔ اجر عظیم ہے وہ جنت ہے ف معلوم ہوا کہ قولہ للذین احسنوا الخ سے خبر ہے اور فائدہ یہ نکلا کہ الذین استجابوا الخ مبتدا سب بندے اس مرتبہ و ثواب کے مستحق ہین پھر اللہ تعالیٰ نے انکی مزید فضیلت بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ۔ یہی بندے ایسے ہین کہ انسے لوگون نے کہا ف یعنی نعیم بن مسعود اشجعی نے کہا کہ۔ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ۔ تمہارے لیے جماعت جمع کی ہے لوگون نے ف ابوسفیان و اسکے ساتھیون نے بڑا لشکر تمہارے مقابلہ کے لیے جمع کیا ہے۔ فَاخْشَوْهُمْ۔ سو تم انسے ڈرو ف اور اب مقام بدر مین لڑنے مت جاؤ۔ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا۔ پس اس کلام نے انکا یقین بڑھا دیا ف اور بزدل نہین ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا۔ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ۔ اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو کافی ہے اور وہی اچھا وکیل ہے ف ہم لشکرون وغیرہ پر بھروسا نہین کرتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمت دنیا و آخرت سے سرفراز فرمایا۔ قصہ اسکا معالم وغیرہ مین یون مذکور ہے کہ دوسرے سال وعدہ پر ابوسفیان نکلا مر الظہران پر اترا پھر اللہ تعالیٰ نے اسکے دل مین رعب ڈالدیا کہ وہ لوٹ گیا اور نعیم بن مسعود عمرہ ادا کرنے کو مکہ گیا تھا اس سے ملا اور یہ شخص اسوقت مشرک تھا پھر غزوۂ خندق مین مسلمان ہوا ہے پس ابوسفیان راہ مین نعیم بن مسعود سے ملا اور کہا کہ یہ سال قحط ہے ہمکو سال فراخ چاہیے ہے کہ ہمین دودھ ملین اور چراوین اور مین نے محمدؐ سے بدر مین لڑائی کا وعدہ کیا تھا اب مین اس سال نہین جانا چاہتا اور مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آوین اور مین نجاؤن کہ میری طرف سے وعدہ خلافی ہو سو اگر تجھسے یہ ہوسکے کہ تو انکو ڈرا کر مدینہ مین رکھے اور وہ باہر نکلین تو تجھے دس اونٹ دونگا اور سہیل بن عمرو کے پاس رکھدونگا وہ اسکا ضامن ہے اس قرارداد پر نعیم بن مسعود مدینہ مین آیا یہان دیکھا کہ مسلمان سامان جنگ کرنے اور نکلنے کو تیار ہین اسنے کہا کہ تم کہان جانا چاہتے ہو بولے کہ ہم نے ابوسفیان سے موسم بدر صغریٰ کا وعدہ کیا ہے بولا کہ تمہاری رائے بہت بری ہے وہ تمہارے یہان آئے تو تم مین سے تھوڑے بچے اب تم انکے یہان گھسنے ہو دیکھو کیا حال ہو حالانکہ انھون نے بڑا لشکر جمع کیا ہے واللہ تم مین سے کوئی بچ نکلنے والا معلوم نہین ہوتا ہے پس بعض اصحاب رسول اللہ صلعم نے نکلنا مکروہ جانا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واللہ مین تنہا جاؤن گا اگرچہ تم مین سے کوئی نجاوے پھر آپ ستر سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے جو کہتے تھے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اور انھون نے اس نعیم مذکور کے قول پر التفات نہین کیا مترجم کہتا ہے کہ ابن عبدالبر و ابن حجر نے کہا کہ اسکے بارہ مین کوئی روایت اسناد سے نہین ہے فقط ثعلبی نے نقل کیا ہے اور سہیلی اسی طرف گیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسپر وارد ہوتا ہے کہ نعیم مذکور واحد تھا اسکو الناس کیونکر کہا اور جواب دیا گیا کہ ناس کی جنس سے ہے لہذا اسپر اطلاق کیا گیا جیسے کہا جاتا ہے کہ فلان یرکب الخیل۔ وہ گھوڑون پر سوار ہوتا ہے۔ حالانکہ اسکے پاس ایک ہی گھوڑا ہوتا ہے اور جیسے قولہ تعالیٰ ام یحسدون الناس ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر پوشیدہ نہین کہ شیخ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق وغیرہ کی روایت سے ذکر کیا کہ الناس سے مراد گروہ عبد القیس ہے جنکے ہاتھ ابوسفیان نے کہلا بھیجا تھا ابن عبدالبر و ابن حجر نے کہا کہ اسکی اسناد موجود ہے مگر اسمین انقطاع و ابہام ہے اور الناس گروہ عبد القیس ہے قولہ ان الناس یعنی ناس سے مراد ابوسفیان و اسکے ساتھی مشرکین ہین قولہ قد جمعوا لکم۔ یعنی جمع کیا ہے

تمھارے واسطے لشکرون کو تاکہ تم کو جڑ سے نابود کردین قولہ فاخشوہم پس انسے ڈرو ۔ مراد یہ کہ تم نکلکر خود انکی طرف مت جاؤ ۔ سو واسطے
کہ بہکانے والا اسی غرض سے آیا تھا کہ مسلمانون کو مدینہ کے اندر روکے ۔ قولہ فزادہم ای ذلک القول یعنے اس قول نے انکو بڑھادیا قولہ ایمانا
تصدیقًا باللّٰہ ولیقینًا ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تصدیق و یقین کو اور مراد یہ ہی کہ انھون نے یہ قول سنکر بزدلی نہین کی اور نہ اسپر کچھ التفات کیا بلکہ
اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا اور اسی سے اخلاص کیا اور طمانینت و دین کی قوت بڑھ گئی چونکہ اس خلوص کا اور رجوع کا سبب یہ قول ہوا تھا سو جہ سے
اسکی طرف نسبت کردی ہو واضح ہو کہ کلمہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل کے فضائل بکثرت وارد ہوے ہین ۔ حدیث مین ہی کہ جس امر مکروہ پہونچنے کا خوف
ہو اور حسبنا اللہ و نعم الوکیل کہکر توکل کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے مکروہ سے بندہ کو محفوظ فرماتا ہی ۔ (اسنادہ حسن) پھر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور نکلکر روانہ ہوے مفسرؒ نے لکھا ۔ وخرج مع النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ الرعب فی قلب
ابی سفیان و اصحابہ (ھ) یہ برکت ہی جاننا چاہیے کہ قولہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل کی بہت تعریف ہی چنانچہ ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ اس
کلمہ پاک کو ابراہیم علیہ السلام نے اسوقت کہا تھا کہ جب نمرود ملعون نے انکو آگ مین ڈالا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت کہا کہ جب لوگون نے
انسے کہا کہ مشرکین نے تمھارے مقابلہ کو گروہ جمع کیے ہین کما فی روایۃ البخاری اور شداد بن اوس رضؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ حسبنا
اللہ و نعم الوکیل ۔ ہر خائف کے لیے امان ہی رواہ ابونعیم ۔ اور روایت ہی کہ جب کسی چیز سے خوف کرکے یہ کلمہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس خوف سے اس کو
نجات دیتا ہی (الطبرانی) اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کلمہ پڑھا اور مفسر رحمہ اللہ نے لکھا وخرجوا مع النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ
الرعب فی قلب ابی سفیان و اصحابہ فلم یاتوا وکان معہم تجارات فباعوا وربحوا ۔ یعنے صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ روانہ ہوکر بازار بدر مین پہونچے اور ابوسفیان سردار قریش کے دلمین و اسکے ساتھیون کے دل مین اللہ تعالیٰ نے رعب ڈالدیا تو وہ لوگ
مقابلہ مین نہین آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مین اموال تجارت تھے جنکو انھون نے فروخت کرکے نفع کمایا (دو چند نفع) اور آٹھ
روز تک وہان ٹھہرے) قال تعالیٰ ۔ فَانْقَلَبُوْا ۔ رجعوا من بدر ۔ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۔ بسلامۃ وربح لَّمْ يَمْسَسْهُمْ
سُوْٓءٌ ۔ من قتل او جرح ۔ پس لوٹے بدر سے نعمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فضل کے ساتھ (یعنے سلامتی و نفع کے ساتھ)
نہین چھوا انکو کسی برائی نے (یعنی قتل و جراحت وغیرہ انکو کچھ نہین پہونچی) وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۔ بطاعتہ و رسولہ فی الخروج ۔ اور
انھون نے پیروی کی رضوان اللہ تعالیٰ کی (بایں طور کہ جہاد کے لیے جانے مین اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کی) مترجم کہتا ہی
کہ قولہ ورسولہ اصل مین بطاعتہ و طاعۃ رسولہ تھا کیونکہ عطف ضمیر مجرور پر ہو ولیکن مفسرؒ نے مسامحہ کیا ۔ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۔ علی اہل طاعتہ
اللہ بڑے فضل والا ہی اپنے فرمانبردارون پر فضل عظیم فرماتا ہی جسکو لوگ نہین سمجھتے ہین مترجم کہتا ہی کہ مفسرؒ نے اس فاصلہ کا ربط بتلادیا
اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کا نفع وغیرہ دینے مین تو فضل بسیط اور عام ہی کافرون و مومنون سب کو شامل ہی جواب یہ ہی کہ فضل بنظر حقیقت
و انجام ہی اور انجام فقط مومنون کے واسطے بہتر ہی اگرچہ نفع وغیرہ دنیاوی نعمت مین مومن و کافر سب شامل ہین فرق یہ ہی کہ مومنون کے واسطے کرامت
ہوتا ہی اور کافرون کے لیے استدراج ہی یعنی وہ اپنی گمراہی مین اور زیادہ پاؤن پھیلاتے ہین نظیر اسکی لڑائی کی فتح و شکست ہی چنانچہ بدر مین موحد کے طور پر
پر کافرون کو سخت شکست دی پھر احد مین باوجود مخالفت اہل اسلام کے اول مین فتح و نصرت عظیم تھی حتی کہ کافرون نے خوف بدر سے بھاگنا شروع کیا
لیکن اہل ایمان کو آزمایش مین ڈالا تاکہ صدق پر ظاہر ہون اور کافرون کا غرور بڑھا اور سمجھے کہ یون ہی ہوا کرتا ہی اور ہمارے بتون نے ہماری
مدد کی ۔ اور اہل ایمان کو بکمال آزمایش کے لیے اس جہاد بازار بدر کے وقت ایک شخص نے شیطان کا پیام کہنے کی جازت لی تم ڈرو کہ کفار بکثرت جمع ہین

یعنے تمام کام کا انجام انہین کے اپیر پرہے اور قبضہ قدرت موثر حقیقی نہین ہے تو اسوقت بھی مومنون نے اسکو رد کر دیا کہ یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین حتی کہ اللہ
تعالی چاہے تو ایک مجاہد مومن کو جملہ کافرون پر فتح دے اور چاہے کافرون کو یون ہی ہلاک کر دے اور یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین - اللہ تعالی نے
فرمایا - اِنَّمَا ذٰلِكُمُ القائل لکم ان الناس الخ - یعنی جسنے تمسے کہا کہ ان الناس قد جمعوا لکم الخ - لوگون نے تمھارے مقابلہ کے لیے بڑا جما کیا ہے -
تم انسے ڈرو) تو یہ کچھ نہین سوا اسکے کہ اَلشَّيْطٰنُ - شیطان ہے کہ - يُخَوِّفُ - کم - اَوْلِيَآءَهٗ - الکفار - ڈراتا ہے (تمکو) اپنے
دوستون (ای کفار سے) مترجم کہتا ہے کہ شیطان اہل طاعت کو طرح طرح کے خوف دلاتا ہے چنانچہ مجاہدین کا فرون کی کثرت و غلبہ کا خوف
دلاتا ہے اور زکوۃ دینے مین فقیر ہو جانے کا اسیواسطے حدیث مین آیا کہ جب ایسا وسوسہ پاوے تو لاحول پڑھے اور فضل الٰہی پر یقین کرے کما امر
مجاہدین کہے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل - اور دیگر مقامات کا بیان اپنے اپنے موقع پر آویگا - الحاصل یہ شیطان ہے کہ تمکو اپنے یارون یعنے کافرون سے
ڈراتا ہے - فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ - فی ترک امری - پس تم شیطان کے یارون سے مت ڈرو اور مجھسے ڈرو یعنی میرا حکم چھوڑنے مین ڈرو
کہ کوئی عذاب سے بچانے والا نہین ہے - خافون در اصل خافونی تھا اور یہ یاء متکلم کثرت سے حذف ہوتی ہے اور معنے یہ کہ ڈرو مجھسے یعنی میرے حکم پر بندگی
چھوڑنے مین مجھسے ڈرو اور یہ معنے نہین کہ اللہ تعالی کی ذات پاک سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالی کی محبت لازم ہے اگرچہ اسکے معنے یہ بیان ہوے کہ
اسکے حکم کی اتباع کرے لیکن اتباع در اصل محبت کا لازمہ ہے - پھر نیک بندون کو ہوش دلایا بقولہ تعالی - اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ - حقا -
اگر تم مسلمان ہو یعنی سچے مومن ہو ف تو مجھی سے ڈرو - یہ جزا محذوف ہے ماقبل کی دلالت سے حذف ہوئی خلاصہ یہ کہ تم شیطان کی بات مت مانو
اگر مومن ہو اور اللہ تعالی نے یہی مقام امتحان رکھا ہے اور واضح ہو کہ شیطان و اسکے یار و تمام جہان کسیکو ایک ذرہ مجال نہین ہے کہ تصرف کر سکے
ولیکن اللہ تعالی نے ہر ایک کے پسند و اسکا نتیجہ و انجام رکھا ہے پس شیطان و اسکے یارون نے دنیا و جہنم اختیار کی ہے اگرچہ انجام جہنم کو نہین جانتے
بلکہ جہنم ہی سے منکر ہو کر شیطان کے قبضہ مین ہین اور اللہ تعالی نے مومنون کو ارشاد فرمایا کہ تم آخرت و جنت اختیار کرو کہ وہ دار کرامت ہے اور دنیا مین
جسکو کافرون نے اختیار کر لیا ہے انکے ساتھ ان قواعد شرع پر بسر کرو کیونکہ کافرون نے دار جنت تم کو دیدیا ہے تو تمنے اسی دنیا سے اسکو لیا پس انصاف
کر لو اور دنیا کو اللہ تعالی کے نام پر قربان کرو کیونکہ دنیا و ما فیہا و آسمان و زمین سب اسی کی ملک ہے - (مسئلہ) اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ جہاد کی
خالص نیت ہو تو ذیل مین تجارت کا قصد بھی مضر نہین ہے جیسے حج مین صریح اجازت مذکور ہوئی ہے ف عرائس مین ہے کہ قولہ تعالی الذین استجابوا
للہ والرسول - حق عز و جل کی دعوت قبول کرنا اسطرح ہے کہ اسکی محبت سے طاعت ہو اور اسکے قرب کے لطائف و کرامت کا شوق ہو مترجم
کہتا ہے جو لوگ اللہ تعالی کی یاد مین ہین وہی اسکے مقرب ہین یعنے اسکے نام پاک کے مصاحب ہین کما جاء فی الحدیث اور رسول اللہ صلعم کی
استجابت اسواسطے کہ اللہ عز و جل کے انوار صفات کے آثار اسپر موجود ہین - اور اسمین اشارہ ہے مقام اتحاد کی طرف کیونکہ امر واحد ہے اور اللہ سبحانہ
تعالی نے انکو حسن ارادت سے موصوف کیا کہ اسکی محبت و طلب تقرب مین ارادہ و ثوق رکھتے اور اپنی جانین صدقہ کرتے ہین اگرچہ جنگ احد مین
زخم برداشت کر چکے ہین چنانچہ فرمایا من بعد ما اصابہم القرح - اور واسطے آنکے کہا کہ اللہ تعالی کی استجابت تو یقین و صدق نیت ہے اور رسول کی استجابت
اسطرح کہ اسکے حکمون کی پیروی اور اسکی مخالفتون سے پرہیز کر یعنی بسر و چشم اسکی شریعت کا قبول ہے قولہ تعالی للذین احسنوا منہم واتقوا اجر
عظیم - جو لوگ مقام احسان کو پہونچے یعنی امتحان مین اللہ تعالی ہی کو دیکھتے رہے اور پرہیز رکھا تمام ان چیزون سے جو اللہ تعالی اور اسکے
بندون کے درمیان حجاب ہوتے ہین تو انکو اجر عظیم ہے تقوی یہ کہ اپنے نفس و اسکے ہوا و ہوس سے بچے جبکہ انھون نے اپنی مراد سے نکلکر مراد
حق کو قبول کیا - اور اجر عظیم یہ ہے کہ جو اللہ تعالی نے انکے واسطے آخرت مین مہیا کر رکھا ہے اور منجملہ اسکے یہ کہ انکو اپنے دیدار تک پہونچانا

بندون

بدون سپہر وعتاب وحساب وحجاب کے اور بعض نے فرمایا کہ للذین احسنوا منھم۔ یعنی جن لوگون نے حضرت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو قبول کیا اور اسکی مخالفت سے پرہیز کیا ظاہرًا و باطنًا تو انکے واسطے اجر عظیم ہو یعنی حق عزوجل کی مجاورت ومشاہدہ ہین انکو درجہ ملیگا اور استاد رحمہ نے فرمایا کہ حق عزوجل کی استجابت باین طور کہ اسکے وجود پاک کی حقیقی تصدیق کرے اور استجابت رسول علیہ السلام باین طور کہ جو اس نے حدود فرمائی ہین انکی کے موافق اپنی عادت رکھے اور استجابت حقتعالی صفا در حق ربوبیت ہو اور استجابت رسول صلعم وفا در اقامت عبودیت قولہ القرح اشارت ہو کہ ابتدا سے حال مین رخنہ وجرح سے لغزش ہوتی ہو پھر وہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ کہکر مستقیم ہوے چنانچہ حدیث مین ہو کہ لایلدغ المومن من حجر مرتین مومن ایک رخنہ سے دوبار زخم نہین کھاتا۔ ھ (المترجم) قولہ للذین احسنوا منھم احسان یہ ہو کہ تو اللہ تعالی کی عبادت کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہو اور وہ مشاہدہ ہو واتقوا۔ پس اگر تو اسکو نہ دیکھے تو وہ تجھکو دیکھتا ہو اور یہ مراقبہ در حال مجاہدہ ہو۔ اجر عظیم اہل ہدایت کے واسطے کسی وقت پر اور اہل نہایت کے واسطے فی الحال ہو۔ قولہ تعالی فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مومنین۔ پاکیزہ کیا حق سبحانہ تعالی نے درگاہ کبریائی کو تہمت اغیار سے اور پسید کیا شرکت کے وہم کو حضرت جلال سے۔ چنانچہ فرمایا خافون یعنی مجھی سے خوف کرو اس بات مین کہ تمھارے اسرار کسی غیر کی طرف التفات کرین۔ اور جس وصف کمال کا وہ تعالی مستحق ہو اسکو شیطان وغیرہ سے دور کیا جو اسکا مستحق نہین ہو اور خوف دلایا اپنی ذات سے اپنے بندون کو اپنے حقوق ربوبیت کا اور اس خوف مین غیر کا کوئی حصہ نہین ہو۔ ایمان کے خوف وامید کو محل بیان مین وقوع امتحان کے وقت ملادیا پھر جب مشاہدہ ہوگیا تو انوار ہیبت ظاہر ہوجاتے ہین اور خوف کی علت جاتی رہتی ہو۔ ان لوگون کی کمال بزرگی دیکھو کہ انکو اپنی ذات سے خوف دلایا نہ اپنے عذاب سے جسنے غیر سے خوف کیا وہ حق تعالی کے ساتھ شرک کا محل ہوجاتا ہو حالانکہ جسنے مجھی سے خوف کیا وہ محل ایمان مین ہو اور جسنے میرے غیر سے خوف کیا وہ محل شرک مین ہو اور یہ شرک خفی ہو۔ اور واسطی رحمہ نے کہا کہ ایمان کی شرطین سے خوف ہو اور علم کی شرطین سے خشیت ہو اور یہی اشارہ ہو بقولہ تعالی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ اور ابن عطاء رحمہ نے فرمایا کہ جبتک تم طریقہ پر ہو مجھسے خوف رکھو کیونکہ جسنے خوف چھوڑا اسنے راہ مستقیم کو چھوڑدیا اور کہا گیا کہ ایمان خوف وامید کے درمیان ہو (ع) پھر اللہ تعالی نے اہل ایمان کو یہود وغیرہ مشرکون ومنافقون کے دائم وقبائح پر تنبیہ فرمائی بقولہ تعالی

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ

اور تجھ کو غم نہ آوے ان لوگون سے جو کفر کرنے دوڑتے ہین وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھ اللہ چاہتا ہو کہ نہ دیوے

لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ

انکو حصہ آخرت مین اور انکو بڑی مار ہو جنھون نے خرید کیا کفر کو ایمان کے بدلے

يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ

وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھ اور انکو دکھ کی مار ہو اور نہ سمجھین منکر لوگ کہ ہم جو فرصت دیتے ہین انکو کچھ بھلا ہو

لِأَنْفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ

انکے حق مین ہم تو فرصت دیتے ہین تاکہ بڑھتے جاوین گناہ مین اور انکو ذلت کی مار ہو اللہ وہ نہین کہ چھوڑدے

الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ

مومنون کو جس حال پر تم ہو جب تک جدا کرے ناپاک کو پاک سے اور اللہ وہ نہین

لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ

کہ تمکو خبر دار کرے غیب پر ولیکن اللہ چھانٹ لیتا ہو اپنے رسولون مین جسکو چاہے سو تم یقین لاؤ اللہ پر

وَرُسُلِهٖ ج وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ○

اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تمکو بڑا ثواب ہے

وَلَا يَحْزُنْكَ - بضم الیاء وکسر الزاء و بفتحها وضم الزاء من حزن لغة فی أحزنه - یعنی نافع کی قراءۃ میں یُحْزِنْ بضمہ یاء تحتیہ کسرہ زاء منجمۃ از باب افعال ہے اور باقیوں کی قراءۃ میں یَحْزُنْ بفتح یاء وضم زاء از ثلاثی مجرد مضموم عین المضارع ہے یعنی از حزنہ غمگین کیا اسکو جو احزنہ کے معنے میں ہے جیسے اول قراءۃ مذکور ہوئی - بہرحال معنے یہ ہیں کہ نہ غمناک کریں تجکو - اَلَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ - جو مسارعت کرتے ہیں کفر میں - ای یقعون فیه سریعا النصرته وهم اہل مکة والمنافقون ای لانهم لكفرهم یعنی گرتے ہیں کفر میں جلدی کر کے کیونکہ کفر کے معاون ہیں اور یہ لوگ اہل مکہ اور منافقین تھے اور حاصل معنے یہ کہ تو بہت غم میں نہو جا انکے کفر کرنے سے اور بعض نے کہا کہ ایک قوم مرتد ہو گئی تھی پس نبی صلعم کو غم ہوا پس اللہ عز و جل نے آپکو تسلی دی - اور بعض نے کہا کہ یہ سب کفار کے واسطے عام ہے قشیری نے کہا کہ کافر کے کفر پر غمناک ہونا ثواب کی بات ہے لیکن نبی صلعم افراط سے غمناک ہوتے تھے چنانچہ فرمایا فلا تذهب نفسک علیهم حسرات - اور فرمایا فلعلک باخع نفسک علی آثارهم الآیة - پس اللہ تعالیٰ نے ایسے غمناک ہونے سے منع فرمایا اور ظاہر وجہ غم یہ تھی کہ دیگر اہل ایمان کو انسے ضرر پہونچے اور خود وہ دوزخ کے کندے ہوں پس اللہ عز و جل نے دونوں باتوں کو یہاں دور فرمایا کہ - اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا - بفعلهم وانما یضرون انفسهم - یعنے وے کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اپنے فعل سے اور کفر کے اندر مسارعت کرنے سے یا اولیاء اللہ کو کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے ہیں اپنے فعل سے کیونکہ اللہ تعالیٰ انکا ناصر ہے ہاں یہی ہے کہ اپنے آپ کو ضرر پہونچاتے ہیں کیونکہ انجام کار میں اسکا وبال انھیں پر ہے تو اسکی حکمت فرمائی کہ - يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا - نصيبا - فِي الْاٰخِرَةِ - ای الجنة فلذلک خذلهم - اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ نہ کرے انکے واسطے کوئی حظ یعنی حصہ آخرت میں یعنے جنت میں پس اسی واسطے انکو مخذول کر دیا - حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ انکے حق میں یوں ہی متعلق ہوا ہے ایک خاص حکمت کے ساتھ جو فہم مخلوق سے باہر ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے وہ ضرور واقع ہوگا پس غم کھانا بے سود ہے اور یہی دیگر آیات کثیرہ میں مصرح ہے کہ ارادۂ الٰہی متعلق ہے جس سے کافر کا کفر اور مومن کا ایمان واقع ہوتا ہے اور آیتیں دلیل ہیں کہ خیر و شر بارادۂ الٰہی ہے اور اس سے معتزلہ وغیرہ کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال پر خود قادر ہے یہ غلط ہے بلکہ سب تقدیر الٰہی ہے - آخر نہایت درجہ یہ کہ ہمکو اسکی حکمت نہیں معلوم ہے حالانکہ حکمت الٰہی سبحانہ تعالیٰ صفت پاک ہے اسکا ادراک محال ہے لیکن ہمکو عدل الٰہی معلوم ہے تو ضرور ہاں کافروں کی سکا فات بعدل ہے لہذا انکے حق میں کفر مقدر ہے اور جو تقدیر پر ایمان نہیں لایا وہ کافر ہے اور یہی مذہب آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اور اسی پر صحابہ و تابعین و سلف صالحین تھے پس یہاں کی آیت سے معلوم ہوا کہ چونکہ ارادۂ الٰہی انکے حق میں حکمت کاملہ کے ساتھ یوں ہی متعلق ہوا اس سبب سے وہ مخذول و کافر ہیں کہ انکے لیے آخرت میں جنت سے کچھ نصیب نہیں بلکہ - وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ - فی النار - انکے واسطے دوزخ میں عذاب سخت ہے کیونکہ انھوں نے ایمان و آخرت کو چھوڑ کر کفر و دنیا کو اختیار کر لیا گویا موتی دیکر خزف لیا تو یہ خود مستحق جہنم ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ - ای اخذوه بدله - جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا یعنی لے لیا کفر کو بدلے ایمان کے باین طور کہ دونوں میں سے کفر کو اختیار کر لیا - لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ - بکفرهم - شَيْئًا - تو وے لوگ ہرگز کبھی ضرر نہ پہونچا سکیں گے اللہ تعالیٰ لیعنے اولیاء اللہ تعالیٰ کو بسبب اپنے کفر کے - کچھ بھی وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

مولم - اور انکے لیے عذاب الیم ہے ف جسکو اپنے لیے خرید ا ہے اور الیم بمعنی مولم از ایلام ہے کہذا فسرہ ابن عباس رض - وَلَا يَحْسَبَنَّ - یا لیاء والتاء
الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ - ای املائنا لہم بتطویل الاعمار وتاخیرہم - خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ - وان ومعمولہا سدت مسد المفعولین
فی قراءۃ التحتانیۃ ومسد الثانی فی الاخری - یعنی ابن کثیر و ابو عمرو و عاصم و کسائی و یعقوب نے ولا یحسبن بصیغہ غائب بیاء تحتیہ پڑھا
پس الذین کفروا فاعل ہوگا - اور انما نملی لہم الخ قائم مقام دو مفعول کے ہوگا یعنی یہ کہ ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ ہمارا
ڈھیل دینا انکو اسطرح کہ انکی عمریں دراز کردیں اور عذاب کے ساتھ پکڑتے ہیں تاخیر دی) یہ بہتر ہے انکے واسطے - اور باقیوں نے بالتاء الفوقیہ پڑھا
پس خطاب آنحضرت صلعم کو یا ہر خیال کرنے والے کو ہے اور تعریض ہے کافروں کو - اور الذین کفروا مفعول ہے اور انما نملی لہم الخ اسکا بدل ہے اسکو مفسر نے قائم
مقام مفعول دوم رکھا ہے اور بیضاوی رح نے کہا کہ ایک ہی مفعول پر اسواسطے اقتصار کیا کہ اعتماد تو بدل پر ہے - پھر مفسر رح نے املائنا لہم سے یعنے
مصدر سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ ما مصدریہ ہے بیضاوی رح نے کہا کہ چاہیے یہ تھا کہ خط میں وہ الگ لکھا جاوے لیکن مصحف امام میں وہ
متصل ہی پایا گیا پس اسکی اتباع سے متصل لکھا جاتا ہے - اور ایلاء بمعنے امہال و تطویل عمر ہے اور بعض نے کہا کہ انکو انکے حال پر چھوڑنا جیسے بولتے
ہیں املی لفرسہ - اپنے گھوڑے کی رسی ڈھیلی کردی کہ جیسے چاہے چرے - الغرض تو خیال مت کیجیو ان لوگوں کو جو کافر ہیں انکے حال کو کہ
ہم جو کچھ انکو ڈھیل دیتے ہیں انکے لیے بہتر ہے - إِنَّمَا نُمْلِي - نمہل - لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا - بکثرۃ المعاصی ہم تو اسواسطے املا کرتے ہیں یعنی
ڈھیل دیتے ہیں - انکو تاکہ بڑھاویں گناہ بسبب کثرت نافرمانیوں کے - وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ - ذو اہانۃ - فی الآخرۃ - اور انکے لیے عذاب
مہین ہے یعنے آخرت میں اہانت دینے والا عذاب ہے مہین بمعنے اہانت والا اور یہ عذاب مہین انکو آخرت میں قطعی ہے اور دنیاوی عذاب گویا اسکے مقابلہ
میں کالعدم ہے - مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ - لیترک - الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنْتُمْ - ایہا الناس - عَلَيْهِ - من اختلاط المخلص بغیرہ
یعنے انتم کا خطاب تو عام آدمیوں کو ہے جسمیں مومن و منافق سب شامل ہیں (اور معنی یہ ہیں کہ) یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ چھوڑ دیوے
مومنوں کو اسی حال پر جسپر تم ہو اے لوگو کہ مخلص و غیر مخلص سب خلط ملط ہیں الحاصل تم سب کو اسطرح خلط ملط نہیں چھوڑنا چاہتا - حَتَّى
يَمِيزَ - بالتخفیف والتشدید یفصل - الْخَبِيثَ - المنافق - مِنَ الطَّيِّبِ - المومن بالتکالیف الشاقۃ المبینۃ لذلک ففعل ذلک یوم
احد - حتی کہ خبیث کو پاکیزہ سے الگ کرے یا متمیز کردے ف یمیز میں دو قراءۃ ہیں ایک بدون تشدید کے از ماز یمیز جسکا دو چیزوں میں
فصل کردیا اور یہ اکثروں کی قراءۃ ہے بمعنی آنکہ یہانتک کہ فصل کردے خبیث کو یعنی منافق کو طیب سے یعنی مومن سے بایں طور کہ ایسے شاق
تکالیف دیدی کہ اُنسے دونوں الگ ظاہر ہوجاویں پس بروز احد یہی کیا - اور حمزہ و کسائی کی قراءۃ میز یمیز تمییز از تشدید یہی جب دو چیزوں سے زیادہ
ہوں تو کہتے ہیں امیز بینہما - ان چیزوں میں تمیز کردی پس یہاں باعتبار کثرت افراد مومنین و منافقین کے ہوگا اور اظہر یہ ہے کہ تشدید واسطے مبالغہ
کے ہے کہ خوب امتیاز کردے کہ سب کو معلوم ہوجاوے - وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ - فتعرفوا المنافق من غیرہ قبل التمییز
اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ تم کو غیب پر مطلع کردے یعنی تم قبل تمیز دینے کے منافق کو غیر منافق سے پہچان جاؤ - گویا دفع کیا وہم کو کہ بدون
ایسی تمیز کے کیوں خبیث و طیب میں فرق نہیں ہوجاتا اور وجہ دفع یہ کہ اسمیں حکمت الٰہی پوشیدہ ہے اسکو تم نہیں جان سکتے ہو اور سدی
سے روایت ہے کہ منافق لوگوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر سچے ہیں تو ہمکو خبر دیں کہ ہم میں سے کون مومن ہوگا اور کون نہیں تو اللہ
تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا - ہکذا - اوردہ ابن کثیر اور اسمیں وہم تھا کہ آنحضرت صلعم کیوں مطلع نہیں ہوتے اگر ہم اس لائق نہیں ہیں تو فرمایا
وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي - یختار - مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ - فیطلعہ علی غیبہ کما اطلع النبی صلعم علی حال المنافقین - لیکن اللہ تعالیٰ

برگزیدہ کرتا ہی اپنے رسولون مین سے جسکو چاہتا ہی ف پس اسکو اپنے غیب پر مطلع کردیتا ہی جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے
حال پر مطلع کردیا۔ حاصل آنکہ آنحضرت صلعم کو منافقین کے حال پہ وقوف تھا لیکن وہ حکمت سے بھی واقف تھے کہ اسکو موقع پر رکھتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ
نے بسا اوقات عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ منافق ہی تو اجازت دیجیے کہ اسکو قتل کردون آپ منع فرماتے کہ نہین ای عمرؓ رہنے دے اور ایسے ہی ذوالخویصرہ
خارجیون کا جد اعلی تھا اسکی نسبت بھی حضرت عمرؓ نے قتل کردینے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ ای عمرؓ رہنے دے اسکی نسل سے ایسے ایسے
لوگ پیدا ہونگے یعنے خارجیون کے علامات فرمائے اور قتل کی اجازت نہ دی اور ایسے ہی واقعہ احد کا حال جانتے تھے چنانچہ آپکا خواب مروی
ہوا جیسا کہ اول قصہ مین ذکر ہو چکا ہی - اور جاننا چاہیے کہ آیہ مین خود مذکور ہی اور علما نے بھی تصریح کردی کہ علم غیب جاننا جو یہان سے ثابت ہوتا ہی
اور بعض دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہی یہ جزوی علم غیب ہی حتی کہ تمام آسمانون و زمین کا سب علم غیب بھی جزوی علم غیب ہی آنحضرت صلعم مطلع تھے اور وہ بھی
بدون اطلاع دینے اللہ تعالی کے نہین ہوتا ہی اور رہا علم غیب کلی و مطلق تو وہ سواے حق عزوجل کے اور کوئی نہین جانتا ہی اسواسطے کہ وہ تو علم ہی جو
صفت باریتعالی ہی اور یہ صفت کسی مخلوق مین پیدا ہو جانا غیر ممکن ہی - اور بسا اوقات اسرار الٰہی و حکمت کاملہ اس امر کو مقتضی ہوتی ہی کہ بندہ خاص
اس امر کو نجانے کہ اسکے گھر مین کیا حال ہی اور اسکے سفر مین کیا انجام ہوگا پس آنحضرت صلعم نے نجانا کہ حضرت عائشہؓ کو جن منافقون نے بہتان لگایا
اسکا کیا حال ہی حتی کہ جدا کردینے کا خیال پیدا ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ یا رسول اللہ عورتین بہت ہین آپکو جدا کرنیکا اختیار ہی لیکن آپ
ذرا تحقیق تو کرلین یہانتک کہ قرآن مجید نازل ہوا اور حضرت عائشہؓ کی برارت ہوئی اور ان آیات مین حکمتین و اسرار بیان ہوے اور ایسے ہی بہت سے
وقائع واقع ہوے چنانچہ علم سنت جاننے والے پر پوشیدہ نہین اور ایسے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسفؑ کے چاہ کنعان مین
ہونے کی خبر نہوئی اور مصر سے انکے پیرہن کی خوشبو سونگھی اور ایسے ہی حضرت امام حسینؓ کو سفر شام و واقعہ کربلا کی خبر نہوئی اور تقدیر نے پردہ
ڈالدیا حالانکہ روایات سے ثابت ہی کہ اس خبر سے امام حسن علیہ السلام نے وقت وفات کے آگاہ فرمایا اور حضرت صلعم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام
کے بیان سے خبر ہو گئی تھی پس حاصل یہ کہ جو شخص اسکا معتقد ہی کہ آنحضرت صلعم کو بالکل غیب کا علم تھا وہ افراط کرتا ہی اور خوف کفر ہی اگر تاویل نہو اور جو
شخص یہ کہتا ہی کہ حضرت صلعم مثل دوسرون کے تھے ہر ہر بات پر جبرئیلؑ آتے اور آگاہ کرتے تب ہی خبر ہوتی تو اسنے تفریط کی او رحقیقت یہی ہی جو اوپر
مذکور ہوا کیا تو نہین دیکھتا کہ روایت ابن عباسؓ مین جو خواب آنحضرت صلعم کا پروردگار عزوجل کو دیکھنے کا روایت ہوا ہی اسمین یہ ہی کہ فعلمت
ما فی السموات و ما فی الارض - مین نے سب جان لیا جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی - الحاصل جہانتک اللہ تعالی نے علم دیا تھا وہ جانتے تھے اور حدیث
مین فرمایا کہ جو مین جانتا ہون اگر وہ تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت روتے - فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا النفاق
فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔ پس ایمان لاؤ اللہ تعالی کے ساتھ اور اسکے رسولون کے ساتھ اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچو (یعنی نفاق سے) تو تمھارے
واسطے ثواب عظیم ہی ف عرائس البیان مین مذکور ہی کہ قولہ تعالی ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر - اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو توکل و رضا کے بڑے امور مین امتحان فرمایا کیونکہ آنحضرت صلعم کو محزون کردیا اسطرح کہ کفار نے کفر پر اصرار کیا اور انکو خوف دلایا پھر اللہ
عزوجل نے اس آیت مین حضرت صلعم کو حکم دیا کہ بطون معانی پر نظر کرین حتی کہ قلب سے تمام حزن و اندوہ جو غیر کی طرف سے متصور ہین جاتے رہتے
ہین کیونکہ جب حق عزوجل کی معرفت مین استحکام ہوا تو اسکے قلب سے تلوین کے احکام بالکل زائل ہو جاتے ہین - واسطی نے فرمایا کہ
حزن جملہ احوال مین ہی اور حقیقت مین ان لوگون کے واسطے تعریف و تنبیہ ہی قولہ تعالی انہم لن یضروا اللہ شیئا - اسمین اللہ عزوجل نے خبر دی کہ
نبی صلعم کو کمال اہتمام و شفقت ہی اللہ تعالی کی شریعت و اسکے دین کے انتظام پر چنانچہ خبر دی کہ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر - اسواسطے کہ
بے

ملال آنحضرت صلعم کو اسی جہت سے تھا اور حاصل یہ کہ تو غمگین مت ہو اسواسطے کہ ساحت کبریائی گمراہون کی گمراہی کے ہجوم سے پاک ہی قولہ تعالی وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب - اللہ تعالی کے یہان چند طرح کے غیب ہین اول غیب ظاہر - دوم غیب باطن سوم غیب الغیب چہارم سر الغیب - پنجم غیب السر - پس غیب ظاہر تو وہی ہی جس کی اللہ تعالی نے امر آخرت وغیرہ کی خبر دی ہی اور اسپر کوئی مطلع نہین ہوتا مگر وہی جو مقام الیقین کو پہونچگیا ہو اور جو اس مقام کو پہونچا وہ نفس کے شواغل وخطرات شیاطین سے خارج ہوتا ہی لیکن حد استقامت پر پہونچنے سے دیدار آخرت ہی ہوتا ہی اسواسطے کہ لیقین تو خود خطرات ہین اور یہ خطاب باین معنے خطاب اضداد ہی - اور غیب باطن سو وہ غیبیات جنون کا ہی جو مقدر کرکے چشم اعتبار سے پوشیدہ ہین اور یہ خطاب اہل ایمان کا ہی اور غیب الغیب تو وہ فعال ہین مع صفات کا غیب ہی اور یا بمعنی یہ خطاب مریدین کو ہی اور سر الغیب تو وہ صفت ہین نور ذات ہی اور یہ خطاب محبین کو ہی اور غیب السر تو وہ عینیت قدم ہی کہ اسپر کبھی کوئی مخلوق مطلع نہین ہوسکتا - پس قولہ تعالی وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب - مین خطاب تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین و اصفیاء و صدیقین و عارفین و موحدین کو ہی پس اس سے یہی غیب مراد ہی جسپر کوئی مطلع نہین ہوسکتا اسواسطے کہ ازلیت تو اس سے پاک ہی کہ کوئی مخلوق اسکو ادراک کرسکے پس تمام سب مخلوق اسکے احاطہ کرنے سے خارج ہین لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہان ایک قرب خاص ہی جو کسیکو میسر نہین اور وہ اس طرح کہ انہین سے بعض معانی آنحضرت صلعم کو کشف سے منکشف کیے گئے اور یہ ازل ہی مین ہولیا تھا مگر یہ بصفت ادراک احاطہ نہین ہی اور یہی فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء - مثل محمد وعیسی وموسی وابراہیم صلوات اللہ علیہم اجمعین کے پس آنحضرت صلعم تو اس عدم برگزیدگی مین بھی شامل ہین اور خصوصیت خاصہ سے بھی سرفراز ہین اور باقی فقط عموم برگزیدگی مین ہین مگر ادراک کسی کو نہین ہی - اور یہ دوسری آیت مین مشروح ہی کہ فرمایا عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول - اور یہ وہی شخص ہی جو اپنے اوصاف سے فانی ہو وصفات حق سے متصف ہو اور ظاہر کر دیا کہ بعض غیب ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیے ہین چنانچہ فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جیکو لغیب ہی اور حکم بہ غیب ہی جیسے حضرت صلعم نے دس صحابہ رضہ کو قطعی جنتی ہونے کو فرمایا یا مانند اسکے اللہ عز وجل کی طرف سے خبرین فرمائین جو دنیا و آخرت کو شامل ہین

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ط بَلْ هُوَ

اور نہ خیال کرین جو لوگ بخل کرتے ہین اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے انکو اپنے فضل سے دی کہ یہ بہتر ہی انکے حق مین بلکہ یہ

شَرٌّ لَّهُمْ ط سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

برا ہی انکے حق مین عنقریب طوق ہوکر پڑے گی جس چیز کا بخل کیا تھا قیامت کے روز اور اللہ ہی وارث ہی آسمانون و زمین کا

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ع

اور اللہ جو کرتے ہو سو جانتا ہی

وَلَا يَحْسَبَنَّ - بالیاء والتاء - یعنے تاء فوقیہ ابو عامر و نافع وحمزہ کی قرارت ہی پس خطاب آنحضرت صلعم یا ہر لائق خطاب کو ہوگا مت خیال کر ان لوگون کو جو بخل کرتے ہین اس چیز مین جو اللہ تعالی نے انکو دی اپنے فضل سے کہ وہ انکے حق مین بہتر ہی اور یاء تحتیہ باقیون کی قراءۃ ہی پس الذین یبخلون اسکا فاعل ہوگا یعنے جو لوگ بخل کرتے ہین اس چیز سے جو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے انکو عطا کی تو وہ خیال نہ کرین کہ انکے لیے بہتر ہی - الَّذِينَ يَبْخَلُونَ - بخل اصل لغت مین یہ کہ مانع ہو انسان حق واجب کو اور جنے ہر مال کو

ندیا جو اسپر واجب ہوا تو وہ بخیل نہین کہلائیگا اور قاموس مین ہی کہ بخل ضد کرم ہی اور کثرت سے حدیثین اس بخل کی مذمت مین وارد ہین اور
بداخلاق مین یہ بدتر ہی مترجم کہتا ہی کہ شرع مین بخل وہی ہی جو معروف شرعی طور پر خرچ کرنے مین بغرض محبت مال کے کوتاہی کرے حتی کہ
اگر اس نے شرع کے دستور سے اپنے اہل و عیال کے خرچہ مین کمی کی تو بھی اسمین بخل کی صفت ہی۔ بالجملہ یہ شرط ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے
نے روزی کیا اس کے موافق حساب سے جو کچھ شرع حکم دے خرچ کرے اسیواسطے فرمایا۔ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
اپنے بخل کرتے ہین اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالے نے انکو اپنے فضل سے دی ہی۔ پس جو کچھ اللہ تعالی نے دیا اسمین اپنے اہل و عیال کے خرچہ کا
خیال کرے اور کپڑے کا اور کسی قدر اپنے وقت حاجت کا پھر حق اللہ تعالی کو بھول نجاوے اگر بچے اور طریق شرعی سورۂ بقر کی آیۂ نفقہ کی تفسیر مین
مذکور ہو چکا ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ بعض نے آیۂ کریمہ کو ایسا ہی عام رکھا ہی جیسا مین نے بخل کی مذمت مین بیان کیا اور مفسرین نے بخل کو زکوۃ سے
مخصوص کیا یعنے بخل کرے باین طور کہ اپنی زکوۃ ندے اور یہ اس صورت مین کہ اللہ تعالے نے اسکے پاس بطور معروف شرعی خرچ کرنے کے
بعد اتنا بچا دیا ہو کہ ستاون روپیہ سکہ انگریزی یا باون تولہ چاندی ہوا اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ زیور ہو بشرطیکہ اسپر اتنا قبضہ ہو کہ
اسکو مہیا کرنے کے بعد مقدار مذکور مین کمی آوے تو اس مقدار مین ایک روپیہ سال پیچھے زکوۃ ندے بلکہ بخل کرے اور ایسا ہی دیگر مفسرین نے بخل
کو زکوۃ سے مخصوص کیا اور حق وہ ہی جو سراج مین فرمایا کہ اکثر علما کے نزدیک اس بخل سے منع واجب مراد ہی نہ مستحب یعنی جو واجب ہو اسکو ندے
اور اسپر کئی وجہ سے استدلال کیا اول آنکہ آیت کریمہ سخت عذاب کے وعید پر دلالت کرتی ہی اور ایسی وعید واجب ہی کیساتھ لائق ہی۔ دوم آنکہ اللہ تعالے
نے بخل پر مذمت کی یعنی عذاب کا وعدہ دیا جو ترک واجب پر ہوتا ہی اور جو چیز نفل ہو اسکے ترک پر وعدۂ عذاب نہین ہوتا ہی۔ سوم آنکہ حضرت صلعم
نے فرمایا کہ بخل سے بدتر کوئی بیماری نہین ہی۔ پھر واجب خرچہ کے چند اقسام ہین از انجملہ اپنی جان پر اور اپنے ان اقارب پر خرچ کرنا جنکا نفقہ اسپر واجب
ہی از انجملہ زکوۃ ہی۔ از انجملہ اسوقت کہ مسلمان لوگ ایسے دشمن کے دفع کرنے مین جو انکے جان و مال کا قصد کرتا ہی مال کی حاجت رکھتے ہون تمپر
واجب ہی کہ ایسے لوگون پر خرچ کرے جو مسلمانون سے اس دشمن کو دفع کرین۔ از انجملہ جو شخص مضطر یعنے ایسا تنگ فاقہ گزین کہ مردار حلال ہو تو اسکو
اتنا ضرور کھانا چاہیے کہ سد رمق ہو۔ پس ایسے بخیلون کو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایسے بخیل یہ خیال نکرین کہ۔ هُوَ ای بخلهم۔ یعنی بخل کرنا خَيْرًا
لَّهُمْ۔ بہتر ہی انکے واسطے مفعول ثان و الضمیر للفصل و الاول بخلهم مقدر قبل الموصول علی الفوقانیة وقبل الضمیر علی التحتانیة۔ یعنی خیرا کو نصب
ہی اسواسطے کہ یہ لاتحسبن کا مفعول ثانی ہی خواہ کوئی قراءۃ لیجاوے اور ضمیر ہو یہ چونکہ مرفوع ہی لہذا وہ مفعول نہین ہوسکتی بلکہ ضمیر فصل ہی پھر
پہلا مفعول بخلهم ہی وہ بنا بر قراءۃ تا پر فوقانیہ کے موصول سے پہلے مقدر ہی ای ولاتحسبن بخل الذین یبخلون الخ اور بنا بر قراءۃ یا پر تحتانیہ کے ضمیر
فصل سے پہلے مقدر ہی ای ولایحسبن الذین یبخلون بخلهم هو خیرا لهم۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ۔ بلکہ یہ بخل بدتر ہی انکے واسطے۔ پھر جاننا چاہیے کہ
عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اس آیت کا نزول اہل کتاب یعنے یہود و نصاری کے حق مین ہی کہ انھون نے جو انکے پاس کتاب الہی مین تصدیق
آنحضرت صلعم و قرآن مجید کے بارہ مین تھی اسکے بیان سے بخل کیا رواہ ابن جریر اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ مال سے حق واجب
ادا کرنے سے بخل کرنے والون کے حق مین ہی اگرچہ یہ جو ابن عباس سے روایت ہی اسمین داخل ہی اور کہا جاتا ہی کہ اسکا داخل ہونا بدرجہ اولی ہی
مترجم کہتا ہی کہ بالتعین حق واجب کے حق مین ہونا اظہر ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی قولہ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ۔ ای بزکاۃ
من المال۔ عنقریب طوق ہو کر انکی گردن مین ڈالی جاویگی وہ چیز جسکا بخل کیا۔ زکوۃ مال چیز سے مراد مال ہی اور جملہ شر لہم کی تفسیر ہی
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ بان یجعل حیۃ فی عنقہ تنہشہ کما ورد فی الحدیث۔ یعنی جس مال سے بخل کیا وہ قیامت کے روز طوق بنا کر انکی گردن مین ڈالا جائیگا یہ باطور

ہوگا کہ یہ مال ایک سانپ کرکے اسکی گردن مین ڈالا جاویگا جو اسکو کاٹیگا جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابوہریرۃ رض سے
روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالی نے مال دیا پھر اسنے اس مال کی زکوۃ ادا نہ کی تو قیامت مین ایک اژدہا بے زہر گنجا ہو کر اسکی گردن
مین طوق سا پڑیگا پس اسکی دونون باچھون کو کاٹے اور چیریگا اور کہیگا کہ مین تیرا مال ہون مین تیرا خزانہ ہون پھر یہ آیت پڑھی - ولا یحسبن الذین
یبخلون بما آتاہم اللہ من فضلہ ہو خیرا لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ الآیۃ - رواہ البخاری و ابن حبان - اس حدیث سے معلوم ہوا
کہ مال بصورت اژدہا ہوگا اور کنز یعنے خزانہ جسکی ممانعت ہی وہی مال ہی جسکی زکوۃ نہ دیجاوے ورنہ وہ کنز کے حکم مین نہین اور یہ دوسری حدیث
مین مصرح ہی اور ظاہر حدیث یہ ہی کہ بغیر زکوۃ کے کل مال متمثل بصورت اژدہا ہوگا مگر ظاہر کلام مفسر رح یہ ہی کہ بقدر زکوۃ مال ہوگا واللہ اعلم اور بانند
اس حدیث کے حضرت ابن مسعود رض سے مرفوعاً و موقوفاً امام احمد و نسائی و ترمذی و صححہ و ابن ماجہ و حاکم و ابن جریر و ابو یعلی و طبرانی و ابن مردویہ نے روایت کیا
اگر کہا جاوے کہ حدیث مؤید ہی کہ یہ فقط ترک زکوۃ کے حق مین ہی تو جواب یہ ہی کہ زکوۃ منجملہ مشتملات آیت کے ہی یا سبب اعلی ہی ورنہ اوپر معلوم ہوا کہ
ابن عباس رض نے اہل کتاب کی حقیت دین اسلام چھپانے سے تفسیر کی اور نیز ابن جریر رح نے عن ابی قزعۃ عن رجل عن النبی صلعم روایت کی کہ اگر کوئی قرابت والا دوسرے
قرابت والے کے پاس آوے اور اس سے ایسے مال کا سوال کرے جو اللہ تعالی نے اسکے پاس بڑھتی دیا ہی پھر وہ بخل کرجاوے اور اسکی محتاجی مین ایسے
لوہی ہوگا کہ جہنم سے اسکے واسطے ایک اژدہا بے زہر لپلپا تا ہوا نکلے گا جو اسکے پیچھے ہوکر آخر اسکی گردن کا طوق ہو جائیگا و قد رواہ عن ابی قزعۃ عن
ابی مالک العبدی موقوفاً و عن ابی قزعۃ مرسلاً اور مرسلات ثقہ کے ائمۂ حنفیہ کے نزدیک حجت ہین فافہم - بالجملہ یہ حال و عذاب ان لوگون پر ہی جو مال
کذا عندی و انما اعلم ۱۲
کو اپنا سمجھتے اور اس سے بخل کرتے ہین حال یہ ہی کہ جو فرمایا - وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اور اللہ ہی کے واسطے ہی
میراث آسمانون و زمین کی ف میراث وہ چیز ہی جو کسی کی موت کے بعد پچھلے باقی کو ملے اور شرع مین میراث تو ناتے والون کو یا دلاء
و عتاق وغیرہ سبب والون کو یا بیت المال مین اسکے مستحقون کو ملتی ہی جیسا کہ آگے آویگا انشاء اللہ تعالی پس یہان میراث کے یہ معنی ہین
جو مفسر رح نے بیان کیے کہ وارث ہوگا اللہ تعالے ان دونون آسمان و زمین کا بعد فنا ہونے اہل آسمان و زمین کے مترجم کہتا ہی کہ یہ ایک ادنی تصویر
ہوسکتی ہی کیونکہ اللہ تعالی اب بھی کل چیز کا مالک و خالق ہی یہ نہین کہ بعد فنائے اہل آسمان و زمین کے وارث ہوکر مالک ہوگا پس وارث ہونا بمعنے حقیقی
نہین ہوسکتا اور مثل اس آیت کے ہی قولہ تعالے انا نحن نرث الارض و من علیہا - اس سے ثابت ہوا کہ مال اور مال والے سب کا اللہ تعالی وارث ہی
اظہر اس سے قولہ و کنا نحن الوارثین - یعنے تقویت جملہ اسمیہ جو دوام و استمرار پر دال ہی - اسی واسطے بعض مفسرین نے تاویل کی کہ معنے یہ ہین اور
اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی کل وہ چیز جسکے آسمان و زمین والے باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہین - مترجم کہتا ہی کہ زمین والون مین تو درست ہی
مگر آسمان والے باہم کیا وارث ہوتے ہین اور حق یہ ہی کہ میراث بمعنے حقیقی نہین جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا جیسے فرمایا و اورثنا قوماً آخرین - اور و اورثنا
الذین استضعفوا الخ یعنے بنی اسرائیل کو ملک فرعون کا وارث کیا - یہان بھی وراثت بحقیقت شرعی نہین ہوسکتی جیسا کہ پوشیدہ نہین اور ایسے
ہی داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام کو جو فرمایا ہی وہ بھی بمعنے شرعی نہین کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کے کسیکے وارث نہین ہوتے
اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہی جو ہمنے چھوڑا وہ صدقہ ہوتا ہی اور اسی پر خلفائے راشدین حسنین و حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی عمل کیا ہی ابن الانباری
نے کہا کہ بولا کرتے ہین کہ ورث زید علم خالد یعنی خالد کے علم کا زید وارث ہوا یعنی اب زید منفرد ہوا بعد اسکے خالد بھی شارک تھا اور ایسے ہی قولہ تعالی
و ورث سلیمان داؤد الآیہ مین ہی - اب تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ اللہ عز و جل نے تمام آسمان و زمین کو اپنی میراث فرمایا اور یہ فرمایا کہ سب آسمان
و زمین و دیگر مال اسکی ملک ہین پس تنبیہ فرمائی کہ سب تو اسی کا ہی پھر ان بخیلون کا کیا حال ہی کہ اسکے حکم کے موافق نہین دیتے ہین اور کیا کم ہی کہ اپنے ہی

ملک کو بندے سے دلوا کر اسپر ثواب جمیل عنایت فرمایا - وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ - بالیاء والتاء خَبِيْرٌ - فیجازیکم یہ جاننا چاہیے کہ تعملون بتاء خوقیہ اور بیاء تحتیہ دونوں قرأتیں آئی ہیں مگر قرأۃ اول اکثر قراء کی ہے اور اسکو مفسرؒ نے اختیار کیا چنانچہ کہا پس جزا دیگا تمکو تمہارے عمل کی اور بیضاوی نے کہا کہ اس قرأۃ میں وعید سخت ہے اور دوسری قرأۃ ابوعمرو و ابن کثیر کی ہے اور اس صورت میں یہ معنی ہونگے اور اللہ تعالی خبردار ہے جو وہ کرتے ہیں پس انکو انکے بخل کی سزا دیگا ف فی العرائس قولہ تعالی ولا تحسبن الذین یبخلون بما آتاہم اللہ من فضلہ مترجم کہتا ہے کہ جیسے عوفیؒ نے ابن عباس سے اہل کتاب کے علم ظاہر کرنے پر بخل کرنے سے تفسیر کی ویسے ہی شیخؒ نے بیان علوم کشفی کے چھپانے والوں سے اشارہ لیا اور یہ جان لینا چاہیے کہ اس صورت میں سیطوقون کے معنی وہ نہیں کہ انکی گردن میں طوق ہو کر پڑیگا بلکہ یا تو یہ معنی ہیں کہ جہنم میں طوق و زنجیر سے جکڑے جاوینگے بعوض اسکے عذاب کے یا یہ طوق بمعنے طاقت ہے جیسا کہ مجاہد سے روایت آئی ہے کہ انھوں نے کہا ای یکلفون ان یاتوا بما بخلوا یعنی انکو تکلیف دیجاویگی کہ جسکا بخل کرتے تھے وہ اب لاؤ جو انکی طاقت سے باہر ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو میں کہتا ہوں کہ شیخؒ نے کہا کہ اللہ تعالی نے یہاں ان لوگوں کو زجر کیا جو مریدوں و طالبان حق سے علم معاملہ و مکاشفہ پوشیدہ کرتے ہیں اسلیے کہ اصل سخاوت یہ ہے کہ متحیر دل کو ورطۂ امتحان سے چھٹا دے اور ان کو عرفان کی راہ بتا دے اور کون سخاوت اس سے بڑھکر ہو گی کہ خالص ارادت والوں پر اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتیں ظاہر کرنے تاکہ اللہ تعالی کے ساتھ انکی محبت بڑھے اور نیک کام کرنا اور اللہ تعالی کی بندگی کرنا انکے دل میں رچے اور اسکی تصدیق یہ ہے کہ حضرت صلعم کو اللہ عز و جل نے حکم فرمایا و اما بنعمۃ ربک فحدث - یعنی اللہ تعالی نے جو نعمتیں تجھے فرمائی ہیں انکو بیان کر - پھر جو شخص یہ کرسکتا ہے جو ہمنے بیان کیا کہ طالبان حق عز و جل کی بہتری کے خواہاں رہے وہ کیوں ایسا نہ کرسکے گا کہ اپنی جان و مال و روح کو راہ حق میں خرچ کر ڈالے جیسے صحابہؓ نے اپنی جان و مال کو حضرت صلعم پر فدا کر دیا کیونکہ وہ لوگ معدن سخاوت ہیں اور سخاوت کی شاخ انھیں سے نکلی ہے پھر مال سے سخاوت کرنا مریدوں کی شان ہے اور جان سے سخاوت کرنا محبین کی شان ہے اور روح سے سخاوت کرنا عارفوں کی شان ہے اور تمام اشیاء مذکورہ سے بخل کرنا نفس امارہ کا اندھاپن ہے قولہ تعالی سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ - مخلوق کو مفلس ہونے کا وصف کیا کہ اپنی ذات پاک کو سلطنت قدیم و بقاء دوام سے وصف کیا اور مخلوق جملہ فانی ہونگی اور اپنے نفس کی امیدوں سے منقطع ہو جاوینگی چنانچہ فرمایا و للّٰہ میراث السموات و الارض - یعنی اوتعالی ہی مالک عطاء کثیر و مواہب جزیل ہے اور یہ عطیات کبری ان لوگوں کو سب سے اعلی ملتی ہیں جو اسکی راہ میں اپنی جانیں خرچ کرتے ہیں پھر انکو ایسا کچھ دیتا ہے جو مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا ہے اور ابن عطاءؒ نے فرمایا کہ راہ حق میں سخاوت پر چلنا اور بخل سے پرہیز کرنا اور یہ اسطرح ہے کہ نفس و مال و سر و روح و کل کو راہ حق میں خیرات کر دے اور جسنے راہ حق میں کسی چیز سے بخل کیا وہ محجوب ہوا اور اسی کے ساتھ پڑا رہ گیا اور جسنے راہ حق میں غیر کی طرف نظر کی وہ قرب حق و انوار قرب سے محروم رہا قال المترجم یعنی مال و جان وغیرہ کسی پر نظر کرنا محرومی ہے -

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ

اللہ نے سنی انکی بات جنھوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار اب لکھ رکھینگے ہم انکی بات اور

قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ○ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

جو خون کیے ہیں نبیوں کے ناحق اور کہینگے چکھو جلن کی مار یہ بدلا ہے اسکا جو تمنے بھیجا

اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۚ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا

اپنے ہاتھوں اور اللہ ظلم نہیں کرتا ہے بندوں پر وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے قرار لیا ہے کہ

وقف لازم

الا نؤمن لرسول حتی یأتینا بقربان تأكله النار ط قل قد جاءكم رسل من

ہم یقین نہ کرین کسی رسول کو جب تک نہ لاوے ہمارے پاس ایک نیاز جسکو آگ کھاجاوے تو کہدے آچکے تمھارے پاس کتنے رسول

قبلی بالبینٰت وبالذی قلتم فلم قتلتموهم ان كنتم صٰدقين ○ فان

مجھسے پہلے کھلی۔ نشانیان لیکر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر کیون تم نے انکو مار ڈالا اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ

كذبوك فقد كذب رسل من قبلك جاءو بالبینٰت والزبر والكتٰب المنير ○

تجکو جھٹلا دین تو جھٹلائے گئے بہت رسول تجھسے پہلے جولائے تھے نشانیان اور صحیفے اور روشن کتابین

لقد سمع الله - البتہ سنا اللہ تعالیٰ نے کشاف مین زمخشری رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سننے کے یہ معنی ہین کہ اسپر پوشیدہ نہین

یعنے اس نے ان کے لیے عذاب مہیا کیا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ زمخشری معتزلہ تھا اس نے صفات باری تعالے سے انکار کیوجہ سے

ایسا کہا اور بیضاوی وغیرہ نے جو اسطرح تفسیر کی ہو تو ان کی غرض یہ ہو کہ یہ سننا بطور رضامندی کے نہین جیسے سمع اللہ لمن حمدہ مین

ہی بلکہ یہ وعید و تہدید ہو جیسے کسی بے ادب وگستاخ سے کہتے ہین کہ خبردار ہم نے سن لیا یعنی تجھکو سزا دینگے بالجملہ سننا ہمارے نزدیک

اپنے معنے پر ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حقیقی صفت سے سنا۔ قول الذین قالوا ان الله فقير ونحن اغنياء قول

ان لوگون کا جنھون نے کہا کہ اللہ فقیر ہو اور ہم تونگر ہین ف وہم الیہود قالوہ لما نزل من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا الآیۃ۔ وقالو

لو کان غنیا ما استقرضنا - اور یہ لوگ یہود تھے انھون نے یہ قول اسوقت کہا جب کہ نازل ہوا قولہ تعالیٰ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا

حسنا الآیہ اور یہ بھی کہا کہ اگر اللہ تعالے تونگر ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا مترجم کہتا ہو کہ معالم وغیرہ مین ایسا مذکور ہو جو مفسر رح نے

ذکر کیا پس اگر بعینہ یہی لفظ ان کافرون نے کہے تھے تو آیت مین ان کے الفاظ کی حکایت ہو اور مفسر رح نے علوم القرآن مین اسکو اس بات کی

مثال مین بھی ذکر کیا کہ قرآن مین جو آیات زبان غیر پر ہین از انجملہ یہ ہو لیکن شیخ ابن کثیر رح نے ابن عباس رض سے روایۃ ذکر کی کہ ان کافرون

نے کہا تھا۔ یا محمد افتقر ربک فسال عبادہ القرض یعنے اے محمد آپکا پروردگار محتاج ہوا کہ بندون سے قرض مانگا پس اللہ عز وجل نے

یہ آیت نازل فرمائی رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم۔ اور نیز محمد بن اسحاق نے اپنی سند سے ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق

ایک مرتبہ یہود کے مدارس مین گئے جہان بہت یہودی اپنے ایک بڑے عالم یہودی فنحاص کے پاس جمع تھے۔ حضرت صدیق رض نے کہا کہ اے فنحاص تو

اللہ تعالیٰ سے خوف کر اور محمد صلعم پر ایمان لا کیونکہ واللہ تو جانتا ہو کہ وہ برحق رسول تمھاری توریت مین موصوف ہین وہ بولا کہ واللہ

اے ابوبکر ہم کو اللہ کی طرف محتاجی کی ضرورت نہین اور وہ ہمارا محتاج ہو ہمسے گڑگڑاتا ہو جیسے ہم نہین گڑگڑاتے اور ہم اس سے تونگر ہین اگر

ہمسے تونگر ہوتا تو قرض نہ مانگتا جیساکہ محمد گمان کرتے ہین اور وہ ہمکو سود کھانے سے منع کرتا ہو اور ہمسے قرض مانگتا اور اسپر ہی کو سود دینے کا

وعدہ کرتا ہو۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر سخت غضبناک ہوے اور بڑے زور سے اسکو تھپڑ مارا اور کہا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے قبضہ مین

میری جان ہو کہ اگر ہمارے اور تم لوگون کے درمیان عہدنامہ نہوتا تو مین تیری گردن مارتا اے خدا کے دشمن تو ہم کو جھٹلا جسقدر تجھسے وسعت ہو۔

فنحاص وہان سے اٹھکر حضرت صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے یار نے دیکھو ہم کو کیا خوار کیا ہو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر رض کیا باعث ہوا۔

صدیق رض نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس دشمن نے بڑا سخت لفظ کہا کہ اللہ فقیر ہو اور ہم اس سے تونگر ہین تو مجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے غصہ

آیا مین نے اسکو مارا پس فنحاص مردود اس سے انکار کر گیا اور کہا کہ مین نے نہین کہا پس اللہ عز وجل نے ابوبکر رض کی تصدیق اور فنحاص کی

تکذیب میں نازل فرمایا۔ لقد سمع اللہ قول الذین قالوا الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اس آیت میں بڑی سخت وعید ہے ازانجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سننا مصرح فرمایا اور مقولہ بھی مصرح ذکر فرمایا۔ ازانجملہ آنکہ فرمایا۔ سَنَكْتُبُ ۔ نامر کتب ۔ مَا قَالُوا ۔ فی صحائف اعمالہم لیجازوا علیہ۔ یعنی ہم لکھیں گے۔ مراد یہ کہ حکم دینگے نیکی بدی لکھنے والے فرشتوں کو لکھنے اس چیز کا جو انھوں نے کہا۔ ان کے صحائف اعمال میں تاکہ اسپر وہ جزا دیے جاویں۔ پس فرشتوں کے لکھنے کو اپنے لکھنے سے تعبیر فرمایا جیسے قولہ وانا لہ کاتبون ۔ وفی قراءۃ بالیاء مبنیا للمفعول۔ یعنی اور حمزہؒ کی قراءۃ میں سَيُكْتَبُ بصیغہ غائب مجہول ہے ای لکھا جائیگا جو انھوں نے کہا۔ پھر لکھا جانا خود وعید ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ دانا ہے جیسے اہتمام کی چیز کو یادداشت کر لیتے ہیں یعنے یہ لفظ کفر شدید ہے اسی واسطے اسکے ذیل میں قتل انبیا کو بھی لکھا کہ وَنَكْتُبُ ۔ قَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۔ قتلہم بالنصب وبالرفع یہ اور لکھیں گے ہم انکا قتل کرنا انبیاء کو ناحق۔ اور یہ ترجمہ اس صورت میں کہ قتلہم کو نصب ہو بنا بر قراءۃ جمہور کے کہ نکتب بنون پڑھا اور بنا بر قراءۃ بیاء تحتیہ کے اسکو رفع ہے یعنی اور لکھا جائے گا قتل کرنا انکا انبیا کو ناحق۔ اور اسمیں ایذان ہے کہ ان لوگوں سے ایسی گفتگو بعید نہیں جنھوں نے انبیاء کو جان بوجھ کر ناحق قتل کیا۔ اور قتل انبیاء اگرچہ انکے بڑوں سے ہوا مگر انکی رضامندی کے سبب ان کی طرف منسوب ہوا۔ وَنَقُولُ ۔ بالنون والیاء یعنی نکتب پر عطف ہے اور اسمیں بھی دو قراءتیں ایک بنون ودوم بیاء تحتیہ ہے ای اللہ لہم فی الآخرۃ علی لسان الملائکۃ۔ یعنے ہر قراءۃ پر فاعل اسکا اللہ تعالیٰ ہے اور معنے یہ کہ کہیں گے ہم یعنے اللہ تعالیٰ ان کافروں سے آخرت میں فرشتوں کی زبان پر۔ حاصل یہ کہ یہ گفتگو انکی اللہ عزوجل کی شان میں اور یہ معاملہ انکا اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے ساتھ ہے تو ہم انکو عذاب سخت دینگے اسیواسطے فرمایا ونقول ۔ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۔ النار۔ حریق درحقیقت ایسی آگ کا نام ہے جو ملتہب ہوا ور معنے اس کے محرق ہیں یعنے سخت التہاب سے جلانے والی جیسے عذاب الیم بمعنے مولم بولتے ہیں۔ اور حاصل یہ کہ ان کافروں سے یہ کہا جائیگا جب وہ آگ میں ڈالے جاوینگے کہ عذاب سوزان چکھو اور یہاں سے ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ قول وفعل حد سے زیادہ بڑا ہے کہ ارحم الراحمین نے انکے واسطے یہ عذاب مقدر فرمایا جس میں ظلم کا احتمال ہی نہیں اسیواسطے فرمایا۔ ذٰلِكَ ۔ العذاب کائن۔ یہ عذاب مذکور حاصل ہوا۔ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ ۔ بسبب اس چیز کے جو پہلے پہونچائی ہے تمھارے دونوں ہاتھوں نے۔ یعنے تم نے چنانچہ مفسرؒ نے کہا۔ عبر بہا عن الانسان لان اکثر الافعال تزاول بہا۔ یعنے ہاتھوں سے تعبیر انسان سے ہے کیونکہ اکثر کام انھیں دونوں ہاتھوں سے مزاولت میں آتے ہیں جیسے دوسری آیت میں بما قدمت یداہ فرمایا اور ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ اے شخص یہ تیرے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے یعنے تیرا کیا ہوا ہے خواہ ہاتھ وزبان کسی عضو سے ہو حاصل یہ کہ یہ عذاب تمھارے کیے پر ہے۔ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ ۔ ای بذی ظلم ۔ لِلْعَبِيدِ ۔ فیعذبہم بغیر ذنب۔ اور اللہ نہیں ہے ظلام ای صاحب ظلم۔ واسطے بندوں کے۔ کہ انکو بغیر جرم کے عذاب کرے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یعنے میں عذاب کرنے والا نہیں اس شخص کو جسنے ارتکاب جرم نہیں کیا مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو وعدہ ہے کہ بدون جرم کے انپر عذاب نہوگا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل آسمانوں وزمین وبندوں ومخلوقات میں جسطرح چاہے تصرف کرے وہ کسی طرح ظلم نہیں ہوسکتا اور یہی مذہب اہل سنت ہے۔ اگر کہا جاوے کہ ظلام صیغہ مبالغہ ہے جو بہ نسبت ظالم کے خاص ہے پس ظلام کی نفی سے ظالم کی نفی نہوگی تو جواب دیا گیا کئی وجہ سے۔ اول وہ کہ جو مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ ظلام یہاں صیغہ نسبت ہے ای ذی ظلم کے معنے ہیں یعنی اسکی طرف ظلم کی نسبت ہی نہیں ہوتی ہے اور نظیر اس کی بزاز وعطار ہے یعنی کپڑا بیچنے والا اور عطر کھینچنے و بیچنے والا کہ انمیں نسبت مراد ہے نہ معنے مبالغہ کما لا یخفی اور مفسرؒ نے

ذکر کیا کہ ابن مالک نے اس جواب کو محققین سے حکایت کیا ہے دوم آنکہ ظلام مین اگرچہ معنے کثرت ہین لیکن یہان بمقابلہ عبید کے ہے جو جمع کثرت ہے حاصل آنکہ عبید کے مقابلہ مین ظلام فرمایا پس عبد کے مقابلہ مین ظلم رہا پس ہر فرد کی نسبت ظالم ہونے کی نفی ہوئی یعنی کسی بندے کے واسطے ظالم نہین ہے سوم آنکہ جب ظلام سے ظلم کثیر کی نفی کی تو قرینہ مقام سے ظلم قلیل جو عام ہے بدرجہ اولی منتفی ہوگا اسواسطے کہ ظلم بغرض نفع کے ہوتا ہے پس جب کثیر کو باوجود زیادہ نفع کے ترک کیا تو قلیل بدرجہ اولی متروک ہوگا۔ چہارم آنکہ ظلام بمعنی ظالم ہے یعنی کثرت ملحوظ نہین ہین۔ بدلیل آنکہ مقصود مطلق ظلم کی نفی ہے۔ پنجم آنکہ اقل قلیل بھی اگر اللہ تعالی کی طرف سے پایا جاتا فرض کیا جاوے تو وہ کبیر ہوگا جیسے بولتے ہین کہ زلۃ العالم کبیرۃ۔ عالم کی لغزش بھی کبیرہ گناہ ہے ششم آنکہ مراد یہی کہ ظالم نہین بغرض تاکید نفی کے پس اسکو ظلام نہین سے تعبیر کی۔ ہفتم آنکہ یہ جواب اس کافر کا ہے جسنے اوتعالی کو ظلام کہا اور اس صورت مین معنے کثرت کا کچھ مفہوم نہوگا جیسے کوئی شخص زید کو جو بڑا متقی ہے کہے کہ وہ افجر ہے اور جواب دیا جاوے کہ تو جھوٹا ہے وہ افجر نہین ہے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ وہ فاجر ہے۔ ہشتم آنکہ اثبات مین اللہ تعالی کے صفات مین صیغہ مبالغہ وغیر مبالغہ یکسان ہین یعنے ہر صفت اسکی حد کمال پر ہے اور وہ واحد ہے پس رحیم وارحم سب مین وہی حد کمال ہے پس نفی مین بھی یہی رکھا گیا مترجم کہتا ہے کہ تامل کے ساتھ یہ جواب جید ہے نہم آنکہ اس سے مقصود تعریض ہے یعنے بندون مین بہتیرے ظالم ایسے ہوتے ہین کہ ظلام ہوتے ہین مترجم کہتا ہے تعریض یون بیان کرنا اولی ہے کہ بندون مین بہتیرے کافر ایسے ہین کہ اپنے افعال مین ظلام ہین جیسے یہودی خبیث تھے جنھون نے ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء۔ کہا کہ انھون نے اپنے اوپر سخت ظلم کیا اور تعریض کے واسطے اسقدر کافی ہے اگرچہ وجہ ظلم مختلف ہو پھر جاننا چاہیے کہ قولہ وان اللہ لیس بظلام للعبید جملہ حالیہ ہے اور بیضاوی نے تبعاً لکشاف کہا کہ اسکا عطف ما قدمت پر ہے یعنی وذلک ان اللہ لیس بظلام للعبید یعنے عذاب کی تعلیل ہے اے یہ عذاب اسوجہ سے کہ اللہ تعالی بندون کے واسطے ظلام نہین ہے۔ بایں توجیہ کہ نفی ظلم مستلزم عدل ہے اور عدل مقتضی ہے کہ نیکوکار کو ثواب دے اور بدکار کو عذاب دے مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر کچھ نہین چنانچہ اعتراض کیا گیا کہ تعذیب نہ کرنا باوجود سبب موجود ہونے کے کچھ ظلم نہین نہ عقلاً ونہ شرعاً پھر کیونکر نفی ظلم کو عذاب کرنیکا سبب قرار دیتا ہے پھر اللہ عزوجل نے انھین کافرون سے جنھون نے کلمہ کفر کہا تھا ایک اور بدخصلت بہتان بندی اور دروغ دعوی کی فرمائی کہ۔ **اَلَّذِیْنَ**۔ نعت للذین قبلہ یعنے یہ الذین پہلے الذین قالوا کی صفت واقع ہے۔ **قَالُوْٓا**۔ لمحمد۔ یعنی ایسے لوگ جنھون نے کہا محمد صلعم سے کہ۔ **اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا**۔ فی التوراۃ اللہ تعالی نے عہد لیا ہم سے۔ توریت مین کہ۔ **اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ**۔ نصدقہ۔ ہم نہ ایمان لاوین واسطے کسی رسول کے یعنی نہ تصدیق کرین اس کے رسول ہونے کی **حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ**۔ یہانتک کہ لاوے وہ ہمارے پاس قربان جسکو آگ کھا جاوے مترجم کہتا ہے کہ غرض ان کی آنحضرت صلعم سے کہنے کی یہ تھی کہ۔ فلا نومن لک حتی تاتینا بہ ہم تیرا ایمان نہ لاوینگے یہانتک کہ تم ایسا قربان لاؤ۔ اور یہ قربان بنی اسرائیل مین ہوتا تھا اور معنے اسکے مفسرؒ نے بیان کیے کہ۔ ہو ما یتقرب بہ الی اللہ تعالی من نعم وغیرہا فان قبل جاءت نار بیضاء من السماء فاحرقتہ والا بقی مکانہ۔ اور قربان ہر وہ چیز تھی کہ اس کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف تقرب ڈھونڈھا جاوے خواہ وہ حلال چوپایہ ہون یا کوئی اور چیز ہو سو بنی اسرائیل مین یہ تھا کہ وہ میدان مین رکھا گیا اور پیغمبر نے تنہا یا مع لوگون کے دعا کی پس یا قبول ہوتا تھا یا نہین پھر اگر قبول ہوتا تھا تو یہ صورت ہوتی تھی کہ آسمان سے ایک آگ سپید بدون دھوئین کے آتی تھی پس اسکو کھا جاتی تھی یعنے جلادیتی تھی اور اپنی طبیعت پر مستحیل کرلیتی تھی اور اگر قبول نہ ہوا تو ویسا ہی اپنی جگہ پڑا رہتا تھا۔ وعہد الی بنی اسرائیل ذلک الا فی المسیح ومحمد صلعم مفسرؒ نے کہا کہ بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا گیا تھا سوائے مسیح ومحمد صلعم کے بارہ مین چنانچہ سدیؒ نے کہا کہ توریت مین یہ شرط آئی تھی مگر ایک

دوسری شرط کے ساتھ باینطور کہ اللہ عز وجل نے بنی اسرائیل کو حکم کیا کہ جو شخص تمھارے پاس نبوت کا دعوی کر کے آوے تو اسکی تصدیق نہ کرنا یہان تک کہ قربان رکھے جسکو آگ کھا جاوے یہانتک کہ تمھارے پاس مسیح و محمد آوین کہ ان دونون پر فوراً ایمان لانا کہ یہ دونون بدون قربان کے آوینگے اور ابن عباس و حسن بصری وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل مین قربان کا طریقہ اسطرح جاری تھا چنانچہ جہاد مین جو غنیمت حاصل کرتے اسکو بھی اسیطرح رکھتے تھے اور یہ نہین تھا کہ اللہ تعالی نے اسکو دعوی نبوت کی تصدیق کے لیے علامت مقرر کیا ہو اسطرح کہ بدون اس کے کسی نبی کے تصدیق نکرنا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ یہ بات انکے دروغ و مفتریات مین سے ہے اسلیے کہ قربان کو آگ کا کھا جانا موجب ایمان اسیوجہ سے ہے کہ وہ معجزہ ہے تو یہ معجزہ اور دیگر معجزات آسمین یکسان ہین اسیواسطے اللہ عز وجل نے رد کیا۔ کہ قُلْ۔ لہم توبیخاً یعنی کہدے ان لوگون سے ملامت کے طور پر کہ۔ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنٰتِ۔ بالمعجزات۔ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ۔ کزکریا ویحیی فقتلتموہم آئے تو تھے تمھارے پاس رسول مجسے پہلے معجزات کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ بھی جو تم کہتے ہو جیسے زکریا و یحیی سو تمنے انکو قتل کیا اگر کہا جاوے کہ ان لوگون نے کہان قتل کیا تو مفسر نے جواب دیا کہ۔ والخطاب لمن فی زمن نبینا وان کان الفعل لاجدادہم لرضاہم بہ۔ اور خطاب ان بنی اسرائیل کو ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے اگرچہ یہ فعل انکے باپ دادا کا تھا اسوجہ سے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادا کے فعل پر رضامند تھے مترجم کہتا ہے کہ۔ بالذی۔ قلتم۔ کو۔ بالبینت۔ پر عطف کرنے مین ایذان ہے کہ بینات یعنے معجزات جس مرتبہ پر تصدیق نبوت کے واسطے ہین ویسے یہ قربان نہین ہے اگرچہ اسی قبیل سے ہوا ور مفسر نے فقتلتموہم۔ بڑھایا تاکہ آگے کا قول مرتبط ہو یعنے باوجود قربان کے تم نے ان کو قتل کیا۔ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ فی انکم تؤمنون عند الاتیان بہ۔ پھر کیون تم نے ان کو قتل کیا اگر تم سچے ہو صرف اس بات مین کہ تم قربان لانے کے وقت ایمان لاتے ہو۔ پھر اللہ عز وجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی اور صبر کے واسطے ارشاد کیا۔ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ المعجزات پھر اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہین تو تجھ سے پہلے بہت رسول جھٹلائے گئے جو آئے تھے بینات یعنے معجزات ظاہرہ کے ساتھ۔ وَالزُّبُرِ۔ کصحف ابراہیم۔ اور کتب کے ساتھ جیسے صحائف ابراہیم۔ زبر جمع زبور ہے ابن کثیر نے کہا کہ کتاب جو آسمان سے ملی مثل صحف ابراہیم وغیرہ کے۔ اور بعض نے کہا وہ کتاب جسمین فقط حکمتین ہون اور بعض نے کہا جسمین مواعظ و زواجر ہون اور ظاہر ایسا ولی ہے بنظر موافقت زبور داؤد علیہ السلام کے۔ وَالْكِتٰبِ۔ وفی قراءۃ باثبات الباء فیہما۔ یعنی ابن عامر کی قرارت مین ہے بالزبر و بالکتاب۔ الْمُنِيْرِ۔ الواضح وہو التورٰۃ والانجیل فاصبر کما صبروا۔ یعنی منیر معنے واضح ہے اور وہ کتاب منیر توریت و انجیل ہے اور مراد اس آیت سے یہ کہ صبر کر تو اے محمد صلعم جیسے ان لوگون نے صبر کیا۔ الحاصل جب یہودیون نے بہتان باندھا کہ ہم سے توریت مین عہد لیا گیا ہے کہ جو پیغمبر آوے اگر وہ قربان کا معجزہ دکھلاوے تو ایمان لاوین ورنہ نہین تو رد فرمایا کہ یہ معجزہ تو بہت ہی خفیف ہے جسکا دکھلانا بہ نسبت شق القمر وغیرہ کے بہت ہی خفیف ہے لیکن تم خود مکار عناد سے کہتے ہو دلیل یہ ہے کہ حضرت زکریا و یحیی وغیرہم کے مانند بہت سے معجزات مع قربان و زبر و کتاب منیر لائے تھے تمنے انکو کیون نہ مانا اگر سچے ہو بلکہ انکو قتل کر ڈالا پس تم قوم خبیث جہنمی ہو کہ صرف چند روزہ دنیاوی زندگی کے لیے یہ مکر تم نے باندھا اور تمھارے جاہلون نے تمکو اپنا پیشوا بنایا ہے عنقریب تم جانو گے کہ مر کر کس غار جہنم مین جانے ہو اور موت سے فرار غیر ممکن ہے قال تعالی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

ہر جی کو موت چکھنی ہے اور تم کو پورے بدلے ملین گے قیامت کے دن پھر جو سرکایا گیا آگ سے

له مواعظ الیہ ... شیء من زواجر وعظ کبان برو ... (۱۲)

وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ
اور داخل کیا گیا جنت میں پس کا کام بن گیا اور دنیا کی زندگی تو یہی دغا کی جنس ہے البتہ تم آزمائے جاؤگے
اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ
اپنے مالوں اور جانوں سے اور البتہ سنوگے ان لوگوں سے جو دیے گئے کتاب تم سے پہلے اور ان
وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ
لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا بہت بدگوئی اور اگر صبر کرو اور پرہیزگاری تو یہ البتہ
ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝
ہمت کے کام ہیں

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ - ہر نفس موت چکھنے والا ہے جمہور کی قراءۃ ذائقۃ الموت باضافت ہے اور معنے یہ ہیں کہ ذائقۃ موت جسدہا۔ یعنے چکھنے والا ہے موت اپنے جسم کی اسواسطے کہ موت اسی جسم کو ہے نفس کو نہیں اور اگر مرنا بھی تو حالت موت میں کیا چکھے گا کیونکہ چکھنے کے واسطے حیات شرط ہے اور علی ہذا قولہ تعالی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کے معنے بھی یہی ہیں کہ حین موت اجسادہا۔ کذا قال الکرخی - وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ - جزاء اعمالکم۔ اپنے کاموں کے بدلے - يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے روز یعنی تم تو قیامت کے روز اپنے اعمال کا بدلا دیے جاؤگے فـ پس مومن کا اجر تو جنت و ثواب ہے اور کافر و مشرک کا اجر دوزخ و عذاب ہے۔ پس آیت میں وعدہ و وعید دونوں ہے۔ اور توفیہ کے معنی بھر پور دینا پس دنیا میں یا برزخ میں جو ملیگا وہ تھوڑا ہے اور حدیث میں ہے کہ قبر یا تو ریاض جنت میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے مترجم کہتا ہے کہ بعض علمائے نے زعم کیا کہ عذاب القبر فقط اس امت کے لیے ہے تاکہ جو کچھ ہونا ہے قیامت تک ہو جاوے پھر قیامت میں محاسبہ ہو ذکرہ القاری فی شرح الفقہ الاکبر لیکن میرے نزدیک اسمیں تامل ہے اسواسطے کہ اول تو یہ آیت عام ہے سب کو شامل ہے دوم یہ کہ توریت میں بھی عذاب القبر کا ذکر تھا جس سے یہودیہ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضہ سے ذکر کیا کہ خدا آپکو عذاب قبر سے پناہ دے ام المومنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مفصل بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس یہودیہ نے سچ کہا جیسا کہ حدیث صحاح و سنن سے ظاہر ہے ہاں یہ احتمال ہے شاید اس یہودیہ کو توریت کے بیان سے مخصوص اس امت کے لیے ظاہر ہوا ہو لیکن یہ احتمال بے قاعدہ و لبعید ہے اور اسکی بحث قولہ تعالی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرۃ الآیۃ میں آویگی الحاصل سب کو آگاہ فرمایا کہ تم میں سے کوئی موت سے نہیں بچیگا اور ضرور اپنے اعمال نیک و بد کا بدلا قیامت کے روز پانے والا ہے۔ تو فرض ہے کہ اپنے انجام کی خبر رکھے اور اسکا سامان کرے فَمَنْ زُحْزِحَ - بُعِّدَ - دور کیا گیا از تبعید یعنے دور کر دینا عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ نال غایۃ مطلوبہ - پس جو شخص کہ آگ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا تو اسنے پالیا اپنی انتہائے مراد کو ف اس واسطے کہ جنت جیسے ان نعمتوں کو شامل ہے کہ انکے مانند و نظیر نہیں ویسے ہی اسمیں رضائے الٰہی تعالی اسطرح حاصل ہے کہ کبھی ناخوش نہ ہوگا بلکہ دیدار الٰہی عزوجل حاصل ہوگا کہ کوئی نعمت اس سے بڑھکر نہیں بلکہ نعمت سے وہ کہیں اعلی تر ہے اور حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت میں ایک کوڑے بھر جگہ دنیا و ما فیہا سے بہت بہتر ہے پڑھو تمھارا جی چاہے کہ فرمایا فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ تا قولہ متاع الغرور رواہ الترمذی والحاکم و صححہ پھر بھلا تم اس دنیا کے پیچھے کیوں خراب ہو جس سے کوڑا دکھانے ہاتھ میں بھی... وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ - ای العیش فیہا - یعنی دنیا میں زندہ رہنا اور متاع وہ

چیز جس سے چند روز تمتع حاصل کیا جاوے پھر وہ فنا ہو جاوے اور لفظ دنیا مونث - ادنیٰ - ہے - اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ - الباطل یتمتع به قلیلاً ثم یفنی - یعنی متاع باطل ہے کہ چند روز اس سے تمتع لیجاتی ہے پھر وہ فنا ہو (المعنی) اور یہ زندگانی جو دنیا میں ہے کچھ نہین سوا ے متاع غرور کے کہ فانی و باطل ہے - قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ متاع چھوڑ دیے جانے کے لیے ہے قسم اس ذات پاک کی جسکے سوا ے کوئی معبود نہین کہ قریب ہے کہ اپنے لوگون سے الگ ہو جاوے پس تم لوگ اس متاع سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری حاصل کرو اگر تم کو استطاعت حاصل ہوا ور بندہ مین کوئی قوت نہین سوا ے قوت اللہ تعالیٰ کے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس آیت کریمہ مین تمام چیزون کی تعزیت ہے کیونکہ جن و انس و فرشتہ حتی کہ عرش کے اٹھانے والے فرشتے کوئی بھی باقی نہ رہیگا صرف وہی ذات وحدہ لاشریک لہ باقی رہجاویگا جسکے واسطے ہمیشگی اور بقا ہے وہی اوّل تھا وہی آخر ہے اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو کوئی آنے والا آیا جسکی آہٹ سُنائی دیتی تھی مگر کوئی نظر نہین آتا تھا اور اسنے کہا کہ السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ - اللہ تعالیٰ کے یہان ہر مصیبت کی عزا ہے اور ہر مرنے والے کے پیچھے قائم مقام ہے اور ہر گم ہونے والے کے پیچھے ملنے والا ہے پس اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرو اور اسی کی طرف سے امید رکھو پس مصیبت زدہ درحقیقت اسکو پہونچی جسکو کچھ ثواب نہ ملا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - پھر جعفر بن محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھا یہ خضر علیہ السلام تھے کذا اوردہ ابن کثیر اور مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین دو انقطاع ہین اور بعضے دیگر محدثین نے بھی اسکو روایت کیا ان سب کو شیخ ابن حجر نے اصابہ فی اسماء الصحابہ مین بھرپور ذکر کیا اور بعد تمام کلام کے شیخ ابن حجر کا میلان عدم ثبوت روایت کی طرف ہے اور نووی ؒ نے شرح صحیح مسلم مین بھی اسی طرف میل کیا و لیکن لکھا کہ اکابر اہل اللہ تعالیٰ سب متفق ہین کہ خضر علیہ السلام زندہ ہین اور اُنسے بارہا ملاقات واقع ہوئی اور اسکو قشیریؒ نے بھی ذکر کیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ طرق روایت کے کئی ہین جنسے تقویت ہوتی ہے اور ظاہر یہ کہ روایت ثابت ہے اور ظاہر کلام حافظ ابن کثیر بھی اسی طرف مائل ہے لیکن اسمین البتہ کلام ہو سکتا ہے کہ یہ درحقیقت خضر تھے یا کوئی فرشتہ تھا فافہم واللہ اعلم - اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو پسند رکھتا ہے کہ آگ سے دور کیا جاوے اور جنت مین داخل کیا جاوے اسکو چاہیے کہ موت اسکو ایسے حال مین آوے کہ وہ اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگون کو اسلی ذات سے وہ پہونچے جسکو وہ اُنسے خود چاہتا ہے رواہ احمد پھر اللہ تعالیٰ نے اس موعظت بلیغ کے بعد اہل ایمان کو سمجھایا جنھون نے جہنمیون کے لیے دنیا چھوڑی اور آخرت لے لی ہے - لَتُبْلَوُنَّ - حذف منہ نون الرفع لتوالی النونات والواو ضمیر الجمع وحذفت واو الرفع لالتقاء الساکنین لتخبرن - اس صیغہ مین سے نون رفع تو بسبب اسکے حذف ہوا کہ پے در پے نون جمع ہوئے جاتے تھے اور واو اسمین ضمیر جمع ہے اور رہا واو رفع تو وہ حذف کیا گیا بسبب التقاے ساکنین کے اور لام اسمین قسم محذوف کا ہے اور معنے یہ کہ واللہ تم آزمائے جاؤگے - فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ - بالفرائض فیہا والجوائح اپنے مالون مین ف باین طور کہ ان مالون مین حقوق فرض کیے جاوینگے اور انمین قدرتی آفتین پہونچینگی - جوائح جمع جائحہ یعنے وہ آفت کہ پھلون کو پہونچتی ہے اور مراد یہان مطلق آفت ہے اور حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ دین مین جسکا جسقدر مرتبہ بڑا ہے اسیقدر اسپر بلا زیادہ ہے اور نیز ثابت ہے کہ منافق و کافر کی مثال جیسے صنوبر کا درخت کہ اسپر کوئی جھونکا اثر نہین کرتا یہانتک کہ اکبارگر جاتا ہے (ھ) اس آیت مین یہ حکمت آمیز کی تنبیہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم کو تمام امت کا سردار اور تمام امتون سے فضل اور تمام اہل جنت کا سردار بنا دے بدون اسکے کہ تمھارے قلب کو

ف قولہ قائم مقام اس سے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت خود بخود ثابت ہو گئی کہ وہی اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے قائم مقام ہوئے اور شاید کہ یہ قائم مقام ... ۱۲ م

ذرہ ذرہ کو آزماوے اور چاہے تمام کافرون کو مقہور کرکے تمھارا مطیع کردے ولیکن اسکی مشیت اسطرح جاری ہوئی ہے کہ تم قطعًا یا کبیرہ کیے جاؤ
تو واللہ تم آزمائے جاؤگے اپنے مالون مین لینے انمین قدرتی آفات نازل ہونگی تاکہ تم اسوقت ثابت یقین پر دیکھے جاؤ اور جو بچا اسمین صدقات فرض
کیے جاوینگے تاکہ تمھاری محبت کچھ بھی مال سے باقی نرہے - پہلے گذرا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر اسمین یہانتک فرض تھا کہ روزینہ سے زائد باقی نرکھین
پھر اموال سے بھی بڑھکر آزمائے جاؤگے قال تعالیٰ - وَاَنْفُسِكُمْ - بالعبادات والبلاء اور اپنے نفسون مین آزمائے جاؤگے ف یا بنطور کہ
عبادات فرض کیے جاوینگے اور بلا مانند قتل وجرح وغیرہ کے انپر طاری ہونگے اور مدارک مین کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ نفس یہی جسم ہے جو معائنہ ہوتا
وہ معنے واہی جو بعضے متکلمین نے ذکر کیے ہین مترجم کہتا ہے کہ اسکی تحقیق سورۂ یوسف وغیرہ مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگی - پھر باوجود جان ومال کی
آزمائش کے تمپر کافرون کے منھ کھول دیے جاوینگے بقولہ تعالیٰ - وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ - ای الیہود
والنصاریٰ - اور ضرور سنوگے یہود ونصاریٰ سے - وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا - من العرب - اور مشرکین یعنی اہل عرب سے -
اَذًى كَثِيْرًا - من السب والطعن والتشبیب بنسائکم - کلمات ناگوار طعن تشنیع کے اور اپنی عورتون کے حق مین بدگوئی - اور تشبیب یعنی
شعر مین عورتون کے ذکر سے ہجو کیا جانا - وَاِنْ تَصْبِرُوْا - علی ذلک اور اگر صبر کرو اس امر مذکور پر - وَتَتَّقُوْا - اللہ تعالیٰ - اور
پرہیزگاری رکھو اللہ تعالیٰ کی - فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ - ای من معزوماتها التی یعزم علیها لوجوبها - تو یہ معزومات امور
سے ہے جنپر عزم کیا جاتا ہے بسبب انکے واجب ہونے کے - الحاصل تم کو اللہ تعالیٰ ہرطرح اپنے واسطے خالص کرنے والا ہے وہ تمھاری جان ومال مین
مصیبت ڈالنے والا ہے اور شیطانی لوگون کی زبان سے تمھارے حق مین بدگوئی سنوانے والا ہے تاکہ تم اپنے نفس سے پاک ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ ہی کے
تقوی پر عزم کے ساتھ صبر کرو کہ یہ عزم ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم دلالت کرتا ہے کہ نزول اس آیت کا قبل حکم جہاد کے تھا پس جو قفال سے مذکور ہے کہ
نزول اسکا ظاہرا قبل واقعہ احد کے ہوا اور جہاد کا حکم ہونا اسکے منافی نہین ہے تو یہ قول جید نہین ہے اور بخاری نے اسامہ بن زید سے روایت
کی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سعد بن عبادہؓ کی عیادت کو چلے راہ مین عبداللہ بن ابی منافق کے مجلس مین جہان بعض مسلمان ویہود ومشرکین
جمع تھے ٹھہر کر نصیحت کی اور عبداللہ مذکور اسوقت کافر تھا اسنے طعن سے انکار کیا اور عبداللہ بن رواحہ نے جو اسی مجلس مین تھے رد کیا پس
یہود ومشرکین ومسلمان باہم گالی گلوج کرنے لگے حضرت صلعم انکو ٹھنڈا کرکے حضرت سعد بن عبادہ کے پاس گئے وہان عبداللہ بن ابی مذکور
کی شکایت کی انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسوقت یار کے لوگ اسکو اپنا بادشاہ تاجدار بنانا چاہتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق
کے ساتھ بھیجا پس وہ خائب رہ گیا یہ اسکو جلن ہے آپ عفو کرین پس حضرت صلعم نے عفو کیا اور حضرت صلعم و آپکے صحابہ مشرکون وکافرون کی
اذیت پر صبر کرتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا - ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب الآیہ - اور فرمایا فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ الآیہ یہانتک
کہ اللہ عزوجل نے انپر جہاد کا حکم کیا پس جب حضرت صلعم نے بدر مین جہاد کیا اور وہان قریش کے بڑے بڑے ڈھر مارے گئے تو عبداللہ بن
ابی بن سلول نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ یہ امر تو اب پھر الس چلو رسول صلعم سے بیعت کرلو پس انھون نے اگر ظاہر مین اسلام قبول کرلیا - وقد
رواہ ابن ابی حاتم مختصرا - پس یہ دلالت صریح ہے کہ بدر سے پہلے اسکا نزول ہوا اور بعد اذن قتال کے اسکا حکم جاتا رہا فلیتامل - اور تفسیر
سو اسکے نسخ اصطلاحی ہونے مین کلام ہے اور یہ ظاہر ہے کیونکہ اقوال فحش مثلا جس کسی کافر نے کسی پرہیزگار کی نسبت کہے تو انکی کچھ حقیقت نہین سوائے
اسکے کہ اس کافر نے اپنے صدقہ خیرات وغیرہ کا عوض کھویا جو مرد متقی کے نامہ اعمال مین گیا اور رہا جان ومال کا نقصان تو اسکو غور سے سمجھو کہ نقصان
ہے یا نہایت کمال احسان ہے کہ مال فانی وجسم مردہ کے عوض مین دار جنت باقی وجسم مطہر وقرب منزلت عطا فرمائی - ہان البتہ جس کافر کو دار آخرت کا یقین نہین ہے

وہ التبہ اسی دنیا کی متاع غرور مین پڑا ہے اور اسکو نقصان جانتا ہے پس ہر حال مین مومن متقی کو ایسے امور عزیمہ و اخلاق کریمہ کا حکم ہے تاکہ نفس کا ایمان سنوارے بلکہ آخرت کا ایمان حقیقی ہو کیونکہ جو کوئی زبان سے ایمان کہتا ہے مگر ان امور پر عمل کرنا اور نقصان سمجھتا ہے تو وہ جھوٹا منافق ہے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی امید ہے اور اللہ تعالیٰ ہم ضعیفون پر رحم فرما کر یقین صحیح و نور ایمان دل مین دیدے اور عافیت دارین جمع فرما دے آمین یا ارحم الراحمین

پھر اللہ تعالیٰ نے یہود وغیرہ کافرون کی بدعہدی و خیانت بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ

اور جب اللہ نے قرار لیا کتاب والون سے کہ اسکو بیان کروگے لوگون پاس اور نہ چھپاؤ گے پھر انھون نے پھینکا وہ

وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ

اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے مول تھوڑا سو کیا بُری خرید کرتے ہین تو مت سمجھ ان کو جو

یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ

خوش ہوتے ہین اپنے کیے پر اور تعریف چاہتے ہین بے کیے پر سو نہ سمجھ کہ وہ خلاص ہین

مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ

عذاب سے اور انکو دکھ کی مار ہے اور اللہ ہی کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

ہر چیز پر قادر ہے

وَ - اذکر - اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ - ای العهد علیهم فی التوراة یعنی اذ ظرف ہے فعل مقدر کا اور وہ اذکر کے مانند ہے - اور میثاق بمعنے عہد ہے اور معنے یہ ہین کہ توریت مین انسے عہد لیا تھا - اور اس تقدیر پر یہ آیت فقط یہود کے حق مین ہے اور بعض نے کہا کہ یہود و نصاری دونون کو شامل ہے بنا بر آنکہ الکتاب کا الف لام جنس کا ہے - و ابن کثیر نے فرمایا کہ اسمین توبیخ و تہدید ہے ان اہل کتاب پر جنسے انبیا کی زبان پر عہد لیا تھا کہ محمد صلعم پر ایمان لاوین اور لوگون کے درمیان انکا ذکر پھیلاوین پھر جب مبعوث ہون تو انکی پیروی کرین - لَتُبَیِّنُنَّهٗ - ای الکتاب یعنی لام قسم محذوف کی ہے اور ضمیر منصوب راجع بجانب کتاب ہے جو مذکور ہے یعنی ضرور اس کتاب کو بیان کرین اور وہ آنحضرت صلعم کی رسالت و صفات تھی اور اعتقاد صحیح ہے کہ دین اسلام کی حقیت تھی - لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ بالتاء والیاء فی الفعلین - یعنے اکثرون کی قراءۃ لتبیننہ ولا تکتمونہ - دونون فعل مین تاء خطاب ہے بنا بر آنکہ خطاب کی حکایت ہے - اور ابن کثیر و ابو عمرو و عاصم نے یاء تحتیہ پڑھا بنا بر آنکہ غائب تھے اور تبیین خود کھلا بیان ہے تو اسکے ساتھ کتمان نہین ہو سکتا پس لا تکتمونہ تاکید ہے الحاصل اللہ تعالیٰ نے توریت و انجیل مین اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ تمہاری کتاب مین جو کچھ فضائل و کمالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی بعثت کے توریت و انجیل مین نازل کیے ہین سب کو صاف صاف لوگون سے بیان کر دیا بیان کرین) اور کچھ بھی کسیطرح مت چھپاؤ - فَنَبَذُوْهُ - طرحوا المیثاق - پس ان کمبختون نے پھینکا میثاق کو - وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ - فلم یعملوا بہ - اپنی پیٹھ پیچھے یعنے اسپر کچھ عمل نہ کیا بیضاوی نے کہا کہ یہ مثل ہے بے التفاتی و بے پروائی کرنے کے واسطے اور اسکی نقیض ہے نصب العین کرنا اور پیش نظر رکھنا بولتے ہین - وَ اشْتَرَوْا بِهٖ - اخذوا بدلہ - اور لیا اسکے بدلے - ثَمَنًا قَلِیْلًا - من الدنیا من سفلتہم برئاستہم فی العلم فکتموہ خوف فوتہ علیہم تھوڑا مول یعنی مال

دنیاوی اپنے کمینون سے ف یعنی دنیا کے لیے عالم بنکر ایسی باتین نکالین کہ جنسے وین یہودی مقلاً سمجھنے کے لیے بتلایا اور یون ہی نصاریٰ نے دھوکا دیا اور اپنے مالدارون وامراء وشاہون کو جو کمینے وبے علم تھے یون بتلایا کہ جو کچھ پوپ یا جرسکے وہ فرض ہے یہ سب اسواسطے کیا کہ ان دنیاوی مالدارون سے جو جہالت کی وجہ سے کمینے ہین قلیل مال حاصل کرین جیس نے علم کو جو شریف ہے چھوڑکر اس متاع کو جو حقیر ہے اختیار کیا وہ کمینہ ہے۔ الحاصل ان لوگون نے وہ علم کتاب اپنے مال والے کمینون کے ہاتھ قلیل دامون بیچڈالا یعنی اس میثاق کو اس خوف سے چھپایا کہ اگر لوگ محمد صلعم وخوبی اسلام سے آگاہ ہون حتی کہ تابع ہوکر دین اسلام مین داخل ہوجاوینگے تو یہ جو کچھ ملتا ہے جاتا رہیگا۔ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ شراؤ ہم ہذا۔ پس یہ انکی خرید وفروخت کیسی بدتر ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ حسنؒ وقتادہؒ سے اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے اہل قرآن کے شمول کے اقوال بھی آئے ہین وہ یا نہیں ہین جو ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اس آیت مین علماء اسلام واہل قرآن کو بھی تحذیر ہے کہ خبردار ان کتابیوالون کی راہ نہ چلین ورنہ انکو بھی وہی پہونچیگا جو انکو پہونچا بلکہ علم کتاب وسنت جو لوگون کو نافع ہے انکو بتلادین چنانچہ حدیث مین جو کئی طریق سے مروی ہے آیا کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جو کسی علم کو جانتا ہے اس سے پوچھا گیا اور اسنے چھپایا تو قیامت مین اسکو آگ کی لگام دیجائیگی۔ مفسرؒ نے کہا کہ اسکو ایک جماعت نے متقارب الفاظ سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ حدیث حسن ہے مترجم کہتا ہے کہ حدیثون مین یہ بھی آیا کہ آخر زمانہ مین یہ لوگ بھی یہود ونصاریٰ کے قدم بقدم چلینگے ۔ھ۔ افسوس اس زمانہ مین یہ حال ظاہر ہے کہ امر توحید سے منھ موڑکر دنیا کے لیے کمینے لوگ عالم بنے اور دین کو خلط ملط کرکے راہ سنت کو گم کردیا اور مریدون کے حقیر مال کے لالچ سے حق کو چھپا ڈالا۔ اور عجب کہ انکی مخالفت مین ایک فریق قائم ہوا جنکی قلت معرفت اس حد تک ہے کہ انھون نے صرف انکی عداوت کو دین بنالیا اور باہم جدال وتکفیر سے ارکان دین کو ضعیف کردیا اور معارف سے بے نصیب ہے حالانکہ واجب تھا کہ باہم متفق ہوکر دار آخرت کی کوشش کرنے اور معارف قرآن وحدیث سے آراستہ ہوتے واللہ تعالیٰ ہو الہادی کیونکہ بدون معرفت حق کے خالی دعوی توحید سے مدح کا استحقاق نہین ہوسکتا ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا تَحْسَبَنَّ بالتاء والیاء۔ یعنی اسمین بھی وہی دو قراءتین ہین جو اوپر مذکور ہوئی ہین اور ترجمہ مین فرق ہوگا کیونکہ یا تحتیہ پڑھے یہ کہ گمان نکرین یہ لوگ جنھون نے الخ اور تاء فوقیہ پر معنی یہ کہ تو خیال نہ کیجو۔ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا۔ فعلوا من اضلال الناس۔ ایسے لوگونکو جو خوش ہوتے ہین ایسے فعل پر جو انھون نے کیا یعنی لوگونکا بھٹکانا۔ وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا۔ من التمسک بالحق وہم علی ضلال اور دوست رکھتے ہین کہ مدح کیے جاوین یعنی ثواب دیے جاوین ایسے فعل کے عوض جو انھون نے نہین کیا یعنی حق سے تمسک نہ کیا اور گمراہی سکھلائی پھر چاہتے ہین کہ ثواب ومدح حاصل ہو فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ۔ بتاء فوقیہ یا بیاء تحتیہ۔ بِمَفَازَةٍ۔ بمکان ینجون فیہ مِنَ الْعَذَابِ۔ فی الآخرۃ۔ پس تو انکو خیال نہ کیجو یا وہ لوگ اپنے آپکو خیال نکرین) ایسی جگہ جہان آخرت مین عذاب سے نجات پاوین ف بلکہ وہ ایسی جگہ ہونگے جہان عذاب پاوین چنانچہ صریح فرمایا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ اور ان کے لیے عذاب دکھ دینے والا ہے ف تو ثابت ہوگیا کہ وہ عذاب کے ٹھکانے مین ہونگے وہ بھی فقط عذاب نہین بلکہ عذاب الیم یعنی مولم فیہا یعنی جہنم مین انکے لیے عذاب مولم ہے واضح ہو کہ فلا تحسبنہم۔ مین بھی موافق اول کے دو قراءتین بیائے تحتیہ وتاء فوقیہ ہین پس قولہ لایحسبن الذین بیاء تحتیہ کے قراءۃ پر الذین فاعل ہے اور رہے دونون مفعول تو وہ محذوف ہین کیونکہ آگے۔ فلا یحسبنہم کے دونون مفعول انپر دلالت کرتے ہین اور اگر لاتحسبن بتاء فوقانیہ کی قراءۃ لیجاوے تو پہلا مفعول۔ الذین موجود ہے صرف دوسرا مفعول حذف ہوا جسپر لاتحسبنہم کا دوسرا مفعول دلالت کرتا ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ مفسرؒ نے آیت کے واسطے کوئی شان نزول نہین بیان کیا ظاہر انکے نزدیک کوئی سبب متعین نہوا بلکہ بہرحال آیت عام ہے کہ جو کوئی ایسا ہو کہ بدکام کو عمل مین لاوے

اور بنیک مدح کا خواستگار رہو تو دنیا مین اگرچہ مخفی رہے وہ عذاب آخرت سے نہین بچیگا - اقول یہی صحیح ہی اور شیخ ابن کثیر نے قولہ لاتحسبن الذین
یفرحون مین کہا کہ مراد اس سے وہ لوگ ہین جو ایسا ظاہر کرتے ہین جیسے باطن مین نہین ہین اور صحیحین مین بھی حضرت صلعم سے ہی کہ جسنے جھوٹا دعوی
کیا تاکہ اس سے زیادتی ظاہر کرے وہ ایسا ہی جیسے زور کے دو کپڑے پہننے والا یعنی جسنے اپنے آپ مین وہ خصلت ظاہر کی جو اسمین نہین ہی تو
جیسے مکروفریب کا جوڑا پہن لیا - اور امام احمد نے روایت کی کہ مروان بن الحکم نے اپنے دربان رافع سے کہا کہ ابن عباس کے پاس جا اور دریافت
کر کہ اگر یہی بات ہی کہ ہم مین سے جو اپنے کیے پر خوش ہوا اور جو نہین کیا اسپر مدح چاہے پس وہ عذاب کیا جاوے تو ہم سب کے سب عذاب کیے جاوینگے
تو ابن عباس نے فرمایا کہ تمکو اس آیت سے کیا بحث ہی یہ تو اہل کتاب کے حق مین نازل ہوئی پھر ابن عباس نے قولہ تعالی واذ اخذ اللہ میثاق
الذین سے لیکر و یحبون ان یحمدوا الآیۃ تک پڑھ کر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کچھ پوچھا تھا وہ چھپا گئے اور دوسری بات خلاف
بتلائی پھر وہان سے نکلے اور اونھون نے حضرت صلعم پر ایسا ظاہر کیا کہ جو پوچھا تھا وہ ظاہر کردیا اور اسپر حضرت صلعم کے نزدیک اپنی مدح کے خواستگار
ہوے اور جو خلاف بیان کیا اور چھپایا تھا اسپر خوش تھے تب یہ آیت نازل ہوئی - وہکذا رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ابی حاتم
وابن خزیمہ والحاکم وابن مردویہ - اور نیز بخاری نے ابو سعید خدری رض سے روایت کی کہ کچھ لوگ منافق ایسے تھے کہ جب حضرت صلعم جہاد کو جاتے تو پیچھے
رہتے اور مدینہ مین بیٹھ رہتے اور حضرت صلعم کے برخلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوتے اور جب آپ تشریف لاتے تو آپ سے اپنی معذوری بیان کرتے
اور قسمین کھا جاتے اور آپ سے مدح کے خواستگار ہوتے ایسی بات پر جو نہین کی ہی پس نازل ہوا - لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیۃ - وہکذا رواہ
مسلم وابن مردویہ ومالک - اور اس روایت کو ابو سعید نے بمواجہہ وشہادت رافع بن خدیج رض و زید بن ثابت کے بیان کیا کما فی روایۃ اخری لابن
مردویہ اور اس روایت مین ہی کہ اگر حضرت صلعم کو جہاد مین کچھ مشقت پہونچتی تو اپنے پیچھے رہنے سے خوش ہوتے اور اگر فتح و نصرت ہوتی تو حضرت
صلعم و مسلمانون سے قسمین کھا کر اعتذار کرتے اور فتح کی خوشی ظاہر کرتے اور بے مدح کے خواستگار ہوتے - پھر یہ دونون روایتین صحیح کی ہین
ہین تو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ انین کوئی منافات نہین ہی اسواسطے کہ آیت کریمہ اس تمام کو جو ہمنے ذکر کیا عام وشامل ہی اور یہی صحیح ہی - اور ثابت بن
قیس الانصاری سے روایت ہی کہ انھون نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے منع کیا کہ آدمی جو نہ کرے اسپر حمد کو دوست رکھے اور مین دوست
رکھتا ہون اور اللہ تعالی نے خیلا سے منع کیا اور مین جمال یعنی آرایش کو دوست رکھتا ہون اور اللہ تعالی نے منع کیا کہ آپ کی آواز پر ہم مین کوئی
آواز بلند نہ کرے اور مین بلند آواز آدمی ہون سو مین دیکھتا ہون کہ مین تباہ ہوا پس حضرت صلعم نے منع کیا کہ اے ثابت کیا تو راضی نہین کہ زندگی بھر
تو حمید رہے اور مرے تو شہید مرے و جنت مین داخل ہو عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ کیون نہین چاہونگا پس ثابت بن قیس رض حمید زندہ رہے
اور مسیلمہ کذاب کی لڑائی مین شہید ہوے رواہ ابن مردویہ - وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خزائن المطر والرزق
والنبات وغیرہا - اللہ تعالی ہی کے واسطے آسمانون و زمین کا ملک ہی - یعنی خزانے بارش کے اور رزق کے اور پیداوار کے اور سوائے اسکے
بیشمار جنکی تعداد کوئی نہین جانتا سوائے اُسکے - اور اسمین رد ہی ان کافرون کا جنھون نے اللہ تعالی کو فقیر کہا تھا جسکی تمام مذمت بیان کی جو
دلالت کرتی ہی کہ ایسے بدانجام سے جو قول صادر ہو تھوڑا ہی - وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - ومنہ تعذیب الکافرین
وانجاء المومنین اور اللہ تعالی تو ہر چیز پر قادر ہی ف اور کل شی مین سے ادنی چیز یہ بھی ہی کہ کافرون کو عذاب دے اور مومنون کو
نجات و ثواب دے لیکن بہتیرے لوگ بے فکرے جانور ہین اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کو ہر دم ہر وقت آنکھون سے دیکھتے ہین اور نہین سمجھتے
ہین لہذا آگے انکو ارشاد کیا ہی کہ اسطرح غور کرو تو تمھاری آنکھین کھلین - درمیان مین ان آیات کے اشارات عرائس البیان سے ذکر کر دون پھر

سلہ مثلاً یعنی ہم بیمار تھے یا یہ عذر تھا یا وہ عذر تھا ۱۲ منہ

سلہ یہ جنگ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین اول ہی اول خالد بن الولید واقع ہوئی اور سخت قتال ہوا آخر مسیلمہ مذکور ملعون جو نبوت کا دعوی کرتا تھا مارا گیا اور اسی کو وحشی نے حربہ مارا تھا کیا جسنے حضرت حمزہ کو دھوکے سے شہید کیا تھا ۱۲ منہ

جو کچھ فکر کرنے کا حکم ارشاد ہوا ہی وہ ذکر کرون ۔ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ لتبلون فی اموالکم وانفسکم نفس ایک بت ہی جسکو حق عزوجل نے
لباس ربوبیت سے آراستہ کیا اور قہر ولطف سے بھر دیا اور اسکے لیے زینت یہ اموال دنیا رکھے اور یہ سب ان لوگون کا امتحان ہی جو حق تعالےٰ
کی محبت کا اور اسی کے معبود برحق ماننے کا بیڑا اٹھا آئے ہین پس جسنے اپنے نفس کی طرف دیکھا اور زینت حق سے نظر پھیری وہ فرعون ہو گیا
اور زبان قہر سے انا ربکم الاعلیٰ بولنے لگا اور یہ مکر و استدراج ہی اور جسنے ربوبیت کی طرف نظر رکھی اور اسکا نفس اس ربوبیت کی تجلی مین فنا ہوا
وہ اگر ایسا کلمہ بھی بولا تو کم ظرفی ہی ولیکن زبان ربوبیت سے بولا جیسے ابن منصور حلاج رحمہ اللہ کی زبان سے انا الحق جاری تھا اور اسکی مثال
چاہو تو اس درخت کو غور کرو جس سے موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی انی انا اللہ الآیۃ ۔ کہ یہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس سے نطق فرمایا پس اپنی صفت کے
ساتھ اپنے فعل سے بات کی اور جسنے ان اموال مین رب تعالےٰ کی زینت پر نظر رکھی جو ملک نفس کی زینت ہین تو اسکا حال مانند سلیمان
علیہ السلام کے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ملک دیدینے سے بھی سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ کے شرف جلال کی طرف نظر تھی ۔ اور جسنے خود اموال کی طرف
دیکھا اور دنیا کی تازگی نظر مین سمائی اور اپنے شہوات کا تابع ہوا تو وہ مثل بلعم باعور کے ہو گیا کہ اسکی مثال کتے کی ہی چنانچہ فرمایا فمثلہ کمثل الکلب
ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث ۔ اگر لادو تو ہانپے اور اگر چھوڑدو تو ہانپے ۔ اور کونسا امتحان اس سے بڑھکر ہی کہ خلق مین ملک دیکھا اور ربوبیت
دیکھتا جمع کیا کیونکہ یہ محل التباس ہی ابن زریبا رح نے فرمایا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم ۔ باینطور کہ جمع کروگے اور دینے سے باز رہوگے اور جو حقوق الٰہی
ان اموال مین متعلق ہونگے انمین قصور کروگے ۔ وانفسکم ۔ باین طور کہ شہوات نفس کے تابع ہوگے اور ریاضت چھوڑوگے اور اسکو سبادنیا سے لپٹائے رہوگے
اور امور آخرت مین غور و نظر کرنے سے نفس کو خالی رکھوگے اور بعض نے کہا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم ۔ باینطور کہ اسکے لینے دینے مین پھنسے ہوگے قال تعالیٰ واذ اخذ اللہ
میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ اللہ عزوجل نے صادقین کو جو صاحبان الہام خاصہ محدثین از تمرین مین یہ حکم دیا کہ عہد جو انکے اور اللہ تعالیٰ
کے درمیان ہین طالبون پر بقدر فہم ظاہر کرین تاکہ اس وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف واصل ہون اور انپر عارضہوا اور یہ صفت ان لوگون کی ہی جو علما مین سے اہل کمال ہین
اور یہ بھی حکم دیا کہ صدیقین کے اوصاف چھپائے ہین مداہنت نکرین قال المترجم عجب کہ عارف لکھنوی قدس سرہ نے کلمۃ الحق مین صریح مسئلہ
وحدت وجود کا اظہار کرنا عین ایمان وفرض کہا اگر یہ صحیح ہو تو بھی اظہار نہین چاہیے کیونکہ صحیح مسلم مین ثابت ہی کہ لوگون سے انکی عقل کے موافق باتین
کرنے کا حکم دیا ہی اور عارف جامیؒ نے شرح فصوص مین صریح کہا کہ غیر عارف کے واسطے زبانی الیسا اقرار و اظہار کرنے مین خوف کفر ہی کہ خاتمہ
بخیر ہو مجھے زیادہ گفتگو کی ضرورت نہین ہی کافی ہی کہ عرب عرباء صحابہ کرام و تابعین عظام و علما سے مجتہدین و عائمہ صالحین بلکہ کافۂ امت
اس کلمہ سے وحدت وجود نہین سمجھتے تھے پھر ایسی جماعت کو چھوڑ کر اس شذوذ مین پڑنا کس ایماندار کو پسند ہوگا بلکہ مین یہی کہتا ہون کہ احکام
کتاب و سنت پر عمل کرین تمام خوبی خود بخود حاصل ہوجائیگی ورنہ زبانی بک بک سوائے گمراہی کے کیا مفید ہو سکتی ہی والسلام قال الشیخ
اور بعض نے فرمایا کہ عامہ اولیاء اللہ سے یہ عہد ہی کہ حق کو پوشیدہ نرکھین اور ناحق دعوے نہ کرین اور مراد یہ ہے انکا قصد یہی ہو کہ راہ حق اختیار
کرین ۔ قولہ تعالےٰ واشتروا بہ ثمنا قلیلا ۔ یہ اس شخص کے حق مین ہی جو صدق ایمان کے مقام تک نہ پہونچا اور اگر پہونچا تو دنیا کے عوض
دین نہ بیچتا ۔ پھر جب وہ مقصد تک نہ پہونچے اور راستہ کے شروع ہی مین چند روز انکے لئے کہ انکے نفس کی وحشت نے انکو گھیر لیا کیونکہ وصل کی
حلاوت پائی نہ تھی تو مخلوق کے نزدیک اپنے واصل ہونے کے دعوے کرنے لگے حالانکہ جانتے ہین کہ اللہ تعالےٰ کی موہبت وکرامت انھون نے
مشاہدہ نہین کی پس جو انکے پاس نہین ہی وہ بیچنے لگے اور اولیاء اللہ کے روبرو خجل ہوئے کیونکہ یہ لوگ انکی خیانت پہچانتے ہین اور بعض نے
کہا کہ ان لوگون نے اپنی ذات کے واسطے ایسے دعوے کیے تاکہ مخلوق کو فتنہ مین ڈالین ۔ قولہ تعالیٰ ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا یہ حدیث

ان لوگون کا ہی جو دعوی معاملات مین جھوٹے ہین اور ہنوز اسپین نہین داخل ہوے وہ ظاہری تقشف سے اعمال معاملہ کے لباس پہنکر اپنے آپکو بھی اہل معاملہ مین ظاہر کرتے ہین۔ تاکہ خلق ان کی طرف متوجہ ہوس پس یہ ریاکار لوگ ہین کہ خلق کی طرف نظر رکھکر اپنی تعریف چاہتے کو خالی دعوی کرتے ہین بلکہ یہ لوگ تو ریاکارون سے بھی بدتر ہین کیونکہ یہ لوگ تو تعریف و مرتبہ دنیاوی کو طلب کرتے ہین پس ریاکارون جھوٹون سے بھی یہ بدتر قوم ہین اور اللہ تعالیٰ نے یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا سے صاف فرمایا کہ یہ لوگ اپنے پردہ نفس سے خارج ہی نہین ہوے اور ہجران مین پڑے ہین اور یہ اشد عذاب ہی۔ حاتم اصم نے فرمایا کہ اللہ عز و جل نے اس آیت سے مومنون کو تحذیر دی اور ڈرایا کہ خبردار ان ریاکارون متقرب زاہد بننے والون کی راہ نہ چلنا اور یہ لوگ گمراہ دوزخ کی طرف جاتے ہین چنانچہ فرمادیا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ۔ اور یہ لوگ سمجھتے ہین کہ یہ ظاہری بناؤ انکو عذاب سے چھٹرا دیگا ۔ ہرگز نہین وہ تو عذاب الیم مین پڑے رہینگے اور یہ کتنا بڑا عذاب ہی کہ دیدار الٰہی سے محروم اور اللہ تعالیٰ کے لذیذ خطاب سے ممنوع ہین

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ

آسمان و زمین کی پیدائش مین اور رات و دن کے بدلتے آنے مین عقل والون

لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى

کو نشانیان ہین وہ جو یاد کرتے ہین اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور

جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ

کروٹ پر لیٹے اور دھیان کرتے ہین آسمان و زمین کی پیدائش مین ای رب ہمارے تو نے یہ بیفائدہ نہین بنایا

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا

تو پاک ہر عیب سے سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے ای رب ہمارے تو نے جسکو دوزخ مین ڈالا سو اسکو رسوا کیا اور

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ

ظالمون کا کوئی مددگار نہین ای رب ہمارے ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو جو ایمان کے لیے پکارتا ہی کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر

فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا

سو ہم ایمان لائے ای ہمارے پروردگار اب بخش دے ہمارے گناہ اور اتار ہمسے ہماری برائیان اور موت دے ہمکو نیک بندون کے ساتھ ای رب ہمارے

وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

اور دے ہمکو جو تو نے وعدہ دیا اپنے رسولون کے منہ سے اور رسوا نکر ہمکو قیامت کے روز تحقیق تو خلاف نہین کرتا وعدہ

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ وما فیہما من العجائب ۔ آسمان و زمین کی پیدائش مین ف اور جو کچھ ان دونون مین عجائبات ہین انکی پیدائش ہین ۔ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۔ اور رات و دن کے پے در پے مختلف آنے مین ف بالمجیء و الذہاب والزیادۃ والنقصان ۔ یعنے اختلاف ان دونون کا بایں طور کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے و جاتے ہین اور زیادہ ہوتے اور گھٹ جاتے ہین غرضکہ ان امور مین ۔ لَاٰيٰتٍ ۔ دلالات علی قدرتہ تعالےٰ ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیلین ہین لِّاُولِي الْاَلْبَابِ لذوی العقول ۔ ایسے لوگون کے واسطے جو عقل رکھتے ہین ف پس جس شخص کی عقل جسقدر صاف ہوگی اور وہم سے پاک و ہوا و ہوس وغیرہ بد اخلاق سے پاکیزہ ہوگی اور نور ایمان سے منور ہوگی اسیقدر اسکو آسمان و زمین کی پیدائش و اختلاف شب و روز

و دیگر عجائب مخلوقات الٰہی مین قدرت کاملہ الٰہی نظر آویگی ایکیا دنی سی بات ہو کہ ایک درخت کی پتی اگر انکھ مین لیوے تو اسکی مثل سے تمام مخلوق عاجز ہی اور بہت بڑی قدرت خود انسان کی خلقت مین ہو ولیکن سچ فرمایا کہ یہ اسی کو نظر آتی ہو جو عقل والا ہو وہی بول اٹھتے ہین کہ ہی پاک پیدا کرنے والے تیری ہی قدرت ہو کہ عقلین حیران ہین - یہ لطف ارشاد ہو کہ اہل عقل کو شناسائے قدرت قرار دیا ورنہ عقل کیا اور عقل والا کیا ہو - پھر عقل والون کی پہچان فرمائی - اَلَّذِیْنَ - نعت لما قبلہا و بدل - اولی الالباب کی صفت یا بدل ہو یعنی اولوا الالباب ایسے لوگ ہین جو - یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ مضطجعًا ای فی کل حال - یاد کرتے ہین اللہ تعالی کو کھڑے اور بیٹھے و کروٹ پر ف اور مراد یہ کہ ہر حال مین یاد کرتے ہین - اور صحیح مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم اپنے ہر وقت مین اللہ تعالی کو یاد کرتے تھے - اور یہ تفسیر اسوقت ہو کہ ذکر سے مطلقاً یاد الٰہی مراد ہو خواہ نماز مین ہو یا کسی اور وقت ہو - وعن ابن عباسؓ یصلون کذلک بحسب الطاقۃ - اور ابن عباسؓ سے اسکی تفسیر یون مروی ہو کہ نماز پڑھتے ہین کھڑے و بیٹھے اور کروٹ سے موافق طاقت کے - یعنے صحیح سالم کھڑے پڑھ سکتے ہین تو کھڑے ورنہ عذر کی حالت مین بیٹھ کر ورنہ کروٹ سے ہر حال ترک نہین کرتے ہین کما قال قتادہ اور یہی تفسیر حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہو اور عمران بن حصین سے روایت ہو کہ مجھے بواسیر تھی مین نے حضرت صلعم سے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اگر نہو سکے تو کروٹ سے رواہ البخاری و مسلم - وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اور آسمانون و زمین کی پیدایش مین غور کرتے ہین ف لیستدلوا بہ علی قدرۃ صانعہما - تاکہ اس تفکر سے ان دونون مخلوق کے پیدا کرنے والے کی قدرت کاملہ پر استدلال کرین یعنے راہ پاوین قال ابن کثیر یتفکرون ای اپنی سمجھ دوڑا کر ان دونون کی حکمتین دریافت کرتے ہین جنسے خالق عزوجل کی عظمت و عظیم قدرت و علم و حکمت معلوم ہوتی ہو اور اسکا قادر مختار ہونا ظاہر ہوتا ہو اور شیخ ابو سلیمان دارانی نے کہا کہ مین اپنے گھر سے نکلتا ہون سو جس چیز پر میری نظر پڑتی ہو اس مین اللہ تعالی کے واسطے اپنے اوپر نعمت اور اپنے حق مین عبرت دیکھتا ہون (رواہ ابن ابی الدنیا) اور حسن بصریؒ سے روایت ہو کہ ایک ساعت کا تفکر تمام رات کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بہتر ہو اور فضیلؒ نے کہا کہ حسنؒ فرماتے تھے کہ فکر ایسا آئینہ ہو جس مین تیری بھلائیان و برائیان نظر آوین گی - اور سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ تفکر ایک نور ہو جو تیرے قلب مین داخل ہوگا اور بسا اوقات کہتے ۔ اذا المرء کانت لہ فکرۃ - ففی کل شیٔ لہ عبرۃ - آدمی کو جب فکرت کا مرتبہ حاصل ہو تو ہر چیز سے اسکو عبرت حاصل ہو جاتی ہو - اور عیسیٰؑ سے منقول ہو کہ بھلا حال اس کا جس کا بولنا یاد الٰہی اور خاموشی تفکر اور نظر عبرت ہو اور لقمان حکیم نے فرمایا کہ بہت تنہائی سے فکرت کا الہام ہوتا ہو اور فکرت دروازہ جنت تک راہ بتاتی ہو اور عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ اللہ تعالی کی نعمت مین فکر کرنا عبادت مین سے افضل ہو اور مغیث اسودؒ اسکا بیان کرتے حتی کہ رو کر بیہوش ہو جاتے اور ابن المبارکؒ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس باب مین روایت ہو اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دو رکعتین مختصر جو فکرت سے ہون رات بھر کے غافل قلب کی نماز سے بہتر ہین اور حسنؒ فرماتے کہ تنہائی بیٹھ تو تفکر کے لیے خالی چھوڑ دو - اور بشر حافیؒ فرماتے کہ لوگ اگر اللہ تعالی کی عظمت مین تفکر کرتے تو اس کی نافرمانی نہ کرتے - اور عامر بن قیس نے فرمایا کہ مین نے دو تین نہین بلکہ زیادہ صحابہؓ سے سنا کہ تفکر نور ایمان ہو اور حدیث مین ہو کہ ذات الٰہی مین فکر نکیجیو بلکہ اسکے مخلوقات و نعمتون مین فکر کرو کما فی الصحیح - مترجم کہتا ہو کہ ذات و صفات خالق عزوجل کی فکر محال ہو تو خواہ مخواہ شیطان کی حد مین قدم گریگا اور چاہیے کہ اول مین اللہ تعالی کے افعال خلق و رزق وغیرہ کے عجائب دیکھکر تو فعل سے قوت و سامان بہم پہنچا وے تو اللہ نور صفت تک اسی فور حق سے راہ پاوے ۵۰ مترجم

کہتا ہے کہ شیخ محدث ابن کثیرؒ نے یہان سلف و صالحین کے اقوال بہت پیش کیے ہین مین نے یہان بخوف تطویل ترک کیے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ
اپنے بعض موقع پر لاؤنگا اور آخر مین شیخ نے یہ قول فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ان لوگون کی مذمت فرمائی جو اسکی آیات مین تفکر نہین کرتے ہین
چنانچہ فرمایا۔ وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون۔ وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ یعنے بہتیری
نشانیان ہین آسمانون وزمین مین کہ اپر گذرتے ہین درحالیکہ اُنسے منھ موڑے ہوے ہین اور بہتیرے ان لوگون مین کے ایمان نہین لاتے
اللہ پر مگر اس حال سے کہ مشرک رہتے ہین۔ اور جو لوگ تفکر کرتے ہین انکی تعریف فرمائی اس آیت مین ویتفکرون فی خلق السموات والارض
رَبَّنَا۔ ای یقولون ربنا۔ مَا خَلَقْتَ هٰذَا۔ ای ہذا الخلق الذی نراہ۔ بَاطِلًا۔ حال عبثا بل دلیلا علی کمال قدرتک۔ اے
رب ہمارے یعنے کہتے ہین اے رب ہمارے اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے قائلین مقدر کرکے حال ڈالا ہے ای درحالیکہ کہتے ہین کہ اے پروردگار ہمارے
نہین پیدا کی تونے یہ۔ یعنے یہ مخلوق جو ہم دیکھتے ہین۔ باطل۔ یعنے عبث بلکہ کمال قدرت پر دلیل ہے قولہ باطلا حال واقع ہوا۔ یا یہ معنی کہ
باطل نہین بلکہ حق کے ساتھ ہے تاکہ بدکارون کو انکے فعل کی جزا ملے اور نیکیون کو نیکی ملے۔ پھر انھون نے عبث وباطل پیدا کرنے سے حق عزوجل
کی پاکی بیان کی۔ سُبْحَانَكَ۔ تنزیہا لک عن العبث۔ یعنے عبث پیدا کرنے سے ہم اپنی طاقت بھر تیری پاکی بیان کرتے ہین۔ فَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ۔ یعنے جس طرح ہم سے ہوسکا ہم نے پاکی بیان کی سو تو اپنے کرم سے ہمکو عذاب دوزخ سے بچادے یعنے ہمکو عذاب دوزخ
سے بایںطور کہ اپنی توفیق سے ہمکو عمل صالح ومرضی کی توفیق دے اور سب تیری ہی معافی پر ہے۔ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ
اے ہمارے رب جس شخص کو تو جہنم مین داخل کرے۔ للخلود فیہا۔ یعنے دوزخ مین ہمیشہ رہنے کے واسطے جس کو تو داخل کرے۔ فَقَدْ
أَخْزَيْتَهُ۔ اہنتہ۔ پس تونے اسکو خوار کیا۔ یا رحمت سے دور کیا یا فضیحت کیا یا ہلاک کیا۔ یہ سب معنے بیان ہوے ہین۔ اور حضرت
انس رضہ سے روایت ہے کہ من تدخل النار ای من تخلد۔ یعنے جسکو ہمیشہ کے لیے اسکو داخل جہنم کریگا۔ اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ یہ اس
شخص کے لیے ہے جو دوزخ سے نکالا نہ جاویگا۔ اور اہل الحق بالاجماع کہتے ہین کہ کبیرہ گناہ سے کافر نہین ہوتا ورنہ وہ گناہ نہین بلکہ کفر
کہلاتا پس گنہگار اگرچہ کبیرہ گناہ ہو مومن رہا اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ۔ یعنے قیامت کے دن خوار
نہین کریگا اللہ تعالی اپنے نبی کو اور نہ اسپر ایمان لانے والون کو۔ اھ۔ پس گنہگار پر وہی عذاب نہوگا بلکہ کافرون مشرکون پر وہی عذاب
ہوگا جو ظالم ہین۔ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ۔ الکافرین۔ مِنْ اَنْصَارٍ۔ اور ظالمون یعنے کافرون کے واسطے کوئی بھی مددگار نہین ہے
ف ظالمین سے مراد کافرین ومشرکین ہین اسواسطے کہ کفر وشرک سے بڑھکر کوئی ظلم نہین ہے۔ قولہ من انصار مین من زائدہ تاکید نفی
ہے یعنی کوئی بھی مددگار نہین جو انکو عذاب اللہ تعالی سے بچاوے۔ واضح ہو کہ کشاف نے یہان اپنی بد اعتقادی سے کہا کہ فلا ناصر لہم من
شفاعۃ وغیرہا۔ یعنی معتزلہ تو شفاعت سے منکر ہین تو کشاف والے معتزلی نے انصار سے شفاعت کرنے والے کی بھی نفی نکالی یعنے کوئی انکا مددگار
نہوگا نہ شفاعت سے نہ اور کسی وجہ سے مترجم کہتا ہے کہ اسنے ظالمون مین گنہگار مسلمانون مرتکب کبیرہ کو بھی داخل کرلیا تھا تو اب اپنی
بد اعتقادی پر دعوی کرتا ہے کہ اسکی شفاعت بھی نہوگی کیونکہ جب کوئی ناصر نہوا تو شفیع بھی نہوا اور ہم کہتے ہین کہ اول تو یہین کبیرہ گنہگار
داخل نہین ہے کیونکہ ظالم سے کافر مشرک مراد ہے اور کافر کے لیے کوئی شفیع نہین ہے دوم یہ کہ نفی ناصر سے شفیع کی نفی کرنا غلط ہے چنانچہ بیضاوی رح
نے رد کردیا کہ ناصر تو وہ ہے جو اپنے زور سے دور کرے اور شفاعت کرنے مین شفیع تو عاجزی ودعا سے چھڑاتا ہے پھر نصرت کی نفی سے شفاعت
کی نفی نہوگی مترجم کہتا ہے کہ اوپر معلوم ہوا کہ ظالمین سے مراد کافر ہین نہ مومن کیونکہ یہان اللہ تعالی نے انکے حق مین خواری فرمائی ہے

ہے وقال تعالی الخزی الیوم والسوء علی الکافرین - جو کچھ خزی وخواری ہوگی وہ قیامت مین فقط کافرون پر ہوگی اور مومنون مین سے اگرچہ کسی بقدر گناہ عذاب ہو لیکن خواری نہوگی جیسا کہ یوم لایخزی اللہ النبی والذین آمنوا الآیہ سے ثابت ہوا اور شفاعت تو مومنون کے لیے قطعاً متواتر ثابت ہے اگرچہ گناہ کبیرہ ہو لیکن وہ کافرون کے واسطے بالکل نہین ہے - الحاصل مومنین فکر کرکے دنیا مین عذاب خواری سے بچنے کی دعا کرتے ہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ - رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيۡ - یدعوا الناس - ہمارے رب ہم نے سنا ایک منادی کو جو بلاتا ہے لوگون کو - لِلۡاِيۡمَانِ - الیہ وہو محمد او القرآن - ایمان کے لیے یعنی ایمان کی طرف بلاتا ہے - وہ اکثر کے نزدیک محمد صلعم ہین اور بعض کے نزدیک قرآن ہے اور پکارنے کا طریقہ یہ ہے - اَنۡ - ای بان - اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ - کہ اے لوگو اپنے رب پر ایمان لاؤ - فَاٰمَنَّا - بہ پس ہم اسپر ایمان لائے یعنی رب تبارک وتعالی پر ایمان لائے - رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَكَفِّرۡ عَنَّا - غطعنا - سَيِّاٰتِنَا - پس اے ہمارے رب ہمکو ہمارے گناہ بخشدے (مواخذہ نہ فرما) اور ڈھانپ دے ہمسے ہمارے گناہ پس ان گناہون کو اس طرح ظاہر نہ فرما کہ تو ہم پر عذاب کرے - وَتَوَفَّنَا - اقبض ارواحنا - اور قبض کر ہماری روحین - مَعَ - جملۃ - الۡاَبۡرَارِ - الانبیاء والصالحین - ساتھ مین جملہ ابرار کے یعنی انبیاء وصالحین کے یعنی جب تو ہماری ارواح قبض فرماوے تو ان نیک بندون کے ساتھ کر دیجیو - رَبَّنَا وَاٰتِنَا - اعطنا - اے ہمارے رب عطا کر ہمکو - مَا وَعَدۡتَّنَا - جو وعدہ کیا تونے ہم سے - عَلٰى - السنۃ - رُسُلِكَ - من الرحمۃ والفضل - اپنے رسولون کی زبان پر - یعنے رحمت وفضل ہم کو مرحمت ہو - اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے تو وعدہ خلاف نہین فرماتا بلکہ اسپر ایمان فرض ہے پھر انھون نے یہ کیون کہا مفسر نے جواب دیا بقولہ - وسوالہم ذلک وان کان وعدہ تعالی لایخلف سوال ان یجعلہم من مستحقیہ لانہم لم یتیقنوا استحقاقہم یعنی وہ لوگ خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالی کا وعدہ خلاف نہین ہوتا لیکن دعا سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالی ہمکو بھی اس ثواب کے مستحقین مین کردے کیونکہ با وجود فرمانبرداری کے انکو اپنی نسبت یقین کامل نہین ہو سکتا کہ ہم اسی کے مستحق ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ انھون نے اللہ تعالی کی جناب مین صاف اقرار کیا کہ - انک لاتخلف المیعاد - اے رب کریم تو اپنا وعدہ خلاف نہین فرماتا ہے پس تو ہمکو اس لائق کردے کہ ہم بھی ایسے لوگون مین سے ہو جاوین جنکے حق مین تیرا وعدہ ہے - اگر کہا جاوے کہ وہ مومن تو ہو چکے - جواب یہ کہ ہان اپنے یقین مین تو بیشک مومن ہین مگر نفس کے پردہ مین حقیقی علم فقط اللہ تعالے کو ہے کہ کیا حقیقت ہے اور کیا انجام ہے تو فضل ورحمت سے قبولیت وخاتمہ بخیر ہونا مانگتے ہین تاکہ وعدہ الٰہی کے لائق ہون پھر تو وعدہ الٰہی خلاف نہ ہوگا اور واضح ہو کہ یہ کمال ادب اور عظمت الٰہی تعالے کا اظہار ہے - اور اہلسنت کے نزدیک اللہ تعالی پر کسی کا حق نہین اور وہ تعالے مختار ہے جو وہ کرے سب حق ہے اور جو بندہ اسکے خلاف اعتقاد کرے وہ خود جاہل ہے - واضح ہو کہ ہر دعا مین کلمہ ربنا - مکرر آیا ہے - مفسر نے لکھا کہ ربنا کو جو مکرر بار بار کہا تو تضرع وعاجزی مین مبالغہ ہے تاکہ ترحم نازل ہو - وَلَا تُخۡزِنَا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ہم کو روز قیامت خوار نہ کر جیسے کافر وظالم خوار ہونگے - اِنَّكَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ - الموعد بالبعث والجزاء - میعاد مصدر بمعنی ظرف ہے یعنے وقت وعدہ حشر وجزاء - یا مراد یہ وعدہ ہو کہ مومنین بروز قیامت خوار نہونگے واللہ اعلم بہانتک تو ان لوگون کی دعا تھی آگے اللہ عز وجل نے اپنے کرم سے اسکی قبولیت کو بیان فرمایا ہے مگر درمیان مین فوائد کو سننا چاہیے واضح ہو کہ سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت ہے کہ قریش کے لوگ یہود کے پاس آئے اور کہا کہ تمھارے پاس موسیٰ کیا کیا نشانیان لائے تھے بولے کہ عصا تھا اور ید بیضا کہ دیکھنے والے اسکو آنکھون دیکھتے تھے پھر وہ نصاری پاس آئے اور کہا کہ عیسیٰ تم مین کیسے تھے بولے کہ اندھے مادر زاد اور کوڑھی کو اچھا کرتے اور مردے کو زندہ کرتے تھے پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اللہ تعالی سے دعا کیجیے کہ صفا پہاڑی کو ہمارے واسطے سونا کردے

پس آنحضرت صلعم نے یہ دعا چاہی پس نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الآیہ پس حضرت صلعم نے فرمایا ہم کو چاہیے کہ اسمین تفکر کرو۔ رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم والطبرانی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس روایت مین اشکال ہے کہ آیت کریمہ مدنی ہے اور قریش کا یہ سوال کہ کوہ صفا سونے کا ہوجاوے مکہ مین واقع ہوا فقط واللہ اعلم۔ آیت کریمہ کے مدینہ ہونے مین شک نہین اور دلیل اسپر حدیث عائشہ رضؓ ہے جسمین آنحضرت صلعم کی بعض رات کی عبادت کے حال مین کہا کہ پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے پھر روتے یہانتک کہ داڑھی تر ہوگئی پھر سجدہ کیا پھر روئے یہانتک کہ زمین تر ہوگئی پھر کروٹ سے لیٹے پھر روئے یہانتک کہ بلال رضؓ نے آکر نماز صبح کی خبر دی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کیون روتے ہین حال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیے ہین فرمایا کہ اے بلال مجھے کون چیز رونے سے روکتی ہے حال یہ ہے کہ آج رات مجھپر نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر فرمایا کہ خرابی ہے اسکی جسنے ان آیات کو پڑھا اور انمین تفکر نہ کیا۔ رواہ ابن مردویہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابن حبان (اسنادہ جید) اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ایک رات مین اپنی خالہ میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے یہان سویا پس رسول اللہ صلعم نے ایک ساعت اپنے گھر کے لوگون سے یعنے حضرت میمونہ رضؓ سے باتین کین پھر سو رہے پھر جب تہائی رات آخر تھی کہ اٹھے پس آسمان کی طرف نظر کی اور پڑھا ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر کھڑے ہوکر وضو کیا اور مسواک کی پھر گیارہ رکعتین پڑھین پھر بلال رضؓ نے اذان دی پھر دو رکعتین پڑھین پھر نکلکر لوگون کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رواہ البخاری ومسلم اور دوسری روایت مین ہے کہ ان فی خلق السموات الآیات دس آیتین پڑھین۔ اور اسکو ابو داؤد والنسائی وابن مردویہ وغیرہم نے بھی روایت کیا اور ابن مردویہ کی روایت مین مانند بعض طرق صحیح کے ان آیات کے بعد یہ دعا بھی مذکور ہے کہ کہا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُوْرًا وَفِي سَمْعِي نُوْرًا وَفِي بَصَرِي نُوْرًا وَعَنْ يَمِيْنِي نُوْرًا وَعَنْ شِمَالِي نُوْرًا وَمِنْ بَيْنِ يَدَيَّ نُوْرًا وَمِنْ خَلْفِي نُوْرًا وَمِنْ فَوْقِي نُوْرًا وَمِنْ تَحْتِي نُوْرًا وَأَعْظِمْ لِي نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ف عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالی ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار۔ اس آیت کریمہ مین ایک لطیف اشارہ ہے کہ حق تعالی شانہ نے ظاہر فرمایا کہ جو ربانی بندے ہین اپنے رب تعالی کے فعل مین اسکے ظہور قدرت سے انوار صفت ازل پاتے ہین یعنی انکی دلیل خود اسی پاک تعالی شانہ سے اسی کی طرف ہے کچھ مخلوق سے نہین ہے کیونکہ اسکی صنعت ایجاد مین عارف ناظر وحاذق بصیر کو ادراک ہے اور دیدار مخلوق مین یہ بات نہین ہے کیونکہ حادث پر نظر کرنا تو خود ہی دیدار قدیم کا پردہ ہے **قال المترجم** حاصل آنکہ خلق السموات والارض یعنی انکے پیدا کرنے مین جو فعل باری ہے قدرت کی نشانی فرمائی اور یہ نہین فرمایا کہ خود آسمانون وزمین مین دلالت ہے اسلیے کہ فعل باری تعالی سے اسکی صفت کی طرف دلالت ہوجاتی ہے اور یہ طریقہ وصول مستقیم ہے اور خود مخلوق سموات وارض سے وصول نہین ہوسکتا کیونکہ جب نظر حادث پر رہی تو وہ قدیم کے واسطے حجاب ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام متانت کے ساتھ لطیف اشارہ ہے۔ پھر شیخ نے کہا کہ آسمان کو ظہور آیات کے واسطے مخصوص کیا کیونکہ وہ مزین بنور جلال وملتبس با نوار جمال ہے کیونکہ وہ آئینہ کو اشف صدیقین ہے کیا تو دیکھتا نہین کہ فرمایا اللہ نور السموات والارض۔ اور نیز فرمایا۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیہ۔ اور رہی خصوصیت زمین کی تو بموقع اقدام صدیقین وانبیاء ومرسلین علیہم السلام ہے پھر رات کی خصوصیت اسوجہ سے فرمائی کہ وہ مناجات عارفین کا وقت خاص ہے اور موحدین کے لیے۔ اور کشف عظمت بصفت ہیبت اسیوقت ہوتی ہے اور دن کی خصوصیت اسواسطے کہ فرحت محبین اور بسط مشتاقین کا وقت ہے اور نظر والے آئینہ مخلوقات مین نور قدرت سے معرفت حضرت باری تعالی عزوجل سے فائز ہوتے ہین چنانچہ بعض نے فرمایا کہ مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اس حال مین کہ پہلے اسمین اللہ تعالی کے دیدار سے مشرف ہوا

عاقلان حقیقت کو آسمان و زمین درات و دن مین اپنے فعل کے انوار دکھلائے پھر انکو اسمین اپنی قدرت خاصہ و صفاتیہ کے انوار دکھلائے اور محل التباس و مقام تلوین ہی واضح ہو کہ جس شخص نے یہ حاجت سمجھی کہ آیات کو دیکھکر اس سے وجود حق سبحانہ تعالی ثابت کرے تو وہ عوام مین سے ہی کیونکہ حادث سے قدیم کی شناخت چاہتا ہی حالانکہ مثبت و موجد فقط عز و جل ہی اور فعل اُسی کا مخلوق ہی تو اسکے واسطے کوئی چیز بادلیل کیونکر مثبت ہوسکتی ہی او تمام بحث مقدمہ مین تحقیق ہی شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جس شخص نے اوتعالی عز و جل کو علت سے ثابت کیا سنے غیر حق عز و جل کو ثابت کیا اسواسطے کہ علت تو مصاحب اپنے معلول کی ہوتی ہی اور حق عز و جل اس سے پاک برتر ہی واسطی رح نے اس آیت مین فرمایا کہ عوام کی معرفت میں اور محققین کی معرفت مین امتیاز کرتی ہی۔ اسواسطے کہ عوام نے تو اسکو ایسی چیز کے ساتھ اعتقاد کیا جو خود انکی طبع کے لائق ہی اور خواص نے ایسی چیز کے ساتھ جو اسی کے لائق ہی جس حال کو عوام نے ثابت کیا اس سبب سے خواص نے انکار کیا پس او تعالی شانہ ایسے وصف سے پاک ہی جو عوام نے بیان کیا ہی کیونکہ عوام نے اسکو از راہ عبودیت اعتقاد کیا اور خواص نے از راہ ربوبیت اعتقاد کیا ہی **قال المترجم** شیخ نے جہانتک بیان مین گنجایش تھی بیان کیا لیکن بیان یہان بحث قاصر ہی سمجھنے والا سمجھ جائیگا عبارت مین طاقت کہان ہی سبحانک اللہم استغفرک واتوب الیک۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ خواص نے مخلوقات و حوادث کی طرف نظر نہین کی مگر اسی واسطے کہ آیات مشاہدہ کرین اور آیات کو مشاہدہ نہین کیا مگر اسی واسطے کہ اسمین حق عز و جل کا مشاہدہ کرین اور جسنے حق عز و جل کا مشاہدہ کیا اسکے خاطر مین حوادث کا لگاؤ نہین رہتا ہی اور نصر آبادی رح نے فرمایا کہ جو شخص اولوالالباب مین سے نہین اسکو آسمان و زمین کی طرف نظر کرنا کچھ عبرت نہین دیتا ہی اور اولوالالباب وہی ہین جو خلق پر بنظر حق آنکھ ڈالتے ہین مترجم کہتا ہی کہ اللہ عز و جل نے خود اولوالالباب کی صفت فرمائی بقولہ الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبہم الآیۃ۔ واضح ہو کہ ہر صفت قدس کے واسطے ایک تجلی خاص ہی اور یہ تجلی ذاکرون کے دلون مین ملتی ہی اور ہر ذکر کے واسطے ہر مقام مین ایک خاص عمل ہی اور حالات مین ایک خاص وجدان پایا ہی پس رضائے حق سے ذکر رضا حاصل ہوتا ہی اور حب اللہ تعالی سے ذکر توکل و جبروت الٰہی تعالے سے ذکر قہر اور ملکوت الٰہی سے ذکر افضال اور نعمائے الٰہی سے ذکر آلا ہوتا ہی اور بقدر کشف صفت کے اُس ذکر کو ہمیشگی کا حصہ ہوتا ہی یعنی کشف اسما و صفات و نعوت و ذات سے جو ذکر متوافق ہو اسکو اسی اصل پر قیاس کرو۔ اور جان رکھنا چاہیے کہ موحد ذاکر خود فانی ہوتا ہی صرف باقی وہی ہوتا ہی جسکی توحید بیان کرتا تھا یعنے خاص طور سے اسکا ذکر کرتا تھا جیسا کہ وہ ازل مین وحدہ لاشریک تھا اور واسطی رح نے فرمایا کہ ہر یاد کرنے والا اس کو اپنے قلب کے مطالعہ کی قدر یاد کرتا ہی پس جسنے اسکو بصفت جلال مشاہدہ کیا وہ جلال کے ساتھ یاد کرتا ہی اور جسنے اسکو صفت رحمت سے مشاہدہ کیا وہ اس سے یاد کرتا ہی علی ہذا القیاس اور نصر آبادی رح نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما۔ یعنی اوسکی قیومیت کے ساتھ چنانچہ فرمایا افمن ہو قائم علی کل نفس الآیۃ۔ اور قعودا یعنے ہمنشینی سے چنانچہ حدیث صحیح قدسی مین یہ مضمون ہی کہ مین ہمنشین اسکا ہون جسنے مجھے یاد کیا اور بعض نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما یعنے اسکو یاد کرنے مین اسطرح کہ اسکے احکام کی فرمانبرداری پر قائم ہوتے ہین و قعودا یعنی اسکی منہیات سے بیٹھ رہتے ہین و علی جنوبہم یعنے ہر حال مین خلاف مرضی پر نظر رکھنے سے بھی پرہیز کرتے ہین قولہ تعالی و یتفکرون فی خلق السموات والارض خلق السموات والارض مین تفکر کرنے کے دو معنے ہین اول یہ کہ قلب غائب ہوجاوے اُن غیوب مین جو انوار صفات کے خزانے ہین جن صفات سے نفاذ پر خلق کا ظہور ہی پس محض ربوبیت مین فکر کرتے ہین اور مراد انکی یہ ہوتی ہی کہ انوار قدرت پاجاوین جس سے مشاہدہ کرنے والا اپنے مشہود کی طرف دیدار صفت حقیقۃ حاصل ہوتے سے پہونچ جاتا ہی دوم معنے یہ ہین کہ تفکر کے ساتھ قلب کو جولانی ہو کہ ملک کو کیونکر خلق فرمایا اور ملک مین تفکر سے مقصود مشاہدہ مالک ہی پس منزل توحید سے منزل جمع مین رسائی ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ تفکر یہ ہی کہ اسکے اشیاء مخلوقہ مین دیدار الٰہی حاصل ہو یعنے مشاہدہ

الٰہی ہر چیز مین موجود ہی اور تفکر کا فائدہ یہ ہی کہ نظر آجاوے کہ سب چیزون کا قیام اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہی وہی حی قیوم ہی یہ تو صحیح تفکر
ہی اور فاسد تفکر یون ہوتا ہی کہ چیزون کو دیکھ کر اُنسے وجود الٰہی عزشانہ پر استدلال کرے بعض نے فرمایا کہ تفکر صنع باریتعالےمین جو صفت
حق عزوجل ہی اور مخلوق مین تفکر نہین مراد ہی **قال المترجم** کیونکہ وجود الٰہی عزوجل ظاہر باہر ہی اور خود فرمایا کہ قل ہو اللہ احد سادر
فرمایا ولئن سالتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ۔ پس جیسے یہ زعم کیا کہ یہ تفکر اس غرض سے کہ وجود صانع پر استدلال ہووے وہی نہی
بلکہ مقصود دکلتریہ ہی کہ صفات الوہیت کو پہچانین جس سے شرک جلی وخفی سب دور ہون **قال الشیخ** اور اگر یہ مقصود ہوتا کہ مخلوقات مین
اثبات صانع کے واسطے تفکر کرو تو یون حکم ہوتا ویتفکرون فی السموات والارض۔ حالانکہ یہ حکم نہین ہی بلکہ خلق یعنے صنعت مین تفکر کا
حکم ہی۔ قولہ تعالیٰ ربنا ماخلقت ہذا باطلا۔ مقام ذکر سے چلکر مخلوق کی پیدایش مین تفکر کرنے کی راہ لی تاکہ راحت حاصل کرین اور نور
ذکر سے سوختہ نہو جاوین پس صفات فعل سے راحت لی تاکہ مشاہدہ مین فنا نہو جاوین اور یہ مریدین مین خواص نہایت ہوتی ہی اور
جہانتک رخصت دی گئی ہی اسکو لینے مین **قال المترجم** یعنی راہ مستقیم شرع مین ظاہر و باطن جہانتک آسانی دی گئی اسکو بھی لینے مین چنانچہ
ظاہر کی مثال جیسے شرع مین نفل پڑھنا کھڑے ہو کر اولی ہی اور بیٹھکر جائز ہی یا سفر مین روزہ چھوڑنا بنا بر مذہب شیخ کے رخصت ہی پس اسکو
اختیار کرنا اختیار رخصت ہی اور یہ اصح قول کے موافق جائز ہی ایسے ہی باطن کے احکام حالات مین تتبع رخصت کا اتفاق ذکر سے فکر مین چلے آنے
اور نیز جب انھون نے نور فعل مین صفت فاعل کا دیدار دیکھا اور آئینہ فعل مین صفت ازلی کی تجلی حاصل کی تو بولے ربنا ماخلقت ہذا باطلا
یعنے یہ مخلوق سب اپنے خالق کی تجلی کے واسطے آئینہ ہی بھید یہ ہی کہ حق سبحانہ تعالیٰ جانتا ہی کہ مخلوق کو مشاہدہ خالص اُٹھانے کی طاقت
نہین پس مخلوق کو ظاہر فرمایا تاکہ مخلوق کے وسیلہ سے اسکی طرف راہ پاوین اور یہ رحمت وشفقت ہی **قال المترجم** اللالکائی رحمہ اللہ المحدث
نے سنت مین روایت کی کہ حق عزوجل نے موسی علیہ السلام کے دیدار کے سوال پر فرمایا تھا کہ اے موسیٰ کوئی زندہ مجھکو نہین دیکھ سکتا مگر
آنکہ مر جاوے گا اور جو تر چیز مجھے دیکھے قطعًا جلکر خشک ہو جائے گی الحدیث و ہو فی بعض السنن ایضاً۔ **فارس** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اظہار
مخلوقات مین اسکی حکمت فعلی کا اظہار ہی۔ اور خواص نے کہا کہ پہلے انکو پیدایش آسمان و زمین مین فکر کرنے کا حکم کیا پھر انکو اس سے قطع کر دیا
کہ کہنے مین ربنا ماخلقت ہذا باطلا۔ حاصل آنکہ پہلے تو انکو صنعت آسمان و زمین دیکھنے کی ہدایت کی پھر انکو آمادہ کیا کہ وہان نہ رکین
اور فورًا اس سے حق عزوجل کی طرف رجوع کر جاوین پس فرمایا ربنا ماخلقت ہذا باطلا۔ قولہ تعالیٰ سبحانک فقنا عذاب النار یعنی جب
مقام ذکر خالص سے افعال وآیات مین تفکر کرنے کی طرف آئے تو خالص ذکر سے جو کچھ جاتا رہا اسکی تلافی اس قول سے چاہی کہ سبحانک۔
یعنی تو ہر تحکم و فکر سے اور ہر خطرہ واشارہ وعبارت سے پاک ہی اور تو اس سے برتر ہی کہ خلق کے ذریعہ سے کوئی تجھکو پاوے تجھکو کوئی عارف
نہین پاسکتا مگر تیرے ہی ساتھ یعنی تجھی سے تجھ تک رسائی ہی سبحانک پاک ہی تو ہر ایسے وصف سے جو ہم نے زبان حادث سے تیرا
وصف بیان کیا۔ انت کما اثنیت علی نفسک۔ تو ویسا ہی جیسا تو نے اپنا خود وصف فرمایا چنانچہ تو نے فرمایا سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون
یعنے پاک ہی برتر ہی وہ ہر ایسے وصف سے جو مخلوق بیان کرین قولہ تعالیٰ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا اس
آیت مین اللہ عزوجل نے خبر دی کہ یہ حال ان لوگون کا ہی جو معاہدۂ ازلی پر قائم ہین اور جسمون مین ارواح کے آجانے کے بعد پھر وہ قدم
مین فنا ہین کہ انھون نے حقتعالی کے خطاب خالص ازل مین سننے کے بعد واسطہ کے ساتھ حق کی منادی کی زبان سے حق عزوجل کا خطاب
وندا سن لیا۔ اور حاصل معنے یہ کہ ہم نے تیری آیا تکو واسطہ ووسیلہ کی زبان سے سن لیا اور یاد کیا کہ تو نے فرمایا تھا الست بربکم اور ہم نے

عرض کیا تھا کہ بلیٰ یعنی بیشک تو ہمارا پروردگار خالق مالک مختار قادر علیم صاحب ارادہ جامع صفات کمالیہ ہے پس ہمنے تیری منادی یعنی رسول علیہ السلام کی ظاہر و باطن پیروی کی اور ہم نے اسکی پوری تصدیق کی اور ایمان کے معنے یہ ہیں کہ تصدیق کل بدیدار کل اور بسبقت نظر اسرار بحجابہا انوار اور قبول ظاہر بیقین باطن اور شروع کرنا بندگی کو بعد کشف ربوبیت کے اور معائنہ کرنا غیب کو غیب کیساتھ قولہ تعالیٰ ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار - یعنی تیری معرفت میں جو ہمسے قصور ہوا اسکو بخشدے کہ یہ بڑا گناہ ہے کیونکہ ہمنے خواہش کی کہ ہم جو حادث بے بنیاد ہیں قدم کی معرفت حاصل کریں بھلا قدم بھی حدوث سے کہیں مقارن ہو سکتا ہے - قولہ کفر عنا سیاتنا الٰہی اپنے کرم سے ہمارے ہر ایسے خطرہ سے تجاوز فرما جو تیرے غیر کی طرف لگاؤ رکھتا ہے اور یہ اسوقت ہم میں آیا جبکہ ہم کو تیرے ایمان کی حلاوت حاصل ہو چکی تھی - اور قولہ توفنا مع الابرار یعنی وفات دے ہمکو ان بندوں کے ساتھ جنپر تو نے اسطرح انعام فرمایا کہ انکے دلوں میں اپنی محبت ڈالدی اور انکے تہ دلمیں اپنے جمال کا شوق دیدیا اور انکو اپنی رضا سے قدیم کا لباس پہنایا یہانتک کہ تیری ہر بلا و امتحان میں وہ رضامندی سے تیرے ساتھ قائم رہے اور **شیخ ابو عبد الرحمٰن** نے فرمایا کہ ہمنکا ظاہر تو خلق کے ساتھ تھا اور باطن حق کے ساتھ ہے ہمیں انکے ساتھ ہماری وفات ہو - اور بعض نے فرمایا کہ ابرار وہ لوگ ہیں جو حد تفرید و توحید پر قائم ہیں - اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابرار وہی ہیں جو طریقہ سنت کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں **قال المترجم** یہ قول جید ہے کیونکہ اس طریق پر جو ولی ہے وہ افضل الاولیا ہوگا جیسا کہ اکابر نے تصریح کی ہے - فافہم قولہ تعالیٰ ربنا واٰتنا ما وعدتنا علیٰ رسلک - یعنی ہم کو اپنے مشاہدہ سے سرفراز فرما جو تو نے اپنے رسول کی زبان سے ہمکو وعدہ دیا ہے چنانچہ فرمایا للذین احسنوا الحسنیٰ و زیادۃ **مترجم** کہتا ہے کہ احادیث و آثار کثیرہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ زیادۃ سے مراد دیدار الٰہی عزوجل ہے اور عنقریب سوال موسیٰ علیہ السلام میں مسئلہ دیدار باری تعالیٰ کے بیان میں انشاء اللہ تعالیٰ مفصل آتا ہے **قال الشیخ** اور نیز رسولوں کی زبان پر وعدہ یہ ہے کہ جسنے ان کی اتباع کی انکو تو اپنی محبت و کرامت عطا فرماویگا چنانچہ فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ پس ہمکو یہ کرامت عطا ہو قولہ تعالیٰ ولا تخزنا یوم القیامۃ یہ دعا کمال معرفت کی ہے اسمیں قدیم تعالیٰ شانہ کو حدوث سے الگ پاک منزہ کیا اور ظاہر کیا کہ پروردگار عزوجل علیٰ عمومہ بندوں سے مستغنی ہے حتی کہ اگر تمام انبیاء و مرسلین جل جاویں تو اسکو کچھ پروا نہیں ہے اور اسکے ملک جلال سے ایک ذرہ کم نہو **قال المترجم** حدیث قدسی صحیح میں ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ اگر تمام مخلوق سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہوجاویں جو سب سے متقی ہے تو اسکی بادشاہت میں ذرہ برابر رونق نہ بڑھاوینگے اور اگر سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہوجاویں جو سب سے فاجر ہے تو اسکی بادشاہت میں سے کچھ گھٹا وینگے **مترجم** کہتا ہے کہ اسی حدیث پاکیزہ کی طرف شیخ نے یہاں اشارہ کیا **قال الشیخ** ان لوگوں نے وہ عنایت پہچان لی جو انکے واسطے ازل میں ہوچکی تھی پس متواتر انعام کے خواستگار ہوئے کیونکہ حق عزوجل نے ایسے لوگوں کے دلوں کو تسلی دیدی ہے جو اسکے دیدار عظمت سے خائف ہوجاتے ہیں یا ہیں قول کہ سبقت رحمتی غضبی - اور **شیخ ابو عبد الرحمٰن** نے فرمایا کہ معنے یہ ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمکو ہمارے اعمال پر جزا نہ دے اور ہمپر اپنے فضل و رحمت کو اعادہ کردے کیونکہ تو اپنے وعدہ کو خلاف نہیں فرماتا ہے تو نے اس قول میں فرمایا ہے کہ سبقت رحمتی غضبی - یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے - شیخ نے کہا کہ قولہ انک لا تخلف المیعاد - کی تفسیر میرے نزدیک یہ ہے کہ انھوں نے علت حدوث کو میدان کبریائی سے ناپید کیا کیونکہ عہد کو توڑنا علت والوں کا کام ہے یعنی جنکا وعدہ کسی سبب و غرض سے ہوتا ہے وہ اپنے فائدہ و غرض کے لحاظ سے مخالف وعدہ کرتے ہیں اور اللہ عزوجل اس سے پاک برتر ہے اور محال ہے کہ تو پاک برتر اس سے کہ خلاف وعدہ فرماوے اور ہم اس سے مطمئن ہیں کیونکہ جو اوصاف حوادث کے ہیں وہ حضرت عزت جل جلالہ کی جناب

میں دخل نہیں پاسکتے ہیں۔ اور استاد نے اس آیت میں فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اے پروردگار پورا کر دے وہ وعدہ جو اپنے رسولوں کی زبان سے فرمایا ہے کہ ہم پوری نعمت دینگے اور برائیاں دور کر دینگے اور جو ہوا و ہوس کی پیروی واقع ہوئی ہوگی وہ رحمت سے بخشدینگے یا لجملہ جب بندوں نے یہ التجا کی تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا لقولہ تعالے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم

پھر قبول کی ان کی دعا انکے پروردگار نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد ہو یا عورت تم آپس میں

مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا

ایک ہو سو جنھوں نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے

وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اور مارے گئے میں ضرور اتار دونگا اُنسے برائیاں انکی اور داخل کرونگا باغوں میں جنکے نیچے بہتی ہیں نہریں

ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

بدلا اللہ کے یہاں سے ہے اور اللہ کے یہاں اچھا ثواب ہے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ - دعا ہم - پھر قبول کی انکے لیے انکے پروردگار نے یعنی انکی دعا قبول فرمائی اسیواسطے فا ر تعقیب ہے یعنی اس سے پہلی آیات میں جو ان نیک بندوں کی دعائیں مذکور ہوئیں اسکے پیچھے اللہ عزوجل نے خبر دی کہ انکے پروردگار نے انکی دعا قبول کی پس استجاب بمعنے اجاب ہے ولیکن بہ نسبت اجاب کے اخص و اولی ہے لہذا استجاب میں تمام مرادیں حاصل ہونے کا فائدہ نکلا اور اسمیں اشارت ہے کہ بڑی رضامندی سے جواب فرمایا کہ - أَنِّي - ای بانی لَا أُضِيعُ - میں ضائع نہیں کرتا ہوں عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم تم میں سے کسی کام کرنے والے کا کام کہ ثواب ندوں - یہ نکرہ سیاق نفی میں ہے لہذا عموم کے معنے لیے گئے اور منکم عورتوں کو بھی شامل ہے چنانچہ آگے اس کا بیان صریح ہے کہ - مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ - خواہ مرد ہو یا عورت ہو - بَعْضُكُم - کائن - مِّن بَعْضٍ ای الذکور من الاناث وبالعکس - بعض تمہارے حاصل ہیں بعض سے ای مرد پیدا ہوتے ہیں عورتوں سے اور عورتیں ہوتی مرد سے اور یہ جملہ اپنے ما قبل کی تاکید ہے اور معنے یہ ہیں کہ مرد و عورتیں اعمال خیر پر ثواب پاتی ہیں اور ضائع نہ کیے جانے میں یکساں ہیں۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے قولہ بعضکم من بعض - میں کہا یعنی تم سب میرے ثواب میں برابر ہو۔ اور بعض نے کہا کہ دین ونصرت میں اور بعض نے کہا موالات میں چنانچہ کہا المؤمنین والمؤمنات بعضہم اولیاء بعض لیکن اول اظہر و اولی ہے پھر مفسرؒ نے اسکا شان نزول بیان کیا نزلت لما قالت ام سلمۃ یا رسول اللہ لا اسمع اللہ تعالے ذکر النساء فی الہجرۃ بشئ یعنے نزول اس آیت کا اسوقت ہوا کہ جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نہیں سنتی ہوں کہ اللہ تعالی نے عورتوں کو ہجرت میں کچھ بھی ذکر کیا ہو۔ رواہ الترمذی والحاکم وصححہ وسعید بن منصور معنے یہ کہ حضرت صلعم کی طرف اپنے وطن چھوڑ کر مرد بھی آئے اور عورتیں بھی سو مردوں کے حق میں تو بڑا ثواب مذکور ہے لیکن عورتوں کا ذکر صریح نہیں ہے اور سعید بن منصور کی روایت میں ہے کہ انصار مدینہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ مہاجرہ عورتوں میں سے پہلے ڈولی حضرت ام سلمہؓ کی آئی تھی۔ اور نیز حضرت ام سلمہ رضؓ سے روایت ہے کہ قولہ تعالے فاستجاب لہم ربہم الآیۃ۔ یہ آخر آیت ہے جو نازل ہوئی۔ رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ معاملہ ہجرت میں یہ سب سے آخر آیت نازل ہوئی ہے ورنہ قرآن مجید میں سب سے آخر آیت تو قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الایہ ہے کما

اگر کہا جاوے کہ یہ آیت تو فا تعقیب سے جواب مومنین کی دعا کا ہے۔ کہا جائیگا کہ ہاں در بیان یہ ہے کہ مومن جیسے مرد ویسی عورت تو یہ عام کا جواب ہے۔ اور دعا وسوال بمعنے واحد ہیں۔ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا ۔ من مکۃ الی المدینۃ پس جن لوگوں نے ہجرت کی۔ یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف اور اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ اپنے وطنوں سے رسول اللہ صلعم کی طرف ہجرت کی اور مدارک میں کہا کہ اپنے وطنوں سے جو دارالکفر تھا دین لیکر اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگے جہاں اعمال دین کو بے روک ٹوک ادا کرسکیں کیونکہ ہجرت تو آخر زمانہ اسلام میں بھی ہوگی جیسے ابتداے اسلام میں تھی مترجم کہتا ہے کہ شاید ہجرت کو عام لیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ خطاب تو خاص ہے جیسے لفظ منکم دلالت کرتا ہے ولیکن یہ حق ہے کہ حکم عام ہے اور حدیث میں صحیح ہوا کہ الدین یارز الی الحجاز کما تارز الحیۃ الی حجرہا۔ یعنی جیسے سانپ اپنی بانبی کی طرف پھر جاتا ہے ویسے ہی دین ملک حجاز یعنی مکہ و مدینہ کی طرف رجوع کر جائیگا یعنے آخر زمانہ میں۔ اگر کہا جاوے کہ حدیث میں صحیح ہوا کہ لاہجرۃ بعد الفتح ولکن جہاد و نیۃ واذا استنفرتم فانفروا۔ یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی ولیکن جہاد و نیت باقی ہے اور جب تم جہاد کے واسطے چلنے کو بلائے جاؤ تو قبول کرکے چلو۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت نہیں رہی تو جواب یہ ہے کہ وہ خاص ہجرت جو قبل ظہور اسلام کے فرض تھی کہ ہر جگہ سے مدینہ کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاویں اور پھر عام ثواب کے ساتھ خاص ثواب کا وعدہ تھا وہ بعد فتح کے نہیں رہی اور بھید یہ تھا کہ بعد فتح مکہ کے تمام بلاد دارالاسلام ہوگئے پھر لوگ بامید ثواب ہجرت کے مدینہ میں بھرے جاتے حالانکہ تمام ملکوں میں دین پھیلانا ہی مقصود ہے پس ظاہر فرما دیا کہ وہ حکم اب باقی نہیں ہے فافہم واللہ اعلم پھر جاننا چاہیے کہ فالذین ہاجروا۔ مبتدا ہے اور زمخشری نے کہا کہ یہ تفصیل عمل العامل کی بسبیل تعظیم ہے اور بیضاوی و مدارک نے اسکی تبعیت کی اور کرخی نے کہا کہ ظاہر یہ کہ یہ موصول کے بعد کے جملے سب صفات واقع ہیں پس جو جزاء ثواب مذکور ہے وہ ایسے واسطے ہوگا جو ان اوصاف کا جامع ہو اور مدارک میں کہا کہ گویا یوں کہا کہ جنہے یہ اعمال لائق فائق ادا کیے وہ مستحق اس ثواب کا ہے (ھ) یہ بھی احتمال ہے کہ جس نے انہیں سے کوئی کام کیا وہ مستحق ہے واللہ اعلم۔ وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ ۔ اور یہ بندے اپنے گھروں سے نکالے گئے ف وہ آنحضرت صلعم و مہاجرین کبار صحابہ قریش ہیں کہ اہل مکہ نے انکو نکال باہر کیا اور مال متاع اقارب گھر بار چھوٹا اور ایذا پائی اسیواسطے فرمایا۔ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي ۔ دینی اور میری راہ میں ایذا دیے گئے یعنے میرے دین کے بارہ میں ف یعنے راہ خدا سے مراد دین الٰہی ہے اور البتہ اہل اسلام کو ابتدا میں سخت ایذا پہونچی اور ایک بلال تھے کہ حبش کا فر کے مملوک تھے وہ معاذ اللہ تعالیٰ مکہ کی جلتی گرمی میں جلتے پتھر پر لٹاتا اور گرم پتلی چھڑکتا و مارتا و غیر ذلک کہ محمد صلعم سے منکر ہو اور بلال سخت دردناک ہوتے چیختے چلاتے مگر یہی کہے جاتے کہ واللہ میں محمد صلعم سے کفر نہ کرونگا۔ اور صحیح میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ابو ہریرہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا اگرچہ قتل کیا جاوے یا آگ میں جلایا جاوے۔ وَقَاتَلُوا ۔ الکفار اور لڑے کافروں سے۔ وَقُتِلُوا ۔ بالتخفیف والتشدید وفی قرأۃ بتقدیمہ۔ یعنی جمہور کی قراءۃ میں قتلوا و قاتلوا ہے محی السنہ نے لکھا بدو وجہ اول آنکہ قتلوا و کانہم قاتل الباقون یعنے اول قتل کیے گئے پھر باقیوں نے قتال کیا اور دوم آنکہ قتل کیے گئے درحالیکہ انھوں نے قتال کیا تھا الحاصل جن بندوں میں یہ اوصاف ہیں کہ انھوں نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار سے نکالے گئے اور میری راہ میں ایذا دیے گئے اور نصرت الٰہی کے لیے قتال کیا و مارے گئے تو ان کا ثواب عظیم ہے کہ لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۔ استرہا بالمغفرۃ۔ ان کے گناہوں کو مغفرت سے چھپا لونگا۔ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۔ اور انکو جنات میں داخل کرونگا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ثَوَابًا ۔ مصدر فی معنی لاکفرن موکد کہ یعنے ثوابا کی تقدیر یہ ہے کہ لاثیبنہم بذلک اثابۃ پس یہ اپنے ما قبل کا موکد ہے کیونکہ لاکفرن ولادخلن بمعنے لاثیبن ہے پس ثواب بجاے

اثابۃ مصدر کے ہے ورنہ دراصل وہ ایسی چیز کا نام ہے جس سے ثواب دیا جاتا ہے مانند لفظ عطا کے کہ اس چیز کا نام ہے جو عطیہ دیجاتی ہے مِّنْ
عِنْدِ اللّٰهِ - فیہ الالتفات عن التکلم یعنے من عندنا - کی جگہ من عند اللہ - فرمایا یعنی تکلم سے غیبت کی طرف التفات فرمایا اور فائدہ اس کا
تفخیم شان ہے - یعنے یہ عطیہ عظمی ثواب از جانب اللہ تعالیٰ مالک کمال ہے - وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ - الجزاء اور حاصل
یہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جزائے جمیل ہے اس آیت میں مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے لیے کمال منزلت و قرب عظمی ہے - ف
شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ فالذین ہاجروا واخرجوا من دیارہم - اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ ہاجروا یعنے جو
چیز غیر خدائے تعالیٰ ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی قال المترجم حدیث میں ہے المہاجر من ہجر السیئات - مہاجر وہ ہے جس نے
برائیوں و گناہوں کو چھوڑ دیا و اوذوا فی الله - رح و لیکن پھر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو آمادہ کیا کہ خاص بندوں کو انکے دیار سے نکالیں تاکہ دنیا وہی
دیار کافروں کو ملیں اور آخرت کے مومنین وارث ہو جائیں اور صدق یقین میں فائدہ ہو تاکہ وہ طبعی محبت سے بھائیوں و وطن کی طرف میل
نہ کریں اور بعض نے کہا کہ انہوں نے شہروں کو چھوڑا اور بد کاروں سے دوری اختیار کی - قولہ تعالیٰ واوذوا فی سبیلی اہل ایمان نے
جب تک منکروں کی تلخ ایذاء نہ چکھی تب تک انکو یہ مرتبہ حاصل ہوا پس دشمنوں کی ایذاء سے اولیا کے سینے تنگی میں ڈالے تاکہ منکرین کی
جہت سے انکے نفس میں جو غضب و غصہ آوے اسکو اللہ تعالیٰ کے واسطے پی جاویں تاکہ اسکے بعد انپر ابواب خطاب مفتوح ہوں اور
شیخ جنید نے فرمایا کہ ہمارے بھائیوں کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہتر جزا دے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرا اور یہ اللہ تعالیٰ کا
طریقہ تمام اہل سلوک و معارف کے واسطے جاری ہے اور اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا - پھر یہاں شیطان اپنے یاروں کو
وہم دلاتا ہے کہ اگر نیک بندے مومنین مہاجرین وغیرہ اچھے ہوتے تو کیوں تکلیف پاتے اور کیوں ایذاء اٹھاتے اور کیوں مارے جاتے اور کیوں
گھر بار سے نکالے جاتے حالانکہ احمق کو یہ معلوم نہیں کہ آخرت کی خصوصیت و منزلت جب مومنوں کو یقین کامل ہے تو دنیائے فانی و حقیر سے منھ
موڑا اور آخرت کو لے لیا تو دنیائے ملعونہ کو کافروں کے لئے چھوڑ دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا فقولہ تعالیٰ
لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وقف ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ
مت بہک تو اس پر کہ آجاتے ہیں یہ کافر شہروں میں یہ فائدہ تھوڑا سا ہے - پھر انکا ٹھکانا دوزخ ہے
وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
اور کیا برا ٹھکانا ہے لیکن جو وے ڈرتے رہے اپنے رب سے انکو باغ ہیں کہ جنکے نیچے جاری ہیں نہریں
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۝
رہا کریں ان میں مہمانی اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اور جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے وہ بہتر ہے نیک بندوں کے لیے
نزل لما قال المسلمون اعداء اللہ فیما نری من الخیر ونحن فی الجہد - بعضے مسلمانوں نے کہا کہ دشمنان خدا یعنے کافر لوگ تو ہم دیکھتے ہیں کہ
کہ ایسی بھلائی میں ہیں یعنے ایسے عیش فراخی میں ہیں اور ہم لوگ تنگی میں ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی - لَا يَغُرَّنَّكَ - تجھے دھوکا
نہ دیوے - پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور مراد امت ہے جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا - اور بعض نے کہا بلکہ آنحضرت
صلعم کی تثبیت مقصود ہے یعنے آپ مضبوط رہیں کچھ خطرہ نہ آوے کہ کافر کیوں ایسے عیش میں ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ امام محی السنۃ
نے معالم میں قول اول ہی پر اقتصار کیا اور میرے نزدیک وہی صحیح ہے اور آنحضرت صلعم خود فرماتے تھے کہ دنیا و مافیہا ملعون ہے سوائے ذکر الٰہی

و عالم و مستقلہ کے دارمی) اور فرماتے تھے کہ آخرت کے مقابلہ مین دنیا نہین مگر ایسی جیسے کوئی اپنی انگلی سمندر مین ڈالے سو دیکھو کہ اس
انگلی مین کتنا آتا ہے (رواہ مسلم) اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے جسمین یہ مضمون ہے کہ مین آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ایک منبر پر مین خرما کی
گٹھری چٹائی پر خرما کی چھال بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ سر مبارک کے نیچے رکھے لیٹے ہین پس مین نے دیکھا کہ آپکے بدن مبارک پر چٹائی کا نشان
پڑ گیا ہے یہ دیکھکر مین رونے لگا آپ نے فرمایا کہ کیون روتے ہو مین نے عرض کیا کہ روم کا بادشاہ نصرانی اور ایران کا بادشاہ مجوسی تو
اس عیش مین ہون اور آپ اللہ عز وجل کے رسول ہو کر اس حال مین ہین پس آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے عمر تم اس خیال مین پڑ گئے بھلا
تم اس بات پر راضی نہین کہ انکے واسطے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔ (رواہ البخاری وغیرہ) پس صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو خطاب فرماکر لوگون کو تنبیہ کی کہ لا یغرنک۔ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ تصرفهم۔ فِي الْبِلَادِ۔ بالتجارة والكسب۔ یعنی تجھے دھوکا
دے کافرون کا تصرف ان ملکون مین ف یعنی شہرون مین تجارت کرنے اور کماتے پھرتے ہین۔ ایسا ہی سدیؒ سے تقلب کے معنی
چلنے پھرنے مذکور ہین اور عکرمہؒ نے کہا کہ خوشی و نعمت کے ساتھ کافرون کے رات دن پلٹنا مراد ہے مگر لفظ بلاد کی نظر سے معنی اول ارجح
ہین ہو۔ مَتَاعٌ قَلِيلٌ۔ یتمتعون بہ فی الدنیا یسیرا و یفنی۔ یہ متاع قلیل ہے جس سے دنیا مین حقیر نفع لینگے پھر فنا ہوگی۔ ثُمَّ
مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ پھر اس تمتع بمتاع قلیل کے پیچھے ان کافرون کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور بری تیاری ہے۔ اور مہاد
بمعنی ماهدوا لانفسهم۔ جو انھون نے اپنی جانون کے لیے کفر کرکے مہیا کر رکھی ہے یا اللہ تعالی نے انکے لیے مہیا کی ہے اور ابن عباسؓ نے مہاد کی منزل
سے تفسیر فرمائی یعنے اترنے کی جگہ اور اول سورۂ بقرہ مین مہاد بمعنے فراش مذکور ہوا اور سب معانی متقارب ہین۔ پھر جبکہ کافرون کی دنیاوی
دولت کا حال فرمایا کہ قلیل ناپائدار ہے تو اہل ایمان کی اخروی نعمت جمیل پائدار کو بیان کیا بقولہ تعالی۔ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ۔
لیکن وہ بندے جنھون نے اپنے رب کا تقوی کیا۔ یعنی شرک سے بچے۔ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا۔ تو انکے لیے جنات ہین جن کے نیچے نہرین جاری ہین اسمین ہمیشہ رہین گے ف کبھی نہین نکلین گے اور نہ فنا ہون گے اگر کوئی کہے کہ جنت
مین ابتداءً خلود کہان متحقق ہوسکتا ہے کیونکہ خلود خواہ بمعنے دوام ہو یا بمعنے مدت دراز ہو بدون اسقدر مدت گذرنے کے کیونکر متحقق ہوگا پس
خالدین حال نہین ہوسکتا تو مفسرؒ نے جواب دیا بقولہ اے مقدرین الخلود فیہا۔ یعنی درحالیکہ مقدر کیا گیا ہے انکے حق مین خلود اس جنت مین اگر کہا
جاوے کہ خلود بمعنے مدت دراز ہے تو کبھی خارج ہونگے جواب یہ ہے کہ اگر خلود بمعنے مدت دراز مان لیا جاوے اور ہمیشگی کے معنی نہ لیا جاوے تو دیگر دلائل
مانند قولہ تعالے لا یبغون عنہا حولا۔ وغیرہ سے ثابت ہے کہ انکا خلود ہمیشہ کے لیے ہوگا کبھی خارج نہونگے فافہم۔ پھر اللہ عز وجل نے ان بندون کی تشریف
کے لیے ارشاد فرمایا۔ نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ۔ درحالیکہ یہ مہمانی ہے اللہ تعالی کے یہان سے مفسرؒ نے کہا نزول وہ چیز جو مہمان کے واسطے
مہیا ہو۔ اور نصب اسکو بنابر اینکہ جنات سے حال واقع ہے جو نکرہ موصوفہ ہے اور عامل اسمین ظرف کے معنے ہین یعنے ثبت لہم جنات پس جبکہ سلطان
عزت کبیر المتعال لم یزل ولا یزال الحی القیوم کی طرف سے مہمانی ہے تو اسکی خوبی و قدر و اندازہ کسی کے خیال مین نہین آسکتا اور جو کچھ چیزین اسکی بیان
ہوئی ہین اسیقدر کہ جو بندون کی فہم مین کچھ آجاوین ورنہ اسکی سب نعمتین فہم البشر سے خارج ہین اسیواسطے یون فرمادیا۔ وَمَا عِندَ اللَّهِ
من الثواب اور اللہ تعالی کے یہان جو ثواب ہے وہ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ من متاع الدنیا بہتر ہے ابرار کے لیے یعنی متاع دنیا سے بہتر ہے ف
متاع دنیا سے بہتر ہونے کی خصوصیت کی حالانکہ سوائے حضرت حق عز وجل کے سب سے بہتر ہے تو بنظر سیاق کلام کے ہے۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ
نے ابرار کی تفسیر مین نقل کیا کہ عمرو بن العاص نے مرفوعاً روایت کی کہ ابرار انکا نام اسوجہ سے ہوا کہ انھون نے اپنے باپ دادا بزرگون کی خدمتگزاری

مین اور بیٹے پوتے اولاد کی پاسداری مین نیکوئی کی جیسے تیرے والدین کا تجھ پر حق ہے ویسے ہی تیرے فرزندونکا تجھ پر حق ہے رواہ ابن مردویہ وقد رواہ ابن ابی حاتم۔ عنہ موقوفا من قولہ قال ابن کثیر وہو الاشبہ واللہ اعلم۔ اور حسنؒ نے فرمایا کہ ابرار وہ ہین جو چیونٹی کو بھی نہین ستاتے ہین رواہ ابن ابی حاتم۔ اور ابو الدرداءؓ نے فرمایا کہ کوئی مومن نہین مگر اسکے موت اسکے لیے بہتر ہے اور کوئی کافر نہین مگر اسکے لیے زندگی خراب اور موت اسکے لیے بدتر ہے اور جو میرے قول کی تصدیق نہ کرے وہ پڑھے کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وما عند اللہ خیر للابرار۔ اور فرمایا ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لہم خیر لانفسہم الآیۃ۔ رواہ ابن جریر وروی نحوہ ابن ابی حاتم وعبد الرزاق عن ابن مسعودؓ اگر کہا جاوے کہ حدیث مین صحیح ہوا کہ مومن کے واسطے اسکی زندگی بہتر ہے پھر اس آیت مذکورہ کے کیا معنے ہین تو جواب یہ کہ اس حدیث صحیح مین جو آیا اسکے معنے یہ ہین کہ اسکی زندگی اسکو نافع ہے جب تک زندہ رہیگا اسکے حق مین نفع ہوگا یعنے برائیکی کما دیگا یا توبہ کریگا۔ اور اثر مذکور سے یہ بات نکلی کہ موت اسکے واسطے انجام مین عمدہ ہے کیونکہ ان اعمال خیر کا وہان بہت بڑا اجر پاویگا لقولہ تعالے وما عند اللہ خیر للابرار۔ پس زندگی اسکی کار خیر کے واسطے بہتر ہے اور موت ثواب خیر کے لیے بہتر ہے اور رہا کافر تو اسکی زندگی بدتر ہے کیونکہ جتنا زیادہ جیا اتنا ہی عذاب زیادہ سمیٹا اور موت اس سے زیادہ بدتر کہ عذاب مین پڑیگا اور علی ہذا ثابت ہوا کہ کفر کے عذاب مین بھی کمی زیادتی ہوگی لیکن نفس کفر کا جو عذاب ہے کہ دائمی آگ مین جلے اسمین سب کفار برابر ہونگے اور البتہ صحیح ہوا کہ ابو طالب کے واسطے یہی ہوگا کہ آگ کی دو جوتیان پہنائی جاوینگی جس سے دماغ ابلیگا اور شاید یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خاص ابو طالب کے واسطے ہے لیکن دائمی ہونے مین کمی ثابت نہین ہوئی واللہ تعالے اعلم ف

شیخ نے عرائس البیان مین لکھا کہ قولہ تعالے لا یغرنک تقلب الذین کفروا الآیۃ۔ واضح ہو کہ کفر کے تین معنے آتے ہین اول کفر بمقابلہ ایمان کے جسکی سزا دائمی جہنم ہے دوم کفر جو اعتقاد اسلام کے ساتھ بدعت قبیح مانند خوارج وروافض وغیرہ کے ہو۔ اور یہ حبط اول کفر تک نہ پہونچے تو اسلام سے خارج نہین کرتا اگرچہ اعتقادی کفری ہے سیوم اعمال قبیح مانند زنا وغیرہ کے جو اعمال کفریہ ہین یعنے یہ ایمان کے اعمال نہین ہین اور یہ درحقیقت دو ہی قسمین ہوئین اول کفر حقیقی بمقابلہ ایمان کے اور دوم کفر جو اسلام کے اندر اعمال کفری سے ہو جس سے کفر کا حکم نہ دیا جاوے لیکن کہا جاوے کہ اس شخص کا یہ فعل و عمل کفر ہی ہے جب یہ معلوم ہوا تو جن لوگون نے کفران نعمت کیا وہ بھی اس قسم دوم کے کفار ہین کما فی قولہ تعالے ان الانسان لظلوم کفار الآیۃ چنانچہ اسی آیت کی تفسیر مین توضیح و تحقیق آویگی انشاء اللہ تعالے شیخ رحمہ نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ اے مخاطب تجھکو فریب نہ دین وہ لوگ جو اللہ تعالے سے اخلاص چھوڑ کر ریاکاری و شرک خفی مین دنیا و نفس کے بندے ہو گئے کہ شہرون کو منجھاتے یعنے شہرون شہرون پھرتے ہین تاکہ فصاحت و بلاغت حاصل کرین اور آداب مین تکلف سیکھین اور زینت کرین اس غرض سے کہ لوگون کو اپنی طرف متوجہ کرلین اور انکے رئیس بن بیٹھین اور اولیاء اللہ تعالے کے مقابلہ مین مکاری کرین کیونکہ انکے احوال تو چکنے چپڑے ہوتے ہین اس سے انکی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالے کے سچے بندون کی توقیر لوگون کے دلون سے اٹھا دین اور اپنی بدعت پھیلادین اور اللہ عز وجل سچے بندون کا مرتبہ ہر دم اپنے فضل سے بڑھاتا اور انکا تقرب زیادہ کرتا ہے جس سے نفس پرست ہوا و ہوس کے بندون کی خواری ہو۔ اور نیز ان منکرون کی تندرستی و موٹا تازہ ہونا اور دنیا مین عیش کے ساتھ ہونا اور لوگون کا انکی طرف جھکنا اور دنیا انکی طرف ٹوٹ پڑنا تجھے فریب نہ دے ان خبیثون نے اللہ تعالے کے ساتھ لڑائی باندھی اسطرح کہ اولیاء اللہ تعالے سے عداوت رکھتے ہین سو یہ چند دن چانگلے ہین اور مدتون خوار پڑے رہینگے اور حسرت سے اپنی انگلیان چباوینگے جب دیکھینگے کہ اولیاء اللہ تعالے کے چہرے آفتاب عنایت سے چمکنے لگینگے اور یہ زمین نور حضرت سے منور ہوگی اور نیکون کی جماعت و مجمع حشر اور حضور کتاب و اولی الالباب و انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین مین یہ لوگ فضیحت ہونگے شیخ لکھتے ہین کہ ہمارے زمانہ کے مکار صوفیون اور بنے ہوئے شہوت پرست عالمون کے حق مین یہ سخت وعید ہے مترجم کہتا ہے کہ ان زمانہ مین تو حدیث شریف مین جو حالات بطور معجزات

غیب کے ہمکو بتلائے گئے تھے سب موجود ہین اور لوگون نے جاہلون کو اپنے زعم باطل مین بڑا عالم سمجھکر اپنا پیشوا بنالیا کیونکہ عوام جو بدعتین جاہتے
ہین یہ جہال بھی وہی ہانکتے ہین کیونکہ اسرار شریعت و علم قرآن و حدیث سے جاہل ہین تو وہ عوام کو گمراہ کرتے ہین مسلمانون مین مقلد و غیر مقلد اور
وہابی و بدعتی وغیرہ کے فساد دکھلاتے اور جماعت اسلام کو ذلیل کرکے خود خوار ہوتے پھرتے ہین اعاذنا اللہ تعالے ایانا و اہل الاسلام من شرہم و
وفقنا للایمان والوفاق وہو علی کل شئ قدیر – شیخ یوسف رح نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ مجکو یہ بات قریب ہندسے کہ جاہل لوگ اس
دنیا مین کثرت سے بڑھے اور اس کی نعمتون پر گھمنڈ کرتے ہین آخر بوجہل ہو کر دوزخ کی طرف جانے کا زاد راہ لیجاتے ہین قولہ تعالے وما
عند اللہ خیر للابرار – آیہ اللہ عز وجل نے متقیون کا درجہ جنت بلند ہونا بیان فرمایا لیکن جو کچھ انکے واسطے الطاف عظیم اپنے یہان
رکھے ہین وہ مبہم کردیے بقولہ وما عند اللہ خیر للابرار یعنی اللہ تعالے کے یہان جو نعمت و قرب منزلت ہے وہ قیاس سے باہر اور بے مثل و بےمثال
ہے اور نیز تصریح کردی کہ مراتب ولایت مین اعلی درجہ متقین کا ہے - اور تقوی یہ ہے کہ باطن کو لوث طبیعت سے پاک کرے اور اخلاق کو مخالفت
اوامر و نواہی کے میل کچیل سے صاف رکھے اور راہ سنت پر مستقیم ہو - اور ابرار وہ لوگ ہین جو معرفت مین مستقیم ہون اور یہ تقوی سے بھی اعلی مرتبہ
ہے اور یہان بیان فرمایا کہ متقین جنت مین ہین اور ابرار منزل خاص مین ہونگے اور نیز طالبان حق کو تنبیہ ہے کہ اے مریدین تم اس دنیا مین امتحانی محن
و طراوت سے تعجب مت کرو بلکہ مجاہدہ مین جو سختی کھینچو گے اسکا نتیجہ تم کو میرے دیدار و قرب و مشاہدہ سے عیش خوشگوار بے مثال حاصل ہوگا

وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ خٰشِعِیْنَ

اور کتاب والون مین سے بعضے وہ بھی ہین جو مانتے ہین اللہ کو اور جو تمھاری طرف اترا اور جو انکی طرف اترا ڈرتے ہوے

لِلّٰہِ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ؕ

اللہ تعالے کے واسطے نہین خریدتے اللہ کی آیتون کے بدلے مول تھوڑا وہ لوگ ہین کہ انکی مزدوری انکے رب کے یہان ہے

اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○

اللہ تعالے بیشک جلد حساب کرنے والا ہے

وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ - کعبد اللہ بن سلام واصحابہ والنجاشی اہل کتاب مین سے (یہود و نصاری) مین
سے بعضے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان لاتے ہین - مانند عبد اللہ بن سلام و اسکے ساتھیون کے اور مانند نجاشی بادشاہ ملک حبش کے
مترجم کہتا ہے کہ شیخ مفسر رح نے اختیار کیا کہ یہ آیت کریمہ تمام اہل کتاب کے حق مین ہے جو مسلمان ہوے اور ایسا ہی ابن ابی نجیح نے مجاہد رح سے روایت
کیا کہ مراد مسلمانان اہل کتاب ہین اور اس مین شک نہین کہ حکم آیہ کریمہ کا سب مسلمانان اہل کتاب کے حق مین عام ہے اور اسی پر امام شیخ ابن کثیر رح
نے آیت کریمہ کی تفسیر مین اچھی تقریر کی باینطور کہ اللہ عز وجل نے ایک گروہ اہل کتاب کی خبر دی کہ وہ اللہ تعالے پر جیسا چاہیے ایمان لاتے
ہین اور جانتے ہین کہ وہ خالق قادر مختار ہے جس کو چاہے نبوت دے اور علیم خبیر ہے جو شرع اسنے مقرر فرمائی عین حکمت ہے اور محمد صلعم پر
اور جو انپر نازل ہوا ایمان لاتے ہین یا وجود اس ایمان کے جو اگلی کتابون پر ہے اور انبیا پر اللہ تعالے نے نازل کی ہین ایمان رکھتے ہین اور وہ اللہ
تعالے کے واسطے خاشع ہین یعنے اسی کے مطیع اور اسی کے سامنے گڑگڑاتے اپنے کو ذلیل بناتے اور تمام تعظیم اسکے واسطے جانتے ہین اور خریدتے
نہین آیات الہی کے بدلے تھوڑا مول یعنے محمد صلعم کی جو نعت و صفت و بعثت کا حال اور حضرت صلعم کی امت کا حال جو کچھ جانتے ہین وہ دنیا کی
لالچ سے نہین چھپاتے ہین اور اہل کتاب مین سے یہ لوگ برگزیدہ و بہتر ہین خواہ یہودی ہون یا نصرانی ہون اور اللہ تعالے نے سورۂ قصص

ہین فرمایا- الذین آتیناہم الکتاب من قبلہ ہم بہ یؤمنون واذا یتلی علیہم قالوا آمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یؤتون اجرہم
مرتین الآیۃ- اور فرمایا الذین آتیناہم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یؤمنون بہ الآیۃ- اور فرمایا- ومن قوم موسی امۃ یہدون بالحق
وبہ یعدلون- یعنے موسیٰ کی قوم سے بھی ایک گروہ ایسا ہی کہ حق کی راہ چلتے ہین اور اسی سے اپنے کو ٹھیک کرتے ہین اور دیگر آیات
نقل کرکے کہا کہ یہودیین سے بہت تھوڑے لوگ ایسے ہین جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مع چند علماے یہود کے جو ایمان لائے
مگر انکی تعداد دس تک بھی نہین پہونچی اگرچہ عوام کو ملاکر بہت ہون اور رہے نصاریٰ تو انمین ایسے بہت ہین جو ہدایت پر چلے اور حق کے مطیع
ہوگئے- اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا- ولتجدن اقربہم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ الآیۃ- یعنے مومنون کے ساتھ زیادہ محبت
کرنے والے وہ لوگ ملینگے جو اپنے آپکو نصاریٰ کہتے ہین- اور صحیح ہی کہ جعفر بن ابیطالب نے جب بادشاہ حبشہ کے سامنے سورۂ کہیعص پڑھی تو بادشاہ
رونے لگا اور اسکے ساتھ جو بطریق وقس بیٹھے تھے سب یہان تک روئے کہ داڑھیان تر ہوگئین- اور صحیحین مین ثابت ہی کہ جب نجاشی بادشاہ
حبشہ کی وفات کی خبر جبرئیل علیہ السلام نے دی تو حضرت صلعم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ حبش مین تمھارا بھائی مرگیا پھر سب کو لیکر میدان مین
گئے اور صف باندھکر چار تکبیر نماز پڑھی مترجم کہتا ہی کہ محی السنہ نے معالم مین حضرت ابن عباس و جابر و انس رضی اللہ عنہم و قتادہ کا قول بیان کیا
کہ یہ آیت اسی بادشاہ نجاشی کے معاملہ مین اتری اور نام اسکا اصحمہ تھا جو عبری زبان مین عطیہ کے معنے رکھتا ہی اور اس روایت مین ذکر کیا کہ حضرت
صلعم صحابہؓ کو لیکر میدان بقیع کو گئے اور آپ کے واسطے زمین حبشہ تک پردہ اٹھ گیا پس آپ نے نجاشیؓ کا جنازہ دیکھا اور اسپر نماز پڑھی
شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہی کہ جب نجاشیؓ نے وفات پائی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے واسطے استغفار
کریعنے اس کی مغفرت مانگو (یعنے بعد نماز پڑھنے کے جیسا کہ مذکور ہوا) تو بعض لوگون نے کہا کہ دیکھو ہم کو حکم دیتے ہین کہ ایک گبر کے لیے جو حبش مین
مرگیا ہی استغفار کرین پس نازل ہوا قولہ وان من اہل الکتاب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم الآیہ- رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ من طرق وعبد
بن حمید اور حضرت جابرؓ سے روایت ہی کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کا انتقال ہوا تو ہم سے حضرت صلعم نے فرمایا کہ تمھارا بھائی اصحمہ مرگیا پھر نکلکر نماز
پڑھی جیسے جنازہ پر نماز پڑھا کرتے ہین اور چار تکبیرین کہین پھر منافقون نے کہا کہ دیکھو ایک گبر پر نماز پڑھتے ہین جو حبش مین مرگیا پس
اللہ تعالے نے نازل فرمایا وان من اہل الکتاب الایہ- اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ ہم کو خبرین پہونچی تھین کہ برابر نجاشیؓ کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے
رواہ ابوداؤد اور صحیحین مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ہین جنکو دوہرا ثواب ملیگا پھر انمین سے ایک قسم وہ اہل کتاب فرمائے جو پہلے
نبی پر ایمان لائے پھر حضرت صلعم پر ایمان لائے- محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا عطاءؒ نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ اہل حبش کے چالیس اور بتیس رومی
آٹھ آدمیون کے حق مین اتری جو عیسائی تھے پھر اسلام مین اللہ عزوجل کے مطیع ہوے پس اللہ تعالیٰ نے مدح فرمائی کہ اہل کتاب مین بعضے ایسے
ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان لاتے ہین- یعنی پہلے تو شرک پر اپنے زعم کے بنائے ہوے خدا پر ایمان لائے تھے اور اللہ تعالی پر ایمان نہین
لائے تھے اب اللہ تعالے پر ایمان لائے ہین- وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ- ای القرآن اور اس کلام پاک پر جو تمپر اتارا گیا یعنی قرآن پر وَمَآ
اُنْزِلَ اِلَیْہِمْ- اور جو انکی جانب اتارا گیا تھا- یعنی توریت و انجیل پر خٰشِعِیْنَ لِلّٰہِ- درحالیکہ اللہ تعالی کے واسطے خشوع
کرنے والے ہین ف حال ہین ضمیر یؤمن مراعی فیہ معنی من ای متواضعین- یعنی خاشعین کو نصب بنابر حال ہونے کے ہی اور یہ یؤمن
کی طرف راجع ہی حال ہی اور وہ لفظ مین اگرچہ مفرد ہی مگر معنی مین جمع و واحد سب کو یکسان ہی پس یؤمن کی ضمیر سے حال اس صورت
سے ہی کہ من کے معنے یعنی جمعیت کی رعایت ہی اور خاشعین کے معنے متواضعین ہین یعنی اللہ تعالی کے سامنے گڑگڑاتے ہین لَا یَشْتَرُوْنَ

بآیات اللہ - التی عندہم فی التوراۃ والانجیل من نعت النبی صلعم ثمنا قلیلا - من الدنیا یخریدتے نہیں تھوڑا مول بمقابلہ آیات الٰہی
کے ف یعنی توریت وانجیل کی آیات میں جو اوصاف حضرت خاتم النبیین بیان ہوئے ہیں انکو دنیاوی حقیر مال کے لیے نہیں چھپاتے ہیں اور
ثمن قلیل سے مال دنیاوی مراد ہے پھر اس مال دنیاوی کے عوض انکے نہیں بیچنے کا طریقہ بتلایا - ان یکتموہا خوفا علی الریاسۃ کفعل غیرہم من الیہود
یعنی نہیں بیچتے باین طور کہ ان آیتوں کو چھپاویں بخوف اسکے کہ ہماری سرداری جاتی رہیگی جیسے انکے سوائے دوسرے یہود نے اس خوف
سے چھپایا - اولئک لہم اجرہم - ثواب اعمالہم - ایسے نیک عہدبندوں کے لیے ثواب ہے یعنی انکے کاموں کا ثواب ہے عند
ربہم - یوتون مرتین کما فی القصص - انکے پروردگار پاس ثواب دوچند دیے جاوینگے جیسا کہ سورۂ قصص کی آیت میں ہے اولئک یوتون
اجرہم مرتین الآیۃ - ان اللہ سریع الحساب - یحاسب الخلق فی قدر نصف نہار من ایام الدنیا - اللہ تعالی سریع الحساب ہے چنانچہ
حساب لیگا تمام مخلوق کا اتنی دیر میں جو دنیا کا آدھا دن ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور بیان تحقیق طویل ہے جو آیندہ انشاء اللہ تعالی
اپنے موقع پر آویگی - اور مجاہدؒ نے کہا کہ سریع الحساب یعنی سریع الاحصاء رواہ ابن ابی حاتم - احصاء شمار کرنا کما قال ولقد احصاہم
وعدہم عدا - یعنی اللہ تعالی نے ہر ایک کو خوب شمار میں رکھا ہے کہ اسکے علم سے ایک ذرہ برابر پوشیدہ نہیں ہے پس وہ اپنی مخلوق کا حساب نہایت جلد
فرماویگا حتی کہ مومن پر روز قیامت ایسا آسان ہوگا جیسے ایک وقت کی نماز کا زمانہ ہوتا ہے - پھر اللہ تعالی نے عربی خالص مومنوں کو
سب قسم کے مسلمانوں سے باہمی اتفاق رکھنے کا اور ارتباط الفت کا اور نفسانیت چھوڑکر تقوی رکھنے کا حکم فرمایا بقولہ تعالی

یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا تف واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۰
ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو اور ملے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہنچو

یا ایہا الذین آمنوا اصبروا - علی الطاعات والمصائب وعن المعاصی - اے ایمان والو صبر رکھو - یعنی صبر کرو عبادات
ادا کرنے پر اور مصیبتیں اٹھانے پر اور گناہ کی چیزوں سے باز رہنے پر - وصابروا - الکفار فلا یکونوا اشد صبرا منکم - یعنی غالب
رہو صبر کرنے اور جمے رہنے میں کافروں پر - یہ نہو کہ کافر لوگ تم سے زیادہ صبر کرنے والے ہوں لڑائی کی سختیوں میں - ورابطوا - اقیموا
علی الجہاد - قائم رہو جہاد کرنے پر - واتقوا اللہ - فی جمیع احوالکم - ڈرو اللہ تعالی سے اپنے سب حال میں چنانچہ معاذ بن جبل
کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ ڈرتا رہ اللہ تعالی سے جہاں کہیں تو ہووے اور برائی کے پیچھے بھلائی کر جو اسکو مٹا دے اور لوگوں
سے اچھے خلق کے ساتھ مل جل - لعلکم تفلحون - تاکہ تم فلاح پاؤ - تفوزون بالجنۃ وتنجون من النار یعنی فلاح یہ ہے جنت پا جاؤ
اور نجات پاؤ دوزخ سے ف شیخ ابن کثیرؒ نے اس آیت کریمہ کے تحت میں بہت فوائد ذکر فرمائے لیکن مترجم انمیں سے فقط کو
اشارہ بیان میں ذکر کریگا پس حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ اصبروا یعنی پسندیدہ دین اسلام پر جمے رہو سختی و آسانی کسی حال میں
نہ چھوڑو یہانتک کہ مرجاؤ اور قولہ صابروا - یعنی بمقابلہ دشمنان خدا کے ثابت قدم رہو ایسا ہی بہتیرے سلف نے کہا ہے اور رابطوا قولہ الرباط
تو یہ جمے رہنا مکان عبادت میں ہے اور سہل بن حنیف وابن عباسؓ محمد بن کعب القرظی وغیرہم نے فرمایا کہ وہ نماز کے بعد نماز دیگر کے انتظار میں بیٹھنا
اور بعض نے کہا کہ رباط مراد یہی یعنی سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا تاکہ کفار اسطرف سے داخل نہو سکیں اور دوسروں نے اسکو تسلیم نہیں کیا اور
حدیث میں آنحضرت صلعم نے سردی کے وقت وضو کرنا اور کثرت سے مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اسی کو فرمایا
کہ یہی رباط ہے - اور ابوسلمہ رح سے روایت ہے کہ ایک روز ابوہریرہؓ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اے بھتیجے تو جانتا ہے کہ آیہ یا ایہا الذین آمنو

اصبروا وصابروا ورابطوا کس بارہ میں اتری۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ حضرت صلعم کے زمانہ میں ایسا جہاد تو نہ تھا کہ اس میں مرابطہ کرتے بلکہ یہ
ایسی قوم کے حق میں نازل ہوئی جو مسجدون کو آباد رکھتے ہیں اور نماز کو اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں پھر بیٹھے اللہ تعالی کو یاد کیا کرتے ہیں تو انھیں
کے حق میں اتری کہ اصبروا۔ یعنی پانچون نمازون پر۔ اور صابروا۔ یعنی اپنے نفسون کو خواہشون سے روکو۔ ورابطوا۔ یعنی اپنی مسجدون میں
واتقوا اللہ۔ اپنے ہر حال میں جو تم پر طاری ہو۔ لعلکم تفلحون۔ اسکو ابن مردویہ نے روایت کیا وکذا رواہ الحاکم فی المستدرک بنحوہ وقد
رواہ ابن جریر من طریق عبد اللہ بن المبارک من کلام ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن۔ مترجم کہتا ہے کہ رباط کے یہ معنی کہ سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا
بدین غرض کہ کفار حملہ آور ہون یہ سے نزدیک ایک طور کا رباط ہے اور یہ رباط وہ بھی ہے کہ مجاہد جہاد کے واسطے گھوڑے پر سوار ہو کر جاوے
اور وہان مقیم ہو کر انتظار کرے تاکہ جب مجاہدین اسقدر جمع ہو جاوین کہ دشمنون پر بڑھنے کے واسطے کافی ہون تو داخل ہو اور معنے یہ ہین کہ پورا
سامان جہاد تیار کرو اور گھوڑے مہیا کرو چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا واعدوا لھم ما استطعتم من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم یعنی مہیا
کرو کافرون کے واسطے جہانتک تم سے ہو سکے رباط الخیل یعنے گھوڑے کہ انسے دہشت ناک کرو خدا کے دشمنون اور اپنے دشمنون کو۔
اور ظاہر ہے کہ یہ حکم اس خطاب کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نازل ہوا پس جو معنے یہان رباط کے ہین وہی حکم رابطوا مین ہے اور صابروا۔
باہم ایک دوسرے کو صبر دلانا بھی اسمین شامل ہے مترجم کہتا ہے کہ کلام پاک مین علوم بے انتہا مین از انجملہ یہ بھی ہے کہ اگر غیر قومون سے لوگ ایمان
لاوین جنکے دین کو تم پسند کرو تو انکے ساتھ نکاح بیاہ کرنے مین ہرگز نفس کی شرارت پر مت چلو بلکہ نفس کی ناگواری پر صبر کرو اور حدیث مین ہے کہ جب
تمہارے پاس ایسا شخص آجاوے جسکے دین کو تم پسند کرتے ہو تو اسکے ساتھ نکاح کر دو اگر ایسا نکروگے تو زمین مین فتنہ وفساد عریض پیدا ہوگا رواہ
احمد والترمذی وغیرہ) اور جب سے لوگون نے فخر وتکبر اختیار کیا تب سے فتنہ وفساد عریض پیدا ہوگیا حتی کہ بہت سے کالستھ وغیرہ اسوجہ سے اسلام نہین
لاتے کہ وہ نہایت برادری سے خارج ہوکر پریشان ہونگے اور مسلمان لوگ انکو نومسلم وحقیر بتاوینگے۔ معاذ اللہ وہ ہمارے حقیقی بھائی سے بہتر ہے جبکہ وہ متقی ہو لیکن
جاہلون نے جو اسنے خوف کیا وہ ان جاہلون کے تکبر کے لیے بہت ہی خوفناک ہے کہ جسکے وبال سے رونگٹے کانپتے ہین۔ اللہ تعالی ہمکو توفیق دیکر آخرت کیلیے
مقبول فرماوے اور نفس وشیطان کے بندہ ہو جانے سے نجات عطا کرے۔ حدیث مین ہے۔ کونوا عباد اللہ اخوانا۔ یعنی اللہ تعالی کے بندے بھائی بھائی
ہوجاؤ اور حدیث مین مصرح ہے کہ آدم خاک سے تھے اور فخر یہ تقوی ہے اور اس بارہ مین احادیث بہ کثرت ہین جنمین فخر انساب ومال وجاہ کی مذمت ہے اور باہمی
اتحاد وشرافت تقوی کی تاکید ہے۔ رہا یہ وہم کہ فقہ مین کفو معتبر ہے تو ائمہ علما نے اتفاق کیا کہ شرع سے اسکا ثبوت نہین ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ نکاح باہمی الفت ہے
اور جب کسی جانب سے فخر نسب کی جہالت ہو تو مناکحت کا فائدہ نہ رہا بلکہ فساد ہوگا تو حکم قضا مین فیصلہ کا قانون عرف وکفو پر ہے۔ کتابین لکھتے ہین کہ غیر کفو مین
بالاجماع نکاح صحیح ہے لیکن اولیاء کے اعتراض کی صورت مین قاضی فسخ کریگا فافہم۔ پھر واضح ہو کہ رباط مین جمیع اقسام کا ربط جو شرعی محمود ہے شامل
ہونا چاہیے اور سب سے بہتر وہ لڑنا خاص ہے جو احادیث جہاد مین آیا ہے چنانچہ سہل بن سعد الساعدی رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ایکدن کا رباط
تمام دنیا وما فیہا سے بہتر ہے (رواہ البخاری) اور فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص مرگیا اسکے عمل کا خاتمہ ہوجاتا ہے سوائے اس
شخص کے جو ایسے حال مین مرا کہ راہ خدا مین مرابط تھا یعنے جہاد مین مرابط تھا تو اسکا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے بے خوف ہوتا ہے
(رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وقال حسن صحیح وابن حبان وقد رواہ احمد عن عقبہ بن عامرؓ وروی احمد وابن جریر نحوہ عن ابی ہریرہ) پھر مترجم کہتا ہے کہ
یہ حکم شاید منجملہ ان احکام کے ہو جو قریب وقوع مین آنے والے ہین بشرطیکہ رباط بمعنے مصطلح حضرت صلعم کے وقت مین ہو حضرت ام الدرداءؓ نے مرفوعاً
روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے مسلمانون کے کسی ساحل پر تین روز مرابطہ کیا اسکے واسطے ایکسال کے رباط سے کافی ہے رواہ احمد وغیرہ

اور ظاہر جو مقصود رباط ہے وہ یہ ہے کہ نفس کو راہ جہاد میں روکنا اور انتظار غازیان و موسم وغیرہ کے مانند جو امور بالفعل لڑائی کرنے سے مانع ہوتے ہیں انہیں صابر و مرابط رہنا اور اسی پر دلالت کرتی ہے حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کہ وہ گذرے وہاں کہ شرجبیل بن السمط مع مجاہدین کے رباط میں تھے اور انپر مرابطہ اب شاق ہو رہا تھا تو فرمایا کہ اے ابن السمط میں تجھے ایسی حدیث سناؤں جو میں نے حضرت صلعم سے سنی تھی بولے نے کہا کہ ضرور سنائیے۔ کہا کہ میں نے حضرت صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ ایک رات و دن کا رباط جہاد میں ایک مہینہ کے روزے مع رات کی نماز سے بہتر ہے تا آخر حدیث رواہ الترمذی ومسلم والنسائی۔ اور سہل بن حنظلیہ رض سے جنگ حنین کی حدیث طویل میں ہے کہ پھر حضرت نے فرمایا کہ آج رات کون شخص ہماری نگاہبانی کریگا پس انس بن ابی مرثد نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نگاہبان رہونگا۔ آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ وہ سوار ہو کر آئے تو فرمایا کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر جا۔ اور آخر حدیث میں ہے کہ صبح کو اس سے فرمایا کہ رات تو اترا تھا۔ عرض کیا کہ نہیں مگر آنکہ قضاء حاجت یا نماز کے لیے فرمایا کہ تو نے واجب کر لی اب تجھپر کچھ نہیں کہ آیندہ کچھ عمل نہ کرے رواہ ابو داؤد والنسائی مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ صبر و ثبات و رابطہ کے حکم میں اولاً جہاد کے لیے اور ثانیاً عام ہے[یعنی جنت ۱۲] اور زید بن اسلم رح سے روایت ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح رض نے عمر بن الخطاب رض کو خط لکھا اور اسمیں رومیوں کا لشکر کثیر جمع ہونا اور خطرات خوفناک لکھے پس عمر رض نے جواب لکھا۔ اما بعد ہرگاہ بندۂ مومن پر کوئی سختی نازل ہوتی ہے تو اسکے بعد اللہ تعالیٰ اسکے لیے آسانی کر دیتا ہے اور دو آسانیوں پر کبھی ایک سختی غالب نہ ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون رواہ ابن جریر مترجم کہتا ہے کہ یہ جنگ یرموک کے واقعات ہیں جن کو امام ابو اسمٰعیل الازدی البصری رحمہ اللہ نے ثقات اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور الشیخ ابن کثیر نے یہاں ایک روایت لکھی جو جامع تفسیر و سیر و اخلاق و حدیث وغیرہ ہی میں بھی تبرکاً لاتا ہوں قال روی الحافظ ابن عساکر فی ترجمۃ عبد اللہ بن المبارک من طریق محمد بن ابراہیم بن ابی سکینۃ۔ کہا کہ عبد اللہ بن المبارک نے طرسوس میں یہ ابیات مجھے لکھائے اور میں نے انکو وداع کیا وہ جہاد کو جاتے تھے اور مجھے فضیل بن عیاض کے پاس بھیجا اور بیت[۱۶۰] یا[۱۶۱] یہ ہیں[۱۶۲] انمع ہوا انبار و ورد ہیتے کے۔ اور ابیات یہ ہیں ؎ یا عابد الحرمین لو ابصرتنا ✦ لعلمت انک فی العبادۃ تلعب ✦ یعنی اے حرمین مکہ و مدینہ کے مشہور عابد۔ اگر تو ہمکو دیکھے ✦ تو جانے کہ تو عبادت نہیں کھیل کرتا ہے ✦ من کان یخضب خدہ بدموعہ ✦ فنحورنا بدمائنا تتخضب ✦ جسکے گال اسکے آنسوؤں سے رنگین ہوتے ہیں ✦ تو ہمارے گلے ہمارے خون سے سرخ ہوتے ہیں ✦ او کان یتعب خیلہ فی باطل ✦ فخیولنا یوم الصبیحۃ تتعب ✦ یا اسکی کوشش امر سخیف میں درماندہ ہوتی ہے ✦ تو صبح قتال کو ہمارے گھوڑے درماندہ ہوتے ہیں ✦ ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا ✦ رہج السنابک والغبار الاطیب ✦ اگر تمھارے واسطے خوشبو سے عبیر ہے ✦ تو ہمارے واسطے ٹاپوں سے غبار پاک ہی عبیر ہے ✦ ولقد اتانا من مقال نبینا ✦ قول صحیح صادق لا نکذب ✦ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قول صحیح صادق وارد ہوا جو کذب نہیں ہو سکتا کہ ✦ لا یستوی غبار خیل اللہ فی ✦ انف امرء ودخان نار تلہب ✦ کسی بندۂ خدا کی ناک میں غبار جہاد اور آتش جہنم کا دھواں جمع نہ ہوگا۔ ✦ ھذا کتاب اللہ ینطق بیننا ✦ لیس الشہید بمیت لا یکذب ✦ کتاب اللہ میں تصریح ہے کہ شہید مردہ نہیں ہے ✦ پھر میں نے مسجد الحرام میں فضیل کو پاکر حضرت عبد اللہ بن المبارک کا خط دیا۔ پڑھکر انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور کہا کہ ابو عبد الرحمٰن یعنی عبد اللہ نے سچ لکھا اور مجھے نصیحت کی ہے۔ پھر مجھسے کہا کہ تو حدیث لکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں ✦ فرمایا کہ اچھا تو میرے پاس ابو عبد الرحمٰن کا خط لایا اسکی مزدوری یہ لے میرے پاس سے یہ بے بہا چیز یعنی حدیث لے پھر لکھائی کہ حدثنا منصور بن المعتمر عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ رض کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے وہ کام بتا دیجیے کہ میں اس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا ثواب پاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا تو استطاعت

نماز پڑھ سکتا ہی کہ کبھی فتور نہ پڑے اور اسطرح روزہ رکھ سکتا ہی کہ کبھی افطار نہ کرے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اسکو برداشت کرنے سے عاجز ہون۔ فرمایا کہ قسم ہی اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ اگر تجھے یہ طاقت بھی ہوتی تو بھی تو اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنے والون کے ثواب کو نہ پہونچتا الحدیث ہکذا رواہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالے ف۲ عرائس مین کہا کہ اللہ عز وجل نے صبر کرنے کی تاکید کی یعنے درد دکھ کو صبر سے برداشت کیے رہو جب میری طرف سے بلاؤن مین تم پر صبر کرنا شاق ہو تو مصابرت کرو ربط باندھے رکھو اپنے دلون کو اور ڈرو اللہ سے ان اسرار کے ظاہر کرنے مین تاکہ اس سے محجوب ہو جاؤ۔ شاید تم فلاح پاؤ بایں طور کہ میرے جمال و جلال کی نعمت سے اور درد فراق سے چھوٹو۔ جنید رح نے کہا کہ اللہ تعالی نے صبر کو ذکر کیا اور اسکی شان بزرگ بیان فرمائی اور صابرین کا اپنے یہان بڑا مرتبہ فرمایا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا۔ انکو صبر پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا ورابطوا اور یہ ارتباط سر باطنی ہی پوشیدگی کیطور پر اللہ عز وجل کے ساتھ اور بلا کے ساتھ ثابت قدم رہنا کھلے کھلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الصبر عند الصدمۃ الاولی مترجم کہتا ہی کہ حدیث ایک قصہ کے ساتھ ہی جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہی اور معنے یہ کہ صبر تو وہی ہی جو صدمۂ اولی کے وقت ہو۔ اور حارث صحابی رح نے کہا کہ تیر بلا کا نشانہ ہونا صبر ہی اور بعض نے کہا کہ صبروا یعنے میرے حکم کی تعمیل مین صبر کرو اور صابروا یعنے میرے دشمنون کے ساتھ لڑائی مین مصابرت کرو اور میری موافقت و رضامندی مین قلب کو مربوط رکھو۔ اور جعفر رح نے فرمایا کہ گناہون سے صبر کرو اور عبادات بجا لانے مین مصابرت کرو اور مشاہدہ مین ارواح کو مربوط رکھو اور ڈرو اللہ سے یعنی حق عز وجل کے ساتھ انبساط سے بچو (یعنی اتراؤ نہین) اور لعلکم تفلحون کے معنی یہ ہین کہ فلاح کے مقام مین اہل صدق کے درجہ پر بھاری سے کھڑے ہونے کو بھی جگہ مل جاوے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اپنے تن بدن سے بندگی بجا لانے پر صبر کرو اور دل سے اللہ تعالی کی تعظیم مین مصابرت کرو اور اسرار سے راہ شوق و محبت مین مربوط رہو اور ابن عطا رح نے فرمایا کہ صبر تو مطیعین کے واسطے ہی اور مصابرت محبین کے لیے اور مرابطہ عارفین کے لیے ہی اور شیخ استاد رح نے فرمایا کہ صبر تو آئین جو عہد خاص کیا تھا یاد دہی امانت وطاعات وغیرہ اور مصابرت بمقابلہ دشمن ہی اور رباط ایک نوع صبر ہی لیکن بروجہ مخصوص ہی اور کہا جاتا ہی کہ اول صبر تو تصبر ہوتا ہی یعنی تکلف سے صابر بنتا ہی پھر صبر حاصل ہوتا ہی پھر مصابرت ہی پھر اصطبار ہی اور یہ انتہائے درجہ صبر کا ہی۔ اور کہا جاتا ہی کہ صبروا یعنے بندگی بجا لانے پر اور مخالفت سے باز رہنے پر اور صابروا یعنے خواہش نفسانی و ہوا و ہوس چھوڑنے اور اسباب و علاقہ قطع کرتے پر۔ اور رابطوا یعنے ہر حال مین اللہ عز وجل کے ساتھ یا عموماً ہر ایک کی مصاحبت مین استقامت کے ساتھ مربوط رہو

سورۃ النسآء مدنیۃ وھی مائۃ وخمس او ست او سبع وسبعون آیۃ

سورۂ نسا مدنیہ ہی اور وہ ایک سو پچھتر یا چھتر یا ستتر آیتین ہین ف یہان دو باتین ہین اول آنکہ یہ سورت دوم آیتون کی تعداد پس اول مین نقاش رح نے کہا کہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرتے وقت اتری اور علقمہ رح نے کہا کہ صدر اسکا مکی ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابن مسعود نے بھی فرمایا کہ جہان یا ایہا الناس ہی وہ اہل مکہ کو خطاب ہی اور جواب دیا گیا کہ خطاب ہونے سے وہان نزول ہونا بھی لازم نہین۔ اور جمہور کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہی اور یہی صحیح ہی اور قرطبی رح نے فرمایا سواے ایک آیت کے قولہ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا الآیۃ کہ یہ فتح مکہ کے روز عثمان بن طلحہ الحجبی کے حق مین اتری مترجم کہتا ہی جبکہ اصطلاح یہ لیجاوے کہ بعد ہجرت کے جو کچھ نازل ہوا وہ مدنی ہی خواہ کہین نازل ہوا ہو تو اس استثنار کی کوئی حاجت نہین بلکہ سب مدنی ہی اور دلیل اسپر یہ ہی کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ نہین نازل ہوئی سورۂ نسا مگر

اسوقت کہ مین رسول اللہ صلعم کے پاس تھی رواہ البخاری اور مراد یہ کہ آنحضرت صلعم کے پاس زفاف کو بھیجی گئی تھین اور علمانے اتفاق کیا کہ زفاف حضرت عائشہ رضؓ سے مدینہ مین ہوا ہے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سورۂ النسآء مدینہ مین نازل ہوئی اور ایسا ہی ابن مردویہ نے عبداللہ بن الزبیر و زید بن ثابتؓ سے روایت کی اور ابن عباس سے ہے کہ سورۂ النسآء مین آٹھ آیتین ہین جو اس امت کے واسطے تمام دنیا سے بہتر ہین اول یرید اللہ لیبین لکم و یہدیکم سنن الذین من قبلکم الآیہ دوم واللہ یرید ان یتوب علیکم الآیہ۔ سوم یرید اللہ ان یخفف عنکم۔ چہارم ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ الآیہ۔ پنجم ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ الآیہ ششم ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیہ ہفتم ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک الآیۃ ہشتم ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ الآیہ۔ رواہ ابن جریر و قد روی الحاکم من طریق عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود عن ابیہ فی الخمسۃ التالیۃ دون الثلثۃ الاولیات مثلہ سوا ثم قال صحیح الاسناد ان کان سمع عبدالرحمٰن عن ابیہ فقد اختلف فیہ آمر دوم مفسرؒ نے جو اختلاف اسکی آیتون کے شمار مین لکھا وہی معروف ہے اور قول دوم ہمارے مصاحف مین مکتوب ہے اور با وجودیکہ آیات کا علم توقیفی ہے اسمین قیاس کو مجال نہین اسیواسطے الٓمٓ۔ و۔ حٰمٓ۔ و۔ طٰہٰ۔ یٰسٓ۔ کو آیت شمار کیا گیا اور طٰسٓ۔ کو نہین شمار کیا جیساکہ زمخشریؒ نے کہا ہے پھر اسمین اختلاف کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم ختم آیت پر آگاہ کرنے کو ٹھہرتے جب اسکا مقام معلوم ہو جاتا تو پھر وصل قرات کی وجہ سے کہ وہان مطلق نہین ہوتا تھا ملا دیتے تو سننے والے کو شبہہ ہو جاتا کہ یہان فاصلہ نہین ہے۔ اور ایسا اختلاف کچھ مضر نہ تھا جسکے خیال سے زیادہ اہتمام کیا جاتا اسلیے کہ شمار آیات کے فوائد مانند آنکہ سورۂ کہف کی اول دس آیتین پڑھنے سے فتنۂ دجال سے مامون رہیگا یا نماز مین تین آیت سے کم نہون یا تبارک الذی بتیس آیت ہے جسنے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے یہان تک الحاح کیا کہ اسکو بخشوایا کما فی الصحیح تو یہ اختلاف اسمین کچھ مضر نہین۔ کما لایخفی اور کلمات سورۂ شریف (۳۷۴۵) ہین اور حروف (۱۶۰۳۰) اور باقی کلام مقدمہ مین مذکور ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَ

ای لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اُسی سے بنایا اُسکا جوڑا اور

بَثَّ مِنۡہُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَ الۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ

بکھیرے ان دونون سے بہت مرد اور عورتین اور ڈرتے رہو اللہ سے جسکا واسطہ دیتے ہو آپسمین اور خبردار رہو ناتون سے اللہ تعالیٰ

کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا ۝

نگہبان مطلع ہے

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ۔ اے اہل مکہ۔ یعنی خطاب بکلمہ یا ایہا الناس۔ مکہ والون کو ہے جو اسوقت مشرک تھے۔ اور سراج مین کہا کہ تمام اولاد آدمؑ کو خواہ اہل عرب ہون یا عجم ہون۔ اسپر سوال ہوا کہ قولہ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام۔ یہ عادت خاص عرب کی ہے۔ تو جواب دیا گیا کہ آخر آیت کے خصوص سے اول آیت مین عموم کو مضرت نہین۔ اسمین شک نہین کہ حکم آیت کا اب عام ہے۔ اور قیامت تک والون کو شامل ہے چاہیے کسی ملک کے ہون۔ اگر کہا جاوے کہ ندا سے بالمشافہہ خطاب انہین کو ہے جو اسوقت موجود تھے جواب دیا گیا کہ صحیح اطلاع ہے کہ غیر موجودین پر بھی وہ احکام یکسان جاری ہین جو موجودین کو خطاب کیے گئے جبکہ شرع ہون اور خصوصیت کی دلیل نہو یا موجود کو غلبہ دیا گیا اور مراد غیر موجودین

بھی ہیں۔ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ ای عقابہ بان تطیعوہ ۔ یعنی رب سے ڈرو اسکے یہ معنے ہیں کہ عقاب رب سے بچو باینطور کہ اسکی اطاعت کرو شرک
و نافرمانی مت کرو پھر پروردگار کی عظمت و قدرت فرمائی جو اسکے معبود ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو کچھ بیان ہو تھوڑا ہے ۔ تکبیر اسی کو شایان ہے۔ الَّذِيۡ
خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ۔ آدم ۔ جسنے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا آدم سے ف یعنی نفس واحدہ آدم علیہ السلام ہیں جنکی
سب اولاد ہیں ۔ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا حوا بالمد من ضلع من اضلاعہ الیسری ۔ ہا لوکہ منہا کی ضمیر نفس کی طرف جو لفظا مونث مستعمل ہے
اگرچہ مراد آدم علیہ السلام ہیں اور زوج یعنے جفت ای جوڑا اور معنے یہ کہ اور پیدا کیا اسی ایک نفس سے جوڑا اسکا) مفسر نے کہا کہ یعنی حوا کو
بمد ہمزہ اور منہا کے معنے یہ کہ من ضلعہا الیسری ۔ یعنے آدم کی بائیں پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا کیا ۔ کعب و وہب و ابن اسحٰق نے ذکر کیا کہ جنت میں
بھیجے جانے سے پہلے اور ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ نے کہا بعد جنت میں جانے کے اور آدمؑ سوتے تھے ۔ جاگے تو دیکھکر خوش ہوکر باہم مانوس ہوے ۔
ابن عباسؓ نے کہا کہ عورت کی پیدایش مرد سے ہے اسکی ہمت مرد ہی میں لگی رہتی ہے اور مرد کی پیدایش زمین سے اسکی ہمت زمین ہی میں لگی رہتی ہے سو اپنی
عورتوں کو روکے رکھو ۔ رواہ ابن ابی حاتم اور صحیح میں ہے کہ عورت کی پیدایش پسلی سے ہے جو ٹیڑھی ہے اگر اسکو سیدھا کرنے کی فکر کرے تو توڑ دیگا
اور اگر نفع لینا چاہے تو یونہی ٹیڑھی رہنے دے اور نفع اٹھاوے ۔ حاصل یہ کہ عورت سے حسن تدبیر سے کام لینا چاہیے وہ کج طبیعت ہوتی ہے اور
یہ اس جنس کی کیفیت ہے اسمیں سے بعض کا بعض مردوں سے بہتر ہونا کچھ منافی نہیں ہے الحاصل اسی رب کو معبود مانو جسکی یہ شان ہے کہ اول سنے ایک نفس آدم
پیدا کیا پھر اس سے اسکا جوڑا پیدا کیا ۔ وَبَثَّ فرق و نشر متفرق کیا اور پھیلایا کما روی عن ابن عباس پس فرق از تفریق و نشر از ثلاثی مجرد ہے
مِنۡهُمَا من آدم و حوا یعنی ضمیر تثنیہ راجع بجانب نفس واحدہ و اسکے زوج کے یعنی بجانب آدم و حوا کے ہے ۔ رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً ۚ كثيرة ۔
یعنی نساء کثیرۃ (المعنی) اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور بہت سی عورتیں یعنی تم سب کو اسی ایک نفس اصل سے اس کثرت کے ساتھ
بطریق مذکور پیدا کیا ۔ اگر کہا جاوے کہ پہلے فرمایا خلقکم من نفس واحدۃ ایک نفس سے پیدا کیا اور یہاں فرمایا ۔ وبث منہما یعنے دونوں سے
پیدا کیا ۔ تو جواب یہ ہے کہ نفس واحدہ سے پیدا کرنیکا یہ بیان ہے یعنی باینطور تمکو نفس واحدہ سے پیدا کیا کہ اس سے اسکا جوڑا نکالا پھر دونوں کے اختلاط
عجیب سے تم سب کو نکالا ۔ اگر کہا جاوے کہ حوا بھی نفس واحدہ سے پیدا ہونے والوں میں ہیں جواب یہ کہ حوا کی خلقت نطفہ سے نہیں اسواسطے دختر وغیرہ
ہونے کے حقوق میں سے کوئی جاری نہیں ہوسکتا بخلاف اوروں کے کہ یہ دونوں کے نطفہ سے پیدا ہیں اور آدم و حوا کے ایک وقت کی اولاد کا نکاح دوسرے
وقت کی اولاد سے روا تھا اسی وقت کا تبادل بمنزلہ تبدل رحم کے قرار دیا گیا پھر تا قیامت منسوخ ہوگیا ۔ اور بعض نے جواب دیا کہ قولہ وخلق منہا ۔ کا
عطف فعل مقدر پر ہے تقدیر یوں ہے خلقکم من نفس واحدۃ انشاہا وخلق منہا زوجہا یعنے پیدا کیا تمکو ایسے نفس واحدہ سے کہ اسکو بنایا اور اس سے اسکا جوڑا بنایا
اور ان دونوں سے بہت مرد و عورتوں کو پھیلایا ۔ مترجم کہتا ہے کہ مآل واحد ہے فافہم ۔ بعض نے کہا کہ نساء کو کثیرۃ کے وصف سے تصریح نکرنے میں
لطیف اشارہ ہے کہ مردوں کی کثرت بمقتضائے حکمت ہے کیونکہ ایک کے واسطے بہت سی عورتیں ہیں انکی خواہش و عفت تک رہ جاتی ہیں حتی کہ اب بھی چار تک
روا ہیں اور ایک مرد کئی عورتوں کے پیٹ کے کام و حاجات کی اصلاح کرسکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ پھر اس صورت میں تو عورتوں کو کثیرہ کہنا چاہیے تھا اور
مردوں میں کثرت کی ضرورت نہ تھی اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ مرد بھی قلیل نہیں بلکہ کثیر ہیں اور مرد ہی اصل اول ہیں ۔ الحاصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے
ڈرو جو حقیقی خالق و مالک ہے ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ ۔ فیما بینکم حیث یقول بعضکم لبعض اسالک باللہ و انشدک باللہ ۔ اور ڈرو اللہ تعالیٰ
سے جسکے نام کے ساتھ تم باہم سوال کرتے ہو ف یعنی بعض تمہارا بعض سے کہتا ہے کہ اسالک باللہ میں تجھسے اللہ تعالیٰ کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تو
ایسا کردے اور انشدک باللہ ۔ اسی معنے میں کہتے ہو اور انشد بفتح اول و سکون ثانی و ضم شین معجمہ پھر دال مہملہ بصیغہ مضارع متکلم بمعنے سوال ہے

اور بعض مفسرین نے ذکر کیا کہ تساءلون دراصل تتساءلون تھا تا فوقیہ کو سین میں ادغام کیا تساءلون بتشدید سین مہملہ ہوا اور یہ جمہور کی قرارت ہے
اور عاصم وحمزہ وکسائی نے بتخفیف سین پڑھا پس تا مذکورہ کا حذف ہوا ہے اور بعض نسخہ تفسیر میں انشدک اللہ بدون بار ہے اور یہ بھی صحیح ہے وقت
اتقوا اللہ الارحام - ان تقطعوها - اور بچو ارحام سے یعنی ناتوں کو کاٹنے سے یعنی آپس کا ناتا جو حق حقوق کے ساتھ ہے اسکو ملائے رکھو
کذا فسر ابن عباس وعکرمہ ومجاہد وحسن وضحاک وربیع وغیرہم گویا اسمیں اشارہ ہے کہ اہل مکہ سب سے پہلے کفر کرنے والے اور ایذا دینے والے
نبی صلعم کے ہم نسب ہو کر القار ارحام کے حکم میں تنبیہ ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک ناتے کا ایک رتبہ ہے۔ اور حدیث میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رحم لٹکا ہوا ہے عرش الرحمٰن عزوجل سے کہتا ہے کہ جو مجھے ملائے رکھے اللہ تعالی اسکو ملاوے اور جو مجھے کاٹے اللہ
تعالی اسکو کاٹے رواہ البخاری ومسلم اور قرطبی رح نے کہا کہ امت کا اتفاق ہے کہ صلہ رحم یعنی ناتے کا ملانا واجب ہے اور کاٹنا حرام ہے پس احسان
سے اور ملنے و محتاج کو نفقہ دینے سے اور کبھی فقط خدمت سے اور کبھی فقط باتوں سے ملانا چاہیے اور حدیث صحیح میں ہے کہ صل من
قطعک۔ جو ناتے والا تجھے توڑے تو اس سے مل۔ اور یہ حسن خلق کا بیان ہے۔ پھر امام ابوحنیفہ رح نے ہبہ سے رجوع صحیح نہ ہونا انہیں ناتے
والوں کے ساتھ خاص کیا جو ذوی رحم محرم ہیں جیسے بھائی نے بہن کو ہبہ کیا تو رجوع نہیں کرسکتا ہے اگرچہ ذوی الارحام عام ہے محرم
وغیر محرم دونوں کو شامل ہے۔ پھر حمزہ رح کی قراءۃ بالجر ہے چنانچہ مفسر رح نے کہا وفی قراءۃ بالجر عطفا علی الضمیر فی بہ وکانوا یتناشدون بالرحم یعنی
حمزہ رح کی قرارت میں والارحام - بالجر ہے بنابر اسکے عطف ہو ضمیر بہ پر یعنی بہ و بالارحام اور اہل عرب کا دستور تھا کہ رحم کا واسطہ دیا کرتے
تھے اور یہ تقریر ایسی ہے بعض مفسرین کے کلام سے کہ تفسیر میں کہا ہے یسال بعضکم باللہ وبالرحم کیونکہ اسطرح ملا کر زمانہ جاہلیت کی قسم تھی جو شرع
میں مستنکر ہے پس اگر یوں تفسیر کی جاوے تو تقریر کا وہم ہے یعنی ثابت رکھا اور زمخشری رح نے اس قراءۃ کو ضعیف کہا وفی تبعہ البیضاوی
نظرا لعطف بر ضمیر مجرور مگر امام قشیری رح وغیرہ نے ذکر دیا کہ ضعیف کہنا اہل دین کے نزدیک مردود ہے کیونکہ ثبوت اس قراءۃ کا متواتر ہے
اور کہا لبعض میں ہے کہ شیخ ابوحیان نے کہا کہ ضمیر مجرور پر عطف کرنا بدون اعادہ جار کے کوفیوں و یونس و اخفش و ابوعلی نے جائز رکھا اور بصریوں نے
جو انکار کیا تو ہم انکے مقلد نہیں بلکہ دلیل کے تابع ہیں اور نظم و نثر کلام عرب میں ایسا ثابت ہوا ہے حتی السنہ نے معالم میں کہا کہ قلیل آیا ہے۔
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا - حافظا لاعمالکم فیجازیکم بہا ای لم یزل متصفا بذلک۔ رقیب یعنی نگہبان ہے اور معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالی
تمہارے اعمال کا نگہبان ہے پس تم کو اسکے عوض جزا دیگا۔ چونکہ کان زمانہ ماضی کے واسطے تھا پس لازم آتا ہے کہ زمانہ ماضی میں نگہبان
تھا اب نہیں تو مفسر رح نے جواب دیا کہ کان اگرچہ دراصل ماضی کے لیے ہے مگر دوام و استمرار کے معنے میں آتا ہے اور معنے یہ ہیں کہ لم یزل متصفا
بذلک یعنی ہمیشہ اس صفت سے متصف ہے اور ایسا ہی تمام صفات ذاتیہ کا حال ہے جو کان سے مقترن ہوں کذا ذکرہ فی الاتقان ف عرائس البیان
میں ہے کہ قولہ تعالی یا ایہا الناس - ای ناسی یعنی بھولنے والے اس عہد کے جو تمنے ازل میں قبول کیا تھا کہ ہم عبودیت بجا لاوینگے جبکہ میرے
خطاب و معرفت دینے سے مجکو پہچان گئے کیونکہ جب میں نے فرمایا کہ الست بربکم تب تمنے جواب دیا تھا کہ بلی یعنی ہاں تو بیشک ہمارا پروردگار ہے۔
اور نیز ای ایسے بندے جو مخلوقات کی چیزوں میں اپنی نظر سے خوبصورتی دیکھکر انسے مانوس ہوگیا حالانکہ میرا مشاہدہ چاہتا ہے خبردار ہو کہ یہ جتنا پرتو
ہے کیونکہ یہ تو حادث چیزیں ہیں اور میری طرف کوئی شخص بدون میرے نہیں پہونچ سکتا ہے اور میرے دیدار میں مخلوق پہ نظر رکھنا کفر ہے
قال المترجم آمین صریح ہمارے زمانہ کے اہل تصوف کو ممانعت ہے جو خوبصورتوں سے انس پیدا کرتے ہیں اور اسکو لوازم تصوف سے جانتے
ہیں و مولوی روم نے کہا ہے ؎ عاشق صانع خدا با فر بود ۔ عاشق مصنوع او کافر بود ۔ اور صنع خدا صفت فعلی ہے جسکی تفسیر قولہ ان فی خلق السموات

والارض الآیہ میں اوپر گذری ہو فتنہ کر اور نیز ای اپنے نفس کو بھولنے والے بندے تیرا نفس تو مخلوق ہو کہ مجھے آگاہ نہیں بے خبر ہو پھر ڈر نہیں
کر تو نے میری معرفت کا دعوی کیا حالانکہ میری معرفت کسی حادث سے نہیں بلکہ قدیم سے ہو اور نیز یہ خطاب اولاد آدم کو ہو یعنی ای ایسے لوگو
جنھون نے اپنے کو پانی ومٹی سے بنے ہوے کی طرف منسوب کر رکھا یعنی آدم کی طرف اگر تم اپنے آپکو پہچانتے تو مخلوق کی طرف مشغول نہوتے
کیونکہ مین نے تم کو تمام مخلوقات میں سے اپنے شاہدہ وخطاب کے لیے برگزیدہ کیا۔ تم نے میرا کلام نہین سنا ولقد کرمنا بنی آدم یہ خطاب
ان لوگون کو عتاب ہو جو درگاہ سے دور پڑے ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ جب کوئی بڑے مرتبہ والا اپنے خادم پر غصہ ہوتا ہو تو اسکا نام نہین لیتا
ہو بلکہ کہتا ہو کہ او آدمی اور یہ نہین کہتا کہ ای زید یا ای خالد اور اشارہ اسمین یہ ہو کہ اللہ تعالی نے امر معرفت اپنے بندون کو پہنچوایا کیونکہ
اسکے سوائے وہ غیر سے مشغول ہو رہے ہین گویا ان کو اس خطاب کی زجر سے انکی غفلت سے متنبہ فرمایا یعنے ای عہد معرفت کے توڑنے والے تم مجھے
شرماتے نہین ہو غیر سے مشغول ہو میرے غضب وعتاب سے ڈرو۔ اور بعض نے یا ایہا الناس کے اشارت میں کہا ای نادانی وفراموشی کی اولاد
اور ابن عطاؒ نے کہا یعنی ان لوگون میں سے ہو جو آدمی ہین اور آدمی وہ ہین جنکو اسی سے الفت اور اسکے ماسوائے سے وحشت ہو۔ اور
جعفرؒ نے فرمایا کہ ان آدمیون میں سے ہو جاؤ جو واقعی آدمی ہین۔ اور اس پاک پروردگار سے غافل مت ہو جسنے پہچنوادیا کہ تم وہ آدمی
ہو جن کی خلقت دست قدرت سے مخصوص طرز پر ہو کہ اسکی ہمت پست ہو بلکہ بلند درجہ پر چڑھے اور انتہا اسکی حق عزوجل ہو ثم الی ربک
المنتہی۔ اور بلندی ہمت اس کی معرفت الہام سے ہو جو اسکے ساتھ مخصوص ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ یا ایہا الناس خطاب عوام ہو اور
یا عبادی خطاب خاص ہو پھر خاص الخاص کا خطاب یا ایہا النبی اور یا ایہا الرسول ہو قولہ اتقوا ربکم۔ اللہ تعالی نے اپنی ذات سے انکو تحذیر دلائی
اسمین اشارہ ہو کہ اسکی طرف جانے مین جسکا سر باطنی کچھ جھکا وہ اسکی عزت پاک سے محروم ہوا مانند قولہ ویحذرکم اللہ نفسہ اور بعض نے فرمایا کہ جملہ
مخالفات کو ترک کرے۔ اور بعض نے کہا اجتناب از ہر ماسوی حق عزوجل تقوی ہو واسطیؒ نے کہا تقوی چار وجہ پر ہو عوام کو تقوی شرک
خواص کو تقوی معاصی۔ اولیا خاص کو تقوی توسل با فعال انبیا کو تقوی از او تعالی با وتعالی قولہ تعالی الذی خلقکم من نفس واحدۃ اللہ تعالی نے
رمز سے اس آیت میں اپنے حکم ومشیت وغیرہ افعال وصفات قدیم کو ذکر فرمایا کیونکہ او تعالی نے جب پیدایش مخلوق کو چاہا تاکہ الوہیت کا اس کو
عارف کرے اور چاہا کہ محبت ازلیہ کے انوار قلوب وارواح مین رکھے تو ذات سے صفات پر اور صفات سے فعال پر تجلی کی اور ایک چیز یعنی امر
مین علم وحکمت وقدرت کو جمع کیا پس ارادہ منفرد بامر ہوا پھر امر مین بکاف ونون قدم سے عدم کیطرف نظر کی پس ایک جوہر بسیط ظاہر ہوا
جسمین اجسام وارواح وجواہر واعراض سب مجموع تھے پھر اسپر ہیبت وعظمت وجود کی نظر فرمائی پس اس سے عرش سے تحت الثری تک جو چیزین اسکے
خواتیم افعال مین جس صورت ونقش سے اسکے سابق علم میں تھین موجود ہوئین۔ اور یہ سب جس سے سب چیزین موجود ہوئین حضرت محمد صلوات اللہ
وسلامہ علیہ ہین پھر ارواح واشباح وانوار واسرار کو قبضۂ عزت مین جمع کیا اور طینت آدم کو چالیس روز مین صبح ازل وابد سے خمیر فرمایا یہانتک
کہ اسکو اپنے خلق وروح سے پیدا کیا چنانچہ فرمایا خلقت بیدی اور نفخت فیہ من روحی پس دست قدرت ازل وابد کے فیض سے امین قدس
قدیم بہمہ اسما وصفات وجمال ظاہر ہوا پس اسکو بصورت ملک آراستہ کیا پھر اس سے اولین وآخرین جو جمل اسرار قدیم مین شاخون کی طرح نکلنا شروع ہوے
اور یہی صورت عین الجمع ہو جس سے حق عزوجل نے اوصاف قدیم کو ظاہر فرمایا ہو تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے متشابہات مین کیونکر فرمایا کہ ان اللہ
خلق آدم علی صورتہ پھر قولہ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء پہلے تو قولہ خلقکم من نفس واحدۃ سے مقام عین الجمع سے خبر دی پھر اس
قول سے مقام تفرقہ کی خبر دی۔ اور جن چیزون کی طرف مین نے اشارہ کیا اسمین سے بعض کو استاذ الاساتذہ شیخ تمکین عمرو بن عثمان مکیؒ نے

بیان کیا کہ اللہ تعالی نے عالم کو پیدا کیا اور اسکو اطراف و اکناف و ابتداء و انتہا و اول و آخر و اسفل و اعلی سے منتظم واحد مہیا کر دیا اور ایسا کیا کہ نہیں خلل و تفاوت کچھ نہیں اسکو اپنی تدبیر سے محکم کر دیا اور اپنی حد تقدیر پر مقدر کیا اگرچہ اسکے اجزا ملحاظ تفرقہ اجسام و ہیآت و تخطیط و تصویر کے اور بلحاظ تفرقہ اماکن کے مختلف ہیں اور جملہ مصالح سے راست کیا پس ہر موجود ایجاد و تقدیر و تفصیل و تحسین تدبیر موجود ہوا اور خلقت آدم ع سے قدرت کا اظہار کیا پھر اسکی اولاد کو پھیلایا جنمیں قدرت و مشیت کی تدبیریں پھیلی ہیں استاد نے فرمایا فاتقوا الارحام ان تقطعوها یعنی پرہیز کرو ارحام سے اور قطع ارحام سے سو جسنے رحم قطع کیا وہ خود قطع ہوا اور جسنے ملایا وہ ملایا گیا شیخ نے لکھا اور جب بندہ ابتدا میں اللہ تعالی کی یاد اور نگاہبانی پر نظر رکھتا ہے تو انتہا میں اللہ تعالی اسکی حفاظت خود فرماتا ہے قال المترجم معنی یہ ہیں کہ ابتدا حال میں بندہ تکلف سے ہر بات میں اللہ تعالی کی یاد رکھتا ہے پھر جب وہ خودی سے خارج اور فنا ہوتا ہے تو اللہ تعالی اسکو حفظ قدرت میں محفوظ فرماتا ہے کہ اس سے کوئی حرکت خلاف شرع در راہ مستقیم صادر نہیں ہوتی ہے فافہم و اللہ تعالی اعلم شیخ نے یہ دلیل پیش کی کہ دیکھو حضرت صلعم نے ابن عباس کو فرمایا یا غلام احفظ اللہ یحفظک - یعنی اے لڑکے تو اللہ تعالی کو حفظ دیا د رکھ اللہ تعالی تیری حفاظت فرماوے گا کما فی الترمذی و النجاری) اور اللہ تعالی کی طرف سے حفظ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کو گناہ و خطا سے محفوظ رکھے اور اسکے واسطے نعم الوکیل ہو جاوے یعنی اسکے نفس کے حوالہ نہ کرے اقول قد قال تعالی ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ الآیۃ - ابن عطاء نے فرمایا کہ قولہ تعالی ان اللہ کان علیکم رقیبا - یعنی جو کچھ تو اپنے سر باطنی میں پوشیدہ کرے اور جو خطرات پوشیدہ رکھے سب کو اللہ تعالی جانتا ہے پس تو ہوشیاری سے نگاہ رکھ اس ذات پاک کو جو تجھ پر رقیب ہے

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ

اور دیدو یتیموں کو انکے مال اور مت بدل لو گندے کو ستھرے سے اور مت کھاؤ انکے مالوں کو

اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا

اپنے مالوں کے ساتھ یہ بڑا وبال ہے اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کر و گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح میں لاؤ

مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا

جو تم کو خوش آویں عورتوں میں سے دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابری نہ رکھو گے

فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ وَاٰتُوا النِّسَآءَ

تو ایک ہی یا جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں اس میں لگتی بات ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو اور دیدو عورتوں کو

صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـئًا مَّرِيْٓـئًا ۝

انکے مہر خوشی سے پھر اگر وہ چھوڑ دیں تم کو مہر میں سے کچھ دل کی خوشی سے تو اس کو کھاؤ رچتا پچتا

و نزل فی یتیم طلب من ولیہ مالہ فمنعہ - یہ کلام ایک یتیم کے حق میں اترا جسنے اپنے ولی سے اپنا مال مانگا تھا اسنے دینے سے انکار کیا چنانچہ محی السنہ نے معالم میں ذکر کیا کہ ایک مرد غطفان کے پاس اسکے یتیم بھتیجے کا مال کثیر تھا اسنے بعد بلوغ کے طلب کیا اور چچا نے دینے سے انکار کیا پھر دونوں نے نبی صلعم سے مرافعہ کیا تب یہ آیت اتری پس مرد مذکور نے اطاعت اللہ تعالی و رسول صلعم قبول کی اور حوب کبیر یعنی گناہ کبیر سے پناہ مانگی اور سب مال اپنے بھتیجے کو دیدیا اُس نے لے کر سب خیرات کر دیا - حضرت صلعم نے فرمایا کہ ثواب پورا ہوا اور گناہ رہا

پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس نوجوان کو ثواب ملا اور اسکے باپ پہ گناہ باقی رہا۔ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى۔ الصغار الاولی لا الیھم یعنی یتامی
جمع یتیم کی یعنے صغیر بچہ جنکے باپ نہو۔ اور اٰتُوا اسم موصول جمع مذکر بروزن علی آورلا اب لھم اسکا صلہ ہے اور صحیح ہوا کہ بعد پندرہ برس کے
یتیم نہین لیس اس سن تک بے باپ کے لڑکی لڑکا یتیم کہلاتا ہے۔ اَمْوَالَهُمْ۔ اذا بلغوا۔ اور دیدو یتیمون کو انکے مال جبکہ بالغ ہون
یہ خطاب یتیم کے ولی ووصی کو ہے اور دینے کے وقت وہ بالغ ہو چکا لیکن پہلے یتیم تھا تو اب اسپر یتیم کا اطلاق باعتبار سابق ہے یا بنا بر
اصل لغت ہے کیونکہ دینے کے وقت وہ شرعاً یتیم نہین ہے۔ اور مفسرؒ نے اذا بلغوا کی قید سے یتامی کو حقیقی معنے پر رکھا یعنی عام طور پر یہ حکم دیا
گیا کہ جو یتیم ہے اسکو اوسکا مال دیدینا جب وہ بالغ ہو لیکن حذف قید لازم آویگا لہذا مترجم نے موافق دیگر مفسرین کے تقریر کی پھر شافعیہ وغیرہ
کے نزدیک یہان ایک قید دیگر معتبر ہے یعنی رُشد ظاہر ہونا کما قال تعالی فان انستم منھم رشدا فادفعوا الیھم اموالھم الآیہ۔ کذا قیل۔ وَلَا
تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ۔ الحرام۔ خبیث سے مراد حرام ہے۔ بِالطَّيِّبِ۔ الحلال۔ ای لا تاخذوہ بدلہ کما تفعلون من اخذ الجید
من مال الیتیم وجعل الردی من مالکم مکانہ۔ طیب سے مراد حلال ہے داہنے (؟) مت لو حرام کو بدلے حلال کے ف جیسے تم کرتے ہو کہ مال
یتیم میں سے کھرے درم یا موٹی بکری لے لیتے ہو اور کھوٹے درم یا دُبلی بکری اسکی جگہ دیدیتے ہو کما روی عن سعید بن المسیب والزہری والنخعی
والضحاک والسدی اور مفسرؒ نے مثال سے اشارہ کیا کہ حلال کے بدلے حرام لینا مطلقاً منع ہے جیسا کہ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ لوگون کے مال سے
حرام کو مت بدلوا اپنے حلال مال سے۔ اور ابو صالح نے کہا کہ رزق حرام پر جلدی مت کر یہانتک کہ تیرے پاس رزق حلال آوے جو تیرے
واسطے مقدر ہے مترجم کہتا ہو کہ یہین سے کہا گیا کہ جو اعلان سے سود کھاتا ہے حالانکہ اسکے زمین حرام ہے یا مانند اسکے کمائی اسکی حرام ہے
جیسے کسبیان وکاہن ورتال وغیرہ انکے مال سے معاوضہ کرنا مکروہ تحریمی ہے واللہ اعلم۔ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ۔ مضمومۃ۔ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ
بعض نے کہا کہ الی بمعنے مع ہے ای مع اموالکم اور معنے یہ کہ وہ انکے اموال کو ملا کر اپنے مالون میں مت کھاؤ۔ اگر کہا جاوے کہ مال یتیم کھانے کی
ممانعت اسطرح نکلی کہ اپنے مال سے ملا کر مت کھاؤ پس بدون ملائے اکیلے کھانا جائز رہا تو جواب یہ ہے کہ حنفیہ رحمہم اللہ پر وارد ہی نہین ہوتا اس لیے
کہ یہ مفہوم مخالف ہے جسکے وہ قائل نہین ہین اور حق یہ ہے کہ شافعیہ پر بھی وارد نہین ہے اسوجہ سے کہ شرط مفہوم مخالف پائی نہین جاتی کیونکہ یہان
وہ اشنع ہے تامل۔ اِنَّهٗ۔ ای کلھا۔ اسطرح یتیم کے مال کھانا۔ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا۔ ذنبا عظیما۔ گناہ کبیرہ ہے ف اسی سے کہا گیا کہ منجملہ گناہ
کبائر کے یتیم کا مال ناحق کھانا۔ ولما نزلت تحرجوا من ولایۃ الیتامی۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگون کو یتیمون کے ولی بننے مین تنگی وحرج لاحق
ہوا تب وہ آیت اُتری جو سورۂ بقرہ مین گذری ہے ای قولہ وان تخالطوھم فاخوانکم الآیہ۔ مگر یہان اللہ تعالی نے انکے عذر حرج پر گرفت
فرمائی کہ کثیر عورتون سے نکاح کر کے بہتیرے حرج لاحق نہین ہوتا ہے چنانچہ مفسرؒ نے ذکر کیا وکان فیھم من تحتہ العشر او الثمان من الازواج ولا العدل
بینھن فنزلت۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا۔ تعدلوا۔ فِي الْيَتٰمٰى۔ فتحرجتم من امرھم فخافوا ایضا الا تعدلوا بین النساء
اذا نکحتموھن۔ یعنی حال یہ تھا کہ یتیمون کے اولیا مین سے کوئی کوئی ایسا شخص بھی تھا جسکی تحت مین دس یا آٹھ جورویان تھین اور انمین عدل
نہین کرتا یعنی اونکے روز کی باری سب مین برابر نہین رکھتا یا نان نفقہ وغیرہ سب چیزون مین برابری نہین رکھتا تھا تب نازل ہوا یہ حکم فان خفتم
تا آخر (المعنے) اگر تم نے خوف کیا کہ عدل نہ کرسکوگے یتیمون کے بارہ مین (چنانچہ تم نے انکے بارہ مین عذر حرج ظاہر کیا) تو اسمین بھی خوف کرو کہ
عورتون مین عدل نہ کرسکوگے (جب تم انکو نکاح مین لاؤ) ف اور مراد خوف سے اہل تحقیق کے نزدیک گمان غالب ہے پس اگر کسی شخص کو
غالب گمان ہو کہ عورتون سے شرعی اعتدال کا برتاؤ نہ کرسکیگا تو اسکو چاہیے کہ نکاح نہ کرے اور علمائے نے کہا کہ اسمین چند عورتون کی شرط نہین ہے ۳

بلکہ ایک عورت سے بھی عدل نہ کرسکے تو نکاح کرنا مکروہ ہے بلکہ جو از بلکہ سنت اسی حد تک ہے کہ عدل کرنیکا اسکو یقین ہو لہذا فرمایا۔ **فَانْكِحُوا** تزوجوا۔ **مَا**۔ یعنے من اور عرب کے لوگ ما و من کو ایک دوسرے کی جگہ لاتے ہیں وقال تعالیٰ والسماء وما بناہا۔ اور فرمایا فمنہم من یمشی علی بطنہ۔ یعنی جیسے سانپ وغیرہ پس اسپر من کا اطلاق کیا۔ **طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ**۔ ای اثنین اثنین وثلاثا ثلاثا وارباعا اربعا۔ ولا تزیدوا علی ذلک پس نکاح میں لاؤ عورتیں یعنے ایک سے زیادہ کی صورت میں اسقدر نکاح میں لاؤ کہ وہ تمھارے واسطے خوشگوار ہوں دو دو اور تین تین اور چار چار ف اور ایک عورت کا نکاح ہیں مشروع ومعلوم تھا صرف زائد میں باری کے ساتھ عدل کرنے میں حرج کا شبہہ تھا تو اسکا حکم بیان کردیا پس اس مقدار سے زائد مت کرو۔ **قال المترجم** جسطرح مفسرین نے بیان ذکر فرمایا ایسا بعض دیگر مفسرین نے بھی ذکر کیا اور حاصل کلام آنکہ ای یتیموں کے ولی ووصی تمکو حکم دیا جاتا ہے کہ جب یتیم بالغ ہوجاویں تو انکو انکا مال جیسا تھا پورا دیدو اور جو تمنے تجارت وغیرہ سے اسکو بڑھایا یا جانوروں کے بچہ وغیرہ ہو کر بڑھا ہو سب دیدو اور یہ مت کرنا کہ انمیں سے کھرا وعمدہ لیکر بجاے اسکے خراب وکھوٹا اپنا مال ملا دو کہ یہ حرام کھانا ہوگا۔ (اسوقت وہ کہ انمیں صلاحیت اور نیک چلنی دیکھ لو) اور گواہ کرلو اور جبتک یتیم ہیں تب تک انکے مال اپنے ساتھ ملا کر مت کھاؤ کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہے پھر اگر تم کو اس معاملہ میں احتیاط وعدل کرنا گران ہو اور حرج دیکھتے ہو اور خوف ہے کہ انصاف نہو سکیگا تو آٹھ دس عورتیں رکھنے میں بھی انصاف نہونیکا خوف کرو پس چاہیے کہ ہر ایک مرد دو عورتیں یا اگر زیادہ چاہیے تو تین تین یا اگر اس سے بھی زیادہ چاہیے تو چار نکاح میں لادے اور اس سے زیادہ مت بڑھاؤ۔ **قال المترجم** اور اکثر مفسرین نے قولہ وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی کو ان لڑکیوں یتیم کے بارہ میں کہا جنسے وہی شخص نکاح بھی چاہتا ہے جسکی پرورش میں ہیں مثلا زید کا چچا مر گیا اور ایک لڑکی چھوڑی جو زید کی پرورش میں صرف اسطرح ہے کہ یہ اسکا ولی ہے یہ اس سے نکاح چاہتا ہے پس کم مہر پر نکاح میں لاتے تھے اور اسطرح اسکا مال بھی مل جاتا تو اللہ عزوجل نے اسکو عیب میں شمار فرما کر حکم دیا کہ واتوا الیتامی اموالہم یعنی اے ولی وصی لوگو تمپر فرض ہے کہ یتیم جب بالغ ہوں تو انکا مال سب انکو دیدو اور جب تک یتیم ہیں انکے مال سے تجارت کرکے انکے لیے بڑھاؤ تاکہ خرچ میں جاتا نرہے اور ہرگز اپنے مال میں ملا کر بھی انکا مال نہ کھاؤ یعنے یہ قصد مت کرو چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت میں اپنے میل میں رکھنے کی اجازت مذکور ہو چکی ہے پس مراد یہی کہ مال تنہا تو کیا ذکر ہے ملا کر کھانے کا قصد مت کرو کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور نہ انکے مال سے اچھا کھرا لیکر خراب برا داخل کردو کہ یہ حرام ہے اور یتیمہ سے نکاح کر لینے میں تو مضائقہ نہیں لیکن پورے انصاف سے اور اگر تم کو خوف ہو کہ یتیمہ سے نکاح کرلینے میں عدل نکرسکوگے تو اسکے سوا اور بہت عورتیں ہیں انمیں سے تمکو چار تک مباح ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ ارتباط جید ہے اور بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ ایک مرد کی ولایت میں ایک یتیمہ عورت تھی پس اس سے نکاح کیا اور اس عورت کا ایک باغ خرما نہایت عمدہ تھا اسکی طرف سے یہی مرد اسکی پرداخت کرتا تھا اور خود اسکا نہ تھا پس اسکے حق میں نازل ہوا قولہ تعالی وان خفتم ان لا تقسطوا۔ اور عروہ بن الزبیرؓ کہتے ہیں کہ مجھے خیال آتا ہے کہ میری خالہ حضرت عائشہؓ نے یوں کہا تھا کہ یہ عورت اس مرد کے اس باغ ومال میں شریک تھی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ امام بخاریؒ نے عروہ بن الزبیرؓ سے روایت کی کہ انہوں نے عائشہؓ سے قولہ تعالی وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی الآیہ۔ کی تفسیر پوچھی تو فرمایا کہ ای میری بہن کے لڑکے یہ ایسی یتیمہ عورت کے حق میں ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور اسکے ساتھ مال میں شریک ہو اور اپنے مال وجمال کی وجہ سے اسکو خوش آتی ہو چاہتا ہو کہ اس سے نکاح کرلے بدون اسکے کہ اسکو اسکا پورا مہر جو کوئی غیر مرد دیتا ہو وہ دیوے پس اللہ عزوجل نے ولی مردوں کو منع فرمایا کہ ایسی یتیمہ عورتوں سے اسطرح نکاح کریں ہاں اگر چاہیں تو اسکا پورا مہر اعلی دیکر نکاح کریں

پس حکم دیا گیا کہ اگر ایسا نہ کر سکیں تو ان عورتوں کے سوا ے اور عورتیں بہت ہیں جو خوش آویں اُنسے نکاح کر لیں - پھر حضرت عائشہ رضنے
کہا کہ اس آیت کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے استفتاء طلب کیا تب نازل ہوا قولہ تعالی ویستفتونک فی النساء الآیہ - اور عائشہ رضا
نے فرمایا کہ دوسری آیت میں اللہ عز وجل نے فرمایا۔ وترغبون ان تنکحوہن الآیہ - یعنی کوئی تم میں سے اپنی پرورش کی یتیمہ عورت سے بے رغبت
ہوتا ہے جبکہ اُسکا مال وجمال کم ہو پس منع فرمایا کہ جب وہ مال وجمال والی ہونتب بھی اس سے نکاح نکریں مگر اس طور سے کہ اسکا کامل پورا مہر دیں
بجہت اسکے کہ جب کم مال وجمال والی ہوتی ہے تب تو اس سے بے رغبتی کرتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ خلط وخبط اقوال پریشان طویل چھوڑ کر مترجم
نے اس تفسیر جید صحیح قوی پر اقتصار کیا - اب یہاں یہ بیان باقی رہا کہ اس آیت کریمہ میں چار ہی عورتوں پر حصر کیونکر ثابت ہوا اور تنقیح مفسرین نے
کچھ بیان نہ فرمایا پس واضح ہو کہ مثنی وثلث ورباع - الفاظ معدولہ ہیں اور کوفیوں و ابواسحٰق کے نزدیک نہیں قیاس جاری ہو سکتا ہے اور اصح یہ ہے کہ
ان میں قیاس کو دخل نہیں بلکہ یہاں تک سنے گئے ہیں انھیں پر مقصور ہے اور یہی بصریین کا قول ہے پھر مسموع گیارہ لفظ ہیں - احاد - موحد - ثناء
مثنی - ثلاث - مثلث - رباع - مربع - مخمس - عشار - معشر - اور سوا ے انکے خماس وغیرہ کوئی مسموع نہیں ہیں اور جمہور نحویین کے نزدیک غیر
منصرف آتے ہیں - پس مثنی وثلث ورباع کے معنے دو دو - اور تین تین اور چار چار ہیں قال البیضاوی اس نکریعنی دو دو وغیرہ
فرمانے میں ہر ایسے نکاح کرنے والے کو جو جمع کرنا چاہتا ہے یہ اجازت ہے کہ عدد مذکور میں سے جو چاہے لے خواہ سب امت والے باتفاق
دو ہی دو یا باختلاف کوئی دو اور کوئی تین اور کوئی چار نکاح میں لاوے جیسے کوئی کہے کہ اس توڑے کے درہموں کو دو دو یا تین تین یا چار چار
تقسیم کر لو پس تکریر میں تفریق وتوزیع کلی اور اگر تکریر نہوتی بلکہ مفرد ثنتین وثلاث واربع ہوتے تو خلاف مقصود یہ معنے پیدا ہوتے کہ ان اعداد کو
جمع کر لو جو نو ہوتے ہیں اور اسیواسطے لفظ واو سے فرمایا تاکہ یہ اختیار رہے کہ کوئی دو نکاح میں لاوے اور کوئی تین اور کوئی چار تک اور
دگر لفظ او ہوتا تو یہ بات ممتنع ہو جاتی اسواسطے کہ وہ تو دو امر میں سے ایک ہی کے واسطے ہوتا ہے پس تمام امت عنکو خطاب ہے سب کے سب یا
تو باتفاق کر کے دو لیتے یا تین یا چار کیونکہ ان سب میں سے ایک ہی لے سکتے تھے قال المترجم یہاں ایک مقدمہ دیگر ضروری ہے وہ یہ کہ
اہل بیان جو شرع پر مامور و مکلف ہیں وہ تمام مخلوق ہیں سے جس چیز میں تصرف کرنے کے لیے حکم دیے گئے اسمیں شرع کی اجازت تک تھامنا
اگرچہ غیر مامور ہیں انکو اصلی اباحت حاصل ہو پس عورتوں میں نکاح سے تصرف کی اجازت میں چار چار تک حکم ہوا پس زیادت روا نہوگی جیسے مالک
مالک یہ کہے کہ تم لوگ اس توڑے کو دو دو یا تین تین یا چار چار کر کے ایکبار لے لو تو اسی حکم پر مقصور رہوگا کہ انمیں سے انتہا کے درجہ چار چار لے سکے
ہیں اور باقی چھوڑ دینگے یہ نہیں ہو سکتا کہ دس دس کر کے تمام مال ختم کر دیں - اور بعض اہل تفسیر نے اعتراض کیا کہ یہ حکم جب مسلم ہے کہ مال نہیں ہو
مثلا اس توڑے میں سے پانہزار درہم میں سے تو یہی حکم ہے اور اگر مطلقا ہو مثلا کہا کہ درموں کو باہم بانٹو یعنی جو کچھ کہا تو یہ یعنی نہیں ہوتے
ہیں اور آیت کریمہ اسی قبیل سے ہے از قبیل اول نہیں ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ دو وجہ سے خطا ہے اول آنکہ معترض نے تمام مال تقسیم کر لینا محض قرار
دیا حالانکہ میں نے اوپر لکھا کہ یہ مقصد نہیں ہے بلکہ غرض یہ کہ دو یا تین یا چار ان میں سے کسی تعداد پر ایکبار لیلو اور باقی چھوڑ دو پس اسمیں اعتراض کو
دخل نہیں اور دوم آنکہ آیت میں عورتیں مانند درموں کے ہیں کہ ہر ایک متعین نہیں علاوہ برین اللہ تعالی کے نزدیک سب معلوم معین ہیں
پھر مترجم کہتا ہے کہ بعضے اہل تفسیر نے دوسری آیت سے معارضہ کیا کہ قولہ تعالے جاعل الملائکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنی وثلث ورباع میں
بالاتفاق قائل ہے کہ فرشتوں کے بازو فقط چار ہی نہیں ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی میری تقریر پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ یہاں فقط اخبار ہے اور وہ
انشا نہیں یعنی آیت میں تو تصرف مباح کا بیان ہے کہ یہاں تک تصرف رہا ہے اور یہاں خبر دی کہ فرشتے ایسے ایسے پیدا کیے پھر کہاں یہ اور کہاں وہ

بالجملہ حاصل یہ ہے کہ خطاب جمیع امت کو ہے اور تمام عورتیں انکے لیئے محل تصرف اسطرح قرار دی گئیں کہ جو عورتیں جس مرد پر مباح ہیں انہیں سے تصرف نکاح کے واسطے درصورتیکہ جمع کا ارادہ کرے اجازت ہے کہ دو دو جمع کرے یا تین تین یا چار چار۔ اور اس سے زیادہ کی اجازت ثابت نہیں ہوئی اور آخر میں جو فرمایا۔ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ۔ تو یہ اس صورت میں کہ جمع کا ارادہ نہو یس اکر یہ تنویع و توزیع ایک صورت میں ہے اور واحدہ دوسری صورت میں ہے پس جو بعض نے زعم کیا کہ خطاب جمع بمنزلہ خطاب واحد ہے بدلیل آخر آیت تو پہلی ہی جہالت پر مبنی ہے جس میں نے اول متنبہ کیا اور ایسے شخص سے عجب نہیں جو اس امر کا قائل ہو کہ چار سے زیادہ تو تک سے نکاح کرنا مباح ثابت ہوتا ہے اور اگر خوف طوالت نہوتا جسکی یہاں گنجایش نہیں ہے تو میں مفصل نقل کر کے آداب بحث سے جواب دیتا کیونکہ خرق اجماع بڑا مفسدہ ہے اللہ تعالی اپنی راہ مستقیم کی ہدایت پر رکھے اور سنت نبی صلعم پر قائم رکھے اور واضح رہے کہ چار سے زیادہ نکاح میں ایک وقت جمع کرنا حقیقۃ یا حکماً جائز نہیں ہے اور اہل ایمان کسی مفسد کے شبہہ میں نہ پڑیں جیسے بعض فرقہ شیعہ قائل ہیں کیونکہ آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ مباح نہیں جیسا کہ بیان ہوا اور محی السنہ نے معالم میں کہا کہ یہ اجماع ہے کہ امت میں سے کسی فرد کو روا نہیں کہ چار سے زیادہ ایک وقت میں نکاح سے جمع کرے اور زیادہ کا جمع کرنا فقط نبی صلعم کے واسطے مخصوص تھا اس میں آپ کے ساتھ امت میں سے کسی فرد بشر کو شارکت نہیں ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ چار ہی عورتوں پر مقصور ہونا اس آیت سے ثابت ہے جیسا کہ ابن عباسؓ و جمہور علما نے فرمایا ہے کیونکہ یہ مقام تو مقام امتنان و اباحت ہے اگر چار سے زیادہ جمع کرنا جائز ہوتا تو ضرور بیان فرما دیا جاتا اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سنت رسول اللہ صلعم جو اللہ عز و جل کی طرف سے مبین ہے دلالت کرتی ہے کہ سوائے رسول اللہ صلعم کے اور کسی کو چار سے زیادہ جمع کرنا روا نہیں ہے اور یہ جو امام شافعیؒ نے فرمایا ایسا قول ہے کہ اسپر تمام علمائے سلف و خلف نے اجماع کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ کتاب اللہ تعالی اور اجماع امت سے تو ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ جمع کرنا مباح نہیں ہے اب احادیث سننا چاہیئے قیس بن الحارثؓ کی تحت میں آٹھ عورتیں تھیں پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو چار رکھ لے اور چار چھوڑ دے پس قیسؓ نے جن عورتوں سے انکی اولاد نہوئی تھی کہنا شروع کیا کہ اے فلانہ تو پیٹھ پھیر جا اور جس سے اولاد ہوئی تھی کہا کہ اے فلانہ تو ادھر آ کذا ذکرہ فی المعالم۔ اور ابن ماجہ و نحاس نے قیس بن الحارثؓ سے روایت کی کہ میں مسلمان ہوا اور میرے تحت میں آٹھ عورتیں تھیں میں نے نبی صلعم کے پاس حاضر ہو کر آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ چار چھانٹ لے اور باقی سب کی راہ چھوڑ دے میں نے ایسا ہی کیا و رواہ ابو داؤد ایضاً شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ امام احمدؒ نے مسند میں کہا کہ۔ حدثنا اسمٰعیل و محمد بن جعفر قالا حدثنا معمر عن الزھری۔ قال ابن جعفر فی حدیثہ انبانا ابن شہاب عن سالم عن ابیہ (یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کہ غیلان بن سلمۃ الثقفی مسلمان ہوا اور اسکے تحت میں دس عورتیں تھیں پس نبی صلعم نے اُس سے کہا کہ انہیں سے چار کو پسند کر لے پھر جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ ہوا تو اُسنے اپنی ان چار عورتوں کو بھی طلاق دیکر اپنا تمام مال اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دیا پس عمرؓ کو یہ خبر پہونچی آپ نے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ شیطان جن باتوں کو چوری سے کان لگا کر سن آتا ہے وہ تیرے مرنے کی خبر سن آیا اور تیرے دل میں ڈال دیا اور شاید تو زندہ نرہیگا مگر تھوڑے دنوں اور قسم ہے اللہ تعالی کی کہ یا تو اپنی عورتوں سے رجعت کر اور اپنا مال بھی واپس کر ورنہ میں تو ان عورتوں کو تجھ سے ضرور میراث دلاؤنگا اور ضرور حکم کرونگا کہ تیری قبر کو سنگسار کیا جاوے جیسے قبر ابو رغال کی سنگسار کی گئی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس روایت کے راوی سب ثقہ ہیں اور بخاری و مسلم کی شرط پر ہے اور اسی واسطے کو تا قولہ چار کو پسند کر لے۔ امام شافعی و ترمذی و ابن ماجہ و دارقطنی و بیہقی و ابن ابی شیبہ وغیرہم نے روایت کیا ہے و قد رواہ عبدالرزاق عن معمر عن الزھری مرسلا و کذا مالک عن الزھری مرسلا اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ و قد روی

من طرق عن اسمعیل بن علیہ وغندر ویزید بن زریع وسعید بن ابی عروبہ وسفیان الثوری وعیسی بن یونس وعبدالرحمن بن مخلد والفضل بن موسی وغیرہم
من الحفاظ الثقات وقد توبع معمر والزہری الیضا فی روایۃ البیہقی من طریق النسائی لسیار بن محشر عن ایوب عن نافع وسالم عن ابن عمر - ہکذا رواہ
النسائی وقال ابو علی بن السکن تفرد بہ سرار بن محشر وہو ثقۃ وکذا وثقہ ابن معین - مترجم کہتا ہے کہ یہ تلخیص کلام الحافظ ابن کثیرؒ ہے پھر فرمایا کہ اسمین
دلیل ہے کہ اگر چار سے زائد جائز ہوتین تو رسول اللہ صلعم اس کے واسطے سب دس کو روا رکھتے حالانکہ سب کے سب اس کے ساتھ مسلمان ہوگئی تھین
جیسا کہ بیہقی ونسائی کی روایت مین تصریح ہے - اور نوفل بن معاویۃ الدیلی سے روایت ہے کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین پانچ عورتین تھین پس
رسول اللہ صلعم نے مجھسے فرمایا کہ چار رکھ لے اور ایک چھوڑ دے رواہ الشافعی - پھر یہ چار کا جواز جمع بھی اسوقت ہے کہ عدل وانصاف رکھنے پر
گمان غالب ہو - فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا - فیہن بالنفقۃ والقسم - یعنی پھر اگر خوف کرو تم یہ کہ عدل نکرسکوگے فی ان عورتون مین نفقہ
دینے مین اور باری رکھنے مین - فَوَاحِدَۃً - انکحوا - تو ایک ہی کو نکاح مین لاؤ - ف اشارہ کیا کہ واحدۃ کو نصب بنا بر نیکہ انکحوا کا
مفعول ہے - اَوْ - اقتصروا علی - مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ - من الاماء - یا اقتصار کرو اسپر جسکے مالک ہوے تمھارے داہنے ہاتھ یعنی
لونڈی باندیون پر جنکے تم مالک ہو - اگرچہ وہ کئی ہون - اذلیس لہن من الحقوق ما للزوجات - اسواسطے کہ مملوکہ باندیون کے حقوق ویسے نہین
جیسے نکاح کی ہوئی عورتون کے ہین اگر کہا جاوے کہ مفسرؒ نے انکحوا واحدۃ کیون نہین کہا تو جواب یہ ہے کہ واحدۃ انکحوا سے شارہ کیا کہ ماملکت کا
عطف واحدۃ پر نہین تاکہ انکحوا ماملکت ہو حالانکہ مملوکہ سے نکاح نہین ہوسکتا وہ بدون نکاح روا ہے اور نیز انکحوا سے یہ حکم نہین ہے کہ خوف کی
صورت مین ایک عورت سے نکاح ضرور کرو تاکہ واجب ہو بلکہ بیان جواز ہے خوف کرنے والے کے لیے کہ وہ ایک سے زیادہ نکاح مین نہین لاسکتا
ہے - اور قسم بالفتح باری مقرر کرنا اور اسمین دلالت ہے کہ اپنی مملوکہ باندیون مین قسم واجب نہین لیکن مستحب ہے - ذٰلِکَ - ای نکاح الاربعۃ فقط
او الواحدۃ او التسری - یعنی ذلک سے اشارہ اس مضمون مذکور کی طرف ہے یعنی فقط چار سے نکاح کرنا یا ایک ہی پر اقتصار کرنا یا باندیون کو تحت
تصرف مین لانا - اَدْنٰی - اقرب الی - نزدیک ہے طرف اس بات کے کہ - اَلَّا تَعُوْلُوْا - تجوروا - تم جور نہ کرو - شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ زید
بن اسلمؒ وسفیان بن عیینہؒ وشافعیؒ نے الا تعولوا کی تفسیر مین کہا کہ ان لاتکثر عیالکم - یہ کہ تمھارے عیال بہت ہوجاوین اور یہ ماخوذ ہے قولہ تعالی
وان خفتم عیلۃ - سے اور عرب کہتے ہین عال الرجل یعیل عیلۃ - جب کہ فقیر ہوجاوے اور ابن العربی وثعلبی وغیرہ نے کہا کہ کثرت عیال کے معنی مین اعال
ہے نہ عال یعنی از باب افعال نہ از باب ثلاثی مجرد - ابو حاتم لغوی نے کہا کہ شافعیؒ زبان عرب خوب جانتے تھے شاید عیال کے معنی انکو معلوم ہوے
ہونگے ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ کثرت عیال کے معنی تسلیم بھی یہان نہین بنتے ہین اسواسطے کہ جیسے زیادہ عورتون کی
کثرت سے اس امر کا خوف ہے ویسے ہی باندیون کی کثرت سے بھی یہ خوف موجود ہے پس صحیح اسمین جمہور کا قول ہے کہ ان لاتعولوا بمعنے ان لا
تجوروا ہے کما یقال عال فی الحکم اذا قسط وجار - اور یہی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباسؓ ومجاہد وعکرمہ وحسن
وابو مالک وابو رزین ونخعی وشعبی وضحک وعطا وقتادہ وسدی ومقاتل سے ان لاتعولوا کے معنے ان لاتمیلوا مروی ہین اور یہ معنے
حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہین پس مراد وہ جور ہے یعنے میل نکرو طرف جور وظلم کے - اور ابن العربیؒ نے کہا کہ عال - ماضی کا صیغہ سات
معنے مین آتا ہے - مال - زاد - جار - افتقر - اثقل - قام بمعونۃ العیال یعنی عیال کی پرداخت کی - غلب - غالب ہوا کما تعالی عیل
میل کیا ۱۲ زیادہ کیا ۱۲ جور کیا ۱۲ فقیر ہوا ۱۲ بوجھل ہوا ۱۲
صبری یعنی میرا صبر مغلوب ہوگیا - پس اکثر مفسرین کے نزدیک معنے جور ہے - وَاٰتُوا - اعطوا - یعنی دیدو - النِّسَآءَ صَدُقٰتِہِنَّ
نِحْلَۃً - جمع صدقہ مہور ہن - عورتون کو صدقات ان کی خوشدلی سے - یہ جمع صدقہ کی ہے یعنی مہر انکے - واضح ہو کہ صداق کا بین

فرق یہ ہی کہ کابین سر دست دینا ہوتا ہی اور وہ آخر زندگی تک ادا کر سکتا ہی۔ اور نحلہ مصدر بمعنی عطیہ بطیب نفس یعنی نحلہ بخوشی خاطر دینا
اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نحلہ مہر ہی اور عن عائشۃ ہی الفریضۃ ونحوہ عن قتادۃ ومقاتل وابن جریج ابن کثیرؒ نے ذکر
کیا کہ ابن زیدؒ نے کہا کہ نحلہ کلام عرب میں واجب ہی اور مراد یہ کہ عورت سے نکاح نکرے مگر بعوض کسی چیز واجب کے اور سوائے نبی صلعم کے کوئی کسی
عورت سے بلا مہر نکاح نہین کر سکتا اور حاصل یہ کہ مرد پر واجب ہی کہ جورو کو اسکا مہر ضرور دے اور خوشی خاطر سے دے جیسے نحلہ دیتے ہین اور
مترجم کہتا ہی کہ ائمہ حنفیہؒ کے نزدیک نکاح اگرچہ بلفظ ہبہ جائز ہی مگر مہر مثل واجب ہوگا اور تفصیل اسکی ترجمہ فتاوائے عالمگیری سے تلاش
کرو اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ علماء کا اجماع ہی کہ شوہر پر جورو کا مہر واجب ہوتا ہی خواہ مہر مسمی یا مہر مثل اور نیز کہا کہ علما کا اجماع ہی کہ مہر کے
زیادہ ہونے کی کوئی حد نہین اور کم کی جانب خلاف ہی **قال المترجم** چنانچہ شافعیؒ سے روایت ہی کہ بیع مین جو مول ہو سکتا ہی وہ نکاح مین
مہر ہو سکتا ہی اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک دس درم سے کم نہین ہو سکتا۔ اور واضح ہو کہ جو لوگ حیثیت سے زائد مہر مقرر کرتے ہین کہ اسکو ادا
نہین کر سکتے تو عاقبت مین ایذا و وبال ہوگا اگر دنیا مین عفو ہو تو بس اس سے احتراز واجب ہی اور مہر مین سے جبرًا لینا حرام و قبیح ہی۔ فَإِنْ
طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا ۔ تمیز محول عن الفاعل ای ان طابت انفسہن لکم عن شئی من الصداق فوہبنہ لکم یعنی نفسا
جو تمیز واقع ہونے سے منصوب ہی فاعل سے تحویل کیا گیا یعنی دراصل طبن کا فاعل تھا ای اگر خوش ہوں نفس ان عورتوں کے تمھارے واسطے
کچھ چیز دینے پر اس مہر مین سے جو تمنے انکو خوشی سے ادا کیا ہی یس یہ چیز مہر مین سے تم کو ہبہ کر دین۔ فَكُلُوهُ هَنِيٓئًا طیبا تو کھاؤ تم
اس چیز کو کھانا پاکیزہ۔ مَّرِيٓئًا۔ محمود العاقبۃ لاضرر فیہ علیکم فی الآخرۃ۔ جس کا انجام کار اچھا ہی آخرت مین تمپر اسکا کچھ ضرر نہین ہی اگر کہا
جاوے کہ مال ہبہ تو کھانا جائز معلوم ہی پھر کیا حکمت ہی کہ بیان فرمایا تو مفسرؒ نے جواب دیا نزل دفعا لمن کرہ ذلک یعنی جس نے اسکو
اپنے وہم سے مکروہ سمجھا تھا اسکے رد کرنے کو نازل ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ کلوا کا امر واسطے وجوب کے نہین بلکہ جواز کے واسطے ہی کیونکہ رد ہی
اسکا جو مکروہ جانتا تھا بعض نے فرمایا کہ آتوا کا حکم عورت کے اولیاء کو ہی چنانچہ ابو صالح سے روایت ہی کہ حال یہ تھا کہ جب کوئی اپنی دختر کو بیاہ
دیتا تو اسکا مہر خود لے لیتا اسکو نہین لینے دیتا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا واتوا النساء صدقاتہن نحلۃ پس اس سے منع کر دیا رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ
اور مت دو بے عقلوں کو اپنے مال جو بنائے اللہ تعالیٰ نے تمھارے واسطے گذران اور انکو اسمین کھلاؤ اور پہناؤ

وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ
اور کہو انسے بات معقول اور سدھارتے رہو یتیموں کو جب تک پہونچین نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان مین

مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ
ہوشیاری تو حوالہ کرو انکے انکے مال اور کھا نہ جاؤ انکو اوڑا کر اور گھبرا کر کہ یہ

يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ
بڑے نہ ہو جاویں اور جو کوئی غنی ہو تو چاہیے کہ بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہو تو کھاوے موافق دستور کے

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝
پھر جب انکو حوالے کرو انکے مال تو شاہد کر لو ان لوگوں پر اور اللہ بس ہی حساب سمجھنے والا

وَلَا تُؤْتُوا- ایہا الاولیاء- یعنی یہ خطاب اولیا کو ہے خواہ مجنون و بیوقوف وغیرہ مردون کے ولی ہون یا عورتون کے یا بچون کے جو بالغ نہین خواہ یتیم ہون یا نہون- السُّفَهَاءَ- المبذرین من الرجال والنساء والصبیان یعنی ایسے بیوقوفون کو جو بے ڈھنگ مال برباد کرتے ہین مرد ہون یا عورتین یا نابالغ لڑکے لڑکیان- اور نہ دینے کے معنے یہ کہ انکو قابو مت دو اور سفہاء کی تفسیر مین سلف کے اقوال یہ ہین کہ ضحاک عن ابن عباس وہ تیرے بیٹے اور جورو ہین بے ڈھنگ ہین اور یہی قول حضرت ابن مسعود و حکم بن عتیبہ و حسن و ضحاک کا ہے- عن سعید بن جبیر وہ یتیم لڑکے لڑکیان اور مفسر جم کہتا ہے کہ اس قول پر مراد یہ کہ یتیمون کے مال انکے ہاتھ مت دو کہ برباد کرین پس اموالکم کے یہ معنے کہ انکے مال جو تمھارے پاس ہین نہ آنکہ اپنے ذاتی مال مت دو- عن مجاہد و عکرمہ و قتادہ- وہ عورتین ہین- اور ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عورتین سب سفیہ ہین سوا اسکے جو اپنی قیم یعنے کام درست کرنے والے کی اطاعت کرے رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ اور ابو ہریرہؓ سے ہے کہ وہ باندی غلام ہین رواہ ابن ابی حاتم- بالجملہ شاید مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ سفہاء کا لفظ ان سب کو شامل ہے لیکن کلام مابعد اسکو مساعد نہین- اَمْوَالَكُمُ- ای اموالهم التی فی ایدیکم- یعنی اموالکم مین اضافت ملک نہین بلکہ قبضہ ہے یعنی انکے مال جو تمھارے قبضہ مین امانت ہین- الحاصل اے اولیا تمھارے پاس جن یتیمون لڑکون یا لڑکیون وغیرہ کے اموال ہین تم ان اموال کو انہین سے احمقون کو مت دیو کیونکہ ان اموال کو اللہ تعالی نے تمھارے سامان آخرت کا قوام کردیا ہے چنانچہ ان اموال کی صفت بیان کی اور احتیاط کے سبب کا اشارہ کیا کہ- الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا- مصدر قام ای تقوم بمعاشکم و صلاح اولادکم فیضیعوها فی غیر وجهها- یعنی اکثر کی قرأت مین قیاما با الف مصدر قام یقوم قیاما ہے یعنی جس سے تمھاری زندگی اور تمھاری اولاد کی درستی کا قیام ہے اور حاصل یہ کہ مت دو بیوقوفون کو ایسا مال کہ وہ اسکو بے راہ ضائع کر ڈالین- وفی قرأة قیما جمع قیمة ما یقوم به الامتعة یعنی نافع و ابن عامر کی قرأت مین قیما بدون الف کے جمع قیمت ہے یعنے وہ چیز جس سے متاع کا اندازہ لگایا جاتا ہے- و امتعہ جمع متاع ہے جس سے انسان زندگی مین نفع اٹھاتا ہے پھر وہ فنا ہوتی ہے اور معنے یہ کہ بیوقوفون کو اپنے وہ مال مت دو جسکو اللہ تعالی نے تمھاری زندگانی کے متعہ کے واسطے قیمت کردیا ہے- وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا- اطعموهم منها- اور کھانا دو انکو ان اموال مین سے- اشارہ کیا کہ فی بمعنی من ہے اور زمخشری نے اپنے معنی پر کہا ہے ان اموال کو انکے رزق دینے کی جگہ بناؤ یا بایں طور کہ تجارت کرکے اسکے نفع سے کھلاؤ اور معالم مین فرمایا کہ فیہا مین اشارہ ہے کہ انکو رزق کا محل تصرف بناؤ یہ مت سمجھو کہ رزق اس سے ہے بلکہ مقدر ہے اور یہ ان لوگون کے حق مین جنکا نان نفقہ اسپر واجب ہے الا آنکہ مراد فقط یتیم مکفول ہون- وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا- عدوهم عدة جمیلة باعطائهم اموالهم اذا رشدوا اور انکو کپڑا دو اور انسے قول معروف کہو- قول معروف کہنے سے یہ مراد ہے کہ انکو بھلا وعدہ دو بایں طور کہ یہ سب مال تمھارے ہین جب تم راہ پر آؤ گے ہم تم کو دیدینگے- اور علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباسؓ سے تمام آیت کے معنی یہ روایت کیے کہ تو یہ مت کر کہ جو مال تجھے اللہ تعالی نے دیا اور تیری معیشت کیا ہے اسکو اپنی جورو یا دختر کو دیدے پھر تو انکا دست نگر ہو جاوے بلکہ اپنے پاس رکھ اور اسکو درست کر اور تو ہی انکے کھانے کپڑے کی خبرگیری کر- وَابْتَلُوا- اختبروا- امتحان کرو- الْيَتَامَى- قبل البلوغ فی دینهم و تصرفهم فی اموالهم یتیمون کو انکے بالغ ہونے سے پہلے انکے دین کے معاملہ مین اور انکے اپنے مالون مین تصرف کرنے کے معاملہ مین بایں طور کہ اگر ملتبسہ ور کا بچہ ہے تو اپنے ملتبسہ مین ڈھنگ سے چلتا ہے یا نہین اور اگر زمیندار ہے تو اسمین انتظام اچھا کرتا ہے اور تاجر ہے تو تجارت مین کماؤ ہے اور خطیب شافعی نے کہا کہ یہ امتحان قبل بلوغ کے ہے اور جس معاملہ کو وہ قرار دے وہ پورا نہو گا- یہ صرف امتحان ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو ایسی چیز دیدے جسمین تصرف کرے

یہانتک کہ کھلے کہ اسکا نتیجہ کیا نکلا اور مدارک میں کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ طفل عاقل کو تجارت کی اجازت دینا روا ہے اور اگر بدون اجازت
تجارت کے اسنے تصرف کیا تو اسکے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ - حتی کہ جب یہ لوگ نکاح کو پہونچ جاویں - ای
صاروا اھلا لہ بالاحتلام او السن وھو استکمال خمس عشرۃ سنۃ عند الشافعی - یعنی بلوغ نکاح سے حقیقی وصول نکاح نہیں بلکہ مراد یہ کہ نکاح
کے لائق ہو جاویں خواہ باین طور کہ طفل یتیم کو احتلام ہو اور دختر یتیمہ کو حیض آوے یا سن بلوغ کو پہونچ جاویں اور یہ امام شافعیؒ کے نزدیک
پورے پندرہ برس ہیں - قال فی الکمالین اور یہی قول اوزاعی وابن وہب وابو یوسف ومحمد رحمہم اللہ کا ہے اور یہی ایک روایت امام ابو حنیفہؒ سے ہے
اور یہی صحیح ثابت از حدیث ابن عمرؓ صحیحین آور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت میں اٹھارہ برس ہیں اور یہی قول سفیان ثوریؒ کا ہے اور امام مالکؒ
واحمد واسحاق ولیث بن سعد کے نزدیک زیر ناف کے کڑے بال جمنے پر ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ ایسی باتوں سے کافر کے حق میں بلوغ کا حکم
ہوگا مسلمان کے حق میں نہوگا قال المترجم وجہ یہ کہ مسلمان تو علاج سے ایسا کر لیتے ہیں تاکہ بیت المال سے انکا حق مقرر ہو جاوے
اور کافر اس خوف سے نہیں جمنے دینگے کہ انپر جزیہ مقرر ہوگا - شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ سب کے حق میں بلوغ ہے کیونکہ یہ امر جبلی ہے اور
معالجہ کا احتمال بعید ہے اور امام احمدؒ نے عطیہ قرظی سے روایت کی کہ جس روز بنو قریظہ بحکم سعد بن معاذؓ اپنے قلعہ سے ہتھیار ڈالکر نکلے اور سعدؓ نے انکو
تحکیم مدا انکھا یہ حکم لگایا کہ انمیں سے لڑنے والے یعنی بالغ قتل کیے جاوین اور نابالغ قید کیے جاوین یعنی لونڈی غلام بنائے جاوین تو حضرت صلعم
نے حکم کیا کہ دیکھو کس کے بال جمے ہیں پس جسکے بال جمے تھے وہ قتل ہوا اور جس کے نہین جمے تھے وہ چھوڑا گیا اور میں ان میں تھا جو چھوڑا گیا
وقد رواہ اصحاب السنن بنحوہ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح - فَاِنْ اٰنَسْتُمْ - البصرتم - تم دیکھو اور یہ قلبی دیکھنا ہے - مِّنْهُمْ
رُشْدًا - صلاحا فی دینھم ومالھم - یعنی رشد سے مراد صلاحیت ہے دین میں اور مال کے تصرف کرنے میں یعنی دین میں صالح ہو جو راہ
صواب پر مال خرچ کرتا ہے اور مال کی حفاظت رکھتا ہے بخلاف فاسق کے اور یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ وحسن وسعید بن جبیر ودیگر ائمہ فقہا سے
مروی ہے یعنی پھر اگر انکی طرف سے رشد دیکھو تو - فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ - انکو انکا مال دیدو - یعنی حد بلوغ سے بدون
تاخیر کے دیدو اور اسکا مفہوم یہ ہے کہ اگر انسے رشد نہ دیکھا جاوے تو انکا مال نہ دیا جائیگا اور یہی قول امام شافعیؒ وابو یوسف ومحمدؒ کا ہے اور امام ابو حنیفہؒ
کے نزدیک بنا بر آنکہ اٹھارہ برس کا سن بلوغ ہوتا ہے سات برس زائد یعنی پچیس ۲۵ برس کے سن تک انتظار کیا جائیگا اور سات برس کی مدت
تغیر احوال کے واسطے معتبر ہے کہ طفل کو تمیز ہوتی اور اسپر نماز کا حکم کیا جاتا ہے پس اسقدر انتظار کرکے اسکا مال اسکو دیدیا جائیگا اگرچہ اس سے
رشد نہ دیکھا جاوے اور مفہوم سے استدلال کرنا ہمارے نزدیک ناتمام ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو آیت میں لفظ رشد نکرہ ہے یا ادنی رشد
جسپر بولا جاتا ہے مراد ہوگا اور اس سن پر اسقدر پایا جاتا ہے کیونکہ اسکی فرع اب اصل ہو جاتی ہے پس وہ اصل ہونے میں درجہ نہایت پہونچگیا - اگر کہا جاوے
کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آزاد بالغ پر حجر نہیں جائز ہے یعنی قاضی اسکو اپنی ملک میں تصرف کرنے سے منع نہیں کرسکتا باینطور کہ اسکا تصرف
نافذ نہو پھر انتظار کے کیا معنے ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ انتظار بغرض حصول رشد ہے نہ آنکہ حجر ہے پھر جاننا چاہیے کہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف
و امام محمد و دیگر ائمہ مجتہدین جمہور نے آزاد بالغ پر بھی جبکہ سفیہ وغیرہ ہووے حجر جائز رکھا ہے اور اسی آیت سے سفیہ کے محجور ہونے پر استدلال
کیا اور مروی ہے کہ جعفر بن ابی طالب نے ساٹھ ہزار درم کو ایک رتیلی زمین خریدی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں عثمانؓ کے پاس جاتا ہوں
تجھے محجور کرانے کو پس زبیر بن العوامؓ نے کہا کہ ہاں میں اسکا شریک ہوں تو عثمانؓ نے کہا کہ بھلا میں ایسے شخص کو کیونکر محجور کروں جس کے
شریک زبیر بن العوام ہیں پس یہ دلالت کرتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں محجور کرانا آزاد بالغ کا جاری تھا اور کلام اسمیں طویل ہے - وَ لَا

تَاْكُلُوْهَآ - ایہا الاولیاء - یہ خطاب یتیم کے اولیاء کو ہے - اِسْرَافًا - بغیر حق - مراد اسراف سے بغیر حق ہے ای لا تاکلوہا مسرفین و مبادرین
وَّبِدَارًا - ای مبادرین الی انفاقہا مخافۃ - اَنْ يَّكْبَرُوْا - رشدًا فیلزمکم تسلیمہا الیہم یعنی ای اولیاء تم مت کھاؤ اسکو اسرافًا و
بدارًا ای درحالیکہ اسراف اور مبادرت و جلدی کرنے والے ہو اس مال کے خرچ کرنے میں اس خوف سے کہ یہ یتیم بالغ ہوں رُشد کے ساتھ
پس تمہیر بلا تاخیر کے لازم آوے کہ انکو انکے اموال سپرد کردو یعنے اس خوف سے مبادرت نہ کرو کہ یہ رُشد سے بالغ ہوے تو سب دینا
پڑے گا - پس لاؤ بالفعل ہی کھا جاویں لہذا اسراف و بدار سے کھانا تو مطلقًا حرام کیا خواہ ولی اسکا تونگر ہو یا فقیر ہو اور بدون اسکے
تفصیل فرمائی کہ - وَمَنْ كَانَ - من الاولیاء - غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ - ای لیعف عن مال الیتیم و یمتنع من اکلہ یعنی اولیاء میں
سے جو تونگر ہو اس کو چاہیے کہ استعفاف کرے - ای عفت اختیار کرے مال یتیم سے اور اسکو کھانے سے باز رہے - اور عفت بمعنے
باز رہنا اس چیز سے جو حلال نہیں پس استعفاف تو عفت سے بھی زیادہ کمال مبالغہ ہے - وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ - منہ -
بِالْمَعْرُوْفِ - بقدر اجرۃ عملہ - اور جو فقیر ہو تو مال یتیم سے بقدر معروف کھاوے یعنی بقدر مزدوری - یعنی بالمعروف کی یہ تفسیر
ہے کہ اپنے کام کی اجرت کے قدر کھاوے - اور ایساہی بخاری رح نے عائشہ رض سے روایت کیا پس مال یتیم میں اگر تجارت کرے یا اسکی زمین میں زراعت
کرے یا مانند اسکے تو دستور کے موافق جو کچھ ایسے کام کی کم سے کم مزدوری دیجاتی ہو اسقدر کھاوے اور ضامن نہ ہوگا اور نہ وہ اسپر
قرضہ رہے گا اور یہی قول حضرت عائشہ رض و ایک جماعت اہل علم مانند عطاء بن ابی رباح و عکرمہ و ابراہیم نخعی و حسن بصری وغیرہم کا ہے اور
انھیں میں سے جو کہتے ہیں کہ عوض نہ دینا پڑیگا بعض نے کہا کہ سخت ضرورت کے وقت بدون اجرت کام وغیرہ کے بقدر رجان بیدری کھالیوے
اور بعض نے کہا کہ اجرت مثل اور قدر حاجت میں سے جو کم مقدار ہے وہ کھاوے بالجملہ اصحاب شافعی کے نزدیک یہی صحیح ہے کہ مال یتیم سے
جو بطور معروف کھایا اسکی ضمان لازم نہیں ہے اور یہی جمہور فقہا کا قول ہے - اور ایک قوم نے فرمایا کہ فلیاکل بالمعروف سے مراد قرض ہے
کہ حاجت کے وقت کھالیوے اور جب میسر آوے تو اسکی مثل دیدے اور یہ قول عمر بن الخطاب و ابن عباس و عبیدہ سلمانی و ابن جبیر و شعبی
و مجاہد و ابو العالیہ و اوزاعی وغیرہم سے مروی ہے چنانچہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رض نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے
اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے مال میں یعنے خزانہ بیت المال میں بمنزلہ اس شخص کے قرار دیا ہے جو یتیم کا والی ہوتا ہے کہ اگر مجھے بہت ضرورت
پیش آئی تو میں اسمیں سے بقدر ضرورت لیتا ہوں پھر جب اللہ تعالےٰ نے میرے ہاتھ آسانی دی تو جس قدر لیا اسقدر اسمیں واپس رکھ دیا
ہوں اور اگر حاجت نہیں ہوتی تو اس سے تعفف کرتا ہوں رواہ سعید بن منصور قال ابن کثیر باسناد صحیح و نحوہ ابن ابی الدنیا عن حارثۃ
بن مضرب عنہ - مترجم کہتا ہے کہ یہ کمال پرہیزگاری و احتیاط ہے اور آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ دستور کے موافق بقدر اجرت کار کھا لینا
بدون ضمان کے روا ہے وقد روی الامام احمد من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعًا کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ میرے پاس کچھ مال نہیں اور میری ولایت میں ایک یتیم ہے تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنے یتیم کے مال میں سے کھا درحالیکہ تو اسراف کرنے والا نہو
اور فضول برباد کرنے والا نہو اور نہ مال جمع کرنے والا ہو اور نہ اسکا مال دیکر اپنا مال بچانے والا ہو - اور ابن ابی حاتم کی روایت میں فرمایا
کہ بطور معروف خرچ کرنے درحالیکہ تو اسراف کرنیوالا نہو - و رواہ ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ و ایساہی مضمون ابن حبان و ابن مردویہ نے
جابر رض سے مرفوعًا روایت کیا ہے - فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ - ای الیتامیٰ - پھر جب تم نے دیدیے انکو یعنے یتیموں کو یعنی اَمْوَالَهُمْ
فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ - انہم تسلموہا و برئتم لئلا یقع اختلاف فترجعوا الی البینۃ و ہذا امر ارشاد - انکے مال تو انپر گواہ کرلو - یعنے گواہ (۶)

کرلو انپر اسکے کہ انھون نے وصول پایا تمھارے سپرد کرنے سے اور تم بری ہوئے تاکہ اختلاف نہ پڑے اور درصورت اختلاف پڑنے کے
تم گواہون کی طرف رجوع کرو اور یہ حکم امر کا وجوب کے لیے نہین بلکہ امر ارشاد ہے یعنی دنیاوی کام مین یہ صفت تلا دیا کہ شرعی مواخذہ ظاہر سے
تمھارے حق مین بچاؤ اسطرح ہے اور بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ اس کلام مین دلیل ہے کہ جو متولی یتیم ہو اگر دعوی کرے کہ مین نے یتیم کو اس کا
مال دیدیا اور یتیم وصول پانے سے انکار کرتا ہے تو اسکے قول کی بدون گواہون کے تصدیق نہوگی اور یہی امام شافعیؒ و مالکؒ کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہؒ
نے اسکے خلاف فرمایا ہے کیونکہ یتیم کے متولی کو اللہ تعالے نے امین قرار دیا ہے تو وہ ضمین نہین ہے۔ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ۔ الباء زائدة یعنی باللہ کی باء
زائد ہے عکبریؒ نے کہا کہ اسکا فائدہ یہہ ہے کہ امر کے معنی پر دلالت کرے کیونکہ تقدیر کلام یہہ ہے اكتف بالله ای اكتفا کر ساتھ اللہ تعالی کے
حَسِيبًا حافظا لاعمال خلقه محاسبهم۔ کہ وہ حافظ ہے اپنے مخلوق کے کامون کا اور پھر انکا حساب کرنیوالا ہے قیامت وغیرہ مین اور اس کلام مین
وعید شدید ہے پس اولیاء یتیم کو ڈرین کہ انکا مال اسراف وغیرہ سے نہ کھاوین اور بلوغ پر دیدین اور درستی کو پیش نظر رکھین اور یتیمون کو تنبیہ ہے کہ
وصول پاکر انکار نکرین اور شکر گزار رہین ف غرائب البیان مین ہے قوله تعالی فان آنستم منهم رشدا۔ رشد سے یہان واللہ اعلم یہہ اشارہ ہے کہ معرفت
الٰہی اور اسکی محبت اور سنت رسول اللہ صلعم کے موافق اللہ تعالی کی راہ پر ثابت رہے اور بعض نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طور پر سنت
کا برتاؤ ہے اور بعض نے کہا کہ سنت طریقہ پر عبادت پر قائم رہے اور ابن عطاؒ نے کہا کہ رشید وہ ہے جو الہام و وسوسہ مین فرق کرے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ

مردون کے لیے حصہ ہے اسمین سے جو چھوڑ مرین ماں باپ اور ناتے والے اور عورتون کے لیے بھی حصہ ہے اسمین سے جو چھوڑ مرین

الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝

ماں باپ اور ناتے والے اس تھوڑے سے مین سے یا بہت مین سے حصہ مقرر کیا ہوا

ونزل رد الما كان عليه الجاهلية من عدم توريث النساء والصغار۔ نازل ہوا یہ کلام اس رسم کے رد کرنے کو جسپر اہل جاہلیت قائم تھے
کہ میراث نہین دیتے عورتون کو اور نہ صغیر بچون کو مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سعید بن جبیرؒ و قتادہؒ نے کہا کہ مشرکون کا
قاعدہ تھا کہ میراث کا تمام مال بالغ مردون کا کر دیتے اور عورتون کو و اطفال کو اگرچہ لڑکے ہون کچھ نہین دلاتے پس یہ آیت نازل ہوئی اور
ابن مردویہ نے جابرؓ سے روایت کی کہ ام الحدا آئی رسول اللہ صلعم کے پاس اور عرض کیا کہ میری دو بیٹیاں ہین انکا باپ مرگیا اور انکے کھانے کو کچھ
نہین ہے پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی وسیاتی انشاء اللہ تعالے۔ اور معالم مین ذکر فرمایا کہ اوس بن ثابت انصاری نے وفات پائی
اور تین بیٹیان چھوڑین اسکی جورو نے آکر رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اوس بن ثابت نے انتقال کیا اور اچھا مال چھوڑا جو سوید و عرفجہ اسکے چچازاد
بھائیون نے لیا اب ان بیٹیون کے پاس کچھ کھانے کو نہین ہے اور حضرت صلعم سے سوید و عرفجہ نے کہا کہ یا رسول اللہ اسکی اولاد گھوڑے پر سوار ہونیوا اور دشمن کو
کو دفع کرنے اور مشقت برداشت کرنے کے لائق نہین ہے پس آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اسکی بیٹیونکا حق مقرر فرمایا ہے تم اسکے مال کو
ہاتھ نہ لگانا یہانتک کہ اسکی مقدار نازل ہو پھر اللہ تعالی نے نازل فرمایا۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ وعنقریب آئیگا مواریث مین شان نزول بطریق جید بیان ہوگا
انشاء اللہ تعالی یہین سے بیضاویؒ نے کہا کہ خطاب پہلے آتا ہے پھر اسکے بعد بیان نازل ہوا تو بیان کی تاخیر جائز ہونا ثابت ہوا قال المترجم
استغفر تو ائمہ حنفیہ بھی قائل ہین اور شاید اسمین تو کسیکو بوجہ وجیہ کلام ہو ہان خلاف اسمین البتہ ہے کہ ضرورت کے وقت سے بیان مین تاخیر ہونا جائز
ہے یا نہین فافہم۔ لِلرِّجَالِ۔ الاولاد والاقارب۔ یعنی مردون سے عام مراد ہین خواہ اولاد ہون یا ناتے دار ہون اگرچہ استحقاق مین ایک دوسرے

کے بعد اپنی اپنی شرط سے ہوں جو آگے بیان ہوگی۔ نَصِیْبٌ۔ حظ۔ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ۔ المتوفون۔ مردوں کے لیے یعنی اولاد و اقارب کے لیے حصہ ہے اس مال سے جو والدین و اقارب نے چھوڑا اپنے بعد وفات کے اور یہ ترک کے لفظ سے جو انکے محاورہ میں ایسے مقام پر موت کے بعد چھوڑنے پر بولا جاتا ہے مفہوم ہوا اور چونکہ اقربین کے ترکہ سے رجال کا حصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ رجال شامل ہیں اولاد و اقارب دونوں کو کیونکہ اقربیت کا وارث بھی میت کا اقرب ہوگا کیونکہ یہ رشتہ دونوں طرف سے ہے۔ وَلِلنِّسَاءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ۔ نساء سے مراد مونث اولاد و ناتے دار ہیں خواہ بچہ ہوں حتی کہ میت کی وفات کے وقت حمل ہوں تو بھی وہ اس میراث کے مستحق ہونگے جیسے الرجال سے مراد مذکر ہیں خواہ طفل ہوں یا مراہق قریب بلوغ یا پورے مرد ہوں حتی کہ حمل نرینہ کو بھی شامل ہے اور یوں نہ فرمایا کہ وللنساء کذلک اس میں فتوی دینے کی تعلیم ہے کہ صاف بسط سے ہو اور حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت کلمہ جامعہ کو مفصل تین بار فرماتے تھے مِمَّا قَلَّ مِنْهُ۔ ای المال۔ اَوْ كَثُرَ۔ یہ بدل ہے قولہ مما ترک سے باعادہ حرف جار اور منہ کی ضمیر بدل ما منہ کی طرف راجع ہے اور چونکہ مبدل منہ سے مراد مال متروکہ ہے لہذا مفسر رح نے ضمیر کو مال کی طرف راجع کیا اور حاصل کلام یہ کہ میت کی اولاد یا ناتے دار خواہ مذکر ہوں یا مونث ہوں بشرطیکہ میت کی وفات کے وقت انکا وجود قطعی ہو اگرچہ نطفہ سے ہو انکو میت کے مال متروکہ میں سے خواہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ ہے پھر اس حصہ کو فرمایا۔ جعلہ اللہ۔ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا۔ یعنی کر دیا اسکو اللہ تعالی نے حصہ فرض کیا ہوا۔ پس مفسر رح نے نصیبا کو جعلہ اللہ مقدر کا دوسرا مفعول قرار دیا اور معالم میں فرمایا کہ نصب اسکو بقطع ہے یعنے مفعول مطلق فعل محذوف کا ہے اور مفسر رح نے مفروض کی تفسیر کی ای مقطوعا بتسلیمہ الیہم۔ یعنے ان وارثوں کو اسکا سپرد کرنا مقطوع کیا گیا پس فرض بمعنے قطع لیا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ لغت میں فرض بمعنے قطع و تقدیر ہے جیسے قولہ فریضۃ من اللہ۔ بیشک ہم نے کہا ہے وسیاتی انشاء اللہ تعالی اور یہاں بمعنی قطع ہے اور ہمارے نزدیک فرض و واجب میں شرعا فرق ہے پس فرض وہ ہے جو بدلیل قطعی ثابت ہو اور واجب میں گو ظن و گمان ہوتا ہے لیکن یہ امر بعد رسول اللہ صلعم کے پیدا ہوا ورنہ اس وقت دونوں متحد تھے۔ اور یہ فقط اعتقادی فرق ہے ورنہ عمل کرنا تو دونوں پر حتمی ہے اور شافعیہ نے یہ فرق نہیں کیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ فرق معقول ہے اور شارح منہاج بیضاوی نے بھی اسکا اقرار کیا ہے پھر چونکہ آیت کریمہ میں یہ حصہ اللہ تعالی کی طرف سے مفروض ہے تو ثابت ہوا کہ وارثوں کے ساقط کرنے سے ساقط نہ ہوگا اور اگر وارث خود اعراض کرے اور قبول نہ کرے تو مانند وصیت کے جو ساقط ہو جاتی ہے یہ ساقط نہ ہوگا اور اگر ایک وارث نے بدون تقسیم و وصول کے اپنا حصہ اور وارثوں کو ہبہ کر دیا تو چاہیئے کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک صحیح نہ ہو اسلیے کہ اس میں غیر مقسوم کا ہبہ ہے اور ہبہ مشاع انکے نزدیک باطل ہے فافہم

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا

اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت ناتے والے اور یتیم اور محتاج تو ان کو کچھ رزق دو اور کہو

لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا

ان کو بات معقول اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر چھوڑیں اپنے پیچھے اولاد ضعیف خوف کریں

عَلَيْهِمْ ص فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى

اپنے پس چاہیے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی البتہ جو لوگ کھاتے ہیں یتیموں کے مالوں کو

ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝

ظلم سے بھرتے کہ کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ اور جلدی ہی پہنچیں گے آگ میں

ع ۱۱

سلہ ای لیے تقفال نے فرمایا کہ اگر میت کی وفات سے کچھ پہلے نطفہ قرار پکڑ چکا ہو اور وجود قطعی ہو گیا تو وارث ہوگا۔ ... کے وقت وجود قطعی نہ ہو اور حمل کا یقین ہو کلام مترجم ۱۲ منہ

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ - للمیراث - ایسا ہی ابن عباسؓ وغیرہم سے روایت ہے یعنی قسمت و بٹوارہ سے مراد میراث کی تقسیم ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ لفظ ترکہ کہا جاوے جو سیاق میں ضمناً مذکور ہے اور یہاں الف لام سے معہود ہے اور ظاہر احضور سے مراد خود بخود حاضر ہونا موافق عادت کے ہے۔ اُولُوا الْقُرْبٰى - ذووالقرابة ممن لا یرث - یعنی صاحبان قرابت سے مراد وہ قرابتی ہیں جو میت کی میراث نہ پاوینگے خواہ اسوجہ سے کہ ایسے عصبہ ہیں جو دوسرے کے ہوتے ہوئے محروم ہیں یا ذوی الارحام ہیں کذا قیل بالجملہ اوپر کی آیت سے دلالت پائی گئی کہ میراث پانے والے اہل قرابت کے سوائے یہاں مراد ہیں اور یہی اکثر مفسرین نے کہا ہے۔ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ شیئا قبل القسمة (المغنی) اور جب بٹوارہ میراث میں ایسے صاحبان قرابت حاضر ہوں جو وارث نہ ہونگے اور اطفال یتیم اور مساکین حاضر ہوں تو میراث میں سے بٹوارہ سے پہلے کچھ دیدو یعنی اوس مال متروکہ میں سے اس کے بانٹ لینے سے پہلے انکو کچھ دیدو اور یہ خطاب بالغ وارثان میت کو یا میت کے وصی کو ہے اور حاصل یہ کہ جب وارث بالغ ہوں اور ترکہ تقسیم ہونے کے وقت یہ لوگ جو مذکور ہوئے ہیں حاضر ہوں تو بانٹ لینے سے پہلے ترکہ میں سے انکو بھی کچھ دیدو کیونکہ بعد بانٹ لینے کے ہر ایک اپنے حصہ میں سے دے سکتا ہے پس ترکہ سے انکو کچھ نہیں ملیگا۔ وَقُوْلُوْا - ایہا الاولیاء لَهُمْ - اذا کان الورثة صغارا - قَوْلًا مَّعْرُوْفًا - اور کہو اے اولیاء میت یا وصی میت ان حاضرین مذکورہ سے جبکہ میت کے وارث نابالغ ہوں یا انمیں سے کوئی نابالغ ہو قول معروف یعنی قول جمیل بایں طور کہ ان حاضرین سے عذر کرو کہ ہم کچھ دینے کے مالک نہیں ہمکو اختیار نہیں ہے کیونکہ ورثہ تو نابالغ ہیں چونکہ یہ امر پایا نہیں جاتا ہے تو مفسرین نے اسمیں اختلافی اقوال یوں بیان کیے کہ قیل انہا منسوخ وقیل لا ولکن تہاون الناس فی ترکہ وعلیہ فہو مندوب وعن ابن عباس واجب بعض نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہیں ہے ولیکن بات یہ ہوئی کہ لوگوں نے تہاون کر کے اسکو چھوڑ دیا اور اس قول پر صیغہ امر جو آیت میں مذکور ہے استحباب کے لیے ہوگا یعنی مستحب ہے کہ انکو بھی کچھ دیدو پس لوگوں نے استحباب چھوڑ دیا اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے مترجم کہتا ہے کہ وجہ اختلاف یہاں اسطرح ہے کہ فارزقوہم - کا امر وجوب کا ہے یا استحباب کا ہے اور یہ حکم بالغ وارثوں کو ہے یا اولیاء میت کو ہے خواہ وارث بالغ ہوں یا نابالغ پھر منسوخ ہے یا نہیں بلکہ محکم ہے اور روایات و اقوال مفسرین سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کی طرف جانے والے گئے ہیں چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے قولہ واذا حضر القسمة اولوا القربی الآیة - میں روایت کیا کہ یہ فرائض کے نازل ہونے سے پہلے تھا پھر اللہ تعالیٰ نے فرائض کو نازل فرمایا پس ہر حقدار کو اسکا حق مفروض کر دیا پس صدقہ اسمیں رہا جو میت بیان کر جاوے - رواہ ابن مردویہ وقد رواہ ابن ابی حاتم من طریق عطاء عن ابن عباس نحوہ اور قول نسخ کو ابن مردویہ نے من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس بھی روایت کیا اور یہی قول قتادہ نے سعید ابن المسیب سے روایت کیا کما رواہ ابن ابی حاتم ورواہ مالک عن الزہری عن سعید رحمہ اللہ اور یہی قول عکرمہ وابو الشعثاء وقاسم بن محمد وابو صالح وابو مالک وزید بن اسلم وضحاک وعطاء خراسانی وربیعہ بن ابی عبد الرحمن ومقاتل ابن حیان سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہی مذہب جمہور فقہاء و چاروں مشہور اماموں ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد اور انکے اصحاب کا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بعض نے اعتراض کیا کہ اہل قرابت سے غیر وارثین مراد ہیں اور حق انکا بوجہ میراث نہیں تا کہ کہا جاوے کہ آیت مواریث سے منسوخ ہے لیکن اگر کہا جاوے کہ اولوا القربی جو یہاں مذکور ہیں وہ وارثین ہیں تو نسخ کی وجہ البتہ ہو سکتی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ نادانی ہے اور جواب یہ ہے کہ قائلین نسخ کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں واجب تھا کہ ترکہ میں سے ایک حصہ اہل قرابت غیر وارثین و یتامی و مساکین کو دیا جاوے اور اسوقت تک تمام ترکہ کی مفصل تقسیم وارد نہیں ہوئی تھی پھر جب مفصل تقسیم وارد ہوئی تو ہر ایک حقدار کا حال معلوم ہو گیا اور باوراست میراث کے صدقہ

وصیت رہا کہ تہائی مال یا اس سے کم میں میت کسی کے واسطے وصیت کر جاوے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں ہے لقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث یعنی وصیت کسی وارث کے لیے اور یہ حدیث صحیح حجت ہے کما صرح بہ ابن کثیر وغیرہ پھر جاننا چاہیے کہ حضرت ابن عباس رضی سے بیان روایات مختلف وارد ہوئی ہیں چنانچہ منسوخ ہونے کی روایات اوپر گذریں اور بعض روایات میں ہے کہ آیت محکم ہے اور بعض روایات میں ہے کہ مراد اس سے وصیت ہے چنانچہ بیان تفسیر سے معلوم ہوگا شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جب تقسیم ترکہ کے وقت صاحبان قرابت جو وارث نہیں ہونگے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انکو ترکہ سے ایک حصہ نکال دیا جاوے اور یہ ابتداء اسلام میں واجب تھا اور بعض نے فرمایا کہ یہ مستحب ہے پھر آیا میں اختلافی دو قول ہیں کہ آیا یہ منسوخ ہے یا نہیں تو عکرمہ نے ابن عباس رح سے روایت کی کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخ نہیں ہے وکذا رواہ سعید بن جبیر عن ابن عباس رواہ البخاری اور مقسم رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت قائمہ ہے اسپر عمل کیا جاوے رواہ ابن جریر اور مجاہد رح نے کہا کہ اہل میراث پر یہ واجب ہے کہ جہانتک انکے دل کی خوشی ہے دیویں اور ایسا ہی حضرت ابن مسعود و ابو موسی وعبدالرحمٰن رض بن ابی بکر و ابو العالیہ رح و شعبی رح و حسن رح سے مروی ہے اور ابن سیرین و سعید بن جبیر و مکحول و ابراہیم نخعی و عطار بن ابی رباح و زہری و یحیی بن یعمر نے کہا کہ یہ واجب ہے پھر ابن کثیر رح نے عبد الرزاق کی روایت سے ایراد کیا کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق کے بیٹے عبداللہ نے اپنے باپ کی میراث تقسیم کی اور حضرت عائشہ رض زندہ تھیں پس انھوں نے احاطہ میں کوئی مسکین وقرابت دار نہیں چھوڑا مگر آنکہ اسکو اپنے باپ کی میراث سے کچھ دیا اور یہی آیت پڑھی واذا حضر القسمۃ اولوا القربی الآیۃ قاسم رح نے کہا کہ پھر میں نے ابن عباس سے ذکر کیا تو فرمایا کہ انھوں نے ٹھیک نہیں کیا یہ تو وصیت کے حق میں ہے یعنی میت جب ان لوگوں کے حق میں وصیت کر جاوے رواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ امر مذکور استحباب کے لیے ہے اور یہی صحیح معتمد ہے اور بحسب دلیل وہ ارجح ہے جو مجاہد رح سے مروی ہے کیونکہ امر کے معنے اپنی اصل پر یہ ہیں کما لا یخفی اور امام محی السنۃ رح نے معالم میں بعض کا قول نقل کیا کہ تمام اقوال میں سے اولی یہ ہے کہ امر مذکور استحباب کا ہے وجوب کا نہیں ہے اور آیہ کریمہ منسوخ نہیں ہے اور بنابریں آیت کریمہ کے معنے یہ ہیں کہ تقسیم ترکہ کے وقت جب ایسے لوگ حاضر ہوں جو میت کے ناتے دار ہیں مگر وارث نہ ہونگے تو انکو کچھ دو تاکہ انکی دل شکستی نہ ہو اور یتیم آویں یا مساکین آویں تو انکو دو کہ سبب برکت ہے اور شکر نعمت ہے و تحقیق ای لیحنف علی الیتامی۔ یعنے اور چاہیے کہ خوف کریں یتیموں پر۔ اَلَّذِیْنَ لَوْ تَرَکُوْا۔ ای قاربوا ان یترکوا۔ وہ لوگ کہ نزدیک پہونچے اسکے کہ چھوڑیں۔ مِنْ خَلْفِهِمْ۔ من بعد موتهم۔ اپنی موت کے بعد۔ ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا۔ اولاد صغیر۔ خَافُوْا عَلَیْهِمْ۔ الضیاع۔ خوف کریں انپر یعنے ضائع ہونے کا۔ فَلْیَتَّقُوا اللّٰهَ۔ فی امر الیتامی ولیاتوا الیهم ما یحبون ان یفعل بذریتهم من بعد موتهم۔ پس چاہیے کہ ڈریں اللہ تعالے سے یتیموں کے معاملہ میں اور چاہیے کہ بجالاویں یتیموں کے ساتھ وہ بات جسکو چاہتے ہیں کہ انکی موت کے بعد انکی ذریت کے ساتھ برتی جاوے۔ وَلْیَقُوْلُوْا۔ للمیت۔ اور چاہیے کہ کہیں میت سے یعنی اسکی موت سے کچھ پہلے جبکہ اسپر موت کے آثار ظاہر ہوں اور وہ وصیت وغیرہ کرنے لگے۔ قَوْلًا سَدِیْدًا۔ صوابا بان یامروہ ان یتصدق بدون ثلثہ ویدع الباقی لورثتہ ولا یدعهم عالۃ۔ قول صواب بایں طور کہ میت کو سمجھادیں کہ اسکے ترکہ میں سے تہائی مال جسکے صدقہ کرنیکا اسکو اختیار ہے اس تہائی سے کم کو صدقہ کرے اور باقی کو اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ جاوے اور یہ نکرے کہ وارثوں کو محتاج چھوڑے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالی نے لوگوں کو ارشاد کیا خصوص ایسے لوگوں کو جو اولاد چھوڑ کر مرنے کے قریب پہونچے ہیں کہ تمھارے مرنے کے بعد تم اپنی ذریات سے جو برتاؤ چاہتے ہو وہی تم بھی اپنی حیات میں یتیموں کے حال پر کیا کرو۔ ف مفسر رح نے یہ خطاب عام قرار دیا کہ یتیم کے متولی اور غیر متولی سب کو ہے اور لو ترکوا۔ بجاے قاربوا

ان ہیں کو اکے اس فائدہ کے واسطے ہی کہ مرنا امر یقینی ہی پس مفروض مقدر بمنزلہ واقع کے سمجھنا چاہیے اور خافوا کا مفعول محذوف ہی یعنی ضیاع
یعنے برباد و ضائع و تباہ ہونا اور بدون ثلثہ یعنے کم اپنی تہائی سے اور تہائی کو میت کی طرف مضاف کیا اسلیے کہ بعد موت کے سوائے تہائی کے
باقی کل مال بفرض الہی وارثان میت کا ہوجاتا ہی میت کا حق اس سے منقطع ہوجاتا ہی حتی کہ اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کرکے مرے تو
تہائی کی مقدار میں نافذ ہوگی زیادہ میں باطل ہی الا آنکہ وارث لوگ اپنی طرف سے اجازت دیدیں اور یہ اجماعی مسئلہ ہی پھر چونکہ حضرت صلعم نے سعد
بن ابی وقاص کو فرمایا ہی کہ تہائی پوری بھی بہت ہی اور یہ بھی فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو تونگر چھوڑے تو بہتر ہی اس سے کہ تو محتاج چھوڑ جاوے کہ لوگون کے
سامنے ہاتھ پھیلاتے پھرین جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی حدیث مین ہی لہذا علما نے کہا ہی کہ تہائی سے کمی ہونا وصیت مین مستحب ہی اسی بنا پر مفسر نے
تفسیر کی ہی اور تہائی سے کم وصیت بھی جبہی ہی کہ مال بہت کثیر ہو ورنہ میت کو بالکل وصیت نہ کرنے کی فہمایش قول سدید ہوگی چنانچہ ابن
عطیہ نے فرمایا کہ آدمی اگر وارثون کو بالغ و تونگر خود کمائی والا چھوڑے تو اسکو وصیت پر آمادگی دلانا قول سدید ہی کیونکہ اُس کے حق مین
یہ بہتر ہی اور اگر نابالغ یا محتاج ہون تو تہائی سے کم کی وصیت کیسی بالکل وصیت نہ کرنے پر آمادہ کرنا قول صواب ہی کیونکہ قرابت محتاج کو
پہونچنے مین مساکین سے زیادہ ثواب ہی - پھر واضح ہو کہ اس خطاب مین بھی مفسرین کا اختلاف ہی چنانچہ بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ
قولہ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفہم ذریۃ ضعافا خافوا علیہم یہ حکم ہی ان لوگون کو جنکو میت نے اپنی اولاد یتیم پر وصی مقرر کیا اور غور و پرداخت
کی وصیت کر گیا ہی یعنے ان لوگون کو چاہیے کہ یتیمون کے معاملہ مین اللہ تعالی سے ڈرتے رہین اور انکے ساتھ ایسے برتاؤ کرین جیسے اپنے
مرنے کے بعد اپنی اولاد سے دوسرون کا برتاؤ چاہتے ہین - یا یہ حکم ان لوگون کو ہی جو مریض کی وصیت کرنے کے وقت حاضر ہون یا ہین یعنے
ڈرین اللہ تعالی سے یا خوف کرین اولاد مریض پر اور اپنی اولاد کے موافق شفقت کرین پس مریض کو ایسی وصیت نہ کرنے دین جو وارثون
کے حق مین مضرت پہونچاوے کہ وہ بیچارے چھوٹے چھوٹے بچے مارے مارے پھرین اور علی بن ابی طلحہ رض نے ابن عباس رض سے یہی معنے روایت کیے اور ایسا
ہی مجاہد وبہتیرے سلف نے فرمایا ہی ذکرہ ابن کثیر اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہی اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب وارثون کو ہی یعنے صندقا ر اقارب یتیم و
مساکین جو وقت تقسیم ترکہ کے حاضر ہون انپر شفقت کرین یہ تصور کرکے کہ اگر انکی اولاد انکے پیچھے اس طرح چھوٹتی تو انکا محروم ہونا پسند کرتے اور
مترجم کہتا ہی کہ گویا یہ ربط ماخوذ ہی اصل قصہ اوس بن ثابت اور محرومیت انکی اولاد و ضبط مال بدست عرفجہ و سوید و ردّ دعوی ام کجہ و اولاد سے
فلیتامل اور بعض نے کہا کہ خود مریضون کو خطاب ہی کہ وارثون پر نظر رکھین اور وصیت کرنے مین اسراف نہ کرین بیضاوی نے فرمایا کہ لفظ لو ترکوا الی آخر
صلہ قرار دیا الذین کا یعنے آنکہ ولیخش الذین حالہم و صفتہم انہم لو شارفوا ان یخلفوا ذریۃ ضعافا خافوا علیہم الضیاع - اور اسی پیرایہ کو مرتب کرنے
مین اس سے مقصود کا اور اسمین علت کا اشارہ ہی اور ترحم پر آمادگی دلانا اور جو اس سے مخالفت کرے اسکو اسکی اولاد کے حال سے تہدید ہی یعنی
اسکی اولاد کے ساتھ بھی یہی ہوگا جو خود دوسرے کی اولاد سے کرتا ہی قال تعالی فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیدا پہلے تو انکو خشیہ کا حکم دیا پھر
تقوی کا حکم کیا جو انتہائے خشیہ ہی بر عایت مبدء و منتہی اسواسطے کہ اول بدون ثانی کے نافع نہیں ہی پھر قول سدید مین بھی موافق اقوال مذکورہ
بالا کے مختلف تفاسیر ہین یعنے وصی لوگ یتیمون سے ایسی باتین شفقت و حسن ادب کی کہین جیسے اپنی اولاد کے حق مین پسند کرتے ہین -
یا مریض سے سامعین ایسی باتین کہین جس سے وہ وصیت مین اسراف نکرے اور وارثون کو برباد نہ کرے اور بعض نے کہا کہ قول سدید یہ ہی کہ
میت کو کلمہ شہادت و توبہ یاد دلادین اور بعض نے کہا کہ جو مساکین و یتیم و محتاج اقارب سے ہین کچھ دیکر زیادہ کے واسطے اچھی باتون سے عذر کرین
اور اگر بوجہ صغیر وارث ہونے کے نہین دیا تو اچھا وعدہ بھی کرین کہ ہم تو مختار نہین معذور رہین اور یہ صغیر وارث عنقریب بالغ ہوجاد ے بیگا

تو آپ صاحبون کا حق پہچانینگے - یا وصیت کے بارہ مین ایسا قول کہین جو تہائی سے متجاوز ہونے کو اور وارثون کے ضائع کرنے کو موؤدی ہو - شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر وارثان میت تو نگر ہون انکو پروا نہ ہو تو میت کے واسطے مستحب ہی کہ وصیت مین اپنی پوری تہائی کر دیوے اور اگر فقیر ہون تو مستحب ہی کہ تہائی سے کمی کرے اور بعض نے فرمایا کہ آیت سے مراد یہ ہی کہ چاہیے کہ ڈرین اللہ تعالیٰ سے یتیمون کے مال سے معاملت مین اور اسکو اسراف و بدار کے طور پر نہ کھا جاوین حکاہ ابن جریر من طریق العوفی عن ابن عباس اور یہ قول بھی خوب ہی اسکی تائید اسکے مابعد سے حاصل ہوتی ہی جسمین اموال یتیمان کھانے پر تہدید ہی چنانچہ فرمایا - اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا - بغیر حق - جو لوگ کہ یتیمون کے مال ظلم سے یعنے ناحق کھا جاتے ہین - اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وہ تو اپنے پیٹون مین یہی آگ کھاتے ہین یعنے بھرتے ہین - سراج مین کہا کہ فی بطونہم بمعنے ملأ بطونہم یعنی بھر پیٹ بنا بر محاورہ عرب کے ہی چنانچہ بولتے ہین - اکل فلان فی بطنہ او فی بعض بطنہ یعنے پورا پیٹ کھایا یا تھوڑا پیٹ کھایا - معنے یہ کہ بات یہی ہی کہ وہ لوگ کھاتے ہین بھر پیٹ آگ - کیونکہ جو کھاتے ہین انجام کار مین وہ آگ ہوگا - اور یہ دو معنے کو محتمل ہی ایک یہ کہ اسوقت جو وہ ماکول معلوم ہوتا ہی درحقیقت آگ ہی کہ مآل کار مین اس کا ظہور ہوگا اور یہ قول بنا بر اسکے کہ جیسا ہی نماز و روزہ وغیرہ کے مانند اعراض معلوم ہوتے ہین لیکن واسطے حقائق ہین چنانچہ نماز کا قیامت مین آنا اور روزہ کا جھگڑنا اور سورہائے قرآنی کا بصورت پارہ ابر و نور ہونا جو کثرت سے مذکور ہی اس گروہ کا موید ہی اور یہی مفسرؒ نے بدور سافرہ اپنی کتاب مین محقق کہا ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ یہ مراد ہو کہ یہان کھانے پر انجام کار عذاب ہوگا آگ دوزخ سے پس بفعل آتش دوزخ پہونچنے کا سبب ہوا پس مجازاً سبب کی تعبیر مسبب سے کر دی - اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بچے رہو سات چیزون سے جو ہلاک و تباہ کرنے والی ہین عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون کون چیزین ہین فرمایا اول اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کرنا دوم سحر کرنا سوم قتل کرنا اس نفس کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہی الا اینطور کہ حق کے ساتھ قتل کیا جاوے چہارم بیاج کھانا پنجم مال یتیم کھانا ششم کفار سے لڑائی و جہاد کے وقت بھاگنا ہفتم شوہر دار عورتون مومنہ کو جو بیچاری غافل ہین زناکاری کی تہمت لگانا - اور سدیؒ نے فرمایا کہ مال یتیم کھانے والا قیامت کے روز اس حال سے اٹھایا جائیگا کہ آگ کی لپٹ اسکے منہ سے نکلتی ہوگی اور اسکے کانون و ناک و آنکھون سے نکلتی ہوگی جو اس کو دیکھے گا پہچان جائیگا کہ یہ مال یتیم کھانے والا ہی - اور ابو برزۃ الاسلمیؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک قوم اپنی قبرون سے نکلیگی اس حال سے کہ آگ انکے منہون سے دھکتی ہوئی متاجج ہوگی - عرض کیا گیا کہ یہ کون لوگ ہونگے یا رسول اللہ فرمایا کہ تونہین دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیۃ رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ وقد اخرجہ الطبرانی وابو یعلی وابن ابی شیبہ اور بہانی اور آثار و احادیث مال یتیم کھانے والے کی مذمت مین بہت ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ مین ابن عباسؓ سے روایت مذکور ہو چکی ہی کہ جب قولہ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیہ - اتری تو جسکے پاس جو کوئی یتیم تھا اسنے اسکا کھانا اپنے کھانے سے الگ کیا اور اسکا پینا اپنے پینے سے الگ کیا پھر یتیم کے کھانے پینے سے جو کچھ بچ رہتا وہ رکھ چھوڑا رہتا تاآنکہ یتیم ہی اس کو کھاتا یا وہ بگڑ جاتا پس یہ برتاؤ انپر بہت گران گذرا پس انھون نے رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا تب اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو سورۂ بقرہ مین ہی ویسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لہم خیر الآیۃ - پھر ان لوگون نے انکا کھانا پینا اپنے ساتھ ملا لیا - وَسَيَصْلَوْنَ بالبناء للفاعل و المفعول یدخلون - یعنے ابن عامر و شعبہ نے بضم یای پڑھا بر بناء مفعول بمعنے یدخلون مجہول یعنی داخل کیے جائینگے

اور باقیون نے بفتح یا ر بر بنا ر فاعل پڑھا ای یدخلون معروف - یعنے داخل ہونگے - سَعِیْرًا - نارًا شدیدۃ یحترقون فیہا ۔ (المعنی) اور ایسے مال یتیم کھانے والے عنقریب داخل ہونگے ایسی سخت آگ میں جسمین جلتے رہینگے محی السنہ نے معالم مین کہا کہ سیصلون بفتح یا ر از صلی النار یصلی صلیا - قال تعالیٰ سیصلی نارًا ذات لہب - اور فرمایا الا من ہو صال الجحیم - اور پھر زید بن اسلم رح نے کہا کہ یہ کلام مذمت مشرکون کی ہی جو یتیمون کو میراث نہین دیتے تھے اور انکے مال کھا لیتے تھے مترجم کہتا ہی کہ مراد یہ ہی کہ ظلم سے اموال یتامی کھانے کے معنی وہ ہین جو مشرک و کفار کیا کرتے تھے کہ جو شخص مرگیا اگر اسکی اولاد و یتیم صغیر رہی تو انکو کچھ میراث نہین دیتے تھے بس انکا حق مار کر خود کھاتے تھے بس اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان گمراہون کی حالت و بد انجام بیان فرمایا کہ اہل اسلام ایسا نہ کرین اور حدیث مین ہی کہ سعید وہ ہی جو غیر سے نصیحت پکڑے مترجم کہتا ہی کہ آگے اللہ عزوجل نے میراث والون مین سے ہر ایک کے حصص بیان فرمائے اور تقسیم ترکہ کا حال بھی اس سے ثابت ہوا اور

چونکہ حدیث صحیح مین ترکہ و تقسیم کے علم کو آدھا علم فرمایا ہی لہذا مترجم چاہتا ہی کہ آسان طور پر بیان کردے

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ ۖ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ۚ فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ

اللہ تعالیٰ وصیت کرتا ہی تم کو تمہاری اولاد مین مذکر اولاد کو دو مونث اولاد کے برابر حصہ پھر اگر ستری مونث ہون

اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ ۚ وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَیْهِ

دو سے اوپر تو انکو دو تہائی ترکہ کے اور اگر ایک مونث ہو تو اس کے لیے آدھا ترکہ ہی اور میت کے والدین مین

لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلَدٌ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ اس تمام کا جو چھوڑا بشرطیکہ میت کا کوئی اولاد لڑکا لڑکی ہو اور اگر میت کی کوئی اولاد نہو

وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ کَانَ لَهٗٓ اِخْوَۃٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ

اور ماں باپ ہی اسکے وارث ہوے تو اس کی ماں کو تہائی اور اگر میت کے کئی بھائی ہون تو اسکی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہی بعد اس

وَصِیَّۃٍ یُّوْصِیْ بِهَآ اَوْ دَیْنٍ ۭ

وصیت کے جو کسی کو دلوا مرا ہی یا بعد قرضہ دینے کے

یُوْصِیْکُمُ - یا مرکم - حکم دیتا ہی تم کو - اللّٰہُ فِیْ - شان - اَوْلَادِکُمْ - اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے حق مین یعنے جو آگے ذکر فرمایا ہی کہ - لِلذَّکَرِ منہم - مذکر کے لیے ان اولاد مین سے مِثْلُ حَظِّ نصیب - الْاُنْثَیَیْنِ - اذا اجتمعتا معہ فلہ نصف المال لہما النصف فان کان معہ واحدۃ فلہا الثلث و لہ الثلثان وان انفرد حاز المال برابر حصہ دو مونث کے ہی مفسر رح نے کہا چنانچہ اگر جمع ہون دو مونث ایک مذکر کے ساتھ مین تو مذکر کو نصف اور دونون مونث کو نصف مال ملیگا اگر ایک مذکر اور ایک مونث ہو تو مونث کو تہائی اور مذکر کو دو تہائی ملیگا اور اگر مذکر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لیگا - فَاِنْ کُنَّ - ای الاولاد - یعنے کن کا اسم اولاد جمع ولد ہی اور کن بصیغہ مونث برعایت خبر کے ہی یا اولاد بتاویل مولود انثا اسم ہی نساء فقط - پھر اگر اولاد عورتین ہون فقط اور کوئی مرد نہ ہو - فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ - دو سے اوپر تو انکے لیے دو تہائی اس مال کا جو چھوڑا ہی میت نے الحاصل اگر اولاد مین سے فقط عورتین ہی ہون اگر دو سے اوپر ہون تو انکے لیے دو تہائی ہی قال المترجم دیکھو ظاہر مفہوم یہ تھا کہ دو تہائی کا حصہ دو سے زائد کے لیے ہی بس دو کے واسطے نہ ہوگا جیسا کہ ابن عباس رض سے مروی ہی حالانکہ دو عورتون کے واسطے بھی دو تہائی ہونے کا مذہب ہی تو مفسر رح نے بیان کیا کہ وکذا الاثنتان لانہ للاختین بقولہ فلہما الثلثان مما ترک فہما اولے اور یہی

حصہ دو تہائی کا دو دختروں کے واسطے بھی ہے کیونکہ دو تہائی تو دو بہنوں کی میراث ہے بدلیل قولہ تعالیٰ فلهما الثلثان مما ترک ۔ تو دو
دختر کا استحقاق بدرجہ اولیٰ ہوگا کیونکہ بہ نسبت بہن کے دختر نسبی قرابت میں میت کی طرف بہت متصل ہے ۔ یہ قیاس ہے اور دوسرا یہ کہ وللبنت
تستحق الثلث مع الذكر فمع الانثى اولیٰ ۔ اور اس دلیل سے کہ دختر تو مذکر یعنی پسر کے ساتھ میں تہائی کی مستحق ہوتی ہے تو دوسری مونث کے
ساتھ میں بدرجہ اولےٰ تہائی کی مستحق ہوگی پس ہر ایک دختر کو دوسری دختر کے ساتھ میں تہائی کا استحقاق ہوا تو دونوں کے لیے دو تہائی
ترکہ ہوا ۔ اب رہا جواب اسکا کہ آیت میں فوق کا لفظ کس حکمت سے مذکور ہے تو مفسر رح نے کہا ۔ وفوق قیل صلۃ ۔ یعنی فوق کی لفظ کی
نسبت بعض نے جواب دیا کہ یہ صلہ ہے یعنی زائد ہے بول چال کے محاورہ میں یوں بولا جاتا ہے اور اوپر کے معنے یا بڑھتی کے معنے مراد نہیں ہیں
وقیل لدفع توہم زیادۃ النصیب بزیادۃ العدد لما فہم استحقاق الثنتین الثلثین من جعل الثلث للواحدۃ مع الذکر ۔ اور بعض نے کہا کہ فوق کا لفظ
اسواسطے ہے کہ یہ وہم دور ہو کہ حصوں کی زیادتی تعداد کی زیادتی پر ہوتی جاویگی یعنی ایک کو ایک تہائی پھر دو کو دو تہائی اور تین کو تین تہائی
یعنے کل مال ملجائیگا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ دو ہوں یا زائد انکو دو تہائی ہی ملیگا اور وہم کا منشا یہ تھا کہ دو کا استحقاق دو تہائی مال کا جبھی سے
سمجھ لیا گیا تھا کہ مذکر کے ساتھ ایک کو ایک تہائی ملا تھا ۔ وَإِن كَانَتْ ۔ المولودۃ ۔ وَاحِدَةً ۔ وفی قراءۃ بالرفع فکان تامہ
یعنے کانت کا اسم مولود دختر ہے پس واحدہ کو نصب بنا بر خبر ہونے کے ہے اور کانت افعال ناقصہ میں سے ہے اور نافع کی قراءۃ میں واحدۃ
کو رفع ہے تو معنے حصلت واحدۃ ہے پس کان تامہ ہوگا ۔ اور حاصل معنے یہ کہ اگر دختر اکیلی ہو پسر یا کوئی دوسری دختر اسکے ساتھ نہو تو فَلَهَا
النِّصْفُ ۔ اس کے واسطے نصف ترکہ ہے پس حاصل یہ کہ اولاد میں مذکر کو مونث سے دو چند جبکہ دختر ہو ورنہ پسر کو کل مل جائیگا جبکہ کوئی
فرضی حقدار نہو اور اگر پسر نہ ہو بلکہ اکیلی دختر ہو تو اس کو نصف ملے اور اگر دو دختر ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی ملے ۔ اب
سوائے اولاد کے دیگر قرابتوں کو بیان کیا چنانچہ والدین کی نسبت فرمایا ۔ وَلِأَبَوَيْهِ ۔ ای المیت ۔ یعنی ضمیر راجع بجانب میت ہے (یعنی
اور میت کے والدین کے لیے یعنی دونوں کے مجموعہ کے لیے نہیں بلکہ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ۔ دونوں میں سے ہر ایک کے لیے
السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ ۔ چھٹا حصہ اس مال کا جو میت نے چھوڑا ۔ مگر یہ چھٹا حصہ اس شرط سے کہ ۔ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۔
ذکر او انثی اگر میت کا کوئی فرزند موجود ہو خواہ پسر ہو یا دختر ہو ۔ و نکتۃ البدل افادۃ انهما لا یشترکان فیہ مفسر رح نے کہا کہ لابویہ سے لکل
واحد منہما ۔ کو بدل کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ والدین دونوں ملکر چھٹے حصہ میں مشترک نہیں ہیں ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بہت ضعیف
نکتہ بیان ہوا کیونکہ سدس کی جگہ سدسان کہنے سے بھی بدون بدل کے فائدہ حاصل تھا میرے نزدیک یوں کہنا اولیٰ ہے کہ بدون بدل کے
کہ اگر سدس ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دونوں اس حصہ میں شریک ہونگے اور اگر سدسان ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دو چھٹے حصہ میں شریک ہیں لیکن
مرد و عورت کی شرکت میں زیادہ احتمال تھا کہ باپ کو ماں سے دو چند ہوگا جیسے پسر کو دختر سے بحکم للذکر مثل حظ الانثیین ۔ یا بھائی کو بہنوں سے
اسی حساب سے ملتا ہے پس صرف بدل سے یہ وہم دور کیا فافہم پھر مفسر رح نے افادہ فرمایا کہ و الحق بالولد ولد الابن وبالاب الجد ۔ اور لاحق کیا گیا
فرزند کے ساتھ پسر کا فرزند خواہ لڑکی یا لڑکا یعنے اگر پسر نہو تو اسکا فرزند بمنزلہ میت کے فرزند کے ہوگا لیکن دختر کا فرزند ایسا نہوگا کیونکہ وہ
میت کے داماد کا نطفہ ہوگا اور بمنزلہ لاحق کیا گیا باپ کے ساتھ دادا یعنے باپ نہ ہو بلکہ دادا ہو تو بمنزلہ باپ کے ہے ۔ فَإِن لَّمْ يَكُن
لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ ۔ فقط ۔ او مع زوج ۔ پھر اگر میت کا کوئی فرزند نہو اور وارث ہوئے اسکے دونوں ماں و باپ خواہ
فقط یا مع زوج کے یعنی جفت کے پس اگر مرد مرا تو جفت اسکی زوجہ ہے یا عورت مری تو جفت اسکا شوہر ہے پس والدین کے ساتھ میں میت کا جفت ہو

فَلِأُمِّهِ - بضم الہمزۃ - یعنی ام بضم ہمزہ اکثرون کی قرات ہی - اور حمزہ و کسائی نے اِمہ بکسر ہمزہ پڑھا - الثُّلُثُ - تو اسکی مان کے واسطے ایک تہائی ہی - ای ثلث المال او ما بقی بعد الزوج والباقی للاب - اور تہائی سے یا تو یہ مراد ہی کہ کل مال کی تہائی ہی سو اگر باپ فقط ہو تو بالاتفاق مان کو کل مال کی تہائی ملیگی اور زوج کے ساتھ ہو تو بھی ابن عباسؓ کے نزدیک یہی حکم ہی اور جمہور کے نزدیک زوج کا حصہ نکال لینے کے بعد باقی مال کی تہائی مان کو اور دو تہائی باپ کو ملیگا پس حاصل یہ نکلا کہ والدین بہرحال وارث ہین پس اگر میت کے اولاد بھی ہو تو والدین مین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا پھر اگر باقی حصہ دارون کو دیکر کچھ بچا تو وہ فقط باپ کو ملجاویگا - اور اگر اولاد میت نہو تو دو حال سے خالی نہین کہ یا تو فقط والدین ہین یا میت کا جفت بھی موجود ہی پس اسی صورت مین حکم یہ ہی کہ میت کے مان کے واسطے تہائی ہی لیکن جبکہ میت کا شوہر یا میت کی زوجہ ہو تو ابن عباس کے نزدیک مان کو کل کی تہائی ملے گی اور جمہور کے نزدیک جفت کا حصہ دیکر باقی مال کی تہائی ملیگا اور اگر یہ نہین بلکہ میت کا بھائی بہن ہون - تو فرمایا - فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ - ای اثنان فصاعدا ذکورا او اناثا - فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ پھر اگر میت کے اخوۃ یعنی بھائی بہن ہون یعنی دو ہون یا زیادہ ہون تو مان کے لئے چھٹا حصہ ہی اور ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ دو پر حکم نہین کیونکہ اخوۃ جمع ہی کم سے کم تین عدد ہونگے اور جمہور نے کہا کہ دو کا بھی یہی حکم ہی خواہ مذکر ہون یعنی بھائی ہون یا مونث ہون یعنی بہنین ہون بہرحال مان کے لیے چھٹا حصہ کا حکم ہوگا اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہین یہ بھی ہی کہ بھائی ہون والباقی للاب ولاشئ للاخوۃ یعنی اسکی مان کو چھٹا حصہ دیکر باقی سب مال باپ کا ہوگا اور اخوہ کو کچھ نہین ملیگا اور یہی جمہور کا قول ہی اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انکو بھی چھٹا ملے کیونکہ ان لوگون کی ذات سے انکی مان بیچاری کو تہائی سے چھٹا ہو گیا پس ایک چھٹے کا اسکو نقصان ہوا وہی ان لوگون کو ملے گا اور باقی دو تہائی باپ کو ملیگا پھر یہ سب میراث مذکور بعد ادائے وصیت و قرضہ کے ہی چنانچہ مفسرؒ نے ربط دیا کہ وارث من ذکر ما ذکر - مِنْ بَعْدِ - تنفیذ وَصِيَّةٍ يُوصِي - بالبناء للفاعل والمفعول - بِهَا - اور وارث ہونا ان اشخاص مذکورہ کا حصص مذکورہ کو بعد نافذ کیے جانے وصیت کے جس کے ساتھ میّت نے وصیت کی یا صیت کی گئی ہی پس یوصی اکثرون کی قراۃ مین بصیغہ معروف بربناء فاعل ہی اور ابن کثیر و ابن عامر و ابو بکر و عاصم نے بضم اول و فتح صاد بربناء مفعول یعنی بصیغہ مجہول پڑھا اور حفص نے یہان مانند جمہور کے اور آئندہ مانند ان بعض مذکور کے پڑھا ہی حاصل آنکہ میراث مذکور بعد دو امر کے ہی ایک بعد تنفیذ وصیت جو میت کر گیا ہی اور دوم - أَوْ - قضاء دَيْنٍ - علیہ - ادا کرنے قرضہ کے جو میت پر آتا ہو - پھر اگر کچھ قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو مذہب یہ ہی کہ اول قرضہ ادا کیا جاوے پھر باقی کی تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر بچا ہوا میراث ہی - اگر کہا جاوے کہ وصیت تو قرضہ پر مقدم مذکور ہی تم کیونکر کہتے ہو کہ پہلے قرضہ ادا کیا جاوے تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ وتقدیم الوصیۃ علی الدین و انکانت موخرۃ عنہ فی الوفاء للاہتمام بہا اور مقدم کرنا وصیت کا قرضہ پر جیسا آیۃ کریمہ مین اگرچہ وہ نافذ کیے جانے مین پیچھے ہی تو فقط اس وجہ سے کہ لوگ اسکا اہتمام رکھین ضائع نہ کرین اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علماء سلف و خلف نے اجماع کیا ہی کہ قرضہ ادا کرنا وصیت جاری کرنے سے مقدم ہی اور یہ انکے نزدیک اصحاب نظر سے آیت کریمہ کے فحوی سے ثابت ہی واضح ہو کہ آیت میراث یہی ہی اور آنحضرت صلعم نے اسکو نصف العلم فرمایا ابن عیینہؒ نے کہا کہ اسکو نصف اسلیے کہا کہ سب لوگ اس سے مبتلا ہوتے ہین - ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا سیکھو فرائض اور سکھلاؤ لوگون کو کہ مین ایک مرد ہون کہ اللہ تعالی مجھکو وفات دینے والا ہی اور عنقریب علم لوگون سے لیا جائیگا اور فتنے پھیلین گے حتی کہ دو آدمی فرائض مین جھگڑینگے اور کوئی البیانہ پاوینگے جو انمین فیصلہ کردے رواہ الحاکم والبیہقی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سیکھو فرائض اور وہ لوگون کو سکھلاؤ کیونکہ وہ نصف علم ہی اور یہی سب سے پہلے میری امت سے نکال لیا جائیگا رواہ الحاکم والبیہقی و ابن ماجہ

ودارقطنی اور ایک جماعت صحابہ وتابعین سے اسکی ترغیب مین آثار وارد ہین مجھے زیادہ تطویل کی گنجائش نہین ہی کافی ہو کہ اس علم کا فضل وکمال دربارت اجر وثواب کلام الٰہی و اسکے برگزیدہ رسول رسول پاک کے صحابہ وتابعین ومجتہدین امت سے ثابت ہو لہٰذا مترجم نے چاہا کہ ان آیات کی تفسیر مین اسطرح بیان کردے کہ اہل بیان وطلبا رحمت اس سے واقف ہوکر فرائض کے جاننے والون مین داخل ہوکر ثواب جمیل کے سزاوار ہو جاوین اگرچہ تمام تفصیل سے بیان معذوری ہو تاہم قدر کافی انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہو جائیگی اول اس آیت کریمہ کا سبب نزول جابرؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم و ابوبکرؓ نے پیدل آکر بنی سلمہ مین میری عیادت کی اس حال مین کہ مین بیہوشی سے کچھ نہین سمجھتا تھا پس پانی منگاکر وضو فرماکر مجھپر چھڑکا کہ مین ہوش مین آیا پس مین نے عرض کیا کہ مجھے آپ کیا حکم دیتے ہین اپنے مال مین کیا کرون پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیات رواہ البخاری ومسلم والنسائی والجماعۃ کلہم شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہو کہ حضرت جابرؓ کے حق مین اس سورہ کی آخری آیت درباب کلالہ اتری ہو جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اظہر سبب نزول اس آیت کا وہ ہو جو بخاری مین جابرؓ سے روایت ہو کہ سعد بن الربیعؓ کی جورو آئی رسول اللہ صلعم کی حضور مین اور عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ لڑکیاں دونون دختران سعد بن الربیع ہین جو احد مین آپکے ہمراہ شہید ہوا اوران دونون کے چچا نے تمام مال لے لیا انکے لیے کچھ نہین چھوڑا اور ایسے کوئی نکاح نہ کریگا جبتک انکے پاس مال ہو پس آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اسمین حکم فرماویگا پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ پس رسول اللہ صلعم نے دختران مذکورہ کے چچا کو کہلا بھیجا کہ دختران سعدؓ کو دو تہائی اوران دونون کی ماں کو آٹھوان حصہ دیدے اور باقی تیرا ہو رواہ احمد وابوداؤد وابن ابی شیبہ وابن ماجہ وابویعلی وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیہقی والترمذی وقال لا یعرف الامن حدیث عبداللہ بن محمد بن عقیل اور وہ ثقہ ضابط ہین اب آیات کریمہ کو انکی تفسیر فوائد سے کان لگاکر سننا چاہیے قال تعالیٰ یوصیکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمکو وصیت کرتا ہو فی اولادکم۔ تمھاری اولاد کے بارہ مین ومراد وصیت کرنے سے حکم کرنا ہو اسکو وصیت سے تعبیر فرمایا اسمین بعض اہل استنباط نے نکتہ نکالا ہو کہ بندون کے ماں وباپ کو خود انکی اپنی اولاد کے حق مین وصیت کی لوٹا ہو یہ کہ وہ تعالیٰ اپنے بندون پر اس سے زیادہ مہربان ہو جسقدر ماں باپ اپنی اولاد پر ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون پر اس سے کہین زیادہ مہربان ہو جتنا بچے پر اسکی ماں مہربان ہوتی ہو اور حدیث مین قصہ ہو وقد ذکرناہ فی بعض المواضع۔ اور یہان سے تفصیل وبیان اس اجمال کا ہو جو قولہ تعالیٰ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون الآیہ۔ مین گذرا اور یہین سے نکلا کہ بیان مین تاخیر ہونا روا ہو کما مر منہا کہ دروہان کے خطاب سے لوگ زمانہ جاہلیت کی ناانصافی کی تقسیم کو دور فرمایا اور یہان عدل کی تقسیم کو بیان فرمایا پھر جانو کہ اولاد جمع ولد کی بمعنی فرزند خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ قاتل ہو یا سعید ہو۔ خواہ ایک ہی ولایت مین ہو جہان مورث نے انتقال کیا یا دوسری ولایت مین ہو اور وجہ صحیح ہو کہ مملوک اگر وہ چاہے تو اسکا کچھ مال ہی نہین وہ تو خود اپنے مولی کا مملوک ہو پھر آزاد مینت کا مال میراث ہو اور اسکی صورت کہ اسکا بیٹا غلام ہو یہ ہو کہ زید نے عمرو کی لونڈی سے جو جہاد مین پکڑی آئی تھی یا اسکی ماں یا نانی اصل اسکی اسطرح کی تھی اور اپنے مالک کے سوا کسی دوسرے کی نہ تھی سے ہو اس سے زید نے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا یا لڑکی تو یہ لڑکا و لڑکی بھی اپنی ماں کے تابع قرار دیا جاتا ہو پس عمرو کی ملک ہو اور اگر عمرو کی لونڈی سے خود عمرو سے بچہ پیدا ہو تو وہ باپ کے مانند آزاد ہوگا اور یہ صورت کہ باپ مملوک و بیٹا آزاد ہو و ظاہر ہو مثلاً بیٹا آزاد کیا گیا اور باپ رہ گیا۔ پھر جانو کہ اگر زید مرا تو اسکی اولاد مین سے جو لڑکا یا لڑکی کسی دوسرے کی ملک ہو وہ میراث نہ پاویگی اور نیز جو اولاد اسکے دین کے خلاف ہو مثلاً زید مسلمان اور اولاد مین بعض کافر ہوے تو کافر کو میراث نہ ملے گی اور اسکے برعکس بھی کہ زید کافر اور اسکا بیٹا مسلمان ہو تو زید کا وارث نہو گا۔ اور نیز اگر زید دارالاسلام مین ہو اور اس کی اولاد مثلاً لڑکا دارالحرب مین ہو تو کوئی دوسرے کا

وارث ہوگا اور اسی طرح اگر اسنے عمداً قتل کیا ہو تو بھی بالاجماع وارث ہوگا پس رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد یہ چار باتیں علی العموم
میراث سے مانع ہیں پس اگر اولاد میت میں بھی کوئی پائی جاویگی تو اسکو میراث نہ ملیگی۔ آور ترکہ وہ ہے جو میت نے چھوڑا اور میراث اسمیں سے وہ ہے جو وارثون
کو ملے اور وہ میت کی تجہیز و تکفین و ادائے قرضہ و وصیت کے بعد جو کچھ بچے وہ میراث ہے اور قرضہ ایسی چیز ہے ظاہر ہے کہ اگر میت کی حیثیت ایک روپیہ
گز کے کفن کی تھی تو درصورت قرضہ کثیر ہونے کے کہ ترکہ کفایت نہ کرتا ہو اسکو دو تین آنہ گز کا کفن ملیگا۔ اور واضح ہو کہ میت کا حق مال متروکہ سے
منقطع ہو جاتا ہے سوائے ایک تہائی کے کہ اس سے متعلق رہتا ہے۔ آور واضح ہو کہ آیات میراث میں چند باتیں پہلے جاننا ضرور ہیں۔ آول آنکہ کمتر
جمع دو ہے دوم وارث چار طرح کے ایک وہ کہ جنکا حصہ فقط فرض و مقرر ہے جیسے جورو و مرد ہیں اور ایسون کو ذوی الفروض کہتے ہیں دوم جنکا
حصہ مقدر نہیں بلکہ وہ ذوی الفروض کا حصہ مقرر دینے کے بعد باقی سب لے لیتے ہیں جیسے بیٹا اور ایسون کو عصبہ کہتے ہیں سوم وہ جنکا
حصہ بھی مقرر ہے اور باوجود اسکے وہ عصبہ بھی ہو جاتے ہیں جیسے باپ کہ درصورت ایک دختر ہونے کے وہ اپنا مقدر حصہ لیگا اور دختر کے مقدرہ
حصہ دینے کے بعد باقی کو عصبہ ہو کر لے لیگا۔ چہارم وہ کہ کسی صورت میں ذوی الفروض میں سے اور کسی صورت عصبہ میں سے ہوتے ہیں جیسے
میت کا باپ و دختر ہو تو دختر کو نصف مقدر ملیگا اور اگر بیٹا و بیٹی ہو تو بیٹا دو حصے اور بیٹی ایک حصہ لیگی۔ اب میں اللہ تعالےٰ کی توفیق و طاقت سے
استعانت پاکر تفسیر شروع کرتا ہوں قال تعالےٰ۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم اللہ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے حق میں اور مراد اولاد
سے وہ تمام بیٹے و بیٹیاں ہیں جنمیں رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد کا کوئی مانع نہو کیونکہ اگر اولاد رقیق ہو یا دین اسلام سے خارج
ہو یا کافرون کے ملک میں رہتی ہو یا اسنے باپ یا مان کو یعنے مورث کو عمداً قتل کیا ہو تو وہ محروم ہے۔ پھر اولاد جمع کا لفظ کہہ دو سے زیادہ اولاد
کے بارہ میں حکم دیتا ہے۔ اگرچہ دو ہی ہوں کیونکہ میراث میں کمتر جمع دو ہے اور کل اولاد میں وہ حمل بھی داخل ہے جسکے علوق کا وقت وفات میت کے
ہونا یقینی معلوم ہو بایں طور کہ میت کی جورو وقت وفات سے چھ مہینے کے اندر بیجنے اور اولاد کا لفظ میت کے پسر کی اولاد کو بھی شامل ہے
یعنے اگر میت کی صلبی اولاد نہو تو پسر کی اولاد بھی اسی طرح مستحق ہوگی اور اسمیں آئمہ حنفیہ و شافعیہ و جمہور متفق ہیں خلاف اسمین ہے کہ یہ شامل ہونا مجازاً
ہے یا حقیقۃً ہے تو حنفیہ کہتے ہیں کہ حقیقۃً شامل ہے اور شافعیہ مجازاً شمول کہتے ہیں بہر حال شمول میں اتفاق ہے آور اولاد میں خنثیٰ بھی شامل
ہے یعنے وہ بچہ جس کے نر و مادہ دونوں کی علامت موجود ہو اور قرطبی نے کہا کہ علمانے اجماع کیا ہے کہ خنثیٰ اگر مرد کی علامت سے پیشاب
کرے تو اس کو مذکر کا حصہ اور اگر مونث کی علامت سے پیشاب کرے تو مونث کا حصہ دیا جاوے گا۔ اور اگر دونون سے پیشاب کرتا ہو تو جسمیں سے
پہلے نکلے اور اگر دونون علامتون سے یکسان نکلتا ہو تو یہی خنثیٰ مشکل ہے اس کے حصہ میں اختلاف ہے آور اس آیت سے میراث کا وہ قاعدہ
جو زمانۂ شرک سے لوگون میں جاری تھا کہ حلیف ہونے اور مہاجرت اور معاقدت وغیرہ اسباب سے باہم وارث ہوتے تھے منسوخ ہوگیا
پھر اللہ تعالےٰ نے اس کی تفصیل فرمائی۔ للذکر مثل حظ الانثیین۔ نرینہ اولاد کو اس حساب سے کہ ایک کو دو مونثون کے
برابر یعنی لڑکا لڑکی سے دوچند پاوے گا اور چونکہ یہ اجمال اول کی تفصیل ہے لہذا اسمین ایک ضمیر چاہیے جو اجمال کی طرف راجع ہو یعنے
للذکر منھم۔ مگر چونکہ معلوم تھا ضمیر حذف ہوئی اگر کہا جاوے کہ اولاد سے شروع کیا جواب یہ ہے کہ دو وجہ سے ایک تو میت کے زیادہ قریب کے لائق
ہیں دوم اکثر بعد میت کے یہی ملتے ہیں پس فرمایا کہ پسر کو دختر سے دوچند دیا جاوے اور اسپر اجماع ہے کہ اولاد کے ساتھ جو ذوی الفروض اہل
ہوں انکو انکا حصہ مقدر نکالکر باقی کو اولاد میں اسطرح تقسیم کیا جاوے پس لڑکا عصبہ ہے آور عصبہ وہ ہے جسکا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے بلکہ جن لوگون کا
حصہ مقدر ہے وہ دیکر باقی سب کا مالک ہے اور جنکا حصہ مقدر ہے انکو ذوی الفروض کہتے ہیں حتیٰ کہ اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو بیٹا کل میراث کا

مالک ہو۔ رہی لڑکی تو وہ ایک صورت مین عصبہ ہو اور ایک صورت مین ذوی الفروض سے ہو چنانچہ جب لڑکا ہو تو لڑکی بھی اسکے ساتھ عصبہ ہو اور اگر ساتھ نہو تو ذوی الفروض مین سے ہوگی کہ اسکا حصہ مقدر ہو اور عصبہ وہ ہو کہ اگر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لے واضح ہو کہ میت کے ترکہ سے اوّل تجہیز و تکفین کیجاوے پھر قرضہ ادا کیا جاوے اگر ہو پھر وصیت صرف تہائی مال میت سے ادا کیجاوے اگر ہو پھر جو باقی رہے وہ میراث ہو جسمین سے ذوی الفروض کو انکا مقرری حصہ دیا جاوے اگر ہون پھر باقی کو اولاد مین اسطرح تقسیم کیا جاوے۔ اولاد تین حال سے خالی نہین یا تو مذکر و مونث دونون ہونگے تو یہ حکم آیت مین مذکور ہو یا فقط مذکر تو سب مال بعد اہل فرائض کے لے لیگا یا فقط مونث تو اللہ تعالے نے آگے فرمایا۔ بقولہ سبحانہ تعالی۔ فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک پہلے فرمایا تھا کہ دو لڑکیان اور ایک لڑکا ہو تو نصف دونون لڑکیون کو اور نصف ایک پسر کو ملیگا اب فرمایا کہ اگر لڑکیان دو سے زائد ہون خواہ تین ہون یا چار یا زیادہ تو انکو بھی دو تہائی ملیگا۔ اس تقریر سے دو لڑکیون کا نصف حصہ گویا بیان ہو گیا اور ایک لڑکی کا بیان باقی رہا اور یہی ابن عباس رض کا قول ہو لیکن جمہور صحابہ نے کہا کہ دو لڑکیون کا بھی دو تہائی ہو اور اسی کو چارون اماموں نے اپنا مذہب قرار دیا ہو سو بعضے لوگون نے خیال کیا کہ یہ قرآن مجید کے اسی نظم سے اسطرح ثابت ہو کہ لفظ فوق زائدہ ہو اور تقدیر یہ کہ فان کن نساء اثنتین جیسے قولہ فاضربوا فوق الاعناق مین فوق زائد ہو کیونکہ یہ غرض نہین کہ کافرون کی گردن کے اوپر سے ارو بلکہ گردن مارو۔ اور نحاس رح و ابن عطیہ رح نے اسکو رد کر دیا کہ یہ خطا ہو کیونکہ ظروف تمام کلام عرب مین بے معنے زائد نہین ہو سکتے اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ دونون آیتون مین فوق کا زائدہ ہونا غیر مسلم ہو اور ممتنع ہو کہ قرآن مجید مین بیفائدہ کوئی لفظ بھرتی کا ہووے اور اگر یہی ہوتا یعنی بمنزلہ فان کن نساء اثنتین۔ تو آگے فلهما ثلثا ما ترک ہوتا حالانکہ فلهن ثلثا ما ترک ہو مترجم کہتا ہو کہ فوق کو زائد کہنے والے نے اپنے اوپر مشقت اٹھائی اور دونی مصیبت بڑھائی کیونکہ اگر تین دختر ہون تو انکا حکم مذکور نہین اور چار ہون تو معلوم نہین علی ہذا القیاس اور یہ ایسی قباحت ہو کہ پھر کوئی اشارت دلالت بھی ظاہر نہین بخلاف ان لوگون کے جو زائد نہین کہتے ہین بلکہ کہتے ہین کہ اس سے دو سے زیادہ چاہے جسقدر ہووین سب کا حکم معلوم ہو گیا اور فقط دو کا حکم تو یہ بدلالت قرآن سے معلوم ہو کیونکہ جب مذکر کے ساتھ ایک دختر کو تہائی ملا تو منفرد دو دختر کو یعنی ہر ایک کو مونث کے ساتھ بدرجہ اولی تہائی ملیگا پس دونون کی دو تہائی ہوئی اور نحاس رح نے اسمین کلام کیا کہ اختلاف تو دو دختر مین جب ہو کہ پسر سے تنہا ہون اور نیز معارضہ کیا کہ ایک پسر و دو دختر ہون تو دونون کے لیے نصف ہو پس معلوم ہوا کہ انکا فرض مقدر بھی یہی ہو اور یہ ماخوذ ہی مذہب ابن عباس رض سے جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا۔ و نیز جمہور نے قیاس پیش کیا کہ دو بہنون منفردہ کے لیے دو تہائی فریضہ منصوص ہو تو دو دختر منفردہ کے لیے بدرجہ اولے ہوگا اور مترجم کہتا ہو کہ پوشیدہ نہین کہ اولویت کا حکم بنظر قرابت رحم ہو لیکن مواریث کی تقدیر مین قرابت رحم کی علت ہونا یا بھی فقط علت ہونا محل مناقشہ ہو پھر قیاس کہان ہو سکتا ہو خصوص جبکہ فرمایا۔ آباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا۔ فریضة من اللہ۔ ان اللہ کان علیما حکیما۔ اور ایسے ہی شیخ ابن کثیر نے جو استدلال ذکر کیا کہ اللہ تعالی نے ایک دختر کے لیے نصف حصہ منصوص فرمایا اگر دو کے لیے بھی ہوتا تو منصوص ہوتا پس اکیلی منفردہ کی تخصیص نصف نے دلالت کی کہ دو دختر بحکم سہ دختر ہین مترجم کہتا ہو کہ اسمین وہی مناقشہ ہو جو مین نے بیان مذہب حضرت ابن عباس رض مین اشارہ کیا یعنی دو کا حکم نصف کا تفصیل یا اجمال سے سمجھا گیا یعنی للذکر مثل حظ الانثیین کیونکہ یہ کلام بھی خود ثابت ہو کہ اگر اولاد مین ایک پسر ہو اور دو دختر ہون تو دو دختر کا فقط نصف حصہ ہو اور نصف مذکر کا ہو پس جبکہ تنہا ایک دختر کا بیان رہا تھا اسکو منصوص فرمایا لیکن یہ ضرور وارد ہو کہ للذکر مثل حظ الانثیین سے [illegible]

و ایک دختر کا حصہ بھی ایک تہائی سمجھا گیا پس تخصیص علیحدہ بوجہ حکم انفراد کے ہے مگر آنکہ کہا جاوے کہ انفراد کے ساتھ جبکہ اجتماع وانفراد میں فرق بھی ہو
پس دو کا حکم انفراد چونکہ بلا فرق کے وہی تھا جو اجتماع مذکر کے ساتھ مذکور ہوا لہذا الگ نہیں بیان کیا مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ اجتماع و
انفراد دختروں کے حق میں در اصل مختلف ہے کیونکہ اجتماع میں دختر بھی عصبہ ہیں اور انفراد میں ذوی الفروض میں سے ہیں فافہم پس سب سے اصح
دلیل جمہور کے واسطے وہ حدیث جابرؓ ہے جو ہم نے سبب نزول کے بیان میں اوپر ذکر کی جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن الربیع کی
دونوں دختر کے واسطے دو تہائی کا حکم فرمایا اور یہ حدیث خود حجت ہے اور مؤید اس دلالت کی جو قرآن مجید سے مذکور ہوئی فافہم واللہ اعلم اب
آگے اکیلی ایک دختر کا حکم فرمایا - بقولہ تعالیٰ عز وجل - وان کانت واحدۃ فلھا النصف - یعنی اولاد میں اگر اکیلی ایک لڑکی ہو تو اسکے واسطے
نصف ہی اسکا ہو گا - قولہ فلامہ الثلث - یعنی جب فقط والدین وارث ہوں تو ماں کو تمام مال کی تہائی ملیگی اور مدارک میں فرمایا کہ اگر والدین
کے ساتھ شوہر و جورو میں سے کوئی ہو تو ماں کے واسطے تہائی تمام مال کا حکم نہیں رہیگا بلکہ زوج کا حصہ نکالکر باقی مال کی تہائی کا حکم ہو گا اسواسطے
کہ باپ بہ نسبت ماں کے میراث میں اقوی ہے کیونکہ درصورت تنہائی کے باپ کا حصہ ماں سے دو چند ہے پھر اگر درصورت زوج ہونے کے یعنے جورو یا
مرد ہونے کے بھی اسکا حصہ تہائی کل مال سے مقرر ہو تو لازم آویگا کہ باپ کا حصہ ماں سے کم ہو جاوے چنانچہ مثلاً ایک عورت مری اور اسنے
ماں و باپ و خاوند چھوڑے تو خاوند کو بسبب اولاد نہونے کے نصف ترکہ ملا اور ماں کو بر تقدیر مذکور تہائی دیا گیا تو باپ کے لیے چھٹا حصہ
رہ گیا بایں طور کہ کل مال کے چھ حصہ کرکے تین سہام شوہر کو اور دو سہام ماں کو اور رہا ایک سہم وہ باپ کو ملا پس للذکر مثل حظ الانثیین
کا حکم بدل کر للانثی مثل حظ الذکرین - ہو جائیگا حالانکہ یہ خلاف منصوص ہے پس لازم آیا کہ ماں کو بعد حصۂ شوہر کے باقی کی تہائی دیا جاوے تو
یہ بات لازم نہ آوے چنانچہ اس مسئلہ میں منجملہ چھ سہام کے شوہر کو تین سہام دیکر باقی تین میں سے ماں کو تہائی کا ایک سہم دیا جاویگا اور
دو سہام باپ کے ہیں تو مرد کو عورت سے دو چند ملا - وھو الحق - قولہ سبحانہ تعالیٰ - فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس یعنے اگر میت کے
بھائی بہن ہوں (نہ اولاد) تو میت کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے - اسمیں ماں کے محجوب کرنے میں بھائی ہوں یا بہن ہوں خواہ میت کے
اعیانی ہوں یا علاتی یا اخیافی یعنے کسی قسم کے ہوں سب برابر ہیں لیکن جب دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تب ماں کو تہائی سے محجوب کر کے
چھٹے حصہ پر لاتے ہیں اور اگر ایک بھائی یا بہن ہو تو وہ ماں کو محجوب نہیں کر سکتا - پس اخوۃ جمع سے مراد دو یا زیادہ ہے کیونکہ میراث میں
کمتر جمع دو ہے - اور اخوہ تین طرح کے ہوتے ہیں اعیانی یعنے ایک ماں و باپ سے سگے - علاتی یعنے باپ ایک ہو اور مائیں دو ہوں - اور اخیافی
یعنے ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں پس میت کا باپ زندہ ہوتے ہوئے انمیں سے کوئی وارث نہ ہوگا کیونکہ باپ عصبہ ہے ایسے ہی میت کی دختر ہو تو بھی
باپ باقی کا عصبہ ہے اور اگر پسر ہو تو باپ کو فقط فرض یعنے چھٹا حصہ ملیگا اور اگر میت کے پسر و باپ یا دادا میں سے کوئی نہو تو عینی اخوہ
وارث ہونگے ورنہ علاتی - پھر اخیافی ہر ایک بھائی و بہن کو چھٹا حصہ ہے اور اگر ایک سے زائد ہوں تو تہائی میں سب مساوی مشترک ہونگے اور
انکا مذکر و مونث یکساں ہے - الحاصل **میت کا پسر** ہمیشہ عصبہ ہے اور صلبی پسر کے ہوتے ہوئے پوتا محجوب ہے اور اگر کوئی پسر نہو تو پوتا بھی مانند
پسر کے عصبہ ہے لیکن جب میت کی دختر و پوتا ہو تو دختر کو نصف دیکر باقی پوتا پاویگا - **میت کی دختر** - اگر پسر کے ساتھ ہو تو عصبہ ہے کہ
بعد ذوی الفروض کے حق دینے کے باقی ان بھائی بہنوں میں اسطرح تقسیم ہوگا کہ پسر کو دختر سے دو چند ملیگا اگر دختر کے ساتھ پسر نہو تو وہ ذوی
الفروض میں سے ہے کہ اگر ایک ہو تو نصف پاویگی اور دو ہوں یا زیادہ ہوں تو سب کو دو تہائی ملے گا - **میت کا باپ** اگر میت کا پسر
ہو یا پوتا تو چھٹا حصہ فریضہ فقط اور اگر دختر ہی ہو تو چھٹا حصہ فریضہ پھر بعد فریضۂ دختر کے باقی کا عصبہ ہو گا - **میت کا دادا**

جب باپ نہ ہو تو دادا بمنزلہ باپ کے ہو میت کی ماں اگر میت کا پسر یا دختر موجود ہو تو چھٹا حصہ ہے اور اگر کوئی فرزند نہو تو ماں کو
کل مال کی تہائی اور اگر عورت میت کا زوج ہو یا مرد میت کی زوجہ ہو تو اسکا فریضہ دینے کے بعد باقی مال کی تہائی ملیگی اور اگر دو سے زیادہ
بھائی بہن کسی قسم کے ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا - یہاں تک حصص تو آیت کریمہ میں اتنک مذکور ہوئے ہیں باقی آگے آتے ہیں

آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ ج لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ج فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ط

تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ہو کہ انمیں کون تمھارے نفع کے لیے سب سے نزدیک ہے حصہ باندھا اللہ کیطرف سے

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ○

اللہ تعالے خوب دانا و حکمت والا ہے

عوفی کی روایت ابن عباس میں ہے کہ آیت فرائض میں بعض لوگوں کو اکراہ ہوا کہ عورت کو چوتھائی یا آٹھواں دیا جاوے اور دختر کو
نصف اور پسر صغیر عصبہ ہو جاوے حالانکہ انمیں سے کوئی بھی نہ دشمن دفع کرے نہ غنیمت لاوے اور زمانہ جاہلیت میں میراث سب سے بڑے مرد کو پھر
اس سے چھوٹے کو اس ترتیب سے دیتے تھے رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر - اور عطاء نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ پہلے یہ تھا کہ مال میراث
تو اولاد کا تھا اور والدین کے لئے وصیت تھی پس اللہ تعالے نے اسمیں سے جو چاہا منسوخ فرمایا پس مذکر کو برابر دو مونث کے حصہ
دیا اور والدین میں سے ہر ایک سے یہ چھٹا حصہ و تہائی مقرر کیا اور زوجہ کے لیے آٹھواں یا چوتھائی رکھا اور شوہر کے لیے چوتھائی یا
نصف رکھا رواہ البخاری - اور حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے امر جاہلیت کو دور کیا کہ کل میراث مذکر کو دیتے اور نیز ابتداے اسلام میں جو حال
یہ تھے کہ کل مال اولاد کا اور انمیں سے وصیت فقط والدین کو تھی منسوخ کیا کیونکہ انسان کو کبھی نفع دنیوی یا اخروی یا دونوں اسکے
باپ سے اسقدر پہونچتا ہے کہ اولاد سے نہیں پہونچتا اور کبھی بر عکس ہوتا ہے اور اسکا دانا اللہ تعالی ہے بندہ نہیں اسواسطے یہاں فرمایا - آباؤکم
وابناؤکم - مبتدا - اور خبر اسکی - لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا - فی الدنیا والآخرۃ فظان ان ابنہ
انفع لہ فیعطیہ المیراث فیکون الاب انفع وبالعکس وانما العالم بذلک اللہ تعالے - تمھارے آباء و ابناء تم نہیں جانتے ہو کہ کون انمیں سے
اقرب ہے تمھارے واسطے از راہ نفع کے یعنی دنیا میں اور آخرت میں کون تم کو نافع ہوگا پس گمان کرنے والا انکل لگاویگا کہ میرا بیٹا میرے
حق میں زیادہ نافع ہے تو اسکو میراث دیگا حالانکہ اسکا باپ اسکے لیے زیادہ نافع نکلے یا اسکے برعکس ہوا اور بات یہ ہے کہ اس امر کو اللہ تعالی ہی
خوب جانتا ہے - ففرض لکم المیراث - فریضۃ من اللہ - پس فرض کردی تمھارے لیے میراث فرض کرنا بطور خاص اللہ تعالی کی طرف
سے - حاصل آنکہ تمھاری راے واجتہاد پر نہیں چھوڑا کیونکہ تم اس کی مقدار جاننے سے عاجز ہو اور یہ جملہ معترضہ ہے اسکے لیے کوئی محل
اعراب نہیں ہے کذا فی المدارک - اور ایہم مبتدا مرفوع اور اقرب لکم خبر اور نفعا تمیز ہے یعنی - اقرب از روے نفع کے اور یہ جملہ اسمیہ محل
نصب میں لا تدرون کا مفعول ہے - پھر فریضۃ کو نصب بنا بر آنکہ مفعول مطلق ہے اسیواسطے مفسر رحمہ نے کہا ففرض لکم المیراث
فریضۃ من اللہ - اور کمالین میں کہا کہ مراد یہ ہے کہ یوصیکم کا مصدر موکد بغیر لفظ ہے از قبیل قولک لہ علی الف درہم اعترافا اور
حاصل آنکہ مقادیر مختلفہ مفروضہ و مساوات وارثوں میں جو میراث میں فریضہ ہے اللہ تعالی کی طرف سے اور اسی کی طرف سے حکم
کیا گیا و مقدر کیا گیا ہے کیونکہ وہی دانا ہے ہر چیز کو اپنے محل پر رکھتا ہے اسی واسطے فرمایا - ان اللہ کان علیما - بخلقہ - اللہ تعالی
علیم ہے - یعنی اپنی مخلوق کو ہر طرح جانتا ہے - حکیما - فیما دبرہ لہم ای لم یزل متصفا بذلک حکیم ہے اسمیں جو اپنی مخلوق کے

واسطے مقرر فرمائی اور چونکہ کان صیغۂ ماضی تھا تو مفسرؒ نے کہا یعنی برابر ہمیشہ اس صفت علم و حکمت سے متصف ہے اور حاصل جواب یہ
کہ کان یہاں استمرار و دوام کے معنے میں ہے اور یہ عرب کی زبان میں شائع ہے ف جاننا چاہیے کہ آیۂ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ یہاں تمام
ہوئی ہے اور بنظر تسہیل میں نے باپ و ماں کے حصص اپنے مذہب کے موافق اوپر ذکر کر دیے تاکہ عام نفع اٹھاویں اور توضیح یہ ہے کہ ماں و باپ
کی چند حالتیں ہیں اول آنکہ میت کی اولاد کے ساتھ جمع ہوں تو ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا پس اگر میت کی ایک ہی دختر ہو تو اسکو
نصف اور ہر ایک والدین کو چھٹا چھٹا دیکر باقی چھٹے حصہ کو بھی میت کا باپ بطور عصبہ لے لیگا پس ایسی حالت میں باپ کو فرض و عصوبت
دونوں ہونگے۔ دوم آنکہ والدین تنہا ہوں تو ماں کو تہائی دیکر باقی کو باپ محض تعصیب میں لیگا پس باپ اس حالت میں محض عصبہ ہوا اور اگر انکے ساتھ
زوج ہو یا زوجہ ہو تو اس صورت میں بسبب اولاد نہونے کے شوہر کو نصف یا زوجہ کو چہارم مل جاویگا پھر علما میں اختلاف ہے کہ ماں کو کیا ملیگا
اسمیں تین قول ہیں ایک قول یہ کہ ہر دو مسئلہ میں ماں کو باقی کا تہائی ملیگا گویا والدین کی نسبت یہی باقی مال ہی کل میراث ہے اور اللہ عزوجل
(زوج ہو یا زوجہ ۱۲)
نے ماں کے واسطے باپ کے حصہ کا نصف رکھا ہے پس وہ باقی کا تہائی لیوے اور دو تہائی باپ لیوے۔ اور یہی قول حضرت عمر و عثمان کا اور ہر دو
روایت میں اصح روایت کے موافق حضرت علی کا قول ہے اور یہی قول حضرت ابن مسعود و زید بن ثابت کا ہے اور اسکو فقہاء مدینہ اور چاروں اماموں
اور جمہور علما نے اختیار کیا ہے۔ اور دوسرا قول یہ کہ زوج و زوجہ ہو یا نہو بہرحال ماں کو کل مال کی تہائی ملیگی کیونکہ فان لم یکن لہ ولد و ورثہ ابواہ فلامہ
الثلث عام ہے اور یہ قول ابن عباس و معاذ بن جبل و شریح و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ ظاہر عموم آیت تو
جمیع ترکہ سے ہے اور یہاں بعد حصہ زوج یا زوجہ کے باقی کو جمیع قرار دیا گیا پس باقی کا تہائی ملیگی۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ ماں کو فقط زوجہ کے مسئلہ میں
کل مال کی تہائی ملیگی چنانچہ بارہ میں سے چہارم یعنی تین تو زوجہ لیگی اور سوم یعنی چار ماں کو ملیں گے اور باقی پانچ باپ کو رہیں گا اور اگر شوہر ہو تو
ماں کو باقی تہائی ملیگی تاکہ ماں کو باپ سے زیادہ نہ ملے اور یہ قول ابن سیرین سے نقل کیا جاتا ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے پس صحیح وہی قول اول
ہے حال سوم آنکہ والدین کے ساتھ اخوہ ہوں خواہ سگے ہوں یا باپ کی طرف یا ماں کی طرف سے سوتیلے ہوں سو یہ لوگ باپ کے ہوتے ہوئے
وارث نہیں ہو سکتے لیکن ماں کو تہائی حصہ سے محجوب کر کے چھٹے حصہ پر کر دیتے ہیں پس اگر سوائے اخوہ کے اور کوئی نہیں تو ماں کے چھٹے
حصہ کے بعد باقی باپ کو تعصیب میں ملیگا۔ پس معلوم ہوا کہ باپ کو محض تعصیب دو جگہ ہوتی ہے ایک یہاں اور ایک فقط ماں کے ہوتے ہوئے
فاحفظہ۔ پھر دو اخوہ کا حکم بھی جمہور کے نزدیک یہی ہے جو تین یا زیادہ اخوہ کا ہے اور ابن عباسؓ سے اسمیں خلاف بسند ضعیف نقل کیا جاتا ہے
اور صحیح سند سے من طریق خارجہ بن زید عن ابیہ روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اخوان بھی اخوہ کہلاتے ہیں اور ایک بھائی ہو تو وہ ماں
(یعنی دو ۱۲　یعنی جمع کے لفظ سے ۱۲)
کو کچھ محجوب نہیں کرتا اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اہل علم کی دانست میں اخوہ کا محجوب کرنا ماں کو اسی جہت سے ہے کہ باپ ان کے شادی بیاہ
کر دینے کا متولی ہوگا اور انکا نفقہ باپ پر ہے نہ ماں پر اور یہ اچھا کلام ہے لیکن ابن عباسؓ سے بسند صحیح مروی ہے کہ اخوہ نے چھٹے حصہ سے ماں کو
محجوب کیا تو یہ حصہ انکو مل جائیگا اور یہ قول شاذ ہے اور شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ تمام امت سے مخالف ہے۔ اب باقی رہا بیان کہ دادا بھی بمنزلہ
باپ کے ہے اس امر میں کہ اسکے ہوتے ہوئے اخوہ ساقط ہوں یا نہیں ہے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مذہب یہ ہے کہ وہ بمنزلہ باپ کے ہے اور انکے
(یعنی محروم ۱۲)
ایام خلافت میں صحابہ رضی اللہ عنہم سب متفق تھے پھر انکی وفات کے بعد اختلاف ہوا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول پر ابن عباس
و عبداللہ بن الزبیر و عائشہ و معاذ بن جبل و ابی بن کعب و ابو الدرداء و ابوہریرہ و عطاء و طاؤس و حسن و قتادہ و ابوحنیفہ و ابوثور و اسحاق کا قول
ہے اور حضرت علی بن ابی طالب و زید بن ثابت و ابن مسعودؓ کا مذہب یہ کہ دادا کو میت کے بھائیوں بہنوں کے ساتھ وارث کیا جاوے جبکہ

سگے ہوں یا باپ کی طرف سے ہوں اور انکے ساتھ بہن جد کی تہائی سے کمی ہوگی اور ذوی الفروض کے ساتھ چھٹے حصہ سے جد کا حصہ کم نہ ہوگا بقول زید و مالک و اوزاعی و ابو یوسف و محمد و شافعی رح ۔ اور بھائیوں کی اولاد دادا کے ہوتے ہوئے جمہور کے قول پر ساقط ہو جاتی ہے اور رہی جدہ یعنے ماں کی ماں تو علما کا اتفاق ہے کہ اگر میت کی ماں نہ ہو تو وہ چھٹا حصہ پاویگی اور اجماع ہے کہ ماں کے ہوتے ہوئے ساقط ہے اور اجماع ہے کہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط نہیں ہے اور اگر میت کی سگی نانی کا بیٹا موجود ہو تو زید بن ثابت و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جدہ وارث ہوگی یہی قول مالک و ثوری و ابو ثور و اوزاعی و ابو حنیفہ وغیرہم کا ہے ۔ اور حضرت عمر و ابن مسعود و ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ وارث ہوگی اور یہ عثمان و علی رض سے بھی مروی ہے اور یہی شریح و جابر بن زید و احمد و اسحاق وغیرہ کا قول ہے **فائدہ ثانیۃ** عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالیٰ آباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا ۔ اشارہ یہ کہ بزرگوں کی خدمت کرو اور اولاد پر رحم کرو کیونکہ بسا اوقات انہیں سے کسی فریق سے کوئی ایسا ولی ہوگا جو تمھارے لیے درگاہ الٰہی عز و جل میں سفارش کی اجازت پاویگا اور یہاں مبہم رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ سب پر رحمت و شفقت رکھیں بتوقع اس ولی صادق کے ۔ اور حضرت ابن عباس رض نے اقرب لکم نفعا کی تفسیر میں فرمایا کہ آباء و ابناء میں تم سب سے زیادہ فرمانبردار اللہ عز و جل کا اور تم سب سے بلند درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز ۔ اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مومنوں میں سے بعض کو بعض کا شفیع فرماویگا پس اگر پسر اپنے والدین سے بلند درجہ ہوگا تو والدین کو اپنے درجہ پر لاویگا تاکہ اسکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اگر والد بدرجہ اعلیٰ ہوگا تو اسکے ذریعہ سے فرزند کا درجہ بلند ہوگا تاکہ اسکی آنکھیں خنک ہوں

اور تم کو آدھا مال جو چھوڑ مریں تمھاری عورتیں اگر نہ ہو ان کی کوئی اولاد اگر ان کی اولاد ہے تو تم کو

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

چوتھائی جو چھوڑا بعد وصیت کے جو کر جاویں یا قرضے کے اور عورتوں کو چوتھائی مال جو تم چھوڑو

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ

اگر تمھارے کوئی فرزند نہ ہو اور اگر تمھارے فرزند ہو تو تمھاری عورتوں کو آٹھواں اس سے جو تم نے چھوڑا بعد اس وصیت کے جو دلوا مرو تم

يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ

یا قرضہ کے اور کسی ایسے مرد کی میراث ہے جو باپ بیٹا نہیں رکھتا یا عورت ہے اور اس شخص کا کوئی بھائی یا بہن ہے تو دونوں سے

بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو سب کے سب شریک ہوں گے تہائی میں بعد

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ

وصیت کے جو کی گئی ہو یا قرضہ کے جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو یہ وصیت اللہ کی طرف سے اور اللہ خوب جاننے والا حلم والا ہے

وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۗ

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ ۔ جمع زوج یعنے جورو و نیز یعنے شوہر و یہاں مراد اول ہے والمعنے اور تمھارے لیے نصف اس مال کا جو تمھاری زوجات نے چھوڑا ۔ **إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ** ۔ منکم او من غیرکم بشرطیکہ زوجات کا فرزند کوئی نہو ۔ نہ لڑکا اور نہ لڑکی اور نہ تمھارے نطفہ سے اور نہ پہلے خاوند سے ۔ **فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ**

تُوْصِیْنَ بِھَآ اَوْدَیْنٍ - پھر اگر زوجات کا کوئی فرزند ہو تو تمھارے واسطے انکے ترکہ میں سے چہارم حصہ ہی بعد ادائے وصیت کے جو وہ
وصیت کر کے مریں یا بعد ادائے قرضہ کے ف یا اگر قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو دونوں دیکر باقی میراث ہی - واضح ہو کہ میت کی تجہیز و تکفین کے
بعد کہ قرضہ بالاجماع ہر حال میں مقدم ہی اور وصیت کو آیت میں اسواسطے مقدم کیا تاکہ وصیت کا لحاظ زیادہ رکھا جاوے پھر بعد قرضہ کے میت کی
تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر وارثوں کے حق متعلق ہیں اور آخر میں انشاء اللہ تعالی مختصر بیان ہی ایسے ارث کا لکھدیا جائیگا تخریج و طریقہ تقسیم کہ
انشاء اللہ تعالی - اور یہاں آیت میں بیان ہی کہ اگر زوجہ مرنے درحالیکہ اسکا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی نہیں موجود ہی تو شوہر کو نصف ملیگا اور اگر
موجود ہو تو شوہر کو چہارم ملیگا رہا یہ کہ فرزند تو حقیقت میں وہ ہی جو عورت کے پیٹ سے ہو جیسے مرد کے بیٹے کا نطفہ اسکا حقیقی فرزند ہی مفسر رح نے کہا
کہ والحق بالولد فی ذلک ولد الابن بالاجماع - یعنے میراث میں پسر کا فرزند بھی فرزند کے ساتھ لاحق کیا گیا اور یہ اجماع ہی یعنے سب علماء میں اتفاق ہی
کہ اگر صلبی فرزند نہ ہو بلکہ پسر کا فرزند موجود ہو تو وہ بمنزلہ صلبی فرزند کے ہی ابن کثیر رح نے فرمایا کہ میت کے شوہر کے لیے دو حال ہیں ایک یہ کہ
فرزند نہ ہونے کی صورت میں نصف اور دوم فرزند ہونے کی صورت میں چہارم - یہ امر بالاجماع ہی اسمیں کچھ خلاف نہیں ہی اور ایسے ہی حکم زوجات
چنانچہ فرمایا - وَلَھُنَّ - ای للزوجات تعددن اولا - الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْتُمْ - زوجات کے لیے خواہ ایک ہو یا کئی ہوں تمھارے ترکہ سے
چہارم ہی - یعنے شوہر کے مرنے پر اسکی زوجہ کو ایک ہو یا چار تک ہوں فقط چہارم مال ملیگا پس اکیلی ہی تو کل چہارم لے اور کئی ہیں تو اسی چہارم میں
برابر شریک ہوں یہ چہارم حصہ اسوقت ہی کہ - اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّکُمْ وَلَدٌ - اگر تمھارے کوئی فرزند نہو - یعنی نہ بیٹا بیٹی اور نہ پوتا پوتی [illegible]
ہذا القیاس - منھن او من غیرھن - نہ اس جورو سے ہو اور نہ کسی دوسری جورو سے ہو یعنے کسی جورو سے تمھارا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی موجود
نہو تب زوجات کا چہارم - فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ - منھن او من غیرھن - اور اگر تمھارا کوئی فرزند ہو - خواہ موجودہ جورو سے
ہو یا اسکے سوائے کسی دوسری جورو سے ہو خواہ منکوحہ ہو یا نکاح فاسد ہو یا اپنی لونڈی سے ہو یا پسر کی لونڈی سے بلا ہبہ وغیرہ ہو غرضکہ
جو کبھی شرعی حلت سے تمھارے تحت میں تھی پھر وہ مرگئی یا طلاق دی گئی یا مانند اسکے جدا ہو گئی بخلاف اس کے اگر زنا سے کوئی اولاد ہو تو
وہ بمنزلہ نہونے کے ہی - فَلَھُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ - تو جورو ایک ہو یا زیادہ ہوں سب کو ایک آٹھواں حصہ ملےگا مگر یہ سب اس کل
مال سے ملےگا جو بعد قرضہ و تجہیز تکفین کے و وصیت کے باقی رہا - مِّنْۢ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ تُوْصُوْنَ بِھَآ اَوْ دَیْنٍ - بعد دینے وصیت کے
جو تم دلوا مرے یا بعد قرضہ ادا کرنے کے (اگر قرضہ وصیت ہو) رہا یہ کہ اگر صلبی فرزند نہو مگر پسر صلبی کی اولاد ہو تو مفسر رح نے کہا کہ وولد الابن کالولد
فی ذلک اجماعا - اور پسر کی اولاد اس میراث میں مثل فرزند صلبی کے ہی بالاجماع - اور دختر صلبیہ کی اولاد ایسی نہیں ہی کما تقدم - وَاِنْ
کَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ - صفتہ والخبر - کَلٰلَۃً - یعنے رجل اسم کان اور یورث صفت ہی اور خبر اس کی کلالۃ ہی یعنے وان کان رجل
مورث منہ کلالۃ - اور اگر کوئی ایسا مرد ہو کہ اس کی میراث بطور کلالہ لی گئی - یا کہا جاوے کہ یورث خبر کان ہی اور کلالۃ حال ہی ضمیر یورث سے
کما فی المدارک بہر حال کلالہ کے معنے مفسر رح نے بیان کیے ای لا والد لہ ولا ولد - اسکا باپ نہ ہو اور فرزند بھی نہ ہو - اَوِ امْرَاَۃٌ - تورث کلالۃ
یا کوئی عورت ہو کہ اس سے میراث بطور کلالہ لی گئی - وَّلَہٗ - ای للمورث الکلالۃ - اور مورث کلالہ کے خواہ مرد ہو یا عورت ہو - اَخٌ
اَوْ اُخْتٌ - ای من ام وقرأ بہ ابن مسعود وغیرہ - بھائی یا بہن ہو یعنی ماں کی جانب سے بھائی بہن ہو تو اسکی میراث اسطرح ہی جو آگے
مذکور ہی) حضرت ابن مسعود رض وغیرہ کی قراءۃ میں ولہ اخ او اخت من ام - واقع ہوا ہی - حاصل آنکہ کسی مرد یا عورت کے کوئی فرزند یا باپ
نہ ہو اور اس کی وراثت بطور کلالہ ہو یعنے اس کے بھائی یا بہن ماں کی جانب سے وارث ہوں - فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا السُّدُسُ

ما ترک۔ تو ہر ایک وارث بھائی یا بہن مذکور کے لیے چھٹا حصہ د ترکہ سے ہے۔ قال ابن کثیر کلالہ مشتق از اکلیل ہے یعنی وہ چیز جو سر کو اس کے
کناروں سے محیط ہو اور مراد یہاں وہ حواشی ہیں جو اصول و فروع کے سوائے آدمی کے وارث ہوں چنانچہ شعبی نے حضرت ابوبکر الصدیق سے روایت
کی کہ حضرت صدیقؓ سے کلالہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں اس میں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر ٹھیک ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ہے اور اگر خطا
ہو تو میری جانب و شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ و رسول اس سے بری ہیں پھر کہا کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند نہو اور باپ نہو پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو کہا کہ مجھے
شرم آتی ہے کہ ابوبکرؓ کی رائے سے خلاف کروں رواہ ابن جریر وغیرہ اور ایسا ہی حضرت عمر و علی و ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند و باپ نہو اور یہی
قول ابن عباسؓ و زید بن ثابتؓ وغیرہم سے صحیح ہوا اور یہی قول شعبی و نخعی و قتادہ و حسن و جابر بن زید و حکم کا ہے اور یہی قول اہل مدینہ و اہل کوفہ و اہل بصرہ و فقہائے
سبعہ و ائمہ اربعہ و جمہور سلف و خلف کا یہی قول ہے اور اس اجماع کو بہت لوگوں نے نقل کیا ہے اور اسمیں ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور قولہ تعالیٰ وله اخ
او اخت ای من ام۔ یعنی ماں کیجانب سے بھائی یا بہن ہو اور یہی قراءۃ بعض سلف کی ہے جنمیں سعد بن ابی وقاص بھی ہیں۔ الحاصل اگر کسی میت کے وارث
سوائے اسکے فرزند و باپ کے ایسے لوگ ہوں جنکا تعلق از جانب ولادت مادر ہے اور وہ مادری بھائی بہن ہیں جو ماں کے کسی شوہر سے سوائے پدر میت
کے ہوں پس مرد ایک مادری بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اور اسمیں مذکر و مونث میں کمی بیشی نہوگی۔ فَإِن كَانُوٓا۔ ای الاخوة
والاخوات من الام۔ پھر اگر یہ بھائی و بہنیں جو ماں کی جانب سے ہیں۔ أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ۔ ای من واحد۔ اس سے زیادہ ہوں یعنی ایک سے زیادہ
ہوں۔ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى ٱلثُّلُثِ۔ تو وے ایک تہائی میں شریک ہوں گی۔ یستوی فیه ذکورهم واناثهم۔ اس تہائی میں انکے مذکر و مونث
برابر کے حصہ دار ہونگے یعنی بھائی کو بہن سے کچھ زیادہ نہیں ملیگا۔ قال ابن کثیر مادری بھائی میں دیگر وارثوں سے کئی باتوں میں مخالفت ہیں
اول یہ کہ یہ لوگ اس شخص کے ساتھ میں بھی وارث ہوتے ہیں جس کی وجہ سے قرابت ہے یعنی ماں کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہوتے ہیں دوم انکا انکا
مذکر و مونث برابر کا حصہ دار ہے سوم یہ کہ وارث نہیں ہوتے ہیں مگر جب ہی کہ میت کلالہ ہو پس اگر میت کا باپ موجود ہوگا یا بیٹا یا بیٹی یا پسر کی
اولاد تو وارث نہوں گے۔ چہارم آنکہ میراث کبھی ایک تہائی سے زائد نہیں ہوتی اگرچہ کسی قدر کثرت سے ہوں اور زہریؒ سے روایت ہے کہ حضرت
عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ مادری بھائیوں بہنوں کی میراث آپس میں اس طرح ہے کہ جس قدر مذکر کو اسی قدر مونث کو۔ زہریؒ نے کہا کہ مجھے یہ معلوم
نہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس کا حکم رسول اللہ صلعم سے معلوم کیا یا اسی آیت سے لیا ہے رواہ ابن ابی حاتم اور ایک مسئلہ مشترکہ میں علماء نے خلاف کیا
ہے جس کا نام مسئلہ حمار یہ ہے کہ وہ یوں ہے کہ میت کے ورثہ میں زوج ہے اور ماں یا نانی سگی۔ اور دو اولاد مادری و میت کی حقیقی یعنی سگے بھائی بہن
ایک یا زیادہ ہیں تو جمہور کے قول پر نصف شوہر کو اور ماں یا نانی کو چھٹا حصہ اور مادری اولاد کی تہائی میں عینی بھائی شریک ہوں گے
اور یہ مسئلہ زمانۂ حضرت عمرؓ میں واقع ہوا تو انہوں نے شوہر کو نصف اور ماں کو چھٹا حصہ اور اولاد مادری کو تہائی دیا پس میت کے سگے
بھائی بہنوں نے جو ان باپ دونوں کی طرف سے تھے کہنے لگے کہ اے امیر المومنین مانا ہم نے کہ ہمارا باپ حمار یعنی گدھا تھا پھر کیا ہم مادری اولاد
کے ساتھ ماں کی طرف سے بھی شریک نہیں ہیں کہ ہم سب کی ماں ایک ہے پس عمرؓ نے ان سب کو شریک کر دیا اسیطرح عثمانؓ سے بھی شریک کر دینا صحیح ہوا
ہے اور دو روایتوں میں سے ایک روایت یہی ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عباس سے ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و شریح و مسروق و طاوس
و محمد بن سیرین و ابراہیم نخعی و عمر بن عبد العزیز و ثوری و شریک کا ہے اور یہی مذہب امام مالک و شافعی و اسحٰق بن راہویہ کا ہے۔ اور حضرت علی
بن ابی طالب انہیں باہم شریک نہیں کرتے بلکہ تہائی مذکورہ فقط اولاد مادری کو دیتے اور ایسی حالت میں عینی یا پدری و پدری اولاد کو کچھ
نہیں دیتے کیونکہ وہ لوگ عصبہ ہیں اس سے وہ اعتراض دفع ہو گیا جو عینی سگے بھائیوں نے وارد کیا تھا کہ باپ کچھ نہیں سہی مگر ہماری ماں تو ایک ہے

اور حاصل جواب یہ ہے کہ باپ تمہارا سب کوئی ہے اور تم بہ نسبت اولاد مادری کے افضل ہو کیونکہ تم عصبہ ہو اور عصبہ وہ ہے جو اصحاب فرائض کی مقدار دیکر باقی سب مال لے لے لیکن بیان اسوجہ سے نہ ملا کہ کچھ کہا نہیں اور یہ وجہ نہیں کہ وہ وارث نہیں ہیں فافہم۔ وکیع بن الجراح نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس میں کوئی مختلف روایت نہیں ہے اور یہی قول ابی بن کعب رض و ابو موسیٰ اشعری رض کا ہے اور یہی مشہور قول ابن عباس رض کا ہے اور یہی مذہب شعبی ابن ابی لیلیٰ و ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد بن الحسن اور حسن بن زیاد و زفر بن ہذیل و احمد بن حنبل و یحییٰ بن آدم و نعیم بن حماد و ابو ثور و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہے۔ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ۔ یہ سب جو مذکور ہوا بعد ادا سے وصیت کے جو میت کر گیا یا قرضہ کے ہے درحالیکہ وہ وارثوں پر ضرر ڈالنے والا نہیں ہے بایں طور کہ تہائی سے زیادہ کی وصیت کی ہو آیت کریمہ میں وصیت صرف ایسی ہو کہ غیر مضار ہو یعنے ضرر پہونچانے والی ہو یا تو مطلق ہے ولیکن حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ تہائی سے زیادہ وصیت روا نہیں ہے اور ائمہ علمائے نے اسپر اتفاق کیا ہے اور قرطبی رح نے کہا کہ وارث کے واسطے وصیت بالاجماع نہیں جائز ہے اور بعض نے ذکر کیا کہ ایسی وصیت بھی باطل ہوگی جس سے محض ضرر رسانی مقصود ہو اس میں سے تہائی یا کم کچھ بھی نافذ نہ ہوگی۔ اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ وصیت میں ضرر پہونچانا کبیرہ گناہ ہے رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر۔ اور ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی ستر برس نیکیوں کے کام کرتا ہے پھر وصیت کرنے میں جور و ظلم کر جاتا ہے پس خاتمہ بدکام پر ہوکر دوزخ میں داخل ہوتا ہے اور آدمی ستر برس بدیوں کے کام کرتا ہے پھر وصیت کرنے میں عدل و انصاف کرتا ہے پس خاتمہ نیک کام پر ہوکر جنت میں داخل ہوتا ہے پھر ابو ہریرہ رض نے کہا کہ پڑھو تم اگر جی چاہے تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ تا قولہ عذاب مہین۔ رواہ ابن ماجہ والبیہقی و احمد و عبد بن حمید و ابو داؤد والترمذی وقال حدیث حسن۔ اور حضرت انس رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا جس نے اپنے وارث کی میراث قطع کی قیامت میں اللہ تعالیٰ اسکو جنت سے قطع کریگا رواہ ابن ماجہ قال ابن کثیر اماموں میں اختلاف ہے کہ وارث کے حق میں قرضہ کا اقرار کرنا صحیح ہے یا نہیں اسمیں دو قول ہیں ایک یہ کہ نہیں صحیح ہے بسبب تہمت کے اور حدیث صحیح میں ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے ہر حقدار کو اسکا حق دیدیا اب کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے اور یہی مذہب امام مالک و احمد و ابو حنیفہ کا اور قول قدیم شافعی کا ہے اور شافعی کے قول جدید میں صحیح ہے اور یہی مذہب طاؤس و عطاء و حسن و عمر بن عبد العزیز کا ہے اور اسی کو امام بخاری نے صحیح میں اختیار کیا بدین حجت کہ رافع بن خدیج رض نے وصیت کی کہ فزاریہ کے گھر میں جو کچھ ہے وہ نہ کھولا جاوے قال المترجم یہ احتجاج عجیب وجہ محل نظر ہے اول آنکہ لاتکشف الفزاریۃ عما اغلق علیہ بابہا۔ یعنی فزاریہ نے جو کچھ اسکا دروازہ بند کیا گیا ہے کھولا نجاوے "یہ کچھ اقرار نہیں اور اگر وصیت کہتے ہو تو وارث کے لیے وصیت نہ ہونا حدیث صحیح سے ثابت ہے دوم قول کو اس مراد میں نص نہیں کما لا یخفی سوم آنکہ شاید ان لوگوں کی طرف سے اسکے حق میں ضرر پہونچانے کا خوف محسوس کیا ہو واللہ تعالیٰ اعلم غرضکہ الفاظ مذکور اس بات میں صریح نہیں ہیں فافہم۔ وَصِيَّةً۔ مصدر موکد فیوصیکم ہے یعنے وصیۃ منصوب بنا بر آنکہ مفعول مطلق فعل محذوف کا اور موکد مضمون یوصیکم ہے۔ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ۔ یہ وصیت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علیم ہے یعنے جو کچھ اپنے مخلوق کے واسطے تدبیر فرمائی اسکا دانا ہے اور حلیم بایں معنے کہ مجرم سے عقوبت کو تاخیر دیتا ہے اور واضح ہو کہ جن لوگوں کو میراث دلائی انمیں دلیل سنت سے یہ خصوصیت ہے کہ انمیں کوئی بات وارث ہونے سے مانع نہو اور مفسر کے نزدیک مانع یہ ہیں کہ مورث قتل کیا ہو یا اختلاف دین ہو یا رقیت ہو اور مترجم نے اوپر بیان کر دیا کہ اختلاف الدارین بھی ہمارے نزدیک مانع میراث ہے یعنے وارث و مورث میں سے ایک کا مسکن دار الاسلام ہو اور دوسرے کا مسکن دار الحرب ہو۔ واضح ہو کہ جسکو اسکے مولیٰ نے آزاد کیا اگر وہ لاوارث قرابتی مرا تو آزاد کنندہ اسکی میراث کا مستحق ہے جبکہ

ذوی الارحام ہونوں اور میراث ذوی الارحام کا بیان قولہ تعالیٰ داولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض الآیۃ میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اسی سے موالات کرلی پھر لاوارث مرا تو یہی مولیٰ اسکا وارث ہے اور اگر کسی قسم کا وارث نہو تو اسکا مال داخل بیت المال عام ہوگا لیکن ایک جماعت علمائے نے اس زمانہ میں فتویٰ دیا کہ بیت المال کو بادشاہوں نے حق طور پر قائم نہیں رکھا لہذا جو کچھ اہل فرائض سے بچ جاوے وہ بھی انہیں پر پھیر دیا جاوے اور لاوارث کا مال اسی کے نام پر خیرات ہو۔ اور یہ تفصیل مطولات فقہ میں مع تحقیق مذکور ہے بیان مختصر بیان تخریج وتقسیم مناسب ہے۔ جاننا چاہیے کہ فرائض میں حصص تہائی و دو تہائی و چھٹا بالنصف و چہارم و آٹھواں ہے اور قواعد موافق کتب فرائض سے طول چاہتے ہیں مختصر بیان یہ ہے کہ قسم اول یعنی تہائی و دو تہائی و چھٹا سب کا نکالنا چھ سے ممکن ہے اور قسم دوم کا نکالنا آٹھ سے ممکن ہے پس اگر ورثہ قسم اول سے جمع ہوں تو انکے حصص کے لحاظ سے جسکا حصہ سب سے کم ہو وہی عدد مسئلہ رکھکر حصص نکالو مثلاً کسی وارث کا تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہو تو (۳) سے مسئلہ فرض کرکے۔ ا و ۲ حصص دیدو اور اگر تہائی وچھٹا مثلاً جمع ہو یعنی ایک وارث کا تہائی حصہ ہے اور دوسرے کے واسطے چھٹا حصہ ہو تو (۶) سے مسئلہ رکھو تو تہائی کے دو اور چھٹے حصہ کا ایک سہم دیدو۔ اسی طرح اگر قسم دوم کے ورثہ جمع ہوے یعنی مثلاً نصف وچہارم ہو تو (۴) سے مسئلہ رکھو اور اگر نصف وچہارم و آٹھواں مثلاً جمع ہوسکے تو (۸) سے مسئلہ رکھو اور اگر قسم اول اور قسم دوم کے جمع ہوں مثلاً نصف و تہائی و آٹھواں و تہائی کا مخرج -۳- اور آٹھویں کا (۸) ہے تو ان میں نسبت دیکھو جو اس مثال میں تباین ہے پس -۳- کو -۸- میں ضرب دو (۲۴) سے نکالو اور اگر نصف وچھٹا جمع ہو تو (۶) کافی ہیں۔ اسی طرح تہائی و چوتھائی میں (۱۲) سے مسئلہ ہوگا۔ اسی طرح اعداد ورثہ میں اور انکے حصص میں بھی نسبت دیکھکر سراہ نقسیم کے لیے مسئلہ ٹھیک کرلو۔ ان مثالوں میں غور کرو (مثال ۱-) زید مرا۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اور کوئی نہیں ہے تو دختر کی تعداد ایک ہے اسکو پسر کی تعداد ایک کے دو چند یعنی دو میں جمع کرو تین ہوے پس جواب یہ کہ زید کے تمام مال کے تین حصے کرکے دو حصے پسر کو اور ایک حصہ دختر کو دیدو (مثال ۲-) اگر مثال مذکور میں دو پسر تین دختر ہوں تو دختروں کی تعداد -۳- کو پسر کی تعداد -۲- کے دوچند میں جمع کرو -۷- ہوے یہی جواب ہے تمام مال کے سات حصے کرکے ایک ایک حصہ ہر دختر کو اور دو دو ہر پسر کو دیدو۔ (مثال ۳-) زید مرا- باپ- ماں- ایک پسر- ایک دختر- چھوڑی تو اولاد کی صورت میں ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ہے اور باقی عصبہ ہیں پس -۶- سے کسر ہوگی ایک حصہ باپ اور ایک حصہ ماں۔ اور باقی عصبہ میں چار سہام ہیں حالانکہ -۳- سہام ہوتے تو دو پسر کو اور ایک دختر کو دیا جاتا پس -۳- کو -۶- میں ضرب دو تو (۱۸) سے مسئلہ ٹھیک ہوا کہ -۳- باپ کو اور -۳- سہام ماں کو اور باقی -۱۲- میں سے -۸- پسر کو اور -۴- دختر کو مل گئے۔ (مثال ۴-) زید مرا- باپ- ماں- دو پسر تین دختر چھوڑے- پس ماں باپ کے لحاظ سے چھٹا حصہ چاہیے تو اصل مسئلہ (۶) لیکن ایک ماں وا ایک باپ کو دیکر باقی -۴- سہام ہیں حالانکہ دختر سے پسر کو دوچند کے حساب سے (۷) سہام چاہیے تو -۶- کو -۷- میں ضرب سے ۴۲ ہوے پس ماں وباپ کے ششم حصہ کے حساب سے -۷- سہام باپ کے -۷- سہام ماں کے -۸- ہر پسر کو اور -۴- ہر دختر کو ملینگے۔ (مثال ۵-) زید مرا- باپ وماں چھوڑے تو ظاہر ہے کہ ماں کو تہائی ہے باقی باپ کا پس -۳- حصہ کرکے ایک ماں کو -۲- باپ کو ملیگا (مثال ۶-) زید مرا اور باپ- ماں- جورو چھوڑی- تو جورو کا چہارم پس چار حصے کرکے ایک جورو کا اور باقی تین سہام میں سے تہائی کا ایک سہم ماں کا اور باقی دو حصے باپ کے ہیں (مثال ۷-) باپ- ماں- دو بھائی یا بہین جو ماں کے پیٹ سے پہلے کسی خاوند سے ہیں تو ماں کو چھٹا حصہ اور باقی پانچ حصہ باپ کو ملے اور یہ بھائی محروم ہیں کیونکہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط ہوتے ہیں لیکن انہوں نے اپنی ماں کو تہائی سے حجب کرکے چھٹے حصہ پر نقص کردیا اور اگر یہ اولاد نہ ہوتی تو ماں کو تہائی ملتا فافہم- (مثال ۸-) باپ- بیٹا دو بیٹی- تین جورو ایک ورثہ چھوڑے

باپ کا چھٹا حصہ اور زوجہ کا آٹھواں حصہ ہے اور باقی عصبہ ہیں پھر جب چھٹا و آٹھواں جمع ہوئے تو اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوگا لیکن چھٹا
و آٹھواں نکال کر باقی کی تقسیم ٹھیک نہیں کیونکہ دونوں بیٹے اور تینوں بیٹیوں کے حصص ملکر کم سے کم سات ہونگے مگر ۷ اور ۲۴
میں تباین ہے پس ضرب دینو ۱۶۸ ہوئے پس باپ کا چھٹا حصہ ۲۸ اور جورو کا آٹھواں ۲۱ اور تین دختر کا ۵۱ جسمیں سے ہر ایک
کے سترہ۔ اور دو پسر کا ۶۸ جسمیں سے ہر ایک کے چونتیس ہوئے پس مجموعہ ۱۶۸ ہے پس کل مال کے اسیقدر حصے کیے جاویں (مثال ۹)
اگر مثال مذکور میں بجائے ایک زوجہ کے تین جورو ہوں تو زوجہ کے حصہ میں جو ۲۱ سہام آئے وہ تین زوجات پر پورے تقسیم ہو جاتے ہیں پس
ہر جورو کو ۷ حصے ملینگے اور حساب مذکور میں کچھ تغیر نہوگا اور اگر چار زوجات ہوں تو بوجہ تباین کے ۲۱ سہام کی تقسیم چار پر ٹھیک نہوگی پس مجموعہ
۱۶۸ کو چار میں ضرب دینا پڑیگا تاکہ ہر جورو کا حصہ بھی سالم نکل آوے۔ اور واضح ہو کہ حصص میں کبھی عول ہوتا ہے یعنے وارثوں کے سہام ملکر
کل سے زیادہ ہو جاتے ہیں مثلاً اصل مسئلہ بارہ اور مجموعہ حصص ملکر ۱۳ ہو جاتا ہے مثلاً ہندہ مری اور باپ ماں شوہر ایک دختر وارث چھوڑے تو
۱۲ میں سے باپ کو ایک ماں کو ایک شوہر کو ۳ اور دختر کو ۶ ملنا چاہیے کیونکہ والدین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ شوہر کو چہارم دختر
کو نصف ملنا چاہیے حالانکہ یہ سب ملکر ۱۳ ہو جاتے ہیں تو کل مال کے ۱۳ حصے کر کے اسیطرح تقسیم ہونا چاہیے یہی عول ہے۔ اور واضح ہو کہ عول کے
برعکس کبھی رد کرنا ہوتا ہے مثلاً میت نے زوجہ و دختر چھوڑی تو زوجہ کو آٹھواں اور دختر کو نصف دینا چاہیے تو (۸) سے مسئلہ ہو کر ایک حصہ زوجہ کو اور ۴
سہام دختر کو دیے اور ۳ سہام باقی رہے پس تو وہ بھی اسی حساب سے انہیں وارثوں کو واپس رد کیے جاویں پس چاہیے کہ کل مال کے پانچ سہام کر کے ایک
حصہ زوجہ کو دیدو اور چار حصہ دختر کو دیدو تو کل مال انہیں میں فرض و رد سے تقسیم ہو گیا اور ہر ایک کے حق میں زیادتی ہو گئی کیونکہ پہلے مثلاً ایک روپیہ
میں سے دو آنہ زوجہ کو اور آٹھ آنہ دختر کو ملے تھے اور اب زوجہ کو پانچواں یعنے تین آنہ و دو پائی ملے جبکہ آنہ کی بارہ پائی مانو اور دختر کو باقی ملا اور
اسکا نام اصطلاح میں رد ہے۔ پھر یہ طریقہ جو مذکور ہوا صرف ایک میت کے ورثہ میں تقسیم ہے اور اگر اول میت کا ترکہ تقسیم نہوا پھر ان وارثوں میں سے کوئی
مرا پھر اسکے ورثہ میں سے کوئی مرا غرضکہ چند اموات کے بعد جو لوگ موجود رہے انہوں نے تقسیم چاہی تو اسکو مترجم نے عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ میں مفصل لکھدیا
ہے وہاں سے تلاش کرو۔ یہاں مختصر قاعدہ لکھا جائیگا لیکن پہلے یہ یاد رکھو کہ اگر تین زوجہ میں مثلاً ۴۸ سہام ہوں تو ہر ایک کو ۱۶ سہام ملے اور اگر
تقسیم کے ۱۲ سہام کرو تو بھی ہر زوجہ کو ۴ پورے ملے لیکن اس سے کم نہیں ہو سکتے ہیں تو فرائض میں یہ ضروری لحاظ ہے کہ اعداد میں باہمی کی نسبت رکھو اور
نسبت چار ہیں اول تماثل جیسے ۴ و ۴ اور ۵ و ۵ وغیرہ دوم تباین جیسے ۲ و ۵ ۔ ۷ و ۱۱ ۔ ۳ و ۸ یعنی بڑا چھوٹے پر تقسیم نہو سکے سوم تداخل جنمیں
تقسیم ہو سکے جیسے ۳ و ۱۲ ۔ ۴ و ۱۲ ۔ ۵ و ۱۵ ۔ ۳ و ۱۵ وغیرہ چہارم توافق دو عدد جو تیسرے عدد پر پوری تقسیم ہو جاویں جیسے ۶ و ۸ ہیں کہ ۲ پر پورے
تقسیم ہو جاتے ہیں پس تماثل میں ایک عدد لیلو۔ تباین میں دونوں کو ضرب دیدو۔ تداخل میں فقط بڑا عدد کافی ہے توافق میں ایک کے وفق
کو دوسرے میں ضرب دو جیسے ۶ و ۸ میں سے دو سے توافق ہے تو ۶ کو دو پر تقسیم کر کے ۳ حاصل کو ۸ میں ضرب دیکر ۲۴ لو۔ علیٰ ہذا القیاس تو ایسا کرنے
سے حساب میں اختصار ہوگا اور اگر ۶ کو ۸ میں ضرب دو تو اس سے دوچند یعنے ۴۸ ہو جاوینگے حالانکہ جب وارثوں کے حصص ۲۴ سے نکل آتے ہیں تو بیفائدہ
۴۸ حصہ کرنے سے تکلیف اٹھانا جائز نہیں ہے پس جسطرح وارثوں کے حصص مفروضہ یاد رکھے اسی طرح حساب کا قاعدہ بھی مشق کر لے۔
جاننا چاہیے کہ فرائض میں جو شخص ان تمام حصص کو یاد کرے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں اور اس حساب کو یاد کرے وہ اہلی میت کی میراث اسکے
وارثوں میں تقسیم کر لیگا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن جب دوسری پشت یا تیسری پشت پر بٹوارہ ہوتا ہے تو اس حساب فرائض میں مشکل ہے اسکو بھی بیان کرتا ہوں
انشاء اللہ تعالیٰ سمجھ لینے پر وہ بھی آسان ہو جاویگا - جاننا چاہیے کہ پہلے جو میت مرے اس وقت کے موجودہ وارثوں میں تقسیم کرو پھر جو

دوسرا امر یہ ہے کہ اُسکے موجودہ وارثون مین تقسیم کرو تو جو کچھ ہر ایک کا حصہ نکلے اسکو دیکھو کہ او پر اس میت کے حصہ مین پہلے میت کے مال سے کتنے حصے ملے تھے کیونکہ وہی حصے اس حساب سے اسکے وارثون مین تقسیم ہونگے پھر اگر اُن مین تداخل ہو تو کچھ ضرورت نہین ورنہ توافق کی صورت مین موافق مذکورہ بالا کے ٹھہرے پر ایک کو تقسیم کرکے حاصل سے دوسری ضرب کرو اور وہ اول میت کے مسئلہ مین بھی قائم کرو تاکہ سب حصے برابر نکلین پھر وارثون کے حصے جمع کرو مثلاً زید مرا اور بیٹا مسمی بکر اور بیٹی مسماۃ ہندہ اور جورو مسماۃ سلمیٰ چھوڑی پھر بکر مرا اور دختر مسماۃ کبریٰ اور جورو مسماۃ صغریٰ اور بہن مسماۃ ہندہ مذکورۂ بالا اور ماں مسماۃ سلمیٰ مذکورۂ بالا چھوڑی اب وارثون نے تمام مال کو تقسیم کرنا چاہا تو اسطرح کرنا چاہیے کہ اول زید کی میراث تقسیم کرو تو جورو کو آٹھوان اور باقی بیٹا بیٹی مین للذکر مثل حظ الانثیین ہوگا لہذا ۲۴ سے مسئلہ ہوا تو بکر بیٹا ۱۴ اور ہندہ بیٹی کو ۷ اور سلمیٰ جورو کو ۳ حصے ملے پھر بکر مرا ہے جسکے پاس اول ترکہ سے ۱۴ سہام ہین تو اسکی ماں کو چھٹا حصہ اور جورو کو آٹھوان حصہ اور بیٹی کو نصف ہے اور بہن عصبہ ہے لہذا یہ مسئلہ بھی ۲۴ سے ہوا یعنے بکر کے مال کے ۲۴ حصے کیے جاوین جسمین سے کبریٰ دختر کے ۱۲ صغریٰ جورو کے ۳ اور ہندہ بہن کے ۵ اور سلمیٰ ماں کے ۴ ہوئے لیکن اوپر معلوم ہوا کہ بکر کے پاس چودہ ۱۴ سہام ہین اور ۱۴ و ۲۴ مین توافق ہے کیونکہ ۲ پر دونون تقسیم ہوتے ہین لہذا ۷ کو ۲۴ مین ضرب دیا ۱۶۸ ہوئے پس اسی عدد ۷ سے اوپر کے کل سہام کو ہر عدد مسئلہ کے ضرب دو تو بکر ۹۸ ہندہ ۴۹ سلمیٰ ۲۱ ہو گئے اور اسی طرح بکر کے وارثون کے کبریٰ دختر ۸۴ صغریٰ جورو ۲۱ اور ہندہ بہن ۳۵ اور سلمیٰ ماں ۲۸ ہو گئے پس جو لوگ اب زندہ موجود ہین اُنمین سے فقط ہندہ کو اپنے باپ بھائی دونون کی میراث ملی اور اسیطرح سلمیٰ کو اپنے شوہر و پسر دونون کی میراث ملی ہے اور باقی کو ایک ہی میراث ملی پس کبریٰ کے ۸۴ اور صغریٰ کے ۲۱ اور ہندہ کے ہر دو میراث کے جمع کرو تو ۸۴ اور سلمیٰ کے ہر دو میراث کے ۴۹ ہوئے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

یہ حدین باندھی اللہ کی ہین اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اوسکے رسول کے وہ داخل کرے اُسے باغون مین جنکے نیچے بہتی ندیان

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ

رہ پڑے اونمین اور وہی ہے بڑی مراد ملنی اور جو کوئی بے حکمی کرے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور بڑھ جاوے اُسکی حدون سے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ص وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ع ۲

داخل کرے اوسکو آگ مین رہ پڑا اُسمین اور اوسکو ذلت کی مار ہے

تِلْكَ - الاحکام المذکورۃ من امر الیتامی وما بعدہ۔ یعنی تلک کا اشارہ احکام مذکورہ کی طرف ہے جو یتیمون کے بارہ مین اور اسکے مابعد مین فرائض مواریث ذکر فرمائے ہین۔ حُدُوْدُ اللّٰهِ - شرائعہ التی حدہا لعبادہ لیعملوا بہا ولا یتعدوہا۔ حدود الٰہی ہین ف یعنی شرائع ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے بندون کے لیے حد کردیا ہے تاکہ اسپر عمل کرین اور اُس سے تجاوز نہ کرین۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ - فیما حکم۔ اور جسنے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی ف یعنے اطاعت کی ایسے امر مین جو حکم کردیا ہے تو۔ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا - اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغات مین داخل فرماویگا جنکے نیچے نہرین جاری ہین۔ درحالیکہ اُنمین مقدر ہوگا خلود و ہمیشہ رہنا اُنکے واسطے۔ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ - اور یہ فوز عظیم ہے یعنی پوری فلاح و پوری مراد ہے۔ یدخلہ یا ہی تحتیہ اکثر کی قراءت ہے اور ندخلہ بنون متکلم نافع کی قراءت ہے یعنے ہم اسکو داخل کرینگے ایسے باغات میں اس شان سے کہ جیسے اہل جنت اُن مین ہمیشہ رہین کبھی موت نہ ہی

مند فنا ہی - وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا - اور جسنے نافرمانی کی اللہ
اسکے رسول کی اور حدود الٰہی سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو آگ مین داخل فرما دیگا درحالیکہ اسکے لیے آگ مین رہنا ہمیشہ کے لیے مقدر ہوگا ف
ضحاک رض نے کہا کہ یہان عصیان سے مراد شرک ہے یعنی کفر و انکار کیا اور ابن عباس رض نے فرمایا یعنے اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہوا اور جو اسنے حد مقرر فرمائی
ہے اس سے تجاوز کیا اور کلبی رح نے کہا کہ میراث کی جو تقسیم اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے اس سے انکار کیا تو کفر کیا اسیواسطے فرمایا کہ ہمیشہ دوزخ مین
پڑا رہیگا - قولہ یدخلہ یہان بھی بیا تحتیہ یا نون ہے یعنے ہم اسکو آگ مین داخل کرینگے - وَلَهٗ - فیہا - اور اس کافر کے لیے دوزخ مین عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ - ذوالاہانہ یعنی ایسا عذاب ہے جو اہانت دینے والا ہے یعنے ایسا عذاب ہے جسمین اہانت ہے پس مہین صیغہ نسبت ہے - واضح ہو کہ لفظ من
مفرد ہے اور معنے اسکے جمع کے بھی ہین اسی وجہ سے برعایت معنے کے خالدین - جمع فرمایا اور یدخلہ مین ضمیر مفرد لفظی ہے ف عرائس البیان مین
فرمایا کہ قولہ تلک حدود اللہ الآیہ - اللہ عز و جل نے امر و النہی و مواریث مین تمام مخلوق کے دخل کو صاف مبیّن کیا کہ اسکی مقدار و کیفیت علم قدیم
الٰہی مین معلوم و مقدر و محدود ہے تاکہ اس کی درگاہ عظمت و کبریائی مین عاجزی و تواضع کے ساتھ بندگی کی گردن جھکا دین اور اللہ عز و جل
نے اسکے علم کو اپنی ہی پاک ذات تک رکھا تاکہ اسکے مخلوق مین سے کوئی بھی اسکی حد سے تجاوز نہ کرے اور اشارہ ہے کہ ہر اہل معرفت کے واسطے بھی
ایک حد مقرر ہے جہانتک اسکا کشف و عرفان پہونچتا ہے پھر اسکی صمدیت و احدیت مطالعہ سے باز رکھتی ہے - اور حدود اللہ ایک پردہ سا ہے
حدوث و قدم کے درمیان کہ دونون مین کوئی خلط نہین ہوسکتا کیونکہ ہر طرح حدوث سے منزہ و پاک ہے شیخ محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ حدود
اللہ اسکے اوامر و نواہی ہین سو جس نے انسے تجاوز کیا وہ راہ راست سے بھٹک گیا بعض نے کہا کہ تلک حدود اللہ اشارہ ہے کہ اہل ارادت
کو انکی لیاقت کے لائق احوال پر واقف کیا جاوے اور تعدی و تجاوز اسمین یہ ہے کہ ایسا اظہار کیا جاوے جس سے وہ ہلاک ہوجاوین مترجم کہتا ہے
جیسے اول سے مسئلہ وحدت وجود یا وحدت شہود وغیرہ بیان کرے کیونکہ مبتدی کو خلط و خبط ہوگا بلکہ ابتدا مین اسکو طریق سنت پر استقامت و علم
تعلیم کرے پھر علم و عمل کی استقامت سے استعداد حاصل ہونے پر بقدر استعداد کے ترقی دے - ابو عثمان رح نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی حد پر
رہا اس سے تجاوز نکیا وہ کبھی برباد نہوگا - اور بعضے اہل بغداد نے کہا کہ بندہ کا انقلاب جملہ اوقات مین حدود تک ہوتا ہے پس یہانتک حرمت
ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تلک حدود اللہ فلا تقربوہا اسواسطے کہ جو چراگاہ سلطانی کے کنارہ کنارہ چرتا ہے وہ کبھی نہ کبھی اسمین جا پڑتا ہے
قال المترجم حدیث صحیح مین ہے من حام حول الحمیٰ یوشک ان یقع فیہ - جو کوئی چراگاہ سلطانی کے گرد گھومے وہ اسمین جا پڑنے کے قریب ہے
فافہم پھر اللہ عز و جل نے حدود زنا وغیرہ کا حکم ابتداء اسلام مین اسطرح نازل فرمایا

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ
اور جو کوئی بدکاری کرے تمھاری عورتون مین تو شاہد لاؤ اون پر چار مرد اپنون مین سے پھر اگر
شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِى الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝
وے گواہی دیوین تو انکو بند رکھو گھرون مین جب تک اٹھا لیوے انکو موت یا کردے اللہ انکی کچھ راہ

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ - الزنا - مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ای من
رجال المسلمین - جو عورتین کہ تمھاری عورتون مین سے فاحشہ یعنی زناکاری کرین تو انپر انہین مین سے چار گواہ کرلو منکم سے مرد و
مسلمان ہونے کی خصوصیت مراد ہے یعنی چار گواہ مرد مسلمان ہون جنکو تلاش کرلو بشرطیکہ عادل ہون اسواسطے کہ حدود مین عورتون کی گواہی نہین

اور کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہیں۔ فَإِنْ شَهِدُوا علیہن بہا پس اگر چاروں مرد مسلمان نے ان عورتوں پر فاحشہ زنا کی گواہی
دی ف تو بالفعل کوئی سزاے ضرب نہیں بلکہ۔ فَأَمْسِكُوهُنَّ۔ احبسوہن۔ فِي الْبُيُوتِ۔ قید رکھو ان عورتوں کو گھروں میں
ف وامنعوہن من مخالطۃ الناس۔ اور منع کرو انکو یعنے باز رکھو لوگوں کے ساتھ خلط ملط ہونے سے اور برابر اسی طرح انکو محبوس رکھو
حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ۔ یہانتک کہ ملائکۃ الموت انکو وفات دیں (انکے وقت مقدر پر) أَوْ۔ الی ان يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا
یا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے لیے کوئی راہ مقرر کردے ف یعنے قید رکھو اور روکو یہانتک کہ مریں یا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ انکے
واسطے راہ مقرر کردے پس یہ بطور شک کے نہیں ہے بلکہ ابتدا میں ایک حکم دیا اور دوسرا حکم علم الٰہی میں موجود تھا کہ بعد ایک زمانہ کے نازل
ہوگا پس حکم اول کے وقت فرمایا کہ انکو روکو یہانتک کہ دوسرا حکم آنے تک مرچکیں تو انکا معاملہ اسیقدر پر ختم ہوا یا زندہ ہیں تو وہ حکم اپنا جاری
رہوگا اور گواہوں میں عادل ہونا شرط ہے کیونکہ فاسق کی خبر کو پرکھنے کا حکم ہے بقولہ تعالیٰ اذا جاءکم فاسق بنباء الآیۃ۔ اور مترجم کے نزدیک یہاں
ایک نکتہ ہے جس سے عادل کا ذکر نہیں فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اربعۃ منکم۔ فرمایا یعنے تم میں سے چار ہوں حالانکہ تم تو رسول اللہ صلعم کے صحابہ
عادل ہو پس عادل کہنے کی ضرورت نہ تھی اور نہ کسی شیطانی شخص کو شبہہ کا موقع رہا کہ شاید صحابہؓ میں بعض عادل و بعض غیر عادل ہیں پھر چونکہ یہ حکم فقط
صحابہؓ تک رہا بلکہ سورۃ النور نازل ہوکر منسوخ ہوگیا تو وہ ان منافقوں کو خارج کیا اور فاسق قرار دیا اور عورتوں کے لیے راہ نکال دی حتی کہ کسی
فاسق اہل بہتان باندھنے کی بھی گنجایش نہ پاویگا مفسر رحؒ نے لکھا کہ قولہ سبیلا۔ ای طریقا الی الخروج منہا۔ یعنی اس قید سے نکلنے کی راہ کردے امر ا
بذلک فی اول الاسلام ثم جعل اللہ لہن سبیلا بجلد البکر مائۃ وتغریبہا عاما ورجم المحصنۃ۔ ابتداء اسلام میں مومنوں کو یہ حکم دیا گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے
عورتوں کی راہ نکال دی کہ کنواری عورت اگر زنا کرے تو سو کوڑے ماری جاوے اور ایک سال کے واسطے شہر بدر کیجاوے اور بیاہی ہو تو
پتھروں سے سنگسار کرکے ہلاک کردی جاوے اقول یہ شافعیؒ کا قول ہے اور ابو حنیفہ رحؒ کے نزدیک فقط سو کوڑے ہیں اور اگر محصنہ ہو تو بالاجماع
اسکو سنگسار کیا جاوے یہانتک کہ مرجاوے۔ وفی الحدیث لما بین الحد قال صلی اللہ علیہ وسلم خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لہن سبیلا رواہ مسلم۔ اور حدیث
میں ہے کہ جب یہ حد بیان فرمائی گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ای لوگو یہ لو مجھسے یہ حکم لیلو کہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کی راہ نکالدی رواہ مسلم
ف ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب کسی عورت کا زنا کرنا عادل گواہوں سے ثابت ہوا تو ایک گھر میں محبوس
رکھی جاتی اور نکلنے نہیں پاتی تھی یہانتک کہ مرجاتی۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حکم ایسا ہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کو نازل
فرمایا پس اس حکم کو درے یا رجم سے منسوخ کیا اور ایسا ہی عکرمہ و ابن جبیر و حسن و عطاء و ابو صالح و قتادہ و زید بن اسلم و ضحاک سے مروی ہے کہ یہ
حکم منسوخ ہے اور یہ امر متفق علیہ ہے قال المترجم سورۂ نور میں ہے قولہ تعالیٰ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ الآیۃ۔ اور قول
ابن عباسؓ کہ اسکو درے یا رجم سے منسوخ کیا۔ یعنی کنواری کے واسطے درے اور بیاہی کے لیے رجم کا حکم دیا ہے۔ اور جمہور اسی طرف گئے ہیں کہ یہ آیت
اور مابعد کی آیت منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہیں ہے اور حدیث عبادہؓ ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ لو مجھسے لو مجھسے اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں
کی راہ نکالدی کنوارا اگر کنواری سے زنا کرے تو درّے اور ایک سال کے لیے شہر بدر ہے اور ثیب اگر ثیبہ کے ساتھ زنا کرے تو سو درے اور سنگساری ہے
(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح وقد رواہ مسلم وغیرہ) یہ حدیث مبارک اس آیت کا بیان واقع ہوئی ہے اور امام احمدؒ بمقتضاے حدیث موصوف کہتے ہیں
کہ زانی ثیب کو سو درے بھی مارے جاویں اور سنگسار بھی کیا جاوے اور جمہور کے نزدیک اسکو فقط سنگسار کیا جاوے درے نہیں ہیں اور حجت
انکی یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ و غامدیہ کو اور یہودی مرد و عورت زنا کاروں کو فقط رجم کیا اور درے نہیں مارے پس معلوم ہوا کہ رجم کرنا

واجب نہیں ہے بلکہ وہ منسوخ ہے اور امام شافعیؒ پر وارد ہوتا ہے کہ انھون نے کنوارے کے حق مین ایک سال کا شہر بدر کرنا اسی حدیث سے تجویز کیا حالانکہ ثیب کے لیے قتل رجم کے درے مارنا نہین تجویز کیا بلکہ حدیث کو منسوخ قرار دیا اور راجح یہین قول امام ابوحنیفہ کا ہے یہ حدیث صحیح ہے اور نسخ کی کوئی دلیل نہین ہے ولیکن حدیث کے معنے یہ ہین کہ ایکسال کا شہر بدر کرنا یا قبل رجم کے کوڑے مارنا یہ بطور سیاست و تعزیر کے ہے جو امام المسلمین کی راے پر ہے ورنہ آیت کریمہ مین جو سورۂ نور مین ہے فقط کوڑے و فقط رجم ہے لیکن اسین بھی ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ امام کو سیاست کرنا اسقدر نہین جائز ہے جو کسی حد آلٰہی تک پہونچ جاوے پھر سو کوڑے تو مقدار حد ہے اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ منع یہ ہے کہ اس بارہ مین جو حد مقرر ہے تو شبہہ پر حد تک نہ پہونچے اور سنگساری مین حد کی مقدار یہ کہ پتھرون سے قتل کیا جاوے تو کوڑے کی سزا بطور سیاست ہو سکتی ہے

وفیہ نظر ایضاً فافہم واللہ اعلم۔ وشرائط حد سورۂ نور مین آوینگے انشاء اللہ تعالیٰ

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

جو کرنے والے کرین تم مین سے فاحشہ کام تو انکو ایذا دو پھر اگر توبہ کرلین اور سنور رہین تو انسے اعراض کرو اللہ تعالیٰ

تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ

بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے توبہ تو اللہ تعالیٰ کو قبول ہے انھین کی جو کرتے ہین برا نادانی سے پھر توبہ کرتے ہین جلدی سے

فَاُولٰۗىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِــيْمًا حَكِـيْمًا ○

تو ایسون کو اللہ تعالیٰ معاف فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب جانتا حکمت والا ہے

وَالَّذٰنِ ۔ بتخفیف النون وتشدیدہا۔ یعنے اکثرون کی قراءۃ تخفیف نون ہے اپنی اصل پر اور قیاس صیغہ کا اللذیان تھا سیبویہ نے کہا کہ اسماء متمکنہ ومبہمہ مین فرق کے لیے یاء تثنیہ حذف ہوئی۔ اور ابن کثیرؒ کی قراءۃ مین تشدید نون ہے پس یا تو نون عوض یاء محذوفہ ہے یَاْتِيٰنِهَا۔ ای الفاحشۃ الزنا واللواطۃ۔ یعنے ضمیر مونث راجع بجانب فاحشہ مذکورہ بالا ہے اور مراد اس سے زنا اور لواطت ہے مِنْكُمْ ای من الرجال۔ مردون مین سے (المعنے) اور جو دو مرد کہ تم مین سے اس فعل فاحشہ (زنا و لواطت) کے مرتکب ہون ف تو انکی سزا یہ ہے کہ فَاٰذُوْهُمَا ۔ دونون کو ایذا پہونچاؤ۔ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۔ پھر اگر دونون توبہ کرین اور اپنے آپکو صلاحیت پر لاوین تو انسے درگذر کرو۔ ف واضح ہو کہ عورتون کی زنا کرنے کا حکم ابتدا اسلام تھا اوپر کی آیت مین مذکور ہوا اور مردون کا بیان نہین ہوا تھا سو اس آیت مین فرمایا۔ پھر مفسرؒ نے مردون کے حق مین فاحشہ کام کی عام تفسیر کی جو عورت سے زنا کرنے کو یا عام کسی مرد سے لواطت یعنے اغلام کرنے کو بھی شامل ہے اور خطیب نے کہا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک لواطت کرنا بھی مانند زنا کے ہے لیکن جب کہ لواطت کی گئی اسپر انکے نزدیک رجم نہین ہے اگرچہ وہ محصن ہو بلکہ سو کوڑے مارکر ایکسال کے لیے شہر بدر کیا جاوے قال المفسرؒ یہ منسوخ ہے یعنے سورۂ نور کے حکم حد سے اور اسیطرح اگر اس سے لواطت مراد ہو تو بھی آیۃ النور سے منسوخ ہے یعنی لوطی کو بھی حد زنا کی سزا دیجاوے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ہے لیکن جسکے ساتھ لواطت کی گئی اگرچہ وہ بیاہا ہوا امام شافعیؒ کے نزدیک اسپر حکم سورۃ النور کے موافق رجم نہین ہے بلکہ ہر صورت مین سو درے ہین۔ کمالین مین کہا کہ آیت مین فاحشہ سے زنا مراد ہونا جمہور کا قول ہے اور لواطت مراد ہونا مجاہدؒ سے نقل کیا گیا ہے اور امام مالکؒ واحمدؒ کے نزدیک لواطت مین فاعل ومفعول یعنے اوپر والا و نیچے والا دونون پر ہر حال مین رجم ہے خواہ محصنین ہون یا نہون۔ اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ یہ آیت پہلی آیت سے پہلے اتری پس واللذان مرد وعورت زنا کرنے والی مراد ہین سو پہلے حکم ہوا کہ دونون کو ایذا دو پھر حکم ہوا کہ عورتون کو قید

رکھو۔ لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ اول آیت میں فاحشہ مصرح ہے اور اسمیں فاحشہ کی طرف ضمیر ہے تامل۔ اور ابو مسلم اصفہانی نے موافق روایت مجاہد کے اختیار کیا کہ لواطت ہی مراد ہے اور بعض نے کہا کہ قرائن و امور اسکے مؤید ہیں۔ واضح رہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک لوطی کی حد وہ نہیں جو سورۂ نور میں زنا کی مذکور ہے اور ابن عباس رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو تم دیکھو کہ قوم لوط کا عمل کرتا ہے تو فاعل و مفعول بہ دونون کو قتل کرو (رواہ اصحاب السنن) پس بنا بر اینکہ اللذان یاتینہا سے مراد لواطت ہو سزائے زنا مردون کے حق میں کچھ مذکور نہوئی جیسے اوپر کی آیت میں عورتون کی سزائے زنا مذکور ہے۔ اسیواسطے شیخ مفسر وغیرہ نے اسمین زنا و لواطت دونون کو شامل کیا تاکہ مردون کی سزائے زنا بھی معلوم ہوجاوے اور رہا ایک خاص حکم لواطت جو مردون ہی میں ہوتا ہے وہ بھی معلوم ہوجاوے۔ اور بنا بر قول جمہور کے مراد زنا ہے اور اللذان سے زانی مرد و زانیہ عورت مراد ہے لیکن مذکر کو غلبہ دیکر اللذان بصیغہ تثنیہ مذکر فرمایا اور آیت اولیٰ خاصۃً عورتون کے حق میں قید کی سزا کا بیان ہے چنانچہ قتادہ نے فرمایا کہ عورت ہی فقط مقید رکھی جاتی تھی اور ایذا دیے جانے میں مرد و عورت دونون مشترک تھے یعنی عورت کو بعد ایذا کے مقید بھی کرو اور بعض نے کہا کہ دوسری آیت خاصۃً مردون کے حق میں ہے اور تثنیہ باعتبار ہر دو قسم کنوارے مرد و بیاہے مرد کے ہے اسکو قرطبی نے مستحسن کہا اور نحاس نے اختیار کیا یعنی مردون میں سے خواہ کنوارا ہو یا بیاہا ہوا گر زنا کرے تو دونون قسم کو سزا دیکر چھوڑ دو تاکہ ضرورت جہاد وغیرہ میں شریک ہو۔ اور سدی وغیرہ نے کہا کہ اول آیت محصنہ عورتون کے حق میں ہے اور انکے ساتھ محصن مرد بھی داخل ہیں اور دوسری آیت مرد و عورت کنوارے کے حق میں ہے اور اسی کو ابن جریر نے ترجیح دی اور نحاس نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو اول آیت میں واللاتی بصیغہ مونث ہے پھر باوجود شمول مردون کے تغلیب مونث کی مذکر پر لازم ہوگی اور یہ بعید ہے اور مفسر رح نے کہا کہ اللذان یاتینہا میں لواطت مراد ہونا اظہر ہے بدلیل تثنیہ ضمیر مذکر کے اور جسنے زنا مراد لیا اسنے کہا کہ تثنیہ سے زانی مع زانیہ مراد ہے اور یہ قول اسطرح رد ہوتا ہے کہ اللذان کا بیان (منکم) سے موجود ہے اور یہ ضمیر مردون کے واسطے مخصوص ہے اور علاوہ اسکے اللذان دونون سزاے اذیت میں اور توبہ و اعراض میں مشترک ہیں اور یہ مخصوص مردون کے لیے ہے کیونکہ عورتون کے حق میں پہلے بیان ہوا کہ محبوس رکھے جانے کی سزا ہے **قال المترجم** یعنی عورتون سے اعراض کا حکم نہیں ہے اور یہان عرضوا عنہما فرمایا یعنی ان دونون سے اعراض کرو پس عورت کیونکر مراد ہوسکتی پس مفسر رح کے نزدیک ارجح یہ کہ مراد لواطت ہے اور شافعیہ طور پر حاصل یہ نکلا کہ ابتدا میں لواطت کا یہ حکم تھا جو یہان مذکور ہے پھر حد زنا نازل ہونے سے یہ بھی منسوخ ہوا اور لواطت کی بھی وہی حد ٹھہری جو زنا کے واسطے ہے کیونکہ یہان جو عہد تھا وہان اسی کا حکم نازل ہوا ہے تو عورتون کی زنا اور مردون کی لواطت دونون کا وہان بیان آیا مگر شافعی رح کے نزدیک لواطت میں مفعول بہ پر خواہ محصن ہو یا غیر محصن ہو کسی حال میں رجم نہیں ہے بلکہ درّے اور ایک سال کی نفی ہے **قال المترجم** روایت اصحاب سنن جو اوپر مذکور ہوئی کہ فاعل و مفعول بہ کو قتل کرو امام شافعی پر حجت ہے اور اسی کے موافق بعض خلفاے راشدین نے عمل فرمایا فافہم۔ قولہ فاذوہما۔ ای بالسب والضرب بالنعال یعنے ایذا دینے سے مراد یہ ہے کہ انکے ساتھ بدزبانی کرو اور جوتیون سے مارو۔ اور بعض نے کہا کہ عار دلاؤ اور یہی صحیح ہے چنانچہ ابن عباس و سعید بن جبیر وغیرہ نے فرمایا کہ بدگوئی و عار دلانے و جوتیون مارنے سے ایذا دو اور حکم یہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو درّے مارنے و سنگسار کرنے سے منسوخ کیا **اقول** یعنے حدود مقرر کردیے تو یہ حکم منسوخ ہوا اور یہ مراد نہیں ہے کہ اسکی جگہ بھی وہی زنا کی حد مقرر ہوئی فتامل اور قولہ فاعرضوا۔ یعنی اعراض کرو مراد یہ کہ ان دونون کو ایذا دینے سے اعراض کرو۔ **اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا**۔ اللہ تعالیٰ تواب ہے **ف** یعنے تواب کی صفت اس شخص کے حق میں ظاہر فرماتا ہے جو توبہ کرے یعنے نادم ہو کر عزم کرے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرےگا۔ **رَحِیْمًا** اس توبہ کرنے والے کے اوپر مہربان ہے **ف** پھر اللہ عزوجل نے بیان فرمایا کہ توبہ کن لوگون کی توبہ ہے۔ **اِنَّمَا التَّوْبَۃُ عَلَی اللّٰہِ**۔

توبہ قبول کرنا تو اللہ تعالے پر فقط انہیں بندوں کے واسطے ہے جو جہالت میں بدکاری کریں پھر جلد بیدار ہو کر نادم ہوں۔ اگر کہو کہ توبہ تو ہر شخص کر لیتا ہے مفسر رح نے جواب دیا یعنے التوبۃ التی کتب علی نفسہ قبولہا بفضلہ۔ یعنے وہ توبہ کہ لکھ لیا اللہ تعالی نے اپنے اوپر قبول کرنا اسکا محض اپنے فضل سے کیونکہ علی حرف ایجاب ہے پس (علی اللہ) کے معنے یہ ہوے کہ واجب ہے اللہ تعالی پر حالانکہ اللہ تعالے پر کوئی چیز واجب نہیں بمعنے آنکہ اس کا کرنا حتمی ضرور ہو یہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ و مذہب ہے یعنے سب ہی اسکے قائل ہیں ہاں معتزلہ اللہ تعالی پر وجوب اعدل و اصلح وغیرہ واجب بکتے ہیں سو یہاں شبہہ پڑتا تھا کہ علی حرف ایجاب ہے پس قبول توبہ اللہ تعالی پر واجب ہے سو مفسر رح نے معنے بیان کر دیے جسکا حاصل یہ کہ قبول توبہ کو اللہ تعالی نے اپنے فضل و احسان سے مانند واجب کے کر لیا ہے بمقتضا سے وعدہ قبول کے کیونکہ اوتعالے نے قبول توبہ کا وعدہ فرمایا اور وعدہ اسکا خلاف نہیں ہوتا تو ضرور پورا ہو گا پس اسکو وجوب سے تعبیر فرمایا (البیضاوی فی السراج) اور یہ کلام متین ہے کیونکہ بلا خلاف لفظ قبول محذوف اور خبر بھی محذوف ہے پس انما التوبۃ علی اللہ ای انما قبول التوبۃ مترتب علی فضل اللہ یعنی قبول توبہ کا ظہور تو اللہ تعالی کے فضل پر ہے۔ (ابو حیان) اور اہل معانی جنھوں نے نظم قرآن میں معانی بیان کیے ہیں مانند زجاج و اخفش و سیبویہ وغیرہ کے وہ کہتے ہیں کہ معنے یہ ہیں کہ واجب کیا اللہ تعالے نے اپنے اوپر بدون کسی کے واجب کرنے کے کیونکہ اوتعالی مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا و توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون - یعنی اے مومنو سب کے سب اللہ تعالے کی طرف توبہ و رجوع لاؤ - پس تمام امت متفق ہے کہ مومنوں پر توبہ کرنا فرض ہے پس اللہ تعالی کے فضل سے کن لوگوں کی توبہ مقبول ہے تو فرمایا - لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ ای المعصیۃ یعنے ان لوگوں کی توبہ قبول ہے جو کرتے ہیں برائی یعنے گناہ کو - بِجَهَالَةٍ - حال ای جاہلین اذ عصوا ربہم۔ درحالیکہ جاہل ہیں جبکہ رب عز و جل کی نافرمانی کی پس بجہالۃ حال واقع ہے یعملون کی ضمیر سے - ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ - زمن قَرِيبٍ قبل ان یغرغروا - پھر توبہ کرتے ہیں زمانہ قریب میں یعنے قبل اسکے کہ انکو موت کا گھر لگے - فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ یقبل توبتہم - پس ایسے لوگوں کی توبہ اللہ تعالی قبول فرماتا ہے ف اگر کہا جاوے کہ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ انکی مقبول ہے جو جہالت و نادانی سے گناہ کریں بغیر جانے بوجھے تو مفسر رح نے جواب کا اشارہ کیا کہ جاہل ہیں جبکہ انھوں نے نافرمانی کی یعنے گناہ صادر ہونا عین نادانی ہے شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ حضرت مجاہد رح وغیرہ نے فرمایا کہ جسنے اللہ تعالی کی نافرمانی کی خواہ عمدا یا خطا سے تو وہ جاہل ہے جبتک اس گناہ سے باز نہ آوے - اور قتادہ نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے تھے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو جو گناہ ہو پس وہ جہالت ہے - روایت ابن جریر اور عبد الرزاق نے قتادہ رح سے روایت کی کہ اصحاب رسول اللہ صلعم اس بات پر مجتمع ہوے کہ جس فعل میں اللہ تعالے کی نافرمانی ہوئی وہ جہالت ہے خواہ عمدا نافرمانی کی یا چوک گیا۔ اور مجاہد رح نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالے کی نافرمانی کا کام کرے وہ اس کام کے وقت میں جاہل ہے اور عطاء ابن رباح سے اسکے مانند روایت کیا گیا اور ابن عباس سے ابو صالح نے روایت کی کہ بندہ کی جہالت ہی سے بدکاری ہے - بالجملہ اگر زید بیوقوف نے جس راہ سے خود آتا جاتا ہے عمدا کانٹے ڈال دیے تو یہ اسکی جہالت بڑھی ہوئی کہلاویگی اور اگر چوک گیا اور گر گئے تو چھوٹی جہالت ہے فافہم پھر اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قریب زمانہ میں توبہ کرے تو اسی کی توبہ قبول ہے حالانکہ لوگوں آدمی گناہ کرتا ہے اور ہوش نہیں ہوتا پھر مدت بعد توبہ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو جواب کی طرف مفسر نے اشارہ کیا کہ بندے کے حق میں موت کا گھر لگنے سے پہلے سب وقت زمانہ قریب ہی ہے گرچہ اپنی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت کو دیکھ لیا ہو اگر غرغرہ سے پہلے توبہ کر لی تو قبول ہے دیکھو اللہ تعالی نے قیامت کو قریب فرمایا - شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ملک الموت نظر آنے تک قریب ہے اور ضحاک نے کہا کہ موت سے ادھر

قریب ہے اور قتادہ و سدی نے کہا کہ جب تک صحت میں ہے۔ اور حسن بصری نے فرمایا جب تک گھبرانے لگے اور عکرمہ نے فرمایا کہ دنیا سب کی سب قریب ہے مترجم کہتا ہے کہ آدمی کو آخرت کے دوام و ہمیشگی و کبھی ختم نہ ہونے پر نظر نہیں وہ سو پچاس بلکہ ہزار دو ہزار بلکہ لاکھ کرور اور دارِ ناپائدار دنیا کو بعید دیکھتا ہے حالانکہ اُس بے انتہا کے سامنے یہ بہت قریب ہے شیخ ابن کثیرؒ نے یہاں احادیث کو ذکر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابن عمرؓ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک اسکو موت کا گھبرانا لگے۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وحسنہ الترمذی اور ابن مردویہ کی روایت عبداللہ بن عمرؓ میں موت سے ایک ساعت پہلے باخلاص توبہ کا قبول ہونا مذکور ہے و کذا فی روایۃ ابی داؤد الطیالسیؒ اور مانند روایت احمد کے ابن مردویہ نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی و قدر رواہ ابن جریر عن الحسن البصریؒ و عن بشیر بن کعب مرسلاً و عن عبادۃؓ بن الصامت مرفوعاً۔ اور حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس نے عرض کیا کہ اے پروردگار تیری عزت پاک کی قسم ہے کہ برابر میں بنی آدم کو اغوا کرونگا جبتک انکی روحیں انکے بدنوں میں ہونگی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت جلال کی قسم ہے کہ برابر میں انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھسے استغفار کرینگے۔ رواہ احمد شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان احادیث میں دلالت ہے کہ جب ایسے بندے نے توبہ کی کہ اسکی زندگی کی امید ہے تو اسکی توبہ قبول ہے اور جب زندگی سے یاس ہوگئی اور ملک الموت کو دیکھ لیا اور روح حلق میں اٹکی و سانس گھرّانے لگا تو پھر توبہ مقبول نہیں ہے اسواسطے اللہ عزوجل نے فرمایا و لیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن۔ یعنی نہیں توبہ ان لوگوں کے لیے جو گناہ کیے جاتے ہیں یہانتک کہ جب انہیں سے کسی کی موت حاضر ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اسدم توبہ کرتا ہوں۔ یہ ویسا ہے جیسا حق عزوجل نے حکم فرمایا کہ مغرب سے آفتاب نکلنے پر پھر کسی اہل زمین کی توبہ قبول ہوگی۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا بخلقہ۔ دانا ہے اپنے مخلوق کا۔ حَكِيْمًا۔ فی صنعہ بہم۔ حکیم ہے اپنی صنعت میں اپنے مخلوق کے ساتھ اور بعض محققین نے کہا کہ جب گھرّانے لگا تو ایمان کی توبہ قبول نہیں ہے اور گناہ کی توبہ قبول ہے اور تفصیل شرح فقہ الاکبر ملا علی قاری و مقدمہ عین الہدایہ مترجم باب العقائد میں ہے۔ ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالیٰ انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ۔ اس آیت کریمہ کے ظاہر معنے پر انما التوبۃ علی اللہ میں علیٰ بمعنے من ہے ای انما التوبۃ من اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ۔ یعنی توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں لوگوں کے لیے ہے جو معصیت کرتے ہیں حالت جہالت میں۔ اور اہل تصوف کے نزدیک یہاں اشارہ یہ ہے کہ جو شخص گناہ میں پڑا وہ اندھیرے اور حیرانی میں پڑ گیا اس کو ہدایت کی راہ نہیں نظر آتی ہے اور کسی بشر کی قدرت نہیں یہ بات خود نہیں ہے کہ راہ حق پاوے کیونکہ ہادی و راہ دینے والا ہی پاک پروردگار ہے اور ہدایت اسکے اوصاف قدیم سے متعلق ہے اور یہ محال ہے کہ کوئی حادث بھی اوصاف قدیم سے ہوجاوے پس اب سمجھو کہ علی اللہ۔ اسکی نعت و وصف ذات کے لیے کہ وہی ہادی ہے کیونکہ وہی ہادی اپنے متحیر بندے کی طرف رجوع فرماوے جسکا قدم اسکی طبعی خواہش میں پھسل گیا ہے کہ وہ خود اپنے آپکو قہر الٰہی سے خلاص نہیں کرسکتا اسکا چھٹکارا اسی فیاض کریم کی شرط کرم پر ہے جسنے اپنے گنہگار بندوں کی بخشش کرنے سے اپنا وصف فرمایا ہے اور یہ گنہگار وہ بندے ہیں جو بدون اختیار کے بشریت کی خواہشوں کا قصد کر گذرے چنانچہ اوتعالیٰ نے اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا۔ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ یعنی اوتعالیٰ نے جو تمہارا پروردگار ہے اپنے اوپر رحمت کرنا لکھ لیا ہے پس حرف علی اپنے ظاہر پر رہا بدلیل قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ اسکی طرف سے بندے کی طرف رجوع اسکی رحمت واسعہ کی نظر سے ہے جسکے حق ہے سبقت رحمتی غضبی۔ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیگئی ہے۔ اور یہ توبہ قبول کرنا بروجہ مذکور حضرت حق عزوجل کی سنت سابقہ ہے کہ ہمارے باپ آدم علیہ السلام پر گیہوں کھانے کے بعد جاری ہوئی چنانچہ فرمایا۔ فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی۔ یعنی پھر برگزیدہ کیا آدم کو اسکے پروردگار نے پس رجوع فرمایا اسپر اور راہ دیدی۔ اور خصوصیت توبہ رجوع کی ان لوگوں کے واسطے

جو برُا کام جہالت مین کر گذرین - یہ اخبار اور آگاہی ہی اپنی عطوفت و لطف کی ایسی قوم کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے امتحان کے وقت ابتداے
مُریدی و طلب کی حالت مین اپنے حظ نفس مین تھوڑا گرفتار ہو گئے تا کہ انکے دلون مین ندامت و غبار و خوف و جلال واقع ہو جس سے وہ اپنی
گردنین بلند نکرین بعد ازانکہ نعوت کبریائی سے متصف ہو گئے اور حقائق انبساط اور مقام اتحاد تک پہنچ گئے ہین کیونکہ گردن اٹھانے مین دیدار ازلی
مشاہدہ ابد سے گر جاوینگے حالانکہ حدوث سے فنا ہو گئے اور خُلق قدم سے آراستہ ہوئے ہین پھر برائی کی نسبت جو ان بندون کی طرف فرمائی
اور جہل کی طرف انکو منسوب کیا تو یہ معنے کہ عمدہ طاعات کرتے ہین اس امید پر کہ عوض پاوین اور یہ جہالت ہی کہ مکر قدم سے بیخوف ہین اور عزت باری
عز وجل کو کم پہچانتے گویا نہین پہچانتے ہین اور اس سے آگاہ نہین کہ اسکی درگاہ جلال منزہ و پاک ہی تمام طاعت والون کی بندگی اور تمام گنہگارون کے
گناہ سے حالانکہ یہ جہالت سے سمجھتے ہین کہ یہ طاعات بھی کچھ چیز ہین اور یہی چیزین سبب تقرب سمجھتے ہین حالانکہ درگاہ قدیم مین حدوث کی علت
کارآمد نہین ہی پھر جب جمال مشاہدہ حضرت باری تعالیٰ کے دیکھنے والے ہو گئے تو اسکے جلال عظمت مین جو انکے گمان اپنی طاعتون کے ساتھ
تھے اس سے شرما گئے اور یہی فرمایا - ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیہم وکان اللہ علیما - یعنی آگاہ تھا انکے شوق کا اپنی طرف اپنے
علم قدیم سے حکیما - انکی تربیت کرنے مین اپنی معرفت کے عطا ارتہین - اور بعض نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ جو لوگ طاعت سلیے پاک
پروردگار کی جناب مین تقریب ڈھونڈھتے ہین اپنی جہالت سے جہان نہین تقرب ڈھونڈھا جاتا ہو مگر اسی پاک بے نیاز کے فضل سے - آورد
شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ضمان کرلی ایسے بندے کے توبہ کی جس سے گناہ بدون قصد صادر ہو نہ اسکے واسطے جو گناہ کرنے کو دل
مین پوشیدہ رغبت سے رکھتا ہی اور اسکے صادر ہونے پانے پر تاسف کرتا ہی چنانچہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما التوبۃ علی اللہ الآیۃ

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ج حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
اور نہین توبہ ان لوگون کی جو کیے جاتے ہین برائیان یہانتک کہ جب آگئی ان مین کسی کی موت
قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا
تو بولا کہ مین نے توبہ کی اس دم اور نہ ان لوگون کی جو مرتے ہین درحالیکہ کافر ہین یہی لوگ ہین کہ مہیا کر رکھا ہم نے انکے لیے دکھ دینے والا عذاب

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ - الذنوب - جمع ذنب بفتح اول وسکون ثانی بمعنے گناہ حَتَّىٰ
إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ - اور ایسے لوگون کے لیے توبہ نہین جو گناہ کیے جاتے ہین یہانتک کہ جب انمین سے کسی پاس
موت حاضر ہوئی ف واخذ فی النزع - اور نزع روح کی حالت شروع ہوئی اور اسنے آخرت کا مشاہدہ کرلیا قَالَ إِنِّي تُبْتُ
الْآنَ - کہنے لگا کہ اب مین نے توبہ کی ف فلا ینفعہ ذلک ولا یقبل منہ پس اسکو یہ توبہ کرنا نافع نہوگا اور نہ قبول ہوگا - اور کلام
مفسرین مشعر ہی کہ یہ بیان مسلمانون کا بھی حال ہی جیسا کہ ثوری سے مروی ہی اور اسی طرف کلام بیضاوی و سراج وغیرہ مشعر ہی اور کمالین مین
کہا کہ قبول نہونے کی وجہ یہ ہی کہ یہ ملک الموت و عذاب کے مشاہدہ ہونے کا وقت ہی پس یہ اضطراری حالت ہی اختیاری نہین ہی اور سراج مین کہا کہ یہ وہ وقت
ہوتا ہی کہ کسی کافر سے ایمان اور کسی گنہگار سے توبہ اسوقت قبول نہین ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا یعنی ہرگز
نفع کرے انکو ایمان لانا انکا جسوقت دیکھ لیا انھون نے ہماری باس کو یعنے عذاب و اسکے آثار کو اور کہا کہ اسیواسطے فرعون کا ایمان قبول نہوا جب
ڈوبنے مین پڑا تو ایمان لایا اور یہی ایمان الباس ہی جو مقبول نہین اور کمالین مین لکھا کہ مشہور یہ ہی کہ یاس کے وقت توبہ گناہ مقبول ہی اگرچہ ایمان
مقبول نہین ہی چنانچہ خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہی لیکن جامع مضمرات مین اسکے خلاف مذکور ہی اور یہی صحیح ہی جو جامع مضمرات مین ہی اور یہی

احادیث صحیحہ مین وارد ہوا انتہی اور یہ بھی خلاف نہین کہ مغرب سے آفتاب نکلنے کے بعد کسی کی توبہ قبول نہوگی اور شیخ ابو العالیہ سے مروی ہی کہ یہ
آیت منافقون کے لیے اور یہی قول سعید بن جبیر کا ہی اور ابن عباس سے مروی ہوا کہ مشرک مراد ہین لیکن آیندہ آیت تو خود مشرکون کے لیے
منصوص ہی بقولہ تعالی - وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ - اذا تابوا فی الآخرۃ عند معاینۃ العذاب لا یقبل منہم - یعنی اور نہین توبہ
ان لوگون کے لیے جو مرتے ہین در حالیکہ وہ کافر ہین ف یعنی جبکہ آخرت مین عذاب دیکھکر توبہ کرینگے تو انسے قبول نہوگی - کیونکہ ہم لوگ جتنے
بندے ہین سب مامور ہین کہ غیب پر ایمان لاوین اور جب معاینہ کرلیا تو ایمان کہان رہا وہ تو مشاہدہ ہوگیا سراج مین ہی کہ اللہ سبحانہ
نے اون لوگون کو جو نیاکی سے اپنی توبہ کرنے مین اسراف کرتے ہین موت کا وقت آجانے تک اور ان لوگون کو جو کافر مرتے ہین اس بات مین برابر
کردیا کہ دونون کی توبہ نہین ہی اسواسطے کہ موت کا حاضر آنا آخرت کا پہلا حال ہی تو جیسے کفر پر اصرار کرنے والون کی توبہ یقین پر جاتی رہی ایسے
ہی جسنے موت آجانے تک توبہ نکرنے مین بیباکی کی کیونکہ ہر ایک نے دونون مین وقت اختیاری سے تجاوز کیا اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ
حضرت ابن عباس و ابو العالیہ و ربیع بن انس نے قولہ ولا الذین یموتون وہم کفار - مین کہا کہ یہ اہل شرک کے حق مین نازل ہوا ہی - اور حضرت ابوذر رضہ
نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالی اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا اور اپنے بندے کو بخشتا ہی جبتک حجاب واقع نہو تو عرض کیا گیا کہ حجاب واقع
ہونا کیا ہی فرمایا کہ بدن سے جان نکلے ایسے حال مین کہ مشرک ہو رواہ احمد - اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا - اعددنا مہیا کیا ہم نے لَهُمْ
عَذَابًا اَلِيْمًا - مولما - ایسے ہی لوگ ہین کہ ہم نے مہیا کیا ہی انکے لیے عذاب مولم یعنی سخت دکھ دینے والا - سراج مین ہی کہ بعض
نے کہا کہ اعتدنا در اصل اعددنا تھا کہ دال اول کو تا سے بدلا - اور عذاب الیم سے مراد دوزخ ہی پس معلوم ہوا کہ بے توبہ مرنے والا دوزخی ہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْهَبُوْا
اے ایمان والو حلال نہین تمکو میراث مین لے لو عورتون کو زبردستی کرکے اور نہ انکو بند کر رکھو کہ لے لو انسے کچھ
بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْھُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ
اپنا دیا ہوا مگر آنکہ وہ کرین بے حیائی کھلی ہوئی اور گذران کرو عورتون سے دستور معقول سے
فَاِنْ كَرِهْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَـيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝
پھر اگر تم کو وہ نہ بھاوین تو شاید تم کو ایک چیز نہ بھاوے حالانکہ اللہ اسمین بہت خوبی کر دیگا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا - ای ایمان والو تم کو حلال نہین کہ تم عورتون
کے وارث بنو زبردستی ف یعنی عورتون کی ذات کے وارث بننے سے ممانعت ہی کرہا بالفتح والضم لغتان ہی مکرہین علیہ ذلک - یعنی
کرہ بالفتح اکثرون کی قرات ہی اور بالضم حمزہ و کسائی کی قرات ہی اور معنے اسکے زبردستی کے ہین یعنی زبردستی کرنے والے عورتون پر
وراثت مین نہو اسطرح کہ انکی ذات کے وارث بن جاؤ - اور یہ معنے سبب نزول سے کھلینگے چنانچہ مفسر رح نے کہا کہ کانوا فی الجاہلیۃ یرثون نساء
اقربائہم فان شاؤا تزوجوہا بلا صداق او زوجوہا واخذوا صداقہا او عضلوہا حتی تفتدی بما ورثتہ او تموت فیرثوہا فنہوا عن ذلک - زمانہ
جاہلیت مین اسلام لانے سے پہلے جبکہ خدا تعالی کی راہ و شریعت سے جاہل تھے تب ان لوگون کا یہ دستور تھا کہ اپنے اقربا یعنی ناتے دارون
کی عورتون کے وارث ہوجاتے یعنی میراث مین لے لیتے پھر چاہتے تو اس سے بدون مہر کے خود نکاح کر لیتے تھے یا دوسرے سے اسکا نکاح کرکے اسکا مہر
خود لے لیتے یا اس کو روک کر بند کر رکھتے یہانتک کہ تنگ ہوکر جو اس نے میراث پائی تھی وہ فدیہ دیکر اپنی جان چھڑاتی یا مر جاتی تو اسکے

ہو جاتے پس اللہ عزوجل نے انکو اس سے منع کر دیا مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کے سبب نزول سے چند اطوار مشرکین سے ممانعت ہے چنانچہ تلخیص کے
ساتھ جو شیخ محدث ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا ہے لاتا ہوں - ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی مرد مرتا تو مرد کے اولیا یعنے
وارث لوگ اس میت کی جورو کے حقدار ہو جاتے انہیں سے کوئی اگر چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا اور اگر چاہتے تو دوسرے سے اسکا نکاح کر دیتے
پس میت کے اولیا اس عورت کے حق دار ہوتے اور عورت کے اولیا اس کے حقدار نہ رہتے پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ البخاری وابن مردویہ و
ابوداود والنسائی وابن ابی حاتم - اور دوسری روایت میں ابن عباس سے ہے کہ مرد اپنے قرابت والے میت کی جورو کا وارث ہوتا اور اسکو نکاح کرنے سے
روک رکھتا یہانتک کہ مر جاتی یا جو مہر اسنے لیا ہے واپس کر دیتی - رواہ ابوداود - اور مقسمؒ عن ابن عباس میں ہے کہ قرابت والوں میں سے جو میت کی جورو پر
کپڑا ڈال دیتا وہی اسکا احق ہو جاتا - اور علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس میں ہے کہ میت کی جورو پر اسکا دیور کپڑا ڈال دیتا پھر خوبصورت ہوتی تو خود
نکاح کرتا ورنہ روک رکھتا جب مرتی تو اسکی میراث لیتا - اور عوفی عن ابن عباس میں ہے کہ اہل مدینہ کے جاہلوں یعنے اسلام سے پہلے شرکوں کا یہ
دستور تھا - اور زید بن اسلم نے بھی یہ طریقہ اہل یثرب یعنی اہل مدینہ کا بیان کیا اور کہا کہ اہل تہامہ یعنے مکہ و نواح والوں کا طریقہ تھا کہ مرد اپنی جورو
سے بری گذران رکھتا یہانتک کہ اسکو طلاق دیتا اور یہ شرط کرتا کہ اسی سے نکاح کرے جس کو مرد چاہے یہانتک کہ کچھ مہر واپس کر کے وہ جان
چھوڑاتی پس اللہ تعالے نے مومنوں کو اس سے منع فرمایا - رواہ ابن ابی حاتم اور ابوامامہ سہلؓ بن حنیف سے روایت ہے کہ جب ابو قیس
بن الاسلت نے انتقال کیا تو اسکے پسر نے چاہا کہ باپ کی جورو سے نکاح کرے اور جاہلیت میں انکا یہ طریقہ تھا تو اللہ تعالی نے یہ حکم نازل فرمایا رواہ
ابن جریر وابن مردویہ - اور عطاءؒ نے کہا کہ جاہلیت میں جب کوئی مرتا اور جورو چھوڑتا تو اسکے وارث اس عورت کو اپنے کسی بچہ کے دودھ
پلانے کے واسطے بند رکھتے پس یہ آیت نازل ہوئی - رواہ ابن جریر - عکرمہ نے کہا کہ کبیشہ بنت معن بن عاصم بن الاوس کے حق میں اتری
کہ ابو قیس اسکا شوہر مرا اور اسکے پسر نے جو اس عورت کے پیٹ سے نہ تھا اس عورت کیطرف میل کیا اسنے حضرت صلعم سے کہا تو یہ آیت اتری
رواہ ابن جریر - اور سدی نے ابو مالک سے روایت کی کہ میت کے ولی نے اگر اسکی جورو پر آکر کپڑا ڈال دیا تو اسکو دودھ پلانے وغیرہ کے لیے محبوس رکھ
سکتا اور اگر کپڑا نہیں ڈالنے پایا اور عورت بھاگ کر اپنے لوگوں میں ہو رہی اور ہاتھ سے نکل گئی تو پھر عورت نے نجات پائی خود مختار ہے - اور مجاہدؒ
نے کہا کہ مرد کے پاس یتیمہ لڑکی پرورش میں ہوتی وہ اسکو روک رکھتا بدیں امید کہ مر جاوے تو میراث لوں یا میرا لڑکا بڑا ہو تو اسکو بیاہ دوں رواہ
ابن ابی حاتم - پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ شعبی وعطاء بن ابی رباح وابو مجلز وضحاک وزہری وعطاء خراسانی ومقاتل سے باسناد اسکے مروی ہے
شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ آیت کریمہ تمام اسکو شامل ہے جو اہل جاہلیت کرتے تھے جسکا بیان اقوال و آثار میں مذکور ہوا اور جو
فعل اسی نوع کا ہو سب کو شامل ہے واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا سے خطاب بطور رندکے اسوقت کے موجود لوگوں کو تھا اور
بواسطے قیامت تک کے لوگوں کو شامل ہے - بالجملہ ایسے افعال سے ممانعت ہے اور یہ حرام ہے اور باپ کی جورو سے نکاح حرام دائمی ہونا آگے
آویگا - وَلَا - ان - تَعْضُلُوهُنَّ - اے تمنعوا ازواجکم عن نکاح غیرکم بامساکهن ولا رغبة لكم فيهن ضرارا - اور نہیں حلال ہے تمکو یہ کہ
تنگ کر رکھو عورتوں کو ف یعنے منع کرو اپنی جوروں کو اس سے کہ تمہارے سوائے دوسرے سے نکاح کر لیں اس طرح کہ انکو روک رکھو
نہ طلاق دو حالانکہ تم کو ان کی طرف کچھ رغبت نہیں ہے فقط اس غرض سے روکتے ہو کہ ان کو ضرر پہونچاؤ - لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا
آتَيْتُمُوهُنَّ - من المهر - تاکہ لے جاؤ کچھ اس میں سے جو تم نے انکو دیا ہے ف یعنی مہر میں سے کیونکہ آخر تنگ ہو کر وہ عورتیں فدیہ کیا کرتی
تھیں - مترجم کہتا ہے کہ عضل کے معنے حبس و تنگ کرنا کما ذکرہ الزمخشری اور موافق آثار اور مختار شیخ ابن کثیرؒ کے ممانعت مردوں کو

اپنی جورووں کے عضل سے اور یتیمہ کو نکاح سے اور میت کی جورو باندی کو دوسرے سے نکاح کرنے سے یہ سب عضل ہے جس سے ممانعت ہے
اور بنا بریں لبعض ما اتیتموہن - جورووں کے مہر سے یا میت کی جورو نے جو مہر و ترکہ پایا اس سے یا یتیمہ نے جو میراث پائی اس سے لے لو۔ و
مفسر رح نے اسکو ازواج یعنی شوہروں کے حق میں خطاب قرار دیا - حالانکہ مفسر رح نے اول خطاب کو وارثوں کے حق میں ہونا اختیار کیا تھا اسی سبب
سے اعتراض کیا گیا کہ ایک کلام میں خطاب بزار دو مخصوصوں کو بدون تکرار نداء کے روا نہیں ہے چنانچہ قم واقعد زید و عمرو دونوں کو ایک ندا میں
الگ الگ فعل کو نہیں کہہ سکتے بلکہ یوں کہیں گے قم یا زید وا قعد یا عمرو اور جواب دیا گیا کہ اہل اسلام بحکم واحد ہیں - اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب
بھی وارثوں کو ہے اے تم لوگ ان عورتوں کو نکاح کرنے سے منع مت کرو اور سراج میں کہا کہ صحیح وہ ہے کہ معالم میں فرمایا کہ یہ خطاب شوہروں
کو ہے شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ لا تعضلوہن - یعنی مقہور مت کرو انکو تا کہ جو دیا ہے اسمیں سے
کچھ لے مرد اور مراد اس سے وہ مرد ہے کہ اسکی جورو ہو حالانکہ مرد اس سے کراہت رکھتا ہو اور عورت کا اسپر مہر ہو پس مرد اسکو ضرر پہونچاوے بدین
غرض کہ عورت اس سے فدیہ کرالے اور یہی قول قتادہ وضحاک و بہتوں کا ہے اور اسکو ابن جریر رح نے اختیار کیا اور ابن المبارک و عبد الرزاق
نے ابن البیلمانی رح سے روایت کی کہ یہ دونوں آیتیں ایک امر جاہلیت کے بارہ میں ہیں اور دوسرے دربارہ اسلام ہے ابن المبارک رح نے فرمایا
کہ مراد یہ کہ قولہ لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہا دربارۂ جاہلیت ہے اور قولہ لا تعضلوہن دربارہ اسلام ہے - تحقیق یہ ہے کہ معنے آیت کریمہ کے یہ ہیں
کہ اے اہل ایمان تم کو حلال نہیں کہ اکراہ سے عورتوں کی ذات کے وارث ہو جیسے اہل جاہلیت کیا کرتے تھے اور نیز اے اہل اسلام تمکو حلال نہیں
کہ اپنی جورووں کو روکو با وجودیکہ تم کو انسے رغبت نہیں ہے اور ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ دوم بھی اہل جاہلیت کے فعل سے ممانعت ہے یعنی اے
اہل اسلام تمکو حلال نہیں کہ اپنی جورووں کو عضل کرو جیسے اہل تہامہ منکر کرتے تھے کما رواہ ابن ابی حاتم عن زید بن اسلم اور شک نہیں کہ اسی عضل سے
متعلق ہے استثناء مابعد یعنی قولہ - اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ - بفتح الیاء و کسرہا ہے مبینت اور ہی بینۃ - یعنی ابن کثیر
و شعبہ نے بفتح یاء مبینۃ پڑھا بمعنے مبین کی گئی اور باقیوں نے بکسر یاء مبینۃ پڑھا بمعنے آنکہ وہ خود بینہ ہے اور کھلی ہوئی ہے پس یہ بین سے ہے جو بمعنے
تبین لازمی ہے اور شاید مفعول محذوف ہو یعنی مبینۃ حال صاحبہا - اے ایسی حرکت فاحشہ جو اپنے کرنے والیکا حال کھولنے والی ہے اور مراد اس سے
یہ ہے جو مفسر رح نے ذکر کی اے زنا او نشوز فلکم ان تضاروہن حتی یفتدین منکم و تختلعن - یعنے کہ مثلاً وہ زنا یا سرکشی لاویں البتہ تمکو روا ہے کہ انکو ضرر
پہونچاؤ تاکہ مال دیکر تم سے اپنی جان چھڑاویں اور خلع کرا دیں - پھر کہا گیا کہ استثناء متصل ہے اور یہی بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا یعنے استثناء
از زمانہ عام یا از علت عامہ ہے یعنے اعم العام ظرف سے یا مفعول لہ سے گویا یوں کہا گیا کہ و لا تعضلوہن فی جمیع الاوقات الا وقت ان یاتین بفاحشۃ
مبینۃ یعنی جمیع اوقات میں انکو بند نہ کرو الا ایک وقت میں جب کہ وہ فاحشہ مبینہ کریں یا لا تعضلوہن لعلۃ الا لان یاتین بفاحشۃ یعنی کسی علت
سے انکو حبس نہ کرو الا اس علت سے کہ فاحشہ مبینہ کریں اور عکبری رح نے تبیان میں اختیار کیا کہ استثناء منقطع ہے پھر جاننا چاہیے کہ مفسر کی
یہ مراد نہیں کہ زنا یا نشوز کوئی بات کریں تو عضل کا اختیار ہے بلکہ اشارہ ہے اختلاف تفسیر کی طرف چنانچہ ابن مسعود و ابن عباس و سعید و مجاہد و
عکرمہ و عطاء خراسانی و ضحاک و ابو قلابہ و ابو صالح و سدی و زید بن اسلم و ابن ابی ہلال نے کہا کہ مراد فاحشہ مبینہ سے زنا ہے - اور ایک روایت میں
ابن عباس و عکرمہ و ضحاک سے آیا کہ وہ نشوز و عصیان ہے کما ذکرہ ابن کثیر - اور شاید مفسر رح نے مانند ابن جریر کے یہ اختیار کیا ہو کہ فاحشہ
مبینہ یہاں زنا و نشوز و عصیان و بدزبانی وغیرہ افعال ناشائستہ سب کو شامل ہے - شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ قول جید ہے واللہ اعلم اور یہ مانند اسکے
ہے جو سورۂ بقرہ میں فرمایا ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموہن شیئا الا ان یخافا ان لا یقیما حدود اللہ الآیۃ - اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ مراد اپنی

قرابت دار کی عورت کا وارث بن جاتا پس اسکو عضل کرتا یہانتک کہ وہ مرجاتی یا مہر جو اسنے لیا تھا واپس کر دیتی پس اللہ عزوجل نے اس سے
منع فرمایا۔ رواہ ابوداؤد و شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ مقتضی یہ کہ تمام سابق امر جاہلیت کے بیان میں ہیں ولیکن مومنون کو اسلام میں ایسا کرنے
سے ممانعت ہی۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ - اور عورتوں سے معروف برتاؤ کرو ف ای بالاجمال فی القول والنفقۃ والمبیت
یعنے عورتوں سے میٹھی معقول بات کہنا اور نفقہ دینا اور انکے ساتھ رات بسر کرنا بروجہ جمیل کرو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا یعنے اپنے اقوال
وافعال میں انکے ساتھ بقدر امکان خوبی رکھو یہانتک کہ ہیئات کو بھی جواز شرعی کے موافق بقدر امکان خوبصورت رکھو جیسے تم انسے یہ بات
چاہتے ہو وقد قال تعالے ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف الآیۃ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ ابن عباسؓ سے صریح مروی ہوا ہی جیسا کہ سورۂ بقرہ
کی اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہوا اور نبی صلعم نے فرمایا کہ بہتر تم میں سے وہ ہیں جو اپنی گھر والیوں کے لیے بہتر ہوں اور میں تم سب کی نسبت
اپنی گھر والیوں کے حق میں بہتر ہوں۔ رواہ فی الصحیح۔ اور اسی سے استدلال کیا گیا کہ مرد کو ایسا ہی کرنا چاہیے بقولہ تعالی لقد کان لکم فی رسول
اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اور حضرت صلعم کے اخلاق اپنی پاک بیویوں کے ساتھ کھانی وغیرہ کہنے و دیگر موانسات میں پاکیزہ تھے جو شمائل وغیرہ میں مروی
ہیں اور صحیحین وغیرہ میں حدیث خرافہ معروف اسی قبیل سے ہی اور اس سے احکام متعلق ہیں جو باب القسم ترجمہ عالمگیریہ سے تلاش کرو۔ پھر واضح
ہو کہ طلاق ونفاق اللہ تعالے کے نزدیک مبغوض ہی چنانچہ آگے اشارہ فرمایا ہی۔ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ - فاصبروا۔ یعنے پھر اگر تم ان
عورتوں کو مکروہ جانو کہ تمھارے نفس قبول نہ کریں ف تو بھی صبر سے رہو۔ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ
اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا - پس قریب ہی کہ تم ایک چیز کو مکروہ رکھو اور اللہ تعالی اسمیں خیر کثیر دیدے ف ولعلہ یجعل فیہن ذلک
بان یرزقکم منہن ولدا صالحا۔ پس شاید اللہ تعالی انھیں میں یہ خیر کثیر دیدے مانند اسکے کہ تمکو انسے فرزند صالح عطا کرے پس مفسرؒ کے بیان سے
معلوم ہوا کہ فعسی الخ علت ہی جزا ء محذوف یعنی فاصبروا کی پس جزا ء حذف کرکے اسکی علت کو بجائے اسکے قائم کیا اور یہ حسن بیان و کمال بلاغت ہی کہ بر
تقدیر کراہت کے پہلے سے انکو صبر کرنیکا حکم منصوص نہ فرمایا کیونکہ وہ متنفر تھے پس پہلے اسکی علت سنادی تاکہ سمجھ لیں اور بھلائی کا بیان دیکھکر صبر پر آمادہ
ہو جاویں اور نصیحت سود مند ہو فافہم ف عرائس البیان میں ہی کہ قولہ تعالی وعاشروہن بالمعروف۔ یعنے تم لوگ عورتوں کی موانست میں
بطور معروف رہو مگر نفس کے لگاؤ سے نہیں بلکہ مقام انس و روح محبت و فرحت عشق کے ساتھ جبکہ تم حال ولایت میں مخصوص تمکین و استقامت
ہو جاؤ قال المترجم یعنی مرد مبتدی و متلون کو موانست عورتوں کی مفید نہیں ہی اور جب مقام تمکین و استقامت میں ثابت قدم ہو جاوے اور
تعلقات نفس سے چھوٹ جاوے تو وہ مفید ہی قال الشیخ کیونکہ موانست زنان لائق نہیں مگر اسکو جو جناب باری تعالی شانہ سے مانوس ہو جیسے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم و جملہ اولیا و ابدال۔ چنانچہ نبی صلعم نے اس امر کو کہ آپکو جناب باری تعالے میں کمال انس ہی اور یہ شاہد جمال سے کامل فرحت ہی اس اشارہ سے
فرمایا کہ محبوب کی گئیں تمھاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں خوشبو و عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہی اور یہی حال حضرت یوسف علیہ السلام
کا تھا کہ زلیخا سے قصد فرمایا تھا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ ولقد ہمت بہ وہم بہا۔ اور شیخ ذو النونؒ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالے
سے انس حاصل کیا وہ ہر شی ملیح و چہرۂ صبیح سے اور ہر آواز پاکیزہ و ہر خوشبوے پاکیزہ سے مانوس ہو جاتا ہی قال المترجم بعض اہل اللہ
تعالے نے لکھا ہی کہ قطب الاقطاب کی شناخت یہ ہی کہ اسکی رغبت عورتوں سے بوجہ حلال و جواز شرعی زیادہ ہو اور نبی صلعم کے پاس تو نو پاک عورتیں
تھیں اور حدیث میں مروی ہی کہ آپ نے ایک عورت کو دیکھا تو فوراً حضرت زینب رضی اللہ عنہا ام المومنین کے مکان میں اندر تشریف لے گئے اور جب
باہر آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپکتا تھا پھر ایسا مضمون فرمایا کہ عورت کے سامنے اور پیچھے شیطان اترا کرتا ہی پس جب تم میں سے

کوئی اچانک نظر سے اپنے دل میں وسوسہ پاوے تو اپنی حلال جورو سے اپنی حاجت پوری کرلے تو شیطانی دخل سے محفوظ رہیگا۔ اور حدیث میں ہو کہ حضرت صلعم کو چالیس طاقت ور آدمیوں کی قوت عطا ہوئی تھی مترجم نے ان احادیث کو اہل ایمان کے سوچنے وفکر کرنے کے واسطے ذکر کیا ہو۔ پھر جو شیخ رح نے ذکر کیا وہ ظاہری طور پر یوں نہ سمجھنا چاہیے کہ ہر وجہ صبیح وشی ملیح سے اسکی صورت پر انس ہوتا ہو بلکہ صنعت و قدرت پر جو متعلق بروح ہو مانوس ہوتا ہو اور تمام کلام میں نے اول پارہ بقرہ میں ذکر کیا ہو ولیکن ہوشیار رہنا چاہیے کہ بہت سے جاہل صوفی بیدار رو ہوشیار نہیں رہتے انکو قوت حیوانی وشہوانی کے غلبہ کی انس میں اور روحانی انس میں فرق نہیں معلوم ہوتا آخر کار تباہ ہوجاتے ہیں نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم کی پاک بیویاں باعتبار ظاہر کے بہت خوبصورت وغیرہ کچھ نہ تھیں ہاں باطن میں پاک تھیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے واسطے مقدر فرمایا اور انکو یہ کرامت دنیا و آخرت میں ملی فتفکر۔ قال الشیخ اور نیز عاشروہن بایں غرض کہ تم کو اللہ تعالیٰ اُنسے کوئی فرزند صالح عطا کرے۔ اور نیز عاشروہن۔ ای مباشر ہو اُنسے جبکہ وہ رغب ہوں اس بات میں جو تمہاری اُنسے مراد ہو کیونکہ معروف نہیں واقع ہوتا مگر جبکہ دونوں جانب سے ایک ہی صفت پر مساوات ہو اور نیز عاشروہن بالمعروف ای پہچنوا و انکو اللہ تعالیٰ کی صفات ونام پاک اور انکو رغبت دلاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو پہچانکر اسکی بندگی میں ثابت قدم ہوں اور انکو اللہ تعالیٰ کے جمال وجلال کا شوق دلاؤ۔ اور بعض اکابر نے فرمایا یعنے انکو سنتیں اور فرض جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں سب سکھلاؤ۔ اور حضرت عبداللہ بن المبارک نے فرمایا کہ اچھی گذران عورتوں سے یا اوروں سے وہ ہو کہ انجام کار میں تجھے دنیا یا آخرت میں اس سے ندامت حاصل نہو۔ اور ابوحفص رح نے فرمایا کہ معاشرت بمعروف یوں ہو کہ تو اپنے عیال کے ساتھ خوش خلق رہے اس تمام چیز میں جو تجھے انکی طرف سے ناگوار گذرے اور اس عورت سے جو تجھے بدشکل وبری معلوم ہو۔ یعنی دین میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہو اور تیرے نفس پر اس کا پھوہڑ ہونا یا خوبصورت نہونا گران ہو تو اپنے نفس کے تابع مت ہو اور اس سے خوش خلقی کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ قولہ تعالیٰ فعسی ان تکرہوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ ہر حکم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہو وہ اسی بنا پر ہو کہ نفس سے مخالفت رکھو اور یہ بنظر امتحان ہو اور نفس کا یہ حال ہو کہ وہ بندگی کرنے سے بھاگتا ہو مگر جب حکم الٰہی کی پابندی کی گئی اور اپنے اوپر مشقت وریاضت اٹھائی گئی تو قلب پر پہلے پہل قرب ومشاہدہ کے انوار طلوع ہوتے ہیں قال تعالیٰ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی۔ اور اندھیرے میں مشقت وریاضتیں اٹھانے سے عارفوں کے دلوں پر مشاہدات کے سورج ومکاشفات کے چاند طلوع ہوتے ہیں۔ یہاں خیر کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ فرزند صالح مراد ہو اور بعض نے فرمایا کہ انجام کار بندوں سے پوشیدہ کیا گیا تاکہ ہر مرغوب چیز سے انسان الفت نہ پیدا کرلے اور ہر مکروہ چیز سے نفرت نہ کرنے لگے کیونکہ انجام نہیں جانتا۔

وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا
اور اگر چاہو تم بدل لینا ایک عورت کی جگہ دوسری عورت اور دے چکے ہو ایک کو ڈھیر مال تو

تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ○ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ
مت واپس لو اس میں سے کچھ کیا لینا چاہتے ہو ناحق اور صریح گناہ سے اور کیونکر اسکو لے لوگے

وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ○
اور پہونچ چکے ایک دوسرے تک اور عورتیں لے چکیں تم سے عہد گاڑھا

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ - اور اگر تم نے قصد کیا - اِسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ - بدلنے ایک زوج کا بجاے ایک زوج کے
ای اخذ بإبدالها بان طلقتموها - یعنے لینے ایک عورت کا بدلے ایک عورت کے باینطور کہ موجودہ کو طلاق دیدے - پس مراد زوج سے یہاں جورو ہے
اور زبان عرب میں یہ لفظ جو معنے جوڑا ہے جورو و مرد دونوں پر بولا جاتا ہے اور حاصل یہ کہ اگر تم نے یہ چاہا کہ ایک جورو طلاق دیکر الگ کردو اور
بجاے اسکے کسی اور عورت سے نکاح کرو تو جو کچھ اس کو دیا ہے اس میں سے کچھ مت لو - اور عورت کو جو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس کر لینا بدون خلع کے
بقصد ضرر رسانی مطلقاً حرام ہے خواہ بجاے اس کے دوسری کا نکاح مقصود ہو یا نہو ولیکن یہاں بیان واقع کے طور پر ہے چنانچہ معالم وغیرہ
میں فرمایا کہ بات یہ تھی کہ جب مرد کو کوئی عورت بھلی معلوم ہوتی اور چاہتا کہ اس سے نکاح کرے تو اپنے تحت والی جورو کو بہتان لگا دیتا تاکہ وہ
مجبور ہو کر جو مہر لیا تھا واپس کرکے اس سے اپنی جان چھوڑاوے تو اس سے منع فرمایا - کہ اگر تم ایک جورو کی جگہ چاہو کہ دوسری جورو کریں - وَ
قَدْ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ - ای الزوجات - اور حال یہ کہ دیا تم نے زوجات میں سے کسیکو - پس واو حالیہ اور جملہ بتقدیر قد حال ہے اور ہن ضمیر
جمع باعتبار اسکے کہ زوج سے جنس مراد ہے - اور دیدینے سے مراد یہ کہ اپنے اوپر اسکے لیے لازم کر لیا اور ضامن ہو گئے ہو جیسے قوله اذا سلمتم ما
اٰتیتم میں ہے پس یہ وارد نہیں ہوتا کہ لینے کی حرمت تو ثابت ہے اگرچہ اس کو مہر مسمی نہ دیا ہو بلکہ ہنوز اپنے ذمہ ہو - اور حاصل یہ کہ جو عورت کے واسطے
واجب و لازم ہوا ہے اس میں سے کچھ مت لو - قِنْطَارًا - مالاً کثیراً صداقاً - یعنے قنطار سے مراد مال کثیر ہے جو صداق دیا ہے اور کہا گیا کہ صداق
جو مہر قبل خلوت کے ادا کیا جاوے اور مہر عام ہے - فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا - تو مت لو اس مال کثیر میں سے کچھ بھی الحاصل
جسکو جدا کرنے کی نیت ہے اور اسکو تمنے ڈھیر مال دیا ہے تو تم اس سے کچھ مال واپس مت لو کیونکہ عورت کا کوئی قصور نہیں بلکہ تمنے خود چاہا
کہ بجاے اسکے دوسری عورت سے نکاح کرو پس یہ وارد نہیں ہوتا کہ خلع کے بدلے لے لینا اگرچہ مہر سے زیادہ ہو جائز ہے اور یہانسے ظاہر ہوا
کہ آیت کو منسوخ کہنا بقوله تعالے ولا تأخذوا مما اتيتموهن شيئا الا ان يخافا الا يقيما حدود الله - وہم ہے بلکہ دونوں آیتیں محکم ہیں حضرت
ابن عباس نے تفسیر میں کہا یعنے اگر تجھے اپنی جورو مکروہ معلوم ہوئی اور دوسری کوئی عورت خوش آئی پس تو نے اپنی جورو کو طلاق دی اور
دوسری کو نکاح میں لیا تو مطلقہ کو اسکا مہر جو کچھ دیا ہو دیدے اگرچہ وہ قنطار ہو - مترجم کہتا ہے کہ قنطار کے معنے سورۂ آل عمران میں فی
تفسیر قوله زين للناس حب الشهوات من النساء الآیہ - گذر چکے ہیں - شیخ ابن کثیر وغیرہ نے کہا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ مال کثیر عورت
کے مہر میں دینا و مقرر کرنا روا ہے کیونکہ قنطار مال کثیر کو کہتے ہیں اور ابن المنذر کی روایت مخالفت حضرت عمرؓ میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ
کی قراءۃ میں قنطارا من ذہب - تھا یعنے سونے کا ڈھیر - اور حضرت عمرؓ نے جو عورتوں کے مہر میں زیادتی کرنے سے مخالفت فرمائی تو اس
سے رجوع کیا ہے چنانچہ سعید بن منصور و ابو یعلی نے مسروقؒ کے طریق سے روایت کی کہ عمر بن الخطابؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ای لوگو
تم کیوں عورتوں کے مہر میں زیادتی کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلعم و آپ کے اصحاب چار سو درم تک مہر رکھتے تھے یا اس سے کم پھر اگر
اللہ تعالی کے نزدیک زیادتی کرنا کچھ تقوی یا کرامت ہوتا تو تم لوگ انسے سبقت نہ کرتے پس آیندہ مجھے نہ معلوم ہو کہ کسی نے اپنی جورو
کے مہر میں چار سو درم پر بڑھایا ہے پھر اتر آئے پس قریش کی عورتوں میں سے ایک عورت سامنے آئی اور کہا کہ ای امیر المومنین تمنے لوگوں
کو منع کر دیا کہ چار سو درم سے عورتوں کا مہر نہ بڑھاویں آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ بولی کہ کیا آپ نے وہ نہیں سنا جو اللہ تعالے نے قرآن مجید
میں فرمایا کہ و آتیتم احدہن قنطارا - پس عمرؓ نے یہ سنکر کہا کہ ای اللہ تعالی میں مغفرت چاہتا ہوں - سبھی آدمی عمر (یعنے مجھ سے) سے زیادہ فقیہ ہیں
پھر لوٹ کر منبر پر چڑھے اور کہا کہ ای لوگو میں نے تم کو منع کیا تھا کہ عورتوں کے مہر میں چار سو درم سے زیادہ نکرو پس میں کہتا ہوں

کہ اسکو اختیار ہی کہ اپنے مال سے جسقدر چاہے دے اور ابو یعلی نے کہا کہ مجھے یاد پڑتا ہی کہ شیخ راوی نے یون کہا تھا کہ عمرؓ نے کہا سو جسکا
جی چاہے وہ ایسا کرے شیخ ابن کثیر ومفسر رحمہ نے کہا کہ اس کی اسناد جید قوی ہی وقد روی نحو ہذا من طرق عن عمرؓ رواہ زبیر بن بکار وابن
المنذر والامام احمد واصحاب السنن وقال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ الحاصل جو کہ عورت کو دیا اس سے واپس مت لو۔ اَتَاْخُذُوْنَهٗ
بُهْتَانًا۔ ظلما۔ کیا تم اس مال کو بطور بہتان لے لوگے ف یعنے ظلم کے طور بیضاوی مین ہی کہ بہتان وہ جھوٹ ہی کہ جسپر
باندھا جاوے اسکو مبہوت کردے اور کبھی ایسے فعل کو بہتان کہتے ہین جو باطل ہو اسیواسطے یہان ظلم سے تفسیر کی گئی یعنی کیا لے
لوگے بطور ظلم کے۔ وَاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ بینا۔ اور بطور کھلے گناہ کے مبین از ابان بمعنے بان ہی کیونکہ بین بمعنے متبین لازمی ہی فافہم
اور اصل مین بہتانا واثما۔ کو نصب بنا بر آنکہ حال واقع ہی ای اتاخذونہ باہتین واثمین۔ یعنی کیا لے لوگے اسکو درحالیکہ تم بہتان باندھنے
والے اور گناہ سمیٹنے والے ہوگے۔ اور استفہام بطور ملامت ہی اور اسپر مزید تاکید فرمائی بقولہ تعالے۔ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ
ای بای وجہ۔ اور کیونکر یعنے کس وجہ پر تم اسکو لے لوگے۔ اور استفہام انکاری ہی حاصل آنکہ تم کسی وجہ پر یہ مال نہین لے سکتے ہو حال
یہ ہی۔ وَقَدْ اَفْضٰى۔ وصل۔ بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔ بالجماع المقرر للمہر۔ کہ پہونچ گیا یعنے مل گیا بعض تمھارا بعض سے
بایں طور کہ جماع کیا جو مہر کو ثابت کرنے والا ہی۔ سہروردی وکلبی وغیرہ نے کہا کہ افضا یہ کہ جورو و مرد ایک چادر مین ہو جاوے
خواہ جماع کیا یا نہ کیا اور فراءؒ نے کہا کہ افضا یہ کہ جورو و مرد خلوت مین ہو جاوین اگرچہ جماع نہ کیا ہو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مہر مقرر
ومتاکد ہونے کے واسطے ایسی خلوت صحیحہ بھی قائم مقام جماع ہی اور خلوت صحیحہ یہ کہ جورو و مرد اس طرح خلوت مین ہون کہ انکو
جماع کرنے کا قابو حاصل ہو اسطرح کہ کوئی عذر شرعی نہ ہو مثل روزہ وغیرہ کے اور کوئی عذر حسی بھی نہ ہو مثل مرض وغیرہ کے اور نہ وہان
بے پردگی وشرم طبعی ہو اور ابن عباس ومجاہد وسدی وغیرہم نے فرمایا کہ افضا کنایہ از جماع ہی اور اسی پر مفسر رحمہ نے تفسیر کی ہی اور بقول حنفیہ
یون کہنا چاہیے کہ تم کیونکر یہ مال لے سکتے ہو حالانکہ تم سے باہم خلوت صحیحہ ہو چکی تمھاری عورتون نے اپنے آپکو بے حجاب تمھارے سپرد کردیا
وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا۔ عہدا۔ غَلِيْظًا۔ شدیدا۔ اور ان عورتون نے تم سے عہد شدید لیا ہی ف
وہو ما امر اللہ بہ من امساکہن بمعروف او تسریحہن باحسان۔ اور یہ عہد شدید وہ ہی جو اللہ تعالے نے حکم دیا کہ بطور معروف
انکو رکھو یا احسان کے ساتھ انکو رہا کرو اور ان کے اپنون کے یہان رخصت کرو یہی تفسیر ابن عباس وعکرمہ ومجاہد وابو العالیہ وحسن
وقتادہ وضحاک وسدی ویحیی بن ابی کثیر سے مروی ہی اگر کہا جاوے کہ یہ عہد تو اللہ تعالی نے لیا ہی ان عورتون نے کہان لیا ہی تو مدارک
مین جواب دیا کہ اللہ تعالی نے چونکہ یہ عہد انھین عورتون کے واسطے لیا ہی پس گویا انھین عورتون کی طرف سے عہد ہی اور ابن عباس ومجاہد و
سعید بن جبیر سے مروی ہی کہ میثاق غلیظ سے مراد عقد ہی اور ربیع بن انسؓ سے ہی کہ وہ قول حضرت صلعم ہی کہ استوصوا بالنساء خیرا فانکم
اخذتموہن بامانۃ اللہ واستحللتم فروجہن بکلمۃ اللہ۔ (صحیح مسلم) یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع مین فرمایا کہ تم لوگ مجھسے اپنی عورتون
کے بارہ مین بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرلینے مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ اپنی عورتون سے بھلائی کے ساتھ رہو تم اسکو قبول کرو کیونکہ
تمنے انکو اللہ تعالی کی امانت پر لیا اور اللہ تعالی کے کلمہ پر تمنے انکی فروج کو حلال کرلیا ہی۔ ھ۔ اور کلمۃ اللہ خطبہ نکاح ہی اور کہا کہ شب معراج
مین منجملہ ان کرامات کے جو حضرت صلعم کو عطا ہوئین ایک یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ مین نے تیری امت کو اسطرح کردیا کہ ان کا
کوئی خطبہ جائز نہو گا یہانتک کہ گواہی دین کہ تو میرا بندہ و میرا رسول ہی (رواہ ابن ابی حاتم)

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ

اور مت نکاح مین لاؤ جن عورتون کو نکاح مین لائے تمھارے باپ جو آگے ہو چکا یہ بیحیائی ہی اور

مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا

کام غضب کا اور بری راہ ہی

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا ۔ بمعنی من ۔ نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ ۔ اور مت نکاح مین لاؤ ایسی عورت کو عورتون سے جس سے تمھارے آبا نے نکاح کیا ہو ف اگر کہا جاوے کہ ما تو غیر ذوی العقول کے لیے ہی تو جواب یہ ہی کہ نہین بلکہ ذوی العقول کو بھی شامل ہی جیسا کہ محقق تفتازانی نے ذکر کیا ہی اور معنی یہ ہین کہ ۔ لا تنکحوا التی نکح آباؤکم ۔ اور آباء ۔ عام ہی خواہ نسبی باپ ہو یا رضاعی باپ ہو اور ہمین باپ کا باپ سگا دادا و پردادا جاہے جتنا اونچا ہو سب شامل ہین ۔ غرضکہ باپ دادا کی زوجہ سے مت نکاح کیجیو ۔ اِلَّا ۔ لکن ۔ مَا قَدْ سَلَفَ ین فعلکم فانہ معفو عنہ ۔ لیکن جو گذرا تمھارے فعل سے ف کہ وہ عفو کیا گیا ہی ۔ یہ استثناء منقطع ہی بمعنے لکن ۔ اور اس سے مراد یہ کہ جو گذرا اسکا تم پر مواخذہ نہوگا اور یہ مراد نہین کہ وہ شرع مین مقرر رہا اور بیضاوی مین ہی کہ نہی کے معنے لازم سے استثناء ہی گویا یون کہا گیا کہ تستحقون العقاب بنکاح ما نکح آباؤکم الا ما قد سلف ۔ یعنے تم اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے پر عذاب کے مستحق ہوگے الا وہ کہ جو پہلے گذرا کہ اسپر مستحق عذاب نہ ہوگے طاعصام نے کہا کیونکہ اسلام اس معصیت کو میٹ دیتا ہی جو اس سے پہلے تھی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ منکوحۂ پدر فقط اس کے نکاح سے اولاد پر حرام ہو جاتی ہی خواہ اس سے دخول کیا ہو یا نکیا ہو اور اسپر اجماع ہی کسی کے خلاف نہین ہی اور من طریق عدی بن ثابت عن رجل من الانصار روایت ہی کہ جب ابو قیس بن الاسلت انصاری نے جو مرد صالح تھے انتقال فرمایا تو انکے بیٹے قیس نے انکی جورو سے یعنی سوتیلی ماں سے خطبہ کیا اور نکاح کا پیغام دیا وہ بولی کہ مین تجھکو فرزند شمار کرتی تھی اور تو بھی مرد صالح ہی لیکن مین رسول اللہ صلعم کے پاس جا کر عرض کرتی ہون پس وہ نے آنحضرت صلعم سے یہ بیان کرکے عرض کیا کہ اسمین آپ کیا حکم دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ تو واپس جا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ حکم کرے پس نازل ہوا تو لہ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ ۔ رواہ ابن ابی حاتم ۔ اور عکرمہ سے مروی ہی کہ قیس بن الاسلت اور اسود بن خلف اور صفوان بن امیہ کے مقدمہ مین ہی کہ انھون نے اپنے باپ کی جورو سے نکاح چاہا تھا اور سہیلیؒ نے زعم کیا کہ زنان پدر سے نکاح کر لینا زمانۂ جاہلیت مین معمول تھا اسیواسطے فرمایا کہ الا ما قد سلف جیسے دو بہنون کے جمع کرنے مین فرمایا ۔ وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ۔ اور کہا گیا کہ کنانہ بن خزیمہ نے جو قریش کے جد اعلیٰ ہین ایسا کیا تھا کہ اپنے باپ کی جورو سے نکاح کیا اور اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا ہون سفاح سے نہین ہوا اور کہا کہ اس سے دلیل نکلی کہ یہ امر انکے واسطے روا تھا یعنے اسکو نکاح شمار کرتے تھے ۔ اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس رض روایت ہی کہ جاہلیت والے بھی وہی سب حرام رکھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا سواے دو باتون کے کہ باپ کی جورو سے نکاح کرنا اور دو بہنون کا جمع کرنا روا رکھتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ۔ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم آہ ۔ رواہ ابن جریر اور ایسا ہی عطا و قتادہ نے کہا ہی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سہیلیؒ نے جو قصہ کنانہ نقل کیا اسمین کوئی صحیح روایت نہین ہی ۔ الحاصل معنے یہ ہین کہ جو کچھ زمانۂ جاہلیت مین ہو چکا وہ عفو ہی اور آیندہ تم کسی ایسی عورت سے نکاح مت کیجیو جس سے تمھارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو ۔ اِنَّهٗ ۔ ای نکاحھن یعنی ضمیر راجع بجانب نکاح ان عورتون کے جنکو باپ نے اپنے نکاح مین لیا ہو جو مذکورۂ بالا سے مفہوم ہی ۔ كَانَ فَاحِشَةً ۔ قبیح یہان فاحشہ سے مراد فعل قبیح ہی ۔ وَّمَقْتًا ۔ سببا للمقت من اللہ و ہو اشد البغض ۔ مقت سے مراد سبب مقت ہی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے

مقت کا باعث ہی اور مقت یعنے اشد بغض ہی (المعنے) ایسا نکاح کرنا بہت قبیح اور اللہ تعالی کی طرف سے سخت بغض کا سبب ہی۔ اور
بیضاوی مین ہی کہ منکوحات پدر سے نکاح کرنا اللہ تعالے کے نزدیک سخت قبیح ہی کہ سبدون مین سے کسی امت کو اسکی اجازت نہین دی اور
ممقوص ہی اہل مروت کے نزدیک اسیواسطے کسی مرد کا اگر کوئی لڑکا ایسی جورو سے ہوتا ہی جو اسے باپ نے تحت مین تھی تو اس لڑکے کو مقتی کہتے ہین
اور قاموس مین ہی کہ نکاح المقت یہ ہی کہ آدمی اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے بعد وفات پدر کے پس یہ نکاح قبیح و مقت ہی۔ **وَسَآءَ سَبِيلًا** مین
سَبِيلًا۔ طریقا ذلک۔ اور یہ دراہ ہی ف بعض نے فرمایا کہ قبیح ہونے کے تین مرتبہ ہین اور اللہ تعالی نے اس نکاح کو ان مراتب مین
سے ہر مرتبہ سے مذمت کی چنانچہ فاحشۃ اسکے قبیح عقلی کا بیان ہی اور قولہ مقتا۔ بیان قبیح شرعی ہی اور قولہ ساء سبیلا مرتبہ قبح عادی ہی
پس جبکہ یہ سب مراتب قبح کے مجتمع ہین وہ فعل انتہا درجہ کا قبیح ہی اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین اپنے ماموں (ابو بردہ بن نیار)
سے ملا اور انکے ساتھ لڑائی کا نشان تھا مین نے کہا کہ آپ کہان جاتے ہین انھون نے کہا کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہی ایک
خبیث آدمی کی طرف جسنے اپنے باپ کے بعد اسکی جورو سے نکاح کیا سو مجھے حضرت صلعم نے حکم دیا ہی کہ اسکی گردن ماردون اور اسکا مال ضبط
کرلون رواہ عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ واحمد والحاکم والبیہقی۔ اور دوسری روایت امام احمد مین براء بن عازب سے ہی کہ میرے چچا حارث بن
عمیر میری طرف ہو کر گذرے اور انکے ساتھ نشان تھا جو حضرت صلعم نے انکے واسطے تیار فرمایا تھا مین نے کہا کہ اے چچا تم کہان جاتے ہو فرمایا کہ مجھے
حضرت صلعم نے ایک مرد کی طرف بھیجا ہی جسنے اپنے باپ کی جورو کے ساتھ نکاح کیا سو مجھے حکم فرمایا ہی کہ اسکی گردن ماردون **شیخ ابن کثیر**
نے کہا کہ جو شخص اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے وہ مرتد ہو گیا پس قتل کیا جاوے اور اسکا مال بیت المال کیا جاوے اور نیز فرمایا
کہ علما نے اجماع کیا ہی کہ باپ نے جس عورت سے بطریق نکاح یا مالک ہو کر یا شبہہ سے وطی کی ہو وہ اسکے پسر پر حرام ہو جاتی ہی۔ اور اگر باپ نے
ایک عورت سے جماع نہین کیا مگر سوا ے وطی کے دیگر مباشرت کی مثلا مساس و بوسہ وغیرہ یا اس کی ایسی چیز دیکھی کہ بر تقدیر اجنبیہ ہونے کے اسکا
دیکھنا روا نہین تو آیا اس صورت مین بھی وہ بیٹے پر حرام ہی یا نہین تو اسمین علما کا اختلاف ہی اور امام احمد سے روایت ہی کہ وہ اس سے بھی حرام ہو جاتی
منترجم کہتا ہی یہی ائمہ حنفیہ کا قول ہی کہ جن چیزون سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوتی ہی انکے پائے جانے سے حرام ہو جاویگی اور ان چیزونکو ترجمہ عالمگیریہ
جلد دوم سے تلاش کرو اور ہمارے نزدیک اگر باپ نے کسی عورت سے زنا کیا تو بھی وہ پسر پر حرام ہو جاویگی بخلاف قول شافعی رح کے بنا برین کہ زنا سے
حرمت مصاہرہ ہمارے نزدیک ثابت ہوتی ہی اور انکے نزدیک نہین پھر اللہ تعالی نے تمام ان عورتونکو بتلا دیا جن سے دائمی یا عارضی نکاح حرام ہی بقولہ تعالی

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ

حرام ہوئین ہین تمپر تمھاری مائین اور بیٹیان اور بہنین اور پھوپھیان اور خالائین

وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ

اور بھائی کی بیٹیان اور بہن کی بیٹیان اور جن ماؤن نے تم کو دودھ پلایا

وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ

اور تمھاری دودھ شریک کی بہنین اور تمھاری جوروون کی مائین

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ

اور تمھاری جوروون کی بیٹیان جو تمھاری پرورش مین ہین جن جوروون سے تم نے دخول کر لیا ہی پھر اگر

تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ

پھر اگر تم نے جوروؤں سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اور تمھارے

أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ

ان بیٹوں کی عورتیں جو تمھاری پشت سے ہیں اور یہ کہ حرام ہوا کہ جمع کرو تم دو

الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا

بہنیں مگر جو پہلے ہو چکا اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے وہ عورتیں بیان کر دیں جو حرام ہیں پس ناتے کی وجہ سے سات حرام فرمائیں اور دودھ کی وجہ سے دو۔ اور جھیر کے رشتہ سے چار حرام فرمائیں پس ناتے کی وجہ سے سات یہ ہیں مائیں۔ اور بیٹیاں۔ اور بہنیں۔ اور پھوپھیاں اور خالائیں۔ اور بھائی کی بیٹیاں۔ اور بہن کی بیٹیاں۔ اور دودھ کی وجہ سے یہ ہیں رضاعی مائیں۔ رضاعی بہنیں اور جھیر کے رشتہ یہ ہیں۔ جوروؤں کی مائیں۔ اور جن جوروؤں سے دخول کیا انکے پہلے خاوند سے بیٹیاں۔ اور اپنی پشت کے بیٹوں کی جوروئیں اور ایک وقت میں دو بہنوں کا جمع کرنا۔ یہ سب تیرہ عورتیں ہیں اور چودھویں وہ عورتیں جو باپ کی منکوحہ ہوں جیسا کہ اوپر کی آیت میں بیان ہوا۔ اور سنت متواترہ سے دو اور ثابت ہوئیں ایک تو اپنی جورو و اسکی پھوپھی کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہے دوم اپنی جورو و اسکی خالہ کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہے پس یہ سب سولہ ہوئیں اور سترھویں ایسی عورت جو کسی مرد کے نکاح میں ہو۔ امام طحاوی نے فرمایا یہ سب محکم متفق علیہا حرام ہیں انہیں سے کسی کا نکاح میں لانا نہیں جائز ہے اور اسپر اجماع ہے سوا اپنی غیر مدخولہ کی ماں کے کہ اسمیں جمہور کا تو یہی قول ہے کہ اس سے نکاح حرام ہے اور بعض نے اسکو روا کہا ہے ولیکن روایت اختلاف کے ثبوت میں تامل ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے پھر جاننا چاہیے کہ ان محرمات میں اقسام ہیں بعض تو دائمی حرام نہیں یعنی بعض احوال میں جائز ہو جاتی ہیں اور وہ ایسی عورتیں ہیں جو غیر کے نکاح میں ہیں پس اس حیثیت کے ساتھ کہ غیر کے نکاح میں ہوں دائمی حرام ہیں اور اگر غیر نے اسکو طلاق دیدی اور عدت گذر کر بائنہ ہو گئی تو اس سے نکاح کرنا روا ہے یا مثلاً شوہر مرجاوے تو بعد عدت کے اس سے نکاح روا ہے بشرطیکہ وہ نکاح کا ارادہ کرنے والے کی ایسی ناتے دار نہو جس سے کبھی نکاح نہیں روا ہے اور نیز دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے اور اگر ایک مر گئی تو دوسری بہن سے نکاح کر سکتا ہے اور یہی حال جورو اور اسکی پھوپھی یا خالہ کے جمع کرنے میں ہے اور بعض قسم دائمی حرام ہیں کسی حال میں حلال نہیں ہوتی ہیں جیسے ماں و بہنیں وغیرہ اور جو انسے نکاح کرے اگر جواز جانے حالانکہ شرع کا حکم ظاہر ہو چکا تو وہ مرتد ہے قتل کیا جاوے۔ اور حدیث میں اس امت کے بگڑنے و بدوین ہونے کے بیان میں ہے کہ یہ امت بھی اگلی امتوں کے قدم بقدم چلیگی یہانتک کہ جسنے انمیں سے اپنی ماں سے علانیہ حرام کیا اسمیں بھی ایسا ہوگا جو اپنی ماں سے علانیہ حرام کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمکو مع تمام ایمان والوں کے ایسی حرکتوں سے محفوظ رکھے آمین یا ارحم الراحمین اب تفسیر کی طرف رجوع ہے قال تعالے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ان تنکحوہن وشملت الجدات من قبل الاب والام۔ حرام کی گئیں تم پر تمھاری مائیں ف یعنی حرام ہے کہ انسے نکاح کرو اور امہات شامل ہے جدات کو خواہ از جانب پدر ہوں یا از جانب مادر ہوں یعنی دادیاں و نانیاں بھی اون میں شامل ہیں پھر کہا ہے کہ ماؤں کی ذات پر حرام ہیں اور نہ دیگر تعلقات کیونکہ خدمتگذاری مثلاً انکی حرام نہیں ہے پس یہاں انکے حرام کیے جانے سے یہی مفہوم ہے کہ انسے نکاح حرام ہے جیسے شراب حرام کیے جانے سے شراب پینے کی حرمت اور گوشت سور حرام ہونے سے اس کے کھانے کی حرمت مفہوم ہے پس ہر تحریم میں اسکے مناسب فعل مقدر ہوگا جس سے

حرمت متعلق ہو اور امہات جمع اُم ہی جو دراصل امہۃ تھا- اور جوہری نے فرمایا کہ ضابطہ یہ ہی کہ ام وہ عورت ہی جو تجھے جنی سو وہ
تیری ماں ہی یا جو اسکو جنی جس سے تو پیدا ہی خواہ مذکر ہو مثلاً باپ کو دادی جنی خواہ مؤنث ہو مثلاً ماں کو نانی جنی تو دادی و نانی بھی ام ہی- اور چاہیے
یون کہو کہ اُم ہر ایسی عورت ہی جس تک تیرا ناتا منتہی ہو- اور مترجم کہتا ہی کہ یہ معروف ہی اسمین خود ایسا وضوح ہی کہ طول کلام کی ضرورت
نہین ہی اور بیان حکم کا فائدہ یہ ہی کہ مجوسی کمبخت حالت نشہ مین ماں سے وطی جائز رکھتے جیسے دختر سے وطی جائز رکھے- وَبَنٰتُكُمْ
اور تم پر حرام کی گئین تمھاری بیٹیاں ف وشملت بنات الاولاد وان سفلن- بنات مین اولاد کی بیٹیاں یعنے پسر کی بیٹیاں جنکو پوتیاں
کہتے ہین اور دختر کی بیٹیاں جن کو نتنیاں کہتے ہین شامل ہین- پس معلوم ہوا کہ مرد پر اسکی ماں و دادی و نانی و پردادی و پرنانی وغیرہ اوپر کے
درجہ کی جو جڑ ہین حرام ہین اور بیٹیاں اور پوتیاں و نتنیاں کتنے ہی نیچے درجہ کی جو شاخین ہین سب حرام ہین اور واضح رہے کہ دادی و نانی وغیرہ
سے یہاں سگی مراد ہی اور یہ وہم ہو کہ سگی نانی کی بہن جو سوتیلی نانی کہلاتی ہی وہ بھی حرام ہی تو جواب یہ کہ ہاں اسوجہ سے کہ وہ سگی خالاؤن مین داخل
ہی جیسا کہ آگے آتا ہی پس سگی و سوتیلی کی تنبیہ سے یہ غرض ہی کہ ہندوستان مین مثلاً چچا کی بیٹی کو بہن کہتے ہین تو وہ حرام نہین کیونکہ وہ نہ جڑ کی
سگی اور نہ شاخ کی سگی ہی پس حلال ہی فافہم پھر امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بنات کا لفظ پوتیون و نتنیون کو تنہا تک حقیقۃً شامل ہی اور امام شافعی رح
کے نزدیک مجازاً شامل ہی جیسے امہات مین ہی اور سراج مین ضابطہ یہ مذکور ہی کہ بنت یعنے تیری دختر وہ ہی جو مؤنث کو تجھسے پیدا ہو یا جو تجھسے
پیدا ہی اُس سے پیدا ہوا اور چاہو یون کہو کہ ہر مؤنث جسکا نسب تجھ تک منتہی ہو وہ تیری دختر ہی- پھر سراج مین کہا کہ جو عورت کسی کے
زنا سے پیدا ہوئی وہ بنت مین شامل نہین پس اُس مرد کو حلال ہی کہ اُس سے نکاح کرے- یہ شافعیت کی تقلید ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک
حرام ہی اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ بنات کا لفظ عام ہی اسی سے جمہور علما نے استدلال کیا کہ کسی مرد کے زنا کرنے سے جو لڑکی پیدا ہو وہ اسکی دختر ہی
پس بنات مین شامل ہی اور اسپر حرام ہوگی جیسا کہ مذہب امام ابو حنیفہ و مالک و احمد حنبل کا ہی اور شافعی سے اسکی اباحت مین کچھ نقل کیا جاتا ہی کیونکہ
وہ شرعی دختر نہین ہی پس جیسے میراث مین وہ قولہ تعالی یوصیکم اللہ فی اولادکم- مین داخل نہوئی کیونکہ بالاجماع وارث نہین ہوتی ہی ایسے ہی یہان
داخل نہوگی واللہ اعلم- اگر کہا جاوے کہ زنا سے جو لڑکا پیدا ہوا وہ بھی شرعی پسر نہوا تو اپنی ماں سے نکاح کرسکتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ نہین اسوجہ سے کہ
ماں کی طرف اسکا نسب بالاجماع متحقق ہی کیونکہ بالاجماع اس کا وارث ہوتا ہی- اور صحیح اسمین قول جمہور ہی اور شیخ محدث ابن کثیر رح کی تقریر بھی
اسی کو مشعر ہی اور حدیث مین ہی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ نظر رحمت نہ فرماویگا اللہ تعالی ایسے مرد پر جسنے ایک عورت کی فرج و اسکی دختر کی فرج پر نظر ڈالی
وَأَخَوٰتُكُمْ- من جہۃ الاب او الام- اور حرام کی گئین تم پر تمھاری بہنین ف مفسر رح نے کہا کہ خواہ بہن باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف
سے ہو- مثلاً باپ کی دوسری زوجہ سے جو لڑکی ہی وہ بھی بہن ہی جیسے ماں کے دوسرے شوہر سے جو لڑکی ہی وہ بہن ہی چونکہ انمین سے کسی ایک طرف سے
جو بہن ہی وہی حرام ہی تو ماں و باپ دونون کی طرف سے جو بہن ہوگی یعنے حقیقی و صلبی تو وہ بدرجہ اولے حرام ہی لہذا مفسر رح نے اسکو ذکر نہین
کیا کیونکہ اخوات کا لفظ اولاً حقیقی بہن کے واسطے ہی ہان باقی دونون مین وہم تھا کہ شاید علاتی بہن جو فقط باپ کی طرف سے ہی یا اخیافی
بہن جو فقط ماں کی طرف سے ہی حرام نہو تو مفسر رح نے اس وہم کی جڑ کاٹ دی کہ قطعاً وہ اخوات ہین- اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مؤنث جو تیری ماں
و باپ یا انمین کسی ایک سے پیدا ہو وہ تیری بہن ہی- وَعَمّٰتُكُمْ- اور حرام کی گئی تم پر تمھاری پھوپھیاں ف ای اخوات آبائکم و اجدادکم
یعنے تم مین سے ہر ایک کے باپ کی بہن یا دادا کی یا پردادا کی کتنے ہی اونچے درجہ کی بہن ہو تم پر حرام ہی- اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مؤنث جو تیرے باپ
یا دادا وغیرہ اجداد کے ساتھ ماں باپ دونون مین یا ایک مین شریک ہو تو وہ پھوپھی ہی پس باپ کی عینی یا علاتی یا اخیافی کسی قسم کی بہن ہو

وہ تیری پھوپھی ہے علی ہذا اگر تیرے باپ کی اسی طرح کی پھوپھی ہو وہ بھی تیری پھوپھی ہے۔ وَخَالَاتُكُمْ۔ اور تم پر حرام کی گئیں تمھاری خالائیں
ف ای اخوات امہاتکم وجداتکم۔ یعنے تم میں سے ہر ایک کی ماں یا نانی کی بہن تم پر حرام ہے اور واضح ہو کہ کبھی باپ کی طرف سے خالہ ہوتی
ہے اور وہ تیرے باپ کی ماں کی بہن ہے جیسے پھوپھی کبھی ماں کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ ماں کے باپ کی بہن ہے سو یہ بھی حرام اور پھوپھو و خالہ
مین شامل ہین۔ وَبَنَاتُ الْأَخِ۔ یعنے بھائی کی بیٹیاں خواہ بھائی عینی ہو یا علاتی یا اخیافی۔ سب کی بیٹیاں حرام ہین اور یہی حال ہے
وَبَنَاتُ الْأُخْتِ۔ اور بہن کی بیٹیوں مین چاہے کسی قسم کی بہن ہو۔ مفسرؒ نے کہا۔ ویدخل فیہ بنات اولادہم۔ اور بھائی بہن کی
اولاد کی بیٹیاں بھی اسی مین شامل ہین یعنے کسی قسم کی بھائی یا بہن کی اولاد بیٹا و بیٹی کی جو لڑکیاں ہین یعنے سگے بھتیجے یا بھتیجی کی لڑکیاں
بھی حرام ہین پس بھائی و بہن کی دختر شامل ہے ہر اس مؤنث کو جس کا نسب پیدایشی تیرے کسی قسم کے بھائی یا بہن کی طرف پہنچتی ہووے یہاں تک
تو ان عورتوں کا بیان ہوا جو نسب کی وجہ سے دائمی حرام ہین اب انکا بیان شروع ہوتا ہے جو رضاعت سے دائمی حرام ہین چنانچہ فرمایا۔ وَ
أُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ۔ اور تمھاری وہ مائیں تم پر حرام ہین جنھون نے تمکو دودھ پلایا ف یعنی جیسے تجھپر تیری وہ ماں حرام ہے
جسنے تجھے جنا اسیطرح تجھپر تیری وہ ماں بھی حرام ابدی ہے جسنے تجھے دودھ دیا چنانچہ صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ رضاعت حرام کرتی ہے اس چیز کو جسکو ولادت حرام کرتی ہے۔ اور ایک روایت صحیح مسلم مین ہے کہ رضاعت سے بھی وہی حرام ہے جو نسب سے حرام ہے
اب یہ بیان ہونا چاہیے کہ رضاعت کب اور کیونکر متحقق ہوتی ہے تو مفسرؒ نے کہا کہ قبل استکمال الحولین خمس رضعات کما بینہ الحدیث۔ یعنے دودھ
پلایا تم کو پہلے دو برس پورے ہونے سے پانچ رضعات جیسا کہ حدیث نے اس مجمل رضاعت کو جو آیت مین مذکور ہے بیان کردیا ہے یعنے آیت مین
تو مطلقًا رضاعت مذکور ہے یہ بیان نہین کہ کس سن مین پلایا ہو اور کم سے کم کسقدر پلایا ہو تو مفسرؒ نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا کہ
دودھ پلانے والی اسوقت بچہ کی رضاعی ماں ہو جاتی ہے کہ بچہ کو دو برس کا سن پورے ہونے سے پہلے پلایا ہو اور کم سے کم پانچ رضعات ہون
مترجم کہتا ہے کہ بعض شافعیہ نے اسکے معنے بچہ کی سیری پر معتبر رکھے اور بعض نے گھونٹ پیے سا مجملہ مفسرؒ نے جو دو برس تک رضاعت کی مدت ذکر کی
اسمین بقول فتوی ہمارے نزدیک بھی اتفاق ہے اب رہا یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کم سے کم پانچ رضعات ہین شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسمین علماء کا
اختلاف ہے بعض کے نزدیک تین رضعات سے کم نہون کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ ایک چوسنا یا دو چوسنا حرام نہین کرتا۔ رواہ
مسلم اور ام الفضل سے مرفوعًا روایت ہے کہ ایک رضعہ اور دو رضعہ اور ایک مصّہ و دو مصّہ حرام نہین کرتا اور ایک روایت مین املاجہ و دو املاجہ کا لفظ ہے
[منتہی مین مجانی و بیا یا بنفسہ ملاجہ ۱۲]
رواہ مسلم پس جب دو سے زائد یعنے تین ہو جاوے خواہ بچہ مص کرے یا خود رضعہ و املاجہ کرے تو تحریم ہونا چاہیے۔ یہی مذہب امام احمد بن حنبل
و اسحٰق بن راہویہ و ابو عبید و ابو ثور کا ہے اور یہی حضرت علی و عائشہ و ام الفضل و ابن زبیر و سلیمان بن یسار و سعید بن جبیر سے مروی ہے اور بعض کے
نزدیک پانچ رضعات سے کم محرم نہین کیونکہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جو قرآن نازل کیا گیا تھا اسمین دس رضعات معلومات تھے کہ اُنسے
حرمت ہوتی تھی پھر پانچ سے منسوخ ہوئی پھر نبی صلعم نے وفات پائی درحالیکہ وہ قرآن مین سے پڑھی جاتی تھی۔ (رواہ مسلم)۔ اور سالم مولی حذیفہ
کے واسطے سہلہ بنت سہیل کو حضرت صلعم نے پانچ رضعات سالم کو پلانے کا حکم کیا۔ کما فی الصحیح) اور یہی قول شافعی و انکے اصحاب کا ہے قال
المترجم پوشیدہ نہین کہ سالم مولی حذیفہ جوان تھے جب انکے واسطے حکم دیا پس حکم مخصوص ہے پس حجت نہین ہوسکتا اور حدیث نسخ مین تاویل
ضرور ہے کیونکہ تلاوت باقی نہین باجماع صحابہؓ پس مراد یہ ہے کہ ایسا ہوگا اور پانچ رضعات بھی قریب وقت وفات تک تھے
پھر بہت قریب وفات کے منسوخ ہوے واس سے کم نہین کہ حدیث محتمل و مأول ہے حجت نہین ہوسکتی کیونکہ بالاجماع قطعًا کسی کا مذہب

نہیں کہ قرآن میں سے کچھ کم ہو یہ تو سوائے بعض فرقہ روافض کے کسی نے نہیں کہا بلکہ روافض میں سے بھی کسی فرقہ کا یہ قول نہیں کہ احکام ارشاد قرآن میں سے کچھ کم ہو تو اس روایت منفردہ سے قرآن ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ قطعاً متواتر بالاجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہو پس وہ آیتیں صرف کثرت رضاعت کی وجہ سے تسہیل تھی وہ صحابہ کے اجماع سے منسوخ ہو علاوہ بریں بعد تسلیم کے مذہب اول کے دلائل کے ساتھ متعارض ہو کر دونوں ساقط ہونگے خصوص جبکہ دونوں روایتیں اور دونوں مذہب حضرت عائشہؓ سے روایت ہوتے ہیں اور نیز حدیث عدم حرمت رضعہ و رضعتان محمول ہو اس صورت پر کہ فقط منہ میں لیا اور دودھ کچھ پیٹ میں نہیں گیا بدلیل دوسری روایت املاجہ و املاجتان کے کیونکہ حقیقت میں املاج فقط اسیقدر ہے ہو۔ پس جب یہ حالت ہو تو مقتضائے آیت سے تجاوز نہیں ہو سکتا بدیں طور کہ حکم جو بمقتضائے آیت ہوا اسمیں آحاد روایت سے تغیر کیا جاوے اور آیت سے ثابت ہوتا ہو کہ دودھ پینے کے طور پر ایک بار چوس کر پی لیا یا مرضعہ نے منھ میں دودھ دیا بہر حال حلق سے اُترنے سے رضاعت ثابت ہو جائے گی کیونکہ آیت عام ہو پس جس مقدار سے باعتبار لغت کے رضاع کہلاوے اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ و مالک و انکے اصحاب کا ہو اور یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہو اور یہی قول سعید بن المسیب و عروۃ بن الزبیر و زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہو اور پوشیدہ نہیں کہ اسی قول کا اختیار کرنا بنظر حرمت صواب ہو اگر فرض کریں کہ تین رضعات پر استدلال پورا ہوا تو بھی مقطوع نہیں پس مطلق رضاعت جو عموم آیت سے ثابت ہو مستند رہی اور پانچ رضعات میں دوگونہ اشتباہ ہو کیونکہ تین رضعات پر حرمت کا مذہب مذکور ہو چکا اور مشتبہ سے بچنا واجب ہو پس یہاں اختیار مطلق واجب ہو اور تحقیق دلائل کو مترجم نے عین الہدایہ میں بیان کیا ہو۔ **وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ** ۔ ویلحق بذلک بالسنۃ البنات منہا و من من ارضعتہن موطوءتہ والعمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت منہا لحدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب رواہ البخاری و مسلم یعنی اور حرام ہیں تم پر تمھاری وہ بہنیں جو رضاعت کے سبب سے ہوں **ف** مفسرؒ نے کہا کہ بدلیل سنت اس سے لاحق ہیں۔ بیٹیاں رضاعی اور رضاعی بیٹیاں وہ ہوتی ہیں جنکو مرد کی موطوءہ جورو نے دودھ پلایا ہو یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی اور وہ جنی پھر اس عورت نے کسی لڑکی کو یہ دودھ پلایا تو یہ لڑکی اس مرد کی بیٹی ہو اور اس پر حرام ہو اور نیز بدلیل حدیث کے اس سے لاحق ہیں رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں اور رضاعی بھائی کی بیٹیاں اور رضاعی بہن کی بیٹیاں موافق اس تفصیل کے جو نسب کے بیان میں گذریں بدلیل اس حدیث کے کہ حرام ہو جاتی ہیں رضاعت سے وہ عورتیں جو حرام ہوتی ہیں نسب سے (رواہ البخاری و مسلم) **شیخ ابن کثیرؒ** نے ذکر کیا کہ بعضے فقہاء نے فرمایا کہ کل وہ عورتیں جو نسب سے حرام ہوتی ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتی ہیں سوائے چار صورتوں کے اور بعض نے چھ صورتوں کو استثناء کیا پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہو کہ اسمیں سے کچھ بھی مستثنیٰ نہیں ہو کیونکہ انکے بعض کا مانند نسب میں پایا جاتا ہو اور بعض کی حرمت بوجہ صہریت کے ہو نسب سے نہیں پس حدیث کے کلیہ پر کچھ استثناء وارد نہیں ہوتا اور یہی محققین حنفیہ مانند ابن الہمام وغیرہ نے مصرح بیان کیا ہو پھر رضاعت فقط عورت ہی کی طرف نہیں بلکہ جس خاوند سے اسکا دودھ ہو وہ بھی رضیع لڑکا یا رضیعہ لڑکی کا باپ ہو جاتا ہو اور یہی جمہور علماء و چاروں اماموں کا مذہب ہو۔ **وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ** ۔ یعنی اور حرام ہوئیں تم پر تمھاری جوروؤں کی مائیں ۔ اسمیں کوئی قید نہیں کہ تم نے اپنی جورو سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو بلکہ عام ہو کہ جب تم نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اسکی ماں و نانی و پرنانی وغیرہ سب حرام ہوگئیں خواہ اپنی جورو سے دخول کرے یا نکرے بلکہ نکاح کے بعد ہی طلاق دیدے ۔ تب بھی اس کی ماں وغیرہ اوپر چڑھے سے نکاح نہیں کر سکتا ہو اور یہ گویا اجماعی ہو و ستعرف ۔ **وَرَبَآئِبُكُمْ** جمع ربیبۃ وہی

[۱]

بنت الزوج - الّٰتِي فِي حُجُورِكُم - ترہو بہا صفۃ موافقۃ للغالب فلا مفہوم لہا - مِّن نِّسَائِكُمُ الّٰتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ
ای جامعتموہن - فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فی نکاح بناتہن اذا فارقتموہن یعنی اور
حرام ہوئین تمپر تمھاری ربائب [اور یہ لفظ جمع ہی ربیبہ کی اور ربیبہ اسکو کہتے ہین جو اپنی جورو کی لڑکی کسی دوسرے خاوند سے ہو - پھر ان
ربائب کی صفت بیان کی ہی کہ وہ ربائب جو تمھارے حجور مین ہون [اور حجور جمع حجر ہی یعنی گود مین ہون] اور مراد یہ کہ تم انکی تربیت و پرورش
کرتے ہو - اگر کہا جاوے کہ پھر ربائب وہی حرام ہوئین جو حجور مین پرورش پاتی ہون اور اگر ایسی نہون مثلاً عورت تو زید کے تحت مین ہو اور اسکے پہلے خاوند کی
لڑکی کہین اور ہو تو زید پر حرام نہو کیونکہ اسمین یہ صفت نہین پائی جاتی کہ پرورش مین ہو حالانکہ بالاجماع یہ بھی حرام ہی مفسرؒ نے جواب دیا کہ یہ صفت جو مذکور
ہوئی ہی حرمت کی قید نہین ہی یعنی یہ مراد نہین ہی کہ حرمت جب ہوگی کہ جب ایسا ہو بلکہ غالب حال کی موافقت سے بیان فرمایا یعنی اکثر یہی ہوتا ہی کہ ربیبہ
اپنی مان کے ساتھ اسکے جدید خاوند کی پرورش مین ہوتی ہی اور اسمین اشعار اسکے سبب سے حرمت کا ہی کہ وہ تو بمنزلہ اولاد کے پرورش مین ہوگی جبکہ
اسکی مان مدخولہ ہو جاوے کہ اسکی اولاد کے ساتھ اس ربیبہ کی پرورش کے لیے مہیا ہو گئی بخلاف غیر مدخولہ کے چنانچہ فرما دیا کہ یہ ربائب اسطرح تمپر حرام
کب ہونگی کہ جن جوروؤن کی ہون تو فرمایا - من نسائکم اللاتی دخلتم بہن - تمھاری ان جوروؤن کی ہون جنسے تم نے دخول کیا ہی - اور مفسرؒ نے دخول
کے معنے یہ بیان کیے کہ انسے تم نے جماع کیا ہو - مگر جاننا چاہیے کہ علما نے اسکے معنے مین اختلاف کیا ہی کہ کون دخول موجب تحریم ہی پس ابن المنذر نے
ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے دخول کو جماع سے تفسیر فرمایا جیسا کہ مفسرؒ نے ذکر کیا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے - نکحتموہن سے
تفسیر کی اور ایسا ہی اوروں نے کہا اور شاید معنے نکاح کے جماع ہین اور یہی قول طاؤس و عمرو بن دینار وغیرہ کا ہی اور بیضاویؒ نے کہا کہ دخلتم
بہن کے معنی داخل ہوے تم انکے ساتھ پردہ مین اور یہ کنایہ ہی جماع سے اور حرمت مین وہ بھی مشہور ہی جو زنا نہو مانند وطی بشبہہ ملک یمین کے - اور
امام ابو حنیفہ و مالک و ثوری و اوزاعی و لیث وغیرہم نے کہا کہ شوہر نے اگر اپنی جورو کو شہوت سے چھوا تو اسپر اس جورو کی دختر جو دوسرے خاوند
سے ہو حرام ہو جائیگی پھر کبھی اس سے نکاح نہین کرسکتا اور امام شافعیؒ کے بھی دو قول ہین سے یہی ایک قول ہی اور خفاجیؒ نے حاشیہ بیضاوی
مین اسی کو ترجیح دی اور بیضاوی نے جو شہوت سے چھونا و اسکے مانند کو قیاس قرار دیکر رد کر دیا ہی کہ قیاس کو بعد نص کے مجال نہین ہی تو اسکو
خفاجیؒ نے دفع کر دیا کہ اسپر تو اتفاق ہی کہ صریح الآیۃ قطعًا مراد نہین ہی بلکہ کنایہ سے جو اسکے معنی ہین وہ مراد ہین پس ظاہر ہوا کہ اقوی یہی کہ
جورو سے اگر جماع کیا یا اسکو شہوت سے چھوا یا اسکی فرج کی طرف دیکھا یا اور اسکے مانند کوئی فعل کیا تو ربیبہ اسپر حرام ہوگئی خواہ جورو کی دختر ہو یا دختر کی
دختر ہو کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو قالہ قتادہ و ابو العالیہ اور قرطبیؒ نے فرمایا کہ فقہا نے اتفاق کیا ہی کہ جب جورو سے دخول کر لیا تو ربیبہ حرام ہو جاتی ہی
خواہ ربیبہ اسکے حجر مین پرورش پاتی ہو یا کہین اور ہو اور اگر ان سے دخول نہ کیا ہو تو اسکا حکم یہ ہی کہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم - یعنی پھر اگر تمنے
ان جوروؤن سے دخول نہ کیا ہو تو تمپر گناہ نہین مفسرؒ نے کہا یعنی تمپر گناہ نہین کہ جوروؤن کی دختروں سے یعنی ربائب سے نکاح کر لو بشرطیکہ ان جوروؤن
کو پہلے بالکل جدا کردو یعنی تم سے انسے جدائی ہو جاوے خواہ قبل دخول کے طلاق دو یا مر جاوین پس - فلا جناح علیکم - ای فلا جناح علیکم فی
ان تتزوجوا بناتہن لیکن حذف حکم صریح مین اشارہ ہی کہ خلاف اولی ہی اگرچہ گناہ نہین - قرطبیؒ نے فرمایا کہ شاذ قول بعضے متقدمین سے یہ
بھی آیا ہی کہ اگر ربیبہ حجر مین نہ ہو بلکہ دوسرے شہر مین ہو تو بعد فراق جورو یعنی ربیبہ کی مان کے اسکے ساتھ نکاح کر سکتا ہی چنانچہ ابن کثیرؒ نے
بروایت ابن ابی حاتم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول نقل کیا اور کہا کہ اسناد صحیح بشرط مسلم ہی اور ابن المنذر و طحاویؒ نے کہا کہ حضرت علیؓ
سے یہ قول ثابت نہین اسواسطے کہ ابراہیم بن عبید جو اسکا راوی ہی وہ معروف نہین مجہول ہی اور حجور سے مراد یہ کہ اپنی مان کے ساتھ مان کے شوہر

کی حمایت مین پرورش پاتی ہو اور بعض نے کہا کہ حجور سے مراد بیوت ہین پس صحیح یہ کہ اللاتی فی حجورکم ۔ بیان غالب حالت کا ہی یہ کوئی قید نہین
ہی اور فائدہ اسکا تقویت و تکمیل علت حرمت ہی کما ذکرہ البیضاوی اور اسپر جمہور کا اتفاق ہی اگرچہ داؤد ظاہری و ابن حزم وغیرہ
نے اسکو قید تصور کیا ہی اور یہ خلاف دلائل ہی اور صحیحین مین ہی کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے جو حضرت کی پاک بیویون مین سے ہین کہا کہ یا
رسول اللہ آپ عزہ بنت ابی سفیان میری بہن سے نکاح کر لین تو فرمایا کہ تو اسکو چاہتی ہی ۔ کہا کہ ہان مین مانع نہین ہون یہ چاہتی ہون کہ
بھلائی مین اگر میرے شریک ہو اور ہو نگی تو اس سے بہتر یہی ہی کہ میری بہن ہی میرے شریک ہو آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے حلال نہین ہی ۔ عرض کیا کہ ہم آپسے
عرض کرین آپ چاہتے ہین کہ ابو سلمہ کی دختر سے نکاح کرین آپ نے فرمایا کہ کون ابو سلمہ کیا ام سلمہ کی بیٹی جو ابو سلمہ سے ہی ۔ کہا کہ ہان تو آپ نے فرمایا کہ
اگر وہ میری ربیبہ میری حجر مین ہوتی تو بھی مجھے حلال نہین تھی وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہی ثویبہ نے مجھے اور ابو سلمہ کو دودھ پلایا ہی سو تم
لوگ ہرگز اپنی بیٹیان و بہنین مجھپر پیش مت کرو اور ایک روایت بخاری مین ہی کہ اگر مین نے ام سلمہ سے نکاح نہ کیا ہوتا تو بھی مجھے حلال نہ تھی
فقط ام سلمہ سے نکاح کرنا مناط تحریم قرار دیا اور یہی مذہب ائمہ اربعہ و فقہاء سبعہ و جمہور سلف و خلف کا ہی اور ابن کثیرؒ نے اپنے استاذ
شیخ ذہبیؒ سے نقل کیا کہ شیخ امام تقی الدین حرانی پر مین نے اس مسئلہ کو پیش کیا تو انھون نے مشکل قرار دیا ۔ اب رہا یہ کہ اگر کسی باندی
کا مالک ہوا اور اسکی ربیبہ کا بھی مالک ہوا یا نکاح کیا تو دونون سے وطی کر سکتا ہی یا نہین ۔ تو ابن المنذر نے عمرؓ سے اسکا حکم روایت کیا کہ مین
پسند نہین کرتا ہون اور ایسا ہی سعیدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور کہا کہ ایک آیت نے دونون کو حلال کیا اور ایک آیت نے حرام
کیا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شیخ ابو عمرو بن عبد البر نے فرمایا کہ علما مین کچھ اختلاف نہین کہ کسی مرد کو حلال نہین کہ عورت و اسکی دختر سے بملک
یمین وطی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مانند نکاح مین حرام فرمایا ہی اور ملک یمین انکے نزدیک تابع نکاح ہی سوائے اسکے جو عمر و ابن عباس سے
مروی ہوا و لیکن ائمہ فتویٰ و انکی اتباع مین سے کوئی بھی اس قول پر نہین ہی انتہی کلامہ پس خلاصۂ تفسیر یہ ہی کہ قولہ و امہات نسائکم یعنے تمپر
تمھاری جورؤون کی مائین حرام ہین و ربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم اللاتی دخلتم بہن ۔ اور تمپر تمھاری ربائب جو اکثر تمھاری پرورش
مین یا تمھارے گھرون مین رہا کرتی ہین تمھاری ان عورتون سے جنسے تم نے دخول کیا ہی یعنی جماع یا جو مانند جماع کے ہی تمپر حرام ہین خواہ ربیبہ ہو یا
ربیبہ کی دختر کیسے ہی نیچے درجہ کی ہو اور خواہ منکوحہ مدخولہ کی ربیبہ ہو یا مملوکہ مدخولہ کی ربیبہ ہو ۔ چاہے تمھاری پرورش مین ہو یا کہی اور
شہر مین ہو ۔ قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم ۔ پھر اگر تم نے جورؤون سے جماع اور جو چیز جماع کے مانند ہی نہ کی ہو تو ربیبہ سے
نکاح کرنے مین مضائقہ نہین یا مملوکہ ہو تو وطی کرنے مین مضائقہ نہین بشرطیکہ ربیبہ کی ماں سے جدائی کرے پس منکوحہ سے جدائی اسطرح کہ
طلاق دیدے یا مر جاوے اور مملوکہ سے یہ عزم بالجزم کرے کہ اس ربیبہ کی ماں مملوکہ سے وطی نہ کریگا ۔ واضح ہو کہ جورؤون کی مائین حرام ہونے
کے واسطے کوئی قید دخول وغیرہ کی نہین بلکہ جورو سے نکاح کرتے ہی اسکی ماں و نانی وغیرہ دائمی حرام ہو جاوینگی خواہ جورو سے دخول ہو یا نکرے
اور ربیبہ حرام ہونے مین قید ہی کہ اگر ربیبہ کی ماں سے دخول کیا ہو تو ربیبہ حرام ہی ورنہ نہین ۔ پس قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم ۔ مخصوص
ربائب کے ساتھ ہی ۔ اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے اسکو امہات و ربائب دونون کے ساتھ سمجھا ہی اور کہا کہ جورو سے مجرد عقد کرنے
سے اسکی ماں یا بیٹی کوئی حرام نہین ہوتی جبتک جورو سے دخول واقع نہو اور یہ بروایت ابن جریر و ابن المنذر و عبد الرزاق وغیرہ کے حضرت
علیؓ و زید بن ثابت و عبد اللہ بن الزبیر و مجاہد و ابن جبیر و ابن عباس سے مروی ہی اور معاویہ بن ابی سفیان نے اسمین توقف کیا اور شافعیہ مین سے احمد
بن محمد صابونی کا یہی مذہب ہی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ جورو غیر مدخولہ کو اگر طلاق دی تو اسکی ماں حلال نہین اور بین

عباس رضی نے کہا کہ وہ مبہمہ ہیں پس اسکو مکروہ رکھا۔ قال ابن ابی حاتم وقد روی عن ابن مسعود وعمران بن حصین ومسروق وطاؤس وعکرمہ وعطاء وحسن ومکحول
وابن سیرین وقتادہ والزہری نحو ذلک۔ **بیضاوی** نے لکھا کہ ربیبہ عموماً جورو کی اولاد کو کہتے ہین خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہوا اور تا ر اسمین تانیث
کی نہین بلکہ اسمیت کی ہے اور اللاتی مع صلہ کے ربائب کی صفت مقیدہ ہے اور جائز نہین کہ یہ قید امہات کی بھی ہو کیونکہ جب ربائب کی قید
قرار دی تو من ابتدائیہ ہوگا اور اگر امہات کی بھی قرار دی تو ایسا ہونا جائز نہوگا بلکہ واجب ہوگا کہ نسائکم کا بیان قرار دیا جاوے کیونکہ جمہور ادبا
کے نزدیک ایک ہی کلمہ دو معنون پر محمول نہین ہو سکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ روایت اور نظم کلام دونون سے معلوم ہوا کہ وہ فقط ربائب کی قید ہے شیخ
ابن کثیر رح نے کہا کہ یہی مذہب چارون اماموں ساتون فقہاء اور جمہور فقہاء سلف وخلف کا ہے اور **قرطبی** نے فرمایا کہ حضرت علی رضی سے جو اسکے خلاف مروی
ہوا وہ بروایت خلاس ہے اور اسکی روایت سے حجت نہین ہو سکتی اور خلاس کی روایت اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہین ہے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح
روایت موافق جمہور کے ہے اور ابن کثیر نے اسپر اجماع کیا اور ابن جریر سے بھی ایسا ہی نقل کیا اور نیز یہ کہ صواب اسمین قول اس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ امہات
مین ابہام ہے کیونکہ انمین انکی دخترون سے دخول ہونے کی قید مذکور نہین ہے اور **ابن کثیر** نے کہا کہ مبہمات ہونے سے مراد یہ ہے کہ مدخول بہا وغیر
مدخول بہا دونون کو شامل ہے پس عورت سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی مان حرام ہو جاویگی۔ اور کشاف مین کہا کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتون
کی ماؤن کی تحریم مبہم ہے اور ربائب کی تحریم مبہم نہین بنا بر ظاہر کلام اللہ تعالی کے بالجملہ صحیح یہ ہے کہ جورو سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی مان حرام ہو جاتی ہے اور
مان سے مجرد نکاح کرنے سے بیٹی حرام نہین ہوتی جبتک دخول واقع نہو فافہم۔ **وَحَلَائِلُ**۔ ازواج۔ **أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ**
بخلاف من تبنیتموہم فلکم نکاح حلائلہم۔ یعنی اور حرام ہوئین تمپر جورووین تمہارے بیٹون کی جو تمہاری پشت سے ہین۔ مفسر نے کہا یعنی برخلاف
ان بیٹون کے جن کو تمنے متبنی کیا ہو کہ انہین تم کو روا ہے کہ ان کی جورووں سے نکاح کرلو۔ واضح ہو کہ حلائل جمع حلیلہ ہے بمعنے زوجہ کیونکہ وہ حلال ہے
بالبستر یہ حلول کرتی ہے اور علمانے اجماع کیا ہے کہ جس سے باپ نے عقد کیا وہ بیٹون پر حرام ہے لقولہ تعالی۔ لا تنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ۔ اور جس سے
بیٹون نے نکاح کیا وہ باپ پر حرام ہے بدلیل اس آیت کے خواہ عقد کے ساتھ وطی ہوا یا نہ ہوا اور باپ شامل ہے اوپر کی اصل دادا پر دادا وغیرہ کو بھی اور
ایسے ہی بیٹون کا لفظ بھی پوتون پرپوتون وغیرہ سب کو شامل ہے اور اسمین اختلاف ہے کہ اگر عقد فاسد ہو تو اس سے حرمت متحقق ہوتی ہے
یا نہین۔ اور ابن المنذر نے فرمایا کہ علماے امصار مین سے کل وہ شخص جس سے علم محفوظ رکھا جاوے اجماع کیا کہ مرد نے اگر کسی عورت سے نکاح
فاسد وطی کرلی تو وہ اسکے باپ دادا و بیٹے پر حرام ہوگئی اور اسپر بھی اجماع ہے کہ اگر باندی خریدی تو عقد خرید سے وہ باپ و بیٹے پر حرام نہ ہوگی
پھر بعد خریدنے کے اگر اسکو شہوت سے چھوا یا بوسہ لیا تو اسکے باپ و بیٹے پر حرام ہوگئی اور مین نہین جانتا ہون کہ انہون نے اسمین اختلاف کیا ہو پس
انکے اتفاق سے اسکا حرام رکھنا واجب ہے اور چونکہ انہون نے سواے چھونے و بوسہ کے نظر کرنے مین اختلاف کیا ہے تو بوجہ اختلاف کے بعد نظر
کرنے کے وہ باپ و بیٹے پر حلال نہ رہیگی۔ اور کہا کہ جو ہم نے بیان کیا اسکے برخلاف حضرت صلعم کے کسی صحابی سے صحت کو نہین پہونچا پھر واضح
ہو کہ قولہ الذین من اصلابکم۔ جملہ صفت ابناء واقع ہے اور اصلاب جمع صلب بمعنے پیٹھ ہے یعنے وہ بیٹے جو تمہاری پشت سے ہون خواہ
پہلی پشت سے ہون یا دوسری پشت سے کہ تمہارے بیٹون کے بیٹے ہون اور اس سے احتراز ہے ان لوگون سے جنکو متبنی کرلیتے تھے کیونکہ وہ
منھ بولے بیٹے ہین درحقیقت بیٹے نہین ہین اور اللہ تعالے نے اپنی طرف انکے نسب لگانے سے بھی منع فرمایا بلکہ فرمایا ادعوہم لآبائہم
ہو اقسط عند اللہ الآیہ۔ یعنے ان کو انکے باپون کی طرف نسبت دیکر پکارو اور فرمایا وما جعل ادعیاءکم ابناءکم الآیہ یعنی تمہارے منھ بولے
ہودن کو تمہارے بیٹے نہین کردیا پس انکی جورووں سے اگر وہ طلاق دیکر الگ کردین یا مرجاوین تو تم کو نکاح کرنا حلال ہے اور نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے زیدؓ بن حارثہ کو متبنی کیا تھا اور وہ زید بن محمد صلعم مشہور تھا پھر جب ممانعت ہوئی تو زید بن حارثہ کے نام سے مشہور ہوئے
اور زیدؓ کے نکاح میں زینبؓ تھیں زیدؓ نے باوجود فہمائش حضرت صلعم کے جو بطور مشورہ تھی حضرت زینب کو طلاق دیدی تو اللہ عز و جل نے
حضرت زینب کا نکاح حضرت صلعم سے باندھا ۔ وقد قال فلما قضی زید منہا وطرا زوجنا کہا لکیلا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیاءہم
الآیۃ ۔ اور زمانہ جاہلیت والے منھ بولے کی جورو سے نکاح نہیں کرتے تھے چنانچہ جب ایسا ہوا تو مشرکین مکہ نے طعن کیا پس نازل ہوا
وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الآیۃ ۔ بالجملہ اسمیں خلاف نہیں کہ منھ بولے بیٹے ہونے کی وجہ سے اسکی جورو سے
نکاح حرام نہیں ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ جب انھیں بیٹوں کی جورو ہیں حرام ہوئیں جو اپنی پشت سے ہیں تو رضاعی بیٹے کی جورو کہاں سے
حرام کہی جاتی ہے حالانکہ جمہور کے نزدیک بلکہ اجماع ہے کہ رضاعی بیٹے کی جورو رضاعی باپ پر حرام ہے پس جواب یہ ہے کہ بعد اجماع کے
کسی دلیل کی ضرورت نہیں اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو نسب سے حرام ہے وہ رضاع سے حرام ہے ۔ اور اسمیں اختلاف ہے کہ وطی زنا مقتضی
تحریم ہے یا نہیں و تحریر دلائل طرفین طوالت چاہتا ہے اور مذہب امام ابو حنیفہ و انکے اصحاب کا یہ ہے کہ زنا مقتضی تحریم ہے اور یہی قول عمران
بن حصین رضی اللہ عنہ و شعبی و عطاء و حسن بصری و ثوریؒ سے مروی ہے اور یہی مذہب امام احمد و اسحق کا ہے اور نیز اختلاف ہے کہ لواطت
موجب تحریم ہے یا نہیں تو امام ثوریؒ سے مروی ہے کہ اگر مرد نے کسی طفل سے لواطت کی تو اسپر اسکی ماں حرام ہو گئی اور یہی قول امام احمد کا
ہے اور مانند اسکے امام اوزاعی سے مروی ہے واللہ اعلم ۔ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ ۔ من نسب ورضاع ویلحق بالسنۃ جمع
بینہا وبین عمتہا وخالتہا ویجوز نکاح کل واحدۃ علی الانفراد وملکہما معا ویطأ واحدۃ ۔ یعنی اور حرام ہے تم پر یہ کہ جمع کرو دو بہنوں کو ۔
مفسرؒ نے کہا خواہ نسبی بہنیں ہوں یا رضاعی ہوں ۔ اور اسی سے ملحق بدلیل سنت ہے یہ کہ حرام ہے جمع کرنا عورت و اسکی پھوپھی کو یا عورت و
اسکی خالہ کو ۔ ہاں انہیں سے ہر ایک کا نکاح اسطرح روا ہے کہ وہ تنہا ہو یعنے پھر اگر ایک کو طلاق دیدے یا مر جاوے تو دوسری سے نکاح کر سکتا ہے
اور یہ روا ہے کہ ایسی دو باندیاں ایک ساتھ یا آگے پیچھے خرید کرکے یا کسی اور سبب سے اپنی ملک میں جمع کرے جو دونوں بہنیں ہوں یا ایک باندی و اسکی
پھوپھی کو یا خالہ کو جمع کرے یعنی ملک میں جمع کرنا منع نہیں مگر وطی ایک ہی سے کریگا بخلاف عقد نکاح کے کہ اگر دو بہنوں سے ایک ساتھ ایک عقد میں یا
دو عقد میں نکاح کیا تو باطل ہے اور اگر آگے پیچھے ایک ایک سے نکاح کیا تو پہلی کا جائز اور دوسری کا باطل ہے اور تمام کلام ترجمہ عالمگیری جلد دوم سے تلاش
کرو اور حرمت عام ہے کہ دو بہنیں ایک ماں و باپ سے ہوں یا فقط باپ کی طرف سے ہوں یا فقط ماں کی طرف سے ہوں جمع کرنا حرام ہے اور اسپر
امت کا اجماع ہے اور اسپر بھی اجماع ہے کہ دو بہنوں کا اپنی ملک میں جمع کرنا روا ہے پھر اسمیں اختلاف ہے کہ ملک میں دو بہنوں کو جمع کرکے دونوں
سے وطی روا ہے یا نہیں تو جمہور علما کے نزدیک نہیں روا ہے اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو جاوے
اور اسکے تحت میں دو بہنیں ہوں تو ایک کو طلاق دیدے چنانچہ فیروز دیلمیؒ سے روایت ہے کہ میں مسلمان ہوا اور میرے تحت میں دو عورتیں
دونوں بہنیں تھیں تو حضرت صلعم نے مجھے حکم دیا کہ ان دونوں میں سے ایک کو چھوڑ دے رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ و ابو داود و ابن مردویہ
شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ملک یمین میں دو بہنوں کا جمع کرنا یعنے اسطرح کہ دونوں سے وطی کرے یہ بھی حرام ہے کیونکہ آیت عام ہے اور یہی چاروں
اماموں و جمہور علماء سلف و خلف سے مروی مشہور ہے ہاں بعض سلف نے اسمیں توقف کیا ہے پھر ابن کثیرؒ نے بعد تھوڑے ذکر کے شیخ
ابن عبد البر سے نقل کیا کہ جن لوگوں سے اختلاف منقول ہے اسکی طرف فقہاے حجاز و عراق و شام و مشرق و مغرب کسی نے التفات نہیں کیا
سواے بعضے اہل ظاہر کے جو شاذ ہو کر نکل گئے اور قیاس کو نہیں مانتے اور جس امر پر ہم نے اجماع کیا اسکو ظاہر پر عمل کر کے چھوڑتے ہیں اور فقہا کی جماعت نے

مسئلہ بھتیجی و بھانجی خالہ سے نکاح کرے ساتھ اس کی پھوپھی کے یا ایک بہن مرگئی تو دوسری بہن سے نکاح کرسکتا ہے ۱۲ م

بخلاف ان شاذ لوگون کے اتفاق کیا ہے کہ ملک یمین مین دو بہنون کا اسطرح جمع کرنا کہ ان دونون سے وطی کرے حلال نہین ہے جیسے نکاح مین جمع کرنا حلال نہین اور مسلمانون نے اجماع کیا کہ قولہ تعالیٰ حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم تا آخر آیت کے معنے یہ ہین کہ نکاح و ملک یمین ان سب عورتون کے حق مین یکسان ہے ایسا ہی واجب ہے کہ نظر و قیاس سے دو بہنون کا جمع کرنا اور جورو کی ماؤن اور ربائب مین ہووے اور یہی ان جمہور فقہاء کے نزدیک ثابت ہے اور یہ لوگ اپنے مخالف پر اور شاذ ہوکر نکل گئے والے پر حجت ہین پس واضح ہو کہ اگر ایک مرد کے ملک مین ایک باندی ہو اور اس سے وطی کرتا ہو پھر اسکی بہن کا مالک ہو کر اس سے وطی چاہے تو جمہور کے نزدیک جائز نہین جیسا کہ مذکور ہوا پس ایک جماعت اہل علم کے نزدیک دوسری بہن سے وطی نہین کرسکتا تا وقتیکہ اول کو بیع یا آزاد کرے یا کسی سے نکاح کردینے سے اپنی ملک سے خارج نکردے اور خالی زبان سے عزم کرلینا کہ اول سے وطی نہ کریگا جیسا کہ قتادہ کا قول ہے کافی نہین اور یہی امام ابوحنیفہؒ و انکے اصحاب کا و اوزاعی و شافعی و احمد و اسحق کا قول ہے اور یہی حضرت علی و ابن عمر و حسن بصری سے مروی ہے اور واضح ہو کہ قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ علمانے اجماع کیا کہ اگر مرد نے اپنی زوجہ کو ایسی طلاق دی کہ اس سے رجعت کرسکتا ہے تو جب تک عدت نہ گذر جاوے اسکی بہن سے نکاح نہین کرسکتا ہے اگر ایسی طلاق ہو کہ رجعت نہین کرسکتا تو اختلاف ہے پس ایک گروہ نے کہا کہ جب تک عدت نہ گذرے تب تک مطلقہ مذکورہ کی بہن یا چوتھی عورت سے نکاح نہین کرسکتا اور یہی قول امام ابوحنیفہ و انکے اصحاب و ثوری و احمد بن حنبل کا ہے اور یہی مجاہد و عطا و نخعی سے روایت اور یہی حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے اور دوسرے گروہ نے روا کہا ہے اور یہی شافعی کا مذہب ہے - پھر واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت مین ایسا ہوتا تھا اور وہ اسکو حرام نہین کہتے تھے دو بہنون کو جمع کرتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے حکم حرمت نازل فرمایا تو خوف ہوا کہ جن لوگون نے پہلے کیا تھا انکا کیا حال ہے اور نیز احتمال تھا کہ دو بہنون کا جمع کرنے والا اگر مسلمان ہوا اور دونون حاملہ ہین تو جس کو شاید چھوڑا اسکے بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور دیگر حقوق ضائع ہوتے تو رحمت کاملہ سے اسکو عفو فرمایا بقولہ ۔ اِلَّا ۔ لکن ۔ مَا قَدْ سَلَفَ ۔ فی الجاہلیۃ من نکاحکم بعض ما ذکر فلا جناح علیکم فیہ یعنی الا بمعنے منقطع بمعنے لکن ہے اور معنے یہ ہین و لیکن جو ہوچکا یعنی جاہلیت کے حال مین یہ کہ تم نے ان محرمات مذکورہ مین سے بعض سے نکاح کیا تو اسکا تم پر گناہ نہین ہے ۔ اِنَّ اللّٰہَ كَانَ غَفُوْرًا ۔ لما سلف منکم قبل النہی - اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے یعنی ایسا امر کہ جو تم سے ہوگذرا مخالفت سے پہلے ۔ رَّحِيْمًا ۔ بکم فی ذلک ۔ رحمت کرنے والا ہے تمپر اس معاملہ مین ۔ یعنی محض رحمت ہے کہ تمکو ماخوذ نہین کیا اور اسمین اشعار ہے کہ قبل نہی کے افعال ناروا مین ماخوذ ہونا جائز ہے اور حدیث مین یہ مضمون ثابت ہے کہ جو اسلام لایا اسکے پچھلے سب گناہ عفو ہوگئے اب جو اسلام مین نافرمانی کریگا اسی پر ماخوذ ہوگا اور جو اسلام نہ لایا وہ پہلے و پچھلے سب کے وبال مین پکڑا جائیگا - اور یہ مضمون صحیح مسلم کی حدیث سے ماخوذ ہے - اگر تیرے دل مین شوق ہو کہ اسمین کیا بھید ہے کہ آدمی نے اسلام سے پہلے جو کچھ کیا وہ عفو ہے اور بعد اسلام کے ماخوذ ہوگا حتی کہ اگر پیشتر زمانہ اسلام مین مسلمان ہوا تو عذاب شدید مین مبتلا ہوگا تو سننا چاہیے اور ذیل بیان مین فوائد کثیرہ ہین - واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے معرفت الٰہی مین مخلوقات کو معذور فرمایا کیونکہ حدوث کی مجال نہین کہ سامنے قدم تک پہونچے الا بقدم القدم کیونکہ نفوس اپنے افعال کے خالق نہین ہین تو فہم و معرفت انکے پیدا کرنے سے ممکن نہین ہے پھر حبیب حقتعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ہدایت کا اذن عام دیا تو حکمت بالغہ کے موافق طالب حق کو ہدایت دیدی اور یہ حکمت کسی بشر کے ادراک مین نہین آسکتی ہے کیونکہ وہ صفت قدسیہ الٰہی قدیمہ ہے اور بشر اسکے کنہ ادراک سے عاجز ہے پس تحقیق یہ کہ زمانہ فطرۃ مین یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ کے لوگ اپنی جبلی جہالت مین گرفتار تھے اگر کہا جائے کہ حدیث سے معلوم ہے کہ لوگ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتے ہین پھر انکے مان باپ انکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کردیتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ اصل فطرت و جبلت مین اسلامی معرفت تھی نہ جہالت جواب

تم کہتے ہو سو جواب یہ کہ ازلی اقرار توحید تو معرفت روحانی سے ہے اب اس دائرہ امتحان میں فطرت انسانی ہے کہ اس حدیث مبارک کے یہ معنی ہیں کہ جو بشر مولود ہوتا ہے اسکا صفحہ دل ایسا صاف ہوتا ہے جیسا کہ اسلام سے سینہ صاف ہوتا ہے حتی کہ اگر اس حالت پر مر جاوے تو اسپر کسی نام کی مہر نہ ہوگی بلکہ وہ سادہ کے مانند صاف ہوگا جسپر ہر ایک طرح کی مہر ہو سکتی ہے پھر جب مولود بڑا ہوا اور بلوغ کی عقل پوری ہوئی تو اسوقت صحبت کا اثر ہوتا ہے چنانچہ وہ جن لوگوں پر اعتماد کرتا ہے اسکے والدین و قوم ہیں پس جنکی تقلید کی وہی مہر اسپر کندہ ہو جائیگی حتی کہ بعد موت کے وہ اس مہر کو متغیر نہیں کر سکتا ہے مثلاً موت کے بعد ہر کافر کو ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایمان توحید حق تھا اور شرک قبیح پر عذاب ہے پھر بھی وہ منکر نکیر سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا رب اللہ تعالی وحدہ لا شریک ہے اور محمد رسول اللہ ہیں صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ جو مہر اسکے صفحہ دل پر نقش تھی وہ غرغرۂ موت سے پہلے تک زائل ہو سکتی تھی اور اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ بندۂ مومن بھی قبر میں منکر و نکیر کی ہولناک صورت سے ہراسان ہو کر چپ نہ ہوگا اور نہ خوف سے چھپاوے گا بلکہ صاف صاف جو اسکی مہر پر کندہ ہے وہی بتلاویگا - اسیواسطے جب کسی شخص کے دل میں شیطان نے توحید کی طرف سے شبہہ ڈالا اور شکوک ظاہر کیے حالانکہ وہ جاہل ہے لیکن اسنے بغیر گفتگو کے کہا کہ میں ان شبہات سے بیزار ہوں اور میں یہی یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی وحدہ لا شریک اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کچھ لائے برحق ہے تو شبہہ کچھ مضر نہ ہوا اور شیطان کا وسوسہ بیکار گیا کیونکہ اس مومن نے اپنی لوح فطرت پر یہی نقش جمایا اور باقی کو جگہ دینے سے انکار کیا برخلاف اسکے کبھی بعض کافروں کو کلمہ توحید لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کا یقین ہوتا ہے مگر وہ دل میں اسکو نہیں جماتا ہے تو وہ کافر ہی مرتا ہے جیسے ہرقل شاہ روم کو یقین تھا کہ محمد رسول اللہ برحق ہیں مگر سلطنت کے لالچ میں ایمان نہ لایا اور جیسے علمائے یہود کو یقین تھا مگر ایمان نہ لائے اسکے یہی معنے ہیں کہ انکے دل میں ضرور یہ جمع ہوا مگر انھوں نے اپنے اعتقادات شرک کو لوح فطرت پر جمایا اور اس یقین کو دل میں جگہ نہ دی بلکہ رد کر دیا تو کافر مرے - پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سب لوگوں پر یہی فطرتی لوح پر نقش کرنا اپنی جہد نفس سے تھا پس وہ اچھا رہا جسنے یہ نقش کیا کہ اللہ تعالی کے سوائے کوئی معبود نہیں یا میرا و تمام جہان کا خالق موجود ہے اگرچہ وہ صفات الوہیت سے واقف نہ ہوا اور بہ کثرت بالکل ہی ایسے گذرے کہ انکو امتیاز نہ ہوا لیکن ہر شخص نے اپنی کوشش کو خرچ کیا اور اس سے زیادہ انکو وسعت نہ تھی بغیر ازینکہ اس قدر ضروری تھا کہ ہمارا سب کا خالق ہے ولیکن جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ہدایت دی تو اس نے اپنے نفس کا جمایا ہوا نقش مٹا دیا اور رسول اللہ کا قول رہا پس اللہ تعالی نے مشکور فرما کر عفو کیا اگرچہ مجوسی نے اسوقت میں اپنی بہن سے یا بیٹی سے زنا کیا ہو یا مثلا متعہ کی عورت سے لڑکی ہوئی جس کے ساتھ اس شخص کی بیاہی عورت کے پسر نے عقد کیا ہو تو لا علمی جہل و عفو ہے جبکہ اس نے اسلام توحید کو اختیار کیا ہے پس یہ بھید ہے کہ زمانۂ اسلام میں جس نے بد کیا تو وہ بدی دو طرح ہے اول یہ کہ لوح فطرت کو نہیں بدلا پس قبول نہیں اور اول و آخر سب میں ماخوذ ہوگا کیونکہ اس نے ہٹ و عداوت کی اور عذر نہیں کیا تو سخت بدتر ہو گیا اور جس نے اول شرک وغیرہ سے توبہ کی تو عفو ہو گیا اور کچھ مواخذہ نہ رہا

والحمد للہ رب العالمین

ترجمۂ فتاوی عالمگیری ۔ کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اوّل مترجمۂ مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمۂ مولانا امیر علی ۳۵؍

کشف الحاجۃ ۔ ترجمۂ اُردو مالا بدمنہ از مولوی محمد نور الہدین ۔ ۴؍

ہزار مسئلہ ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالے (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۔ [illegible]

شرع محمدی منظوم ۔ مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری ۔ [illegible]

تنبیہ الغافلین ۔ مسائل دینیہ ۔ ۱؍

حیرت الفقہ ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔ [illegible]

جواب السائلین ۔ بطور استفتا ۔ ۲؍

کنز الدقائق ۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان [illegible]

رسالۂ تجہیز و تکفین میت ۔ از محمد عمر ۔ [illegible]

فقہ فارسی

حج الحج مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ ۔ [illegible]

تبیان ۔ در حکم تنباکو و حقہ از ملا معین الدین ۱؍

تام حق ۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری [illegible]

ہدایہ کامل بتحشیہ مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی [illegible]

جلدین اولین تا کتاب الطہارۃ ۔ کاغذ رسمی

جلدین آخرین ۔ [illegible]

مائۃ مسائل ۔ صد مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ ۔ ۶؍

شرح وقایہ فارسی ۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی ۔ [illegible]

مسالک المتقین ۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی آلہ یار خان ۔ [illegible]

فتاوی برہنہ ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین ۔ [illegible]

قدوری ۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم ۔ ۸؍

شرح فارسی مختصر وقایہ ۔ از عبد الرحمن جامی ۔ [illegible]

کنز فارسی ۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ ۔ ۱۳؍

مالا بد منہ ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ ۔ [illegible]

شرح مختصر وقایہ کور میری ۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی ۔ [illegible]

رسالۂ تنبیہ الانسان ۔ در حلت و حرمت جانوران ۔ [illegible]

رسالۂ قاضی قطب ۔ ذکر ایمان و ارکان [illegible]

فقہ عربی

برجندی ۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح ۔ [illegible]

فتح القدیر ۔ حاوی المتن بالقلم جلی ہدایہ و بالقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخرین تکملۂ زین الدین آفندی کامل چہار مجلد ضخیم ۔ [illegible]

ہدایہ ۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بتحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل ۔

۱۔ جلدین اولین عبادات ۔ [illegible]

۲۔ جلدین آخرین معاملات ۔ [illegible]

فتاوی قاضیخان ۔ مع سراجیہ ۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل ۔ [illegible]

شرح وقایہ ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیۂ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح [illegible]

شرح وقایہ خُرد ۔ مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم [illegible]

اشباہ والنظائر ۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول ۔ [illegible]

ملا مظہر ۔ از بیوع تا وصایا بتحشی جدید ۔ [illegible]

کنز الدقائق ۔ محشی متداول درسی کتاب ۱۲؍

مستخلص الحقائق ۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول ۔ [illegible]

عینی شرح کنز الدقائق ۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین ۔ [illegible]

(۱) جلدین اولین عبادات میں ۔ [illegible]

(۲) جلدین آخرین معاملات میں ۔ [illegible]

مختصر وقایہ ۔ مترجم فارسی ۔ [illegible]

عمدۃ البضاعۃ ۔ فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم ۔ ۱؍

اخلاق وتصوف اُردو

باب دانش ۔ مؤلفہ مولوی محمد کریم بخش ۔ ۲/۰
اوقات عزیزی ۔ از سید غلام حیدر خان ۔ ۴/
ترجمہ عوارف المعارف ۔ کامل دو جلد مین
مترجمہ مولانا ابوالحسن فریدآبادی ۔ عہ
بحر الحقیقت ۔ اصلاح نفس مین ۔ ۲/۰
جامع طیبی ۔ حال آنحضرت آپکی ابتدائے
عمر سے وصال تک درج کیا گیا ہے ۔ ۴/
کیمیائے حکمت حصہ اول بیان شرائف
علم وادب ۔ ۲/۰
پیراہن یوسفی ۔ اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل مطلب
مع فوائد تصوف کامل دو جلد مین (زیر طبع)
شجرۂ معرفت محشی ۔ منتخبات مثنوی مولانا روم
مترجمہ سید غلام حیدر صاحب ۔ عہ
مذاق العارفین ۔ ترجمہ احیاء علوم الدین جلد ۴ بی
ہر چہار کامل در دو مجلد (زیر طبع)
تہذیب جسمانی ۔ مؤلفہ حکیم احسان علی ۔ ۳/
ترجمہ غنیۃ الطالبین حضرت غوث اعظم شیخ
عبدالقادر جیلانی کی مستند اور مشہور تصنیف اس
کتاب کی تہذیب یہ ہے کہ دو کالم مین ایک مین
اصل عربی عبارت اور دوسرے مین ترجمہ نہایت
سلیس مقبول عام ہے ۔ ے
جامع الاخلاق ۔ یعنے اخلاق جلالی کا
اردو ترجمہ ۔ ۱/
آبحیات ۔ یعنی انسان کن باتون پر عمل
ہو کر حیات ابدی حاصل کر سکتا ہے ۔ ۳/۰
محبوب الاخلاق ۔ ترجمہ اخلاق محسنی فارسی
مترجمہ راجہ راجیشور راؤ ۔ ۹/
میبایدشنید ۔ اخلاق کہ نہایت بیش بہا نکات ۔ ۸/
پندنامہ وحید ۔ ہر بارہ مین بیش بہا نصائح ۴/
پندنامہ حبیبی ۔ قابل عمل نصائح ۔ ۱/
اظہار الحقیقت ۔ بزرگون پر طعن وتشنیع کے
بُرے نتائج ۔ ۱/
رسالہ کسب الانبیا ۔ جس مین بتایا گیا ہے
کہ کسی پیشے کی تحقیر نہایت ہی بُری ہے ۲ پائی
گلدستہ جنان ۔ گلستان شیخ سعدی کی تمثیل
اور لاجواب شرح ہے ۔ عہ
حدیقۃ الاخلاق ۔ یہ کتاب بہت سے ایسے
سہل اور اخلاقی مضامین کا مجموعہ ہے جس سے
ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے بشرطیکہ ان پر
عمل کرے تو اسکی زندگی بہترین زندگی کا نمونہ
بن سکتی ہے ۔ از منشی پیارے لال شاکر
میرٹھی ۔ ۱۰/

کتب اخلاق فارسی

گلستان ۔ جلی قلم کاغذ سفید گنندہ محررۂ منشی
شمس الدین صاحب اعجاز رقم ۔ عہ
تضمین گلستان سعدی ۔ منشی ہرگوپال
تفتہ سکندرآبادی شاگرد مرزا غالب ۔ ۸/
بہارستان جامی ۔ اخلاق و نصائح میں نہایت
بیش بہا اور قابل قدر کتاب ہے ۔ ۵/
خارستان ۔ حکایات پند و نصائح بطرز